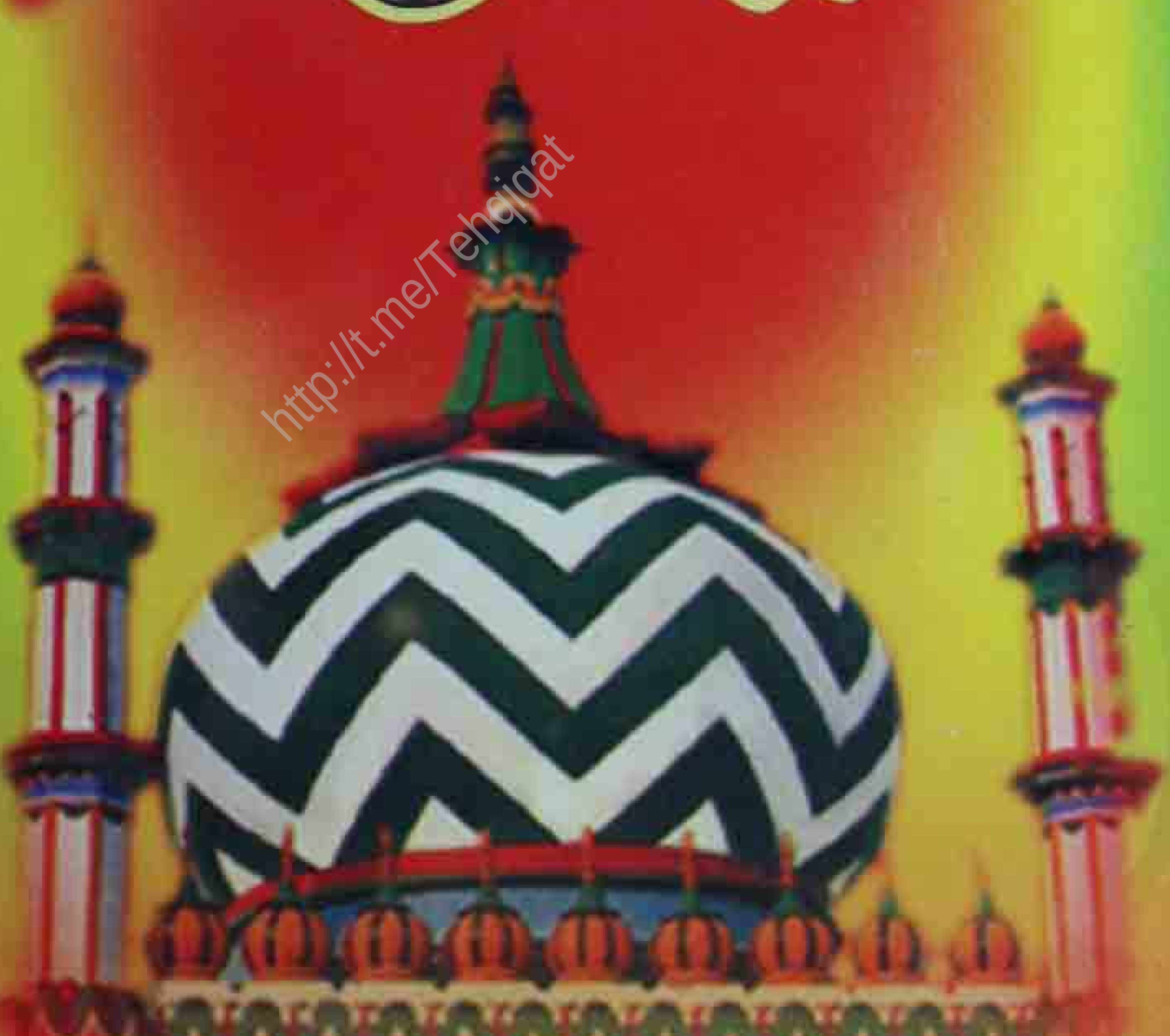
حیاتِ اعلیٰ حضرت



اوّل

مصنّف:
ملک العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ

ترتیب جدید:
مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز
رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ
— اردو بازار لاہور —

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا
من انفسهم يتلوا عليهم آيٰته ويزكيهم ويعلمهم الكتٰب والحكمة

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۳۶۶۲) احادیث و آثار
اور (۵۵۵) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

المختارات الرضوية من الاحاديث النبوية والآثار المروية

(المعروف بہ)

جامع الاحادیث

(از افادات)

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

حیاتِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

(اوّل)

مُصنّف

ملک العلما حضرت علامہ مولانا محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ

ترتیبِ جدید

مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز
رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

بِسۡمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

نام کتاب -------- **حیاتِ اعلیٰ حضرت** (اوّل)

مصنف -------- ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی

ترتیب جدید -------- مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی

طبع اوّل -------- ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

طبع دوم -------- ۲۰۰۴ء

طابع -------- اصغر پریس، لاہور

ناشر -------- کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز لاہور

قیمت -------- [illegible]0/= روپے مکمل سیٹ (3 جلد)

ملنے کے پتے

۱- **شبیر برادرز** 40 اُردو بازار زبیدہ سنٹر لاہور

۲- **اداریہ پیغام القرآن** 40 اُردو بازار لاہور

۲- **مکتبہ اشرفیہ** مرید کے (ضلع شیخوپورہ)

مختصر فہرست مضامین حیات اعلیٰ حضرت جلد اول

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
نمبر		
1	**گفتنی**	8
	اغلاط کی تصحیح	18
2	**صاحب کتاب**	51
	تصانیف	64
	اختتام	68
3	**دیباچہ**	73
4	**خاندانی حالات**	82
	حضرت اعظم خاں	82
	حضرت کاظم علی خاں	83
	مولانا رضا علی خاں	84
	کرامات	85
	مولانا نقی علی خاں	88
	تصانیف	90
	بیعت وخلافت	93
	حج وزیارت	93
	وصال	94
	تواریخ ولادت	96
	تواریخ وفات	96
	حالات	97
	شجرۂ آباء واجداد	98
5	**ولادت اور بزرگوں کی پیشین گوئیاں**	102
6	**بچپن کے حالات**	106

	تقریب روزہ کشائی	100
7	**تعلیم**	110
	بسم اللہ خوانی وسلسلۂ تعلیم	110
	درسیات سے فراغت	114
	اساتذہ	117
8	**شادی اور اولاد**	118
	حضرت حجۃ الاسلام	118
	حضرت مفتی اعظم	118
9	**مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت وخلافت**	121
10	**تدریس**	124
	مشاہیر تلامذہ	125
11	**حج وزیارت اول**	133
12	**حج وزیارت دوم**	135
	بیداری میں زیارت نبوی	136
13	**عادات واوصاف**	138
	اطاعت والدین	146
	تعظیم اکابر	147
	تواضع وانکسار	149
	مساوات اسلامی	152
	اصاغر پر شفقت	153
14	**اخلاق کریمہ**	161
	کرم وسخاوت	174
	قناعت وتوکل	184
15	**اتباع شرع وتقوی**	187
	احتیاط فی الدین	193

	صلابت مذہبی وحق گوئی	198
	خودداری	214
	محبت وعزت علما	216
16	**تعظیم واکرام سادات**	223
	توشۂ غوث اعظم	224
17	**تعظیم حجاج وزائرین مدینہ**	239
18	**مزاح وظرافت**	239
19	**ادبی لطیفے**	241
20	**حاضر جوابی**	246
21	**قوت حافظہ**	252
22	**تبحر علمی**	259
	ریاضی دانی	265
	ہیئت وتوقیت وغیرہ میں کمال	273
	علم تکسیر میں مہارت	281
	علم جفر میں کمال	299
	تاریخ گوئی	309
23	**فتویٰ نویسی**	323
	پہلا فتویٰ	323
	کمال فتویٰ نویسی	324
24	**خوش خطی**	329
25	**تبلیغ وہدایت**	329
	مناظرہ کے اصول	329
	ایک غیر مسلم کا ایمان لانا	330
	ایک آریہ کا مسلمان ہونا	331

	علم غیب	334
	فرقہ وہابیہ کب وجود میں آیا	340
	قضا نمازوں کی ادائیگی	346
	نماز میں نظر کہاں ہو؟	347
	اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال	349
	علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال	349
	نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے	349
	لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال	350
	اوپر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت	350
	ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا	350
	بعض ناموں کے احکام	351
	آخری چہار شنبہ	351
	بیت الخلاء میں تخیلات نعت کی ممانعت	351
	خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں	351
	چین اور انگوٹھی کے مسائل	352
	جانوروں کو جلانا منع ہے	352
	ماء مستعمل کا ایک مسئلہ	352
	غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے	352
26	**وعظ وتقریر**	354
	پٹنہ میں ردندوہ پر تقریر	355
	بدایوں میں سورہ والضحیٰ پر چھ گھنٹے کی تقریر	357
	بریلی میں بسم اللہ پر تقریر	358
	نقل تقریر بریلی شریف	360
	نقل تقریر پٹنہ	382
27	**اسفار**	410
	پہلا سفر برائے حج وزیارت	414
	دوسرا سفر برائے حج وزیارت	415

	کامران میں قیام	418
	جدہ میں نصرت غیبی	420
	مولانا اسماعیل خلیل سے ملاقات	423
	مفتی احناف کی خدمت میں	424
	الدولة المکیہ کی تالیف	426
	شیخ الخطبا کا اشتیاق سماعت	426
	الدولة المکیہ شریف مکہ کے دربار میں پیش	428
	الدولة المکیہ کی اکابر علما میں مقبولیت	429
	دعوتوں کا اہتمام اور علماء کی تشریف آوری	433
	کفل الفقیہ کی تصنیف	436
	علالت	437
	اقامت کے لیے علمائے مکہ کا اصرار	442
	کعبہ جاں کی طرف روانگی	445
	ایک مقدمہ کا تصفیہ	447
	نماز کی خاطر قافلے سے جدائی اور سرکار کا کرم	448
	سرکار اعظم میں حاضری	449
	علمائے کرام کا ہجوم	450
	علمائے کرام کی طرف سے طلب سند و اجازت	450
	مسجد قبا و مزار حضرت حمزہ کی زیارت	452
	مدینہ طیبہ سے وداع و رخصت	453
	جبل پور کا پہلا سفر	455
	جبل پور کا دوسرا سفر	456
	قدرتی مناظر کی دید	464
	دعوتوں کا سلسلہ	469
	جبل پور والوں کی عید	472
	گنج مرادآباد کا سفر	476
28	**حواشی**	479

گفتنی

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا ۱۰ رشوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو اتر پردیش کے شہر بریلی میں ایک دینی وعلمی گھرانے کے اندر پیدا ہوئے۔

- بسم اللہ خوانی ہی کے دن الف، با، تا، ثا پڑھتے ہوئے **لا** پر اعتراضات کیے۔
- چار سال کی عمر میں ناظرۂ قرآن ختم کرلیا۔
- چھ سال کی عمر میں ایک نووارد عرب سے دیر تک فصیح عربی میں گفتگو کی۔
- آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی ھدایۃ النحو نامی درسی کتاب پڑھنے کے دوران ہی عربی زبان میں اس کی شرح لکھی۔
- دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت معرکۃ الآرا ادق واہم کتاب مسلم الثبوت مصنفہ حضرت محب اللہ بہاری کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔
- تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کرکے باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا، اور منصب افتا کی ذمہ داری سنبھال لی ــــــ پھر خداداد ذہانت اور زور مطالعہ سے بتدریج مختلف شرقی وغربی علوم کو خود ہی حل فرما کر داد تحقیق دی۔
- بائیس سال کی عمر میں بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے اور پیر ومرشد نے فخریہ ارشاد فرمایا:۔

قیامت کے روز خدا نے پوچھا کہ آل رسول! دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو
میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔

اب تدریس، افتا اور تالیف و تصنیف کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مسلمانوں میں پھیلے ہوئے غلط رسم و رواج کو مٹانے کے درپے ہوئے، بدعات و خرافات کے خلاف محاذ قائم کیا اور دوسرے مذاہب کی تردید کے ساتھ ساتھ خود اسلام کے نام پر غیر اسلامی نظریات پھیلانے والے مختلف فرقوں کے رد و ابطال میں پوری تن دہی کے ساتھ مصروف ہو گئے۔

○ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے جانشین جنابحضور شاہ امین احمد فردوسی، زیب سجادہ 'خانقاہ معظم بہار شریف' کی صدارت میں منعقدہ پٹنہ کے تاریخ ساز اجلاس کے اندر غیر منقسم ہندوستان (موجودہ ہند و پاک اور بنگلہ دیش) کے سیکڑوں عمائد علماء، مشائخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی موجودگی میں مجدد مائۃ حاضرہ (موجودہ صدی کا مجدد) کے خطاب سے سرفراز ہوئے ——— اور آپ کی جملہ تصانیف جو اس وقت دو سو کے قریب تھیں، ان کا نصف حصہ یعنی تقریباً ایک سو کتابوں کا پہلا ایڈیشن یہیں مطبع تحفہ حنفیہ سے شائع ہوا۔

○ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے ممالک کے علماء و مشائخ نے بھی آپ کی مجددیت کا برملا اعتراف کیا، اور آپ کو امام الائمہ کے لقب سے یاد کیا۔

○ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو آپ نے قرآن کریم کا اردو زبان میں صحیح ترین ترجمہ کنز الایمان ——— پھر بارہ جلدوں میں فقہ اسلامی کا عظیم

انسائیکلو پیڈیا، فتاویٰ رضویہ عالم اسلام کو عطا فرمایا۔

پھر احیائے علوم اور تجدید دین کے ان داخلی امور کی انجام دہی کے ساتھ خارجی امور کی طرف بھی عنان توجہ منعطف کی۔ فلسفیوں کے ہذیانات واضح کیے ـــــ سائنس کی قد آور شخصیتوں نیوٹن، کاپرنیکس، کیپلر اور آئن سٹائن کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے بعض غلط نظریات کا انھیں کے اصولوں کی روشنی میں رد فرمایا ـــــ امریکہ کے مشہور منجم پروفیسر ایف پورٹا کی غلط پیشین گوئی کی دھجیاں اڑائیں ـــــ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ماہر ریاضیات پروفیسر ضیاء الدین کے لاینحل سوالوں کو حل فرمایا، جس کے اعتراف میں ان کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ نوبل انعام کی مستحق تو درحقیقت یہ ہستی ہے جو نام ونمود سے دور، کنج خمولی کے اندر بوریائے بے ریائی پہ بیٹھی خوش ہے:

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد درو ے
جز من و چند کتابے و دوات وقلمے

اور اسی کنج خمولی سے انگریز اور ان کی غاصبانہ حکومت کی مخالفت کی ـــــ غیر شرعی تحریک خلافت کا رد کیا ـــــ اور ہندوستان سے مسلمانوں کی عام ہجرت پر بند باندھا۔

اس طرح قمری مہینے کے اعتبار سے ۶۷ سال کچھ ماہ کی عمر پاکر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ تو ملی وقومی اثاثے میں ستھرا دین، پاکیزہ معاشرہ، پچاس سے زائد

قدیم وجدید علوم وفنون پر مشتمل مختلف زبانوں میں ایک ہزار کے قریب تصنیفات ـــــــ اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا جیسے اخلاف ـــــــ عید الاسلام مولانا عبد السلام، صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، اشرف العلماء مولانا سید سلیمان اشرف بہارری، عالم ربانی مولانا احمد اشرف کچھوچھوی، مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی، ضیاء الاسلام حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی، حضرت مولانا شیخ صالح مکی، حضرت مولانا احمد ابوالخیر مکی، حضرت مولانا عبداللہ مکی، حضرت مولانا عبدالحی فاسی وغیرہم جیسے سو سے زائد تلامذہ و خلفا عجم وعرب میں چھوڑے۔

مگر حیرت ہوتی ہے کہ وصال کو چوتھائی صدی سے زائد گزر جانے پر بھی آپ کی سیرت وسوانح پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہو سکی۔ جس کا سبب میں اس کے سوا کیا عرض کروں کہ جس طرح مجددیت کے خطاب سے آپ پٹنہ ہی کی سرزمین پر سرفراز ہوئے تھے، اور پٹنہ ہی نے آپ کے مسلک ونظریات کی اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا، اسی طرح شاید خدا کو منظور تھا کہ آپ کی سیرت وسوانح بھی پٹنہ ہی کی سرزمین پر لکھی جائے۔

ورنہ کتنے ہی وہ لوگ، جن کا دین وملت چھوڑ، علم وفن کی خدمت میں بھی اعلیٰ حضرت کے بالمقابل کوئی خاص حصہ نہیں، انتقال کے بعد ان کی ضخیم ضخیم سوانح عمریاں شائع ہوگئیں؛ اور وہ حضرات ایک دم کیا سے کیا ہوگئے۔

بہر حال اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کی پہلی باقاعدہ سوانح حیات لکھنے کی سعادت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے حصہ میں آئی۔ اسے بھی قدرت

کا کرشمہ ہی کہیں گے کہ امام احمد رضا کا مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد کا سبب بھی ملک العلماء بہاری ہی بنے، اس کے اولین طالب علم بھی وہی اور ان کے دوست مولانا عبدالرشید بہاری رہے، جن کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھا کر امام احمد رضا نے منظر اسلام کا افتتاح کیا، اور فتاویٰ رضویہ جلد اول کا آغاز بھی ملک العلماء بہاری ہی کے استفتا سے ہوا۔ الغرض! ملک العلماء نے مظہر المناقب کے تاریخی لقب سے بنام حیات اعلیٰ حضرت چار جلدوں میں یہ پہلی باقاعدہ سوانح تصنیف فرمائی۔ جس کی پہلی جلد ۲۱ / شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مبیضہ ہو کر شائع ہوئی، اور اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں کے لیے اولین ماخذ بنی۔ اسی کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے ہندوستان تک شائع ہوئے۔

۱۳۸۲ھ میں ملک العلما کا وصال ہو گیا تو باقی ماندہ تین جلدیں ان کے صاحبزادہ محترم مختار الدین آرزو کی وساطت سے امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو ملیں، اور ان کے پاس تقریباً بیس سال تک رہیں۔ لگ بھگ دس سال پہلے الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے بانی جناب سید ولی الدین صاحب رضوی مولانا موصوف سے تینوں جلدوں کے مسودے پٹنہ لے آئے اور مستقل کاتب رکھ کر مدرسین جامعہ کی نگرانی میں کتابت شروع کرادی۔ آدھی سے زیادہ کتابت ہو چکی تھی کہ جامعہ کے کسی معاملہ میں ولی الدین صاحب سے بعض مدرسین کو اختلاف ہو گیا، اور وہ حضرات ولی الدین دشمنی میں اصل کے ساتھ کتابت شدہ کاپیاں بھی مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو سپرد کر آئے، اور موصوف کو ولی الدین صاحب سے ناراض کر دیا۔

کا کرشمہ ہی کہیں گے کہ امام احمد رضا کا مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد کا سبب بھی ملک العلماء بہاری ہی بنے، اس کے اولین طالب علم بھی وہی اور ان کے دوست مولانا عبدالرشید بہاری رہے، جن کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھا کر امام احمد رضا نے منظر اسلام کا افتتاح کیا، اور فتاویٰ رضویہ جلد اول کا آغاز بھی ملک العلماء بہاری ہی کے استفتا سے ہوا۔ الغرض! ملک العلماء نے مظہر المناقب کے تاریخی لقب سے بنام حیات اعلیٰ حضرت چار جلدوں میں یہ پہلی باقاعدہ سوانح تصنیف فرمائی۔ جس کی پہلی جلد ۲۱/شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مبیضہ ہو کر شائع ہوئی، اور اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں کے لیے اولین ماخذ بنی۔ اسی کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے ہندوستان تک شائع ہوئے۔

۱۳۸۲ھ میں ملک العلما کا وصال ہو گیا تو باقی ماندہ تین جلدیں ان کے صاحبزادہ محترم مختار الدین آرزو کی وساطت سے امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو ملیں، اور ان کے پاس تقریباً بیس سال تک رہیں۔ لگ بھگ دس سال پہلے الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے بانی جناب سید ولی الدین صاحب رضوی مولانا موصوف سے تینوں جلدوں کے مسودے پٹنہ لے آئے اور مستقل کاتب رکھ کر مدرسین جامعہ کی نگرانی میں کتابت شروع کرادی۔ آدھی سے زیادہ کتابت ہو چکی تھی کہ جامعہ کے کسی معاملہ میں ولی الدین صاحب سے بعض مدرسین کو اختلاف ہو گیا، اور وہ حضرات ولی الدین دشمنی میں اصل کے ساتھ کتابت شدہ کاپیاں بھی مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو سپرد کر آئے، اور موصوف کو ولی الدین صاحب سے ناراض کر دیا۔

آج سے کوئی چار سال پہلے کی بات ہے کہ میں عزیزی مولانا امجد رضا کے توسط سے حضرت مولانا محمود احمد صاحب کی صدارت میں انھیں کے درِ دولت کے قریب، دیوبندیوں سے ایک مناظرہ کے لیے بحیثیت مناظر حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ جناب سید ولی الدین صاحب رضوی بھی تھے۔ دورانِ گفتگو حیات اعلیٰ حضرت کا تذکرہ آیا تو مولانا محمود صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو اخلاص کے ساتھ تمام مخطوطہ جلدیں ولی الدین صاحب کے سپرد کردی تھیں، مگر الجامعة الرضویہ کے مدرسین ہی نے میرے متعلق ان کے جن خیالات کا انکشاف کیا، ان سے میرے جذبات واحساسات کو سخت صدمہ پہنچا۔

پھر موصوف نے ان مدرسین کے بقول، ولی الدین صاحب کے جن خیالات کا اظہار کیا، وہ واقعی ایسے تھے کہ ان سے کسی بھی شخص کا متاثر ہوجانا لازمی تھا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط اور محض ولی الدین صاحب کی مخاصمت میں من گڑھت تھے۔

بہر حال! اب جبکہ ان کو صحیح حالات کا علم ہوا تو افسوس کرتے ہوئے میری نگرانی میں ولی الدین صاحب کے ذریعہ طباعت پر دوبارہ راضی ہوگئے۔ پھر کئی بار کی آمدورفت کے بعد دوسری جلد کا مخطوطہ عنایت فرمایا؛ اور تیسری اور چوتھی جلدوں کے مخطوطوں کے لیے آئندہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ابھی میں اس مخطوطہ کا بالاستیعاب مطالعہ بھی نہ کر پایا تھا کہ خدا کی شان! ڈاکٹروں کے بقول مجھ پر پہلی مرتبہ دل کا دورہ پڑا؛ اور پٹنہ سے کلکتہ تک علاج میں کئی مہینے لگ گئے۔ اس کے بعد خدا خدا کر کے صحت یاب ہوکر پٹنہ پہنچا تو تیسری اور چوتھی جلدوں کے لیے آمدورفت شروع کی۔ اس طرح مسلسل تگ ودو کے بعد چوتھی جلد کا مخطوطہ اور تیسری جلد کے چند کتابت شدہ اوراق حاصل ہوئے۔ اسی دوران میں ادارۂ شرعیہ کی

خدمات سے مستعفی ہوکر گھر چلا گیا اور یہ کام پھر اک بار کھٹائی میں پڑ گیا۔
مگر خدا بھلا کرے ولی الدین صاحب رضوی کا کہ وہ حیات اعلیٰ حضرت کی خاطر مجھے بصد اصرار الجامعۃ الرضویہ لے آئے۔ یہاں آیا تو میں حیات اعلیٰ حضرت پر کام کے لالچ میں، لیکن چونکہ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب رضوی بعض وجوہات کی بنا پر اہتمام سے علیحدہ ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے جامعہ اچانک بحران کا شکار ہو گیا تھا، مجبوراً مجھے پہلے اس طرف توجہ دینی پڑی۔
پھر میری یہاں آمد کی خبر جیسے ہی مشتہر ہوئی، احباب کی سفارشات اور بزرگوں کے حکم ناموں کے ساتھ ملک کے مختلف گوشوں سے نو فارغ علما تربیت افتا کے لیے آنے شروع ہو گئے، اور چار و ناچار مجھے اس فریضے کی ذمہ داری لینی پڑی۔
میں گیسٹک (Gastritis) اور ہرنیا (Hernia) کے ساتھ دل (Heart) کا بھی مریض، اور کاموں کی کثرت کا یہ عالم کہ ایک طرف تو جامعہ کا مکمل انتظام و انصرام، دوسری طرف اونچے درجوں کی بعض کتابوں کا درس، اور تیسری طرف مشق افتا کے لیے آئے ہوئے علما کی تربیت۔ پھر بعض اہم استفتوں کے جوابات، اور ضروری موضوعات پر تصنیف و تالیف، نیز حسب ضرورت اسلام مخالف جماعتوں سے مناظرہ و مباحثہ مستزاد!
پھر بھی جب کبھی دم مارنے کی فرصت ہوتی، تیسری جلد کے لیے حضرت مولانا محمود احمد صاحب کے پاس دوڑا جاتا، مگر افسوس کہ ہزار دوڑ دھوپ کے باوجود تیسری جلد نہیں مل سکی۔ موصوف کے بقول شاید یہ جلد الجامعۃ الرضویہ کے

ان سابق مدرسین کے ہاتھوں خرد برد ہوگئی، جن سے جناب ولی الدین صاحب کا اختلاف ہوگیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیسری جلد سے مایوس ہوکر دوسری اور چوتھی جلد کو پہلی مطبوعہ جلد کے ساتھ ملا کر مطالعہ کیا تو واضح ہوا کہ کتاب موجودہ ترتیب کے ساتھ پرانے وقتوں میں چاہے جس قدر مفید رہی ہو، آج کے لحاظ سے ہرگز موزوں نہیں۔ پھر کتابت کی غلطیوں نے تو بے شمار مقامات پر مطلب ہی خبط کر دیا ہے۔ اس لیے اسے خام مواد مان کر از سر نو ترتیب وتہذیب کی ضرورت ہے۔ یعنی کہیں کہیں سے دوسری جلد کے کچھ حصے چوتھی جلد میں۔ چوتھی جلد کے کچھ حصے دوسری جلد میں۔ اور ان دونوں کے کچھ حصے پہلی جلد میں۔ اسی طرح پہلی جلد کے کچھ حصے دوسری اور چوتھی جلد میں لائے جائیں، بلکہ خود ایک ہی جلد کے کچھ حصوں میں بھی تقدیم وتاخیر کی جائے، مکررات حذف کیے جائیں اور اغلاط کی درستگی ہو، نیز پیرابندی کی جائے، ڈیش اور کامے لگائے جائیں۔

لہٰذا سب سے پہلے حضرت مولانا محمود صاحب موصوف کے مشورے سے اور محب گرامی حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مدظلہ العالی کی معاونت سے سوانح حیات کا ایک ذہنی خاکہ صفحۂ قرطاس پہ اتارا، اور اس خاکہ کو سامنے رکھ کر پھر سے تینوں جلدوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اب جس جلد میں بھی جو بات جس عنوان کی ملی، وہاں نشاندہی کر کے خاکہ میں بقید صفحہ و سطر بطور اشاریہ لکھ لیا۔ ساتھ ہی پیرابندی کی، ڈیش، کامے اور حوض کے نشانات لگائے۔ کہیں کہیں حواشی کا اضافہ کیا؛ اور اپنی دانست میں اغلاط درست کیے، جس کی ایک جھلک آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس طرح جب ترتیب کا کام مکمل ہوا تو ضرورت ہوئی کہ کتاب کی تینوں جلدیں خاکہ کے مطابق نقل کر کے کاتب کو سپرد کی جائیں، مگر یہ مجھ جیسے عدیم الفرصت کے لیے ممکن نہیں تھا۔

بریلی شریف حاضری کے دوران گرامی قدر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی سے اس کا تذکرہ آیا تو انھوں نے یہ ترکیب بتائی کہ پوری کتاب نقل کرنے کی بجائے اس کے جتنے حصے کو جہاں لے جانا ہو، تراش کر وہاں چسپاں کر دیا جائے۔ مجھے یہ ترکیب پسند آئی اور میں نے اس کے لیے انہی کو دعوت دی۔ وہ وقفے وقفے سے دو تین بار پٹنہ تشریف لائے اور خود یہ فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد کتاب انہی کی نگرانی میں کتابت کے لیے مشہور خطاط جناب زرق قادری الماسی کے سپرد ہوئی۔ ابھی تقریباً ساٹھ صفحات ہی کی کتابت ہو پائی تھی کہ داعی اجل کی طرف سے بلاوا آیا، اور زرق صاحب دل کے ایک دورے میں اچانک دنیا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس کتابت کا بھی یہ عالم تھا کہ کہیں تو ترتیب جدید تھی اور کہیں وہی ترتیب قدیم۔ وجہ یہ کہ دوسرے مقامات کے تراشے جو چسپاں کیے گئے تھے وہ جگہ جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔

اسی دوران میں (Cervical Spondelytis) کا شکار ہو گیا، مسلسل علاج اور (Neck Color) کے استعمال سے کام کے لائق ہوا تو (Sciatica) میں مبتلا ہو گیا جس سے چلنا پھرنا تو ایک طرف، اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا۔ اس کے لیے بھی دوا اور انجکشن کے ساتھ (Waift Belt) کا سہارا لینا پڑا، جس کے بعد کچھ تو افاقہ ہوا اور کچھ یہ کہ

حیاتِ اعلیٰ حضرت

(اوّل)

مُصنِّف

ملک العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ

ترتیبِ جدید

مُفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز
رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عرس قاسمی میں مارہرہ مقدسہ کی حاضری ہوئی تو وہاں دوسرے احباب کے ساتھ عالیجناب صاحبزادہ وجاہت رسول صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف رضا کراچی' سے بھی حیات اعلیٰ حضرت کا ذکر آیا۔ انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ کاتب سے کتابت کی بجائے کمپیوٹرائزڈ کیلی گرافی (Computerised Calligraphy) ہو۔ دوسرے احباب نے بھی ان کی موافقت کی۔ مگر چسپاں کردہ تراشے جدا ہو جانے سے پھر وہی دشواری تھی کہ یا تو پوری کتاب نئی ترتیب سے نقل کی جائے، جس کا میں متحمل نہیں تھا یا پھر تراشے دوبارہ چسپاں کیے جائیں، اور مسودہ کسی کمپیوٹر سینٹر کے حوالے کیا جائے، جس کے لیے میں بعض وجوہ سے تیار نہ تھا۔ اس لیے فیصلہ کیا کہ جامعہ میں کمپیوٹر خرید کر اپنی موجودگی ہی میں یہ کام کراؤں۔ اگر چہ جامعہ کی مالی پوزیشن اس کی اجازت نہیں دیتی تھی پھر بھی کسی نہ کسی طرح کمپیوٹر خرید لیا گیا، اور حضرت مولانا محمد عبد المبین صاحب نعمانی کی وساطت سے کمپوزنگ کے لیے مولانا محمد افروز القادری چریاکوٹی کی خدمات حاصل کیں۔ موصوف نے بڑی محنت وجاں فشانی سے یہ فریضہ انجام دیا۔ مولانا نے میرے ساتھ جتنی محنت کی ہے شاید ہی کوئی کمپوزیٹر اتنی زحمت برداشت کرتا۔ اس طرح تقریباً ایک سال کی مدت میں کمپوزنگ کی تکمیل ہوئی۔

اغلاط کی تصحیح:- غیر مطبوعہ جلدوں کو مسودے سے نقل کرنے کی خدمت ملک العلماء نے جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں شرح جامی پڑھنے والے دو شاگردوں سے لی تھی۔ استاذی حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا عبد الرشید صاحب رشیدی۔ حضرت خواجہ صاحب کے بقول مبیضہ کرتے وقت مسودہ کے جو الفاظ ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے، وہ حضرات ملک العلما کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے اپنے طور پر ہو بہو نقل کر دیتے یا پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ کہیں کوئی سطر چھوٹ جاتی تو اسے حاشیہ میں یا بین السطور لکھتے بھی نہیں تھے، اور مکرر ہو جاتی تو قلم زد بھی نہیں کرتے تھے۔ غیر مطبوعہ جلدوں میں اس طرح کے مقامات تو قارئین کی نگاہ میں نہیں، مطبوعہ حصہ جو پاکستان سے یہاں تک مختلف مطابع سے شائع ہوتا رہا ہے، اس کے تمام ایڈیشنوں میں قدر مشترک کے طور پر جو غلطیاں موجود ہیں ان کی چند مثالیں بطور نمونہ مشتے از خروارے ملاحظہ فرمائیے۔

❶ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۶ میں حضرت مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ کے وصال کی تاریخ پر مشتمل مادے اور اشعار یوں مطبوع ہیں:-

نہیں ہوتا مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں واقعی اکسیری دتسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ ارتقاع النجوم مصنفہ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین بن العربی قدس سرہ العزیز ہے جو مطبع گلزار حسنی بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسمعیل صاحب قادری نقشبندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجب اتفاق کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہو گیا اس لئے اخیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال مستخرج اعلیٰحضرت قدس سرہا شامل کر دی گئی ہے جس کے ہر ہر مصرعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے میں اس جگہ اوس پوری عبارت کو نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکۃ عمدۃ الکاملین زبدۃ الواصلین العارف الجلیل مولانا المولوی محمد اسمعیل القادری النقشبندی الشاذلی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ از افادات امام البلغا مقدام الفصحا تاج الفقہاء المحدثین سراج العلماء المحققین فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد اللہ وصلاۃ علی محمد الحکیم۔ رفعۃ الثابت • عام وفاۃ العلم الثبت الفاضل الکامل الحسن الجلیل • المرضی الاجل اسمعیل • معاً عمی الحل شاذلی الحسب قادری اللقب الاجل الرتب • اثار الودود علیہ احسانہ الجسیم والسق اسمعیل بجدہ ابراہیم

لا سمعیل استعین بہ	رجاء حالہ من کل فتنہ
بسمعیل سمعیل وفیق	ارادع کل متی عین فطنہ
لاسمعیل اسمعیل حیق	اتاک الحق نکب کل محنہ
لاسمعیل عند شمس شاہ	دعاء بکرمنہ ومنہ
زلالہ بکم لنعال سعید	ینقم رجونفس حسنہ
ورواح وراح من کان لبنی	کرزنۃ الجن منہا ابن مزنہ
سندو وردتجد بات نجیبا	زقطر دمنہ دشمیرہ جنہ
مرزد لی عند سنان عنبر	لا نزاروضہ زہر سنہ

بحث به ملتکه اعزه ... باجیفوة کحب مرتعنه

مان أسئل لا سمعیل منہم ... احب ثقة بنول الله انه

لا سماحی لا سمعیل حیاها ... علائم خیانة وخلاء جُنه

فخن بمنه وهبات یمنه ... نکون من اهل بمنقی بمنه

الی انطنا حسن الرضا ... دائل غداة دمعت لا لا یمنه

متاریخ اخر

هدمت شرطبها ام غل جلت ... ببطن بطین والظلال اقلت

نسالی ادی باللیل طولا کانها ... برام تروم الجفر دنیه حلت

انکسها انتباع حال مغرب ... لم یبقانی السهام هی ضلت

امشرقة کانت مخرقة الکل ... مکللة نیها النواطر کلمت

ارجعا ولا تدویرام دار معهد ... بصمیا فما لعصیاء ایاک علت

بلی لیل ذی هم طویل وتیما ... هموم علی اهلی مما ثم جلت

ولا عزمان ضلت نان طریقة ... تلک کالتی فی وجهنا بل هی التی

یتاطم صغر نفسه وکذا الالف ... فما بین بطر الجحیم ظلم اضلت

الا کل رزء فی دنیاک منتد ... وکل محاق مستقر عن اهلة

الموترات الله یزجی سحابة ... فتسبل حیا اذ حرمت اذ عجلت

وتنزهوا م الرزا هزت اذ انشت ... تدلت تولت اذ هلت اذ تعلت

سوی الموت بل عن کل مرء خلیفه ... ولا خلف من فقد غیر جملة

شمال عبید الله حلت بجلیلة ... وشملیل اسمعیل بالترملت

فخن بجد قوم نحب وننتظر ... ترجی ونخشی من شرح وامنت

منعوا ابقونا خلف لم یک بیننا ... ترا و ولا عین بیر باتات

وذا خیر ما نرجوه ان کان ودنا ... لخالص دینی الله من دون محة

تما بیهم فی .. نه ان شاء موصل ... منا بر من نور بمنیط حبلة

ومرشدنا ان من عوض نبینا — ومکرمنا الاتی باکرم ملة

هنا بحیا بالحیا لقیتنا — تحیا حبیب فی حیا خضلة

تحنی الله فی جناته جمعنا — ونونا فی روضة مخضلة

نتحن به منه الیه له فان — یمین فضل بحر یفیض ببلة

حبا الله اسمعیل فضلا ورحمة — واکرم مثواه بمنزل خلة

فلم یک فیما جاء نایغتدی ولا — بروح سری فی خلة ای خلة

صیانة دین او اهانة بدعة — ابانة حق او اعانة خلة

نزول مرید او سؤال مریة — نزال مذل او نضال مضلة

یرد الردی بالردع حجة الهدی — یری من کلام جمله بجلة

دعین الرضا عن کل عیب کلیلة — فان یک لم تنظر فان ترغلت

ولکن عین السخط تبدی المساویا — لمن دخل ابیات محتل حبلة

حیاة مراق حی طبعا بسحیه — فحیاه حی لا یموت بمهلة

مضی دهره ترقی الی ان من والعلی — فنال العلی والامن فیما محلة

نحسله صوب الصواب بهلة — وکفنه ثوب الثواب بعلة

ومشد ومشذ التشاد لیه خطه — ورفعة قدر القادر به صلت

یمن فی تاریخ رحلته الرضا — سحائب میح الیسع مثواک بلت

بادی فیال فترنا فضل منزل — واشرف نزل جنة دنی تلة

وفتک مراقی اللطیف حکل دیمة — ستفتک سراق الرائی آیح طلة

ومنهمرات السحب من صلواته — علی المصطفی والصحب ملتبهلة

تدایم مدا ما شاء ملا لعبیده — وابعد هم لو ند لم تقلت

وارض الرضا ان لم یعب بی نلمل — ندی منک لی کالاله یمة امتملة

الهی الیک بالحبیب توسل — به فاغفر للمجرم ذنبی وزلتی

حضرت مولانا نقی علی خان صاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات رسالہ

جب کہ میرے خیال میں اس طرح ہونا چاہیے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم حمدا لہ وصلاۃ علی محمد الحکیم

[۱۳۱۴ھ] رقعة التاقیت [۱۳۱۴ھ] عام وفاة العلیم الثبت [۱۳۱۴ھ] الفاضل الکامل الحسن الجلیل[۱۳۱۴ھ] الرضی الاجل اسمٰعیل [۱۳۱۴ھ] مهایمی الحل شاذلی الحسب [۱۳۱۴ھ] قادری القدر اجل الرتب[۱۳۱۴ھ] افاض الودود علیه احسانه الجسیم [۱۳۱۴ھ] وألسق اسمٰعیل بخدمة ابرٰهیم [۱۳۱۴ھ] ....

أ اسمٰعیل اسمٰعیلَ سُنّه — أحامِیْ خالِه مِنْ کُلّ فِتْنَه [۱۳۱۴ھ]

أسمٰعیل اسمٰعیل صدق — أرَادعَ کُلّ مَیْنِ عیْنَ فِطْنَه [۱۳۱۴ھ]

أسمٰعیل اسمٰعیلُ حقٍّ — أتاکَ الْحَقُّ نکّبَ کُلّ مِحْنَه [۱۳۱۴ھ]

لاسمٰعیل عِنْدَ اللّٰهِ إنْشَا — ءُمَوْعِدَةٌ بِمَکْرُمَةٍ وَ مِنَّه [۱۳۱۴ھ]

اَلَا لَا یُبْکِیَنْ قَفْلُ سَعْدٍ — أیُنْقِمُ رَجْعُ نَفْسٍ مُطْمَئِنَّه [۱۳۱۴ھ]

رَوَاحُ الرُّوحِ مِنْ کُنفٍ لِسُنّیٍّ — کَمُزْنَةٍ انْجَلٰی مِنْهَا ابْنُ مُزْنَه [۱۳۱۴ھ]

سَنَاهُ وَ نَفْعُهٗ بَاقٍ بَهِیًّا — فَقَطْرُ دُجْنِهٖ وَقِیْرُ دُجْنَه [۱۳۱۴ھ]

یُزَفُّ اِلٰی جِنَانٍ حَنَانٍ عَفْوٍ — لِأنْوَارٍ وَّ أطْیَارٍ مُّرِنَّه [۱۳۱۴ھ]

یَحُفُّ بِهٖ مَلٰئِکَةٌ أعِزَّةٌ — بِأجْنِحَةٍ کَسُحْبٍ مُرْثَعِنَّه [۱۳۱۴ھ]

وَانْ أُسْئَلْ أاسْمٰعِیلُ مِنْهُمْ — أُجِبْ ثِقَةٌ بِنَوْلِ اللّٰهِ انَّه [۱۳۱۴ھ]

لاسْمَاعِیْ لاسْمَاعِیلَ مَدْحاً — حَلَاهُ هَجَانَةً وَّخَلَاهُ هُجْنَه [۱۳۱۴ھ]

فَنَحْنُ بِمَنِّهٖ وَهِبَاتِ یُمْنِهٖ — نَکُوْنُ مِنْ اَهْلِ یُمْنِهٖ اِنْ یَمُنَّه [۱۳۱۴ھ]

اِلٰهِ أعْطِنَا حُسْنَ الرِّضَاءِ — وَأوَّلَ غَدَاةِ وَهْفِ الْأوَّلِ یُمْنَه [۱۳۱۴ھ]

[۱۳۱۴ھ]

تاریخ آخر

عدث أُمُّ ظِلٍّ شَوْطَهَااَمْ اَظلّت ❖ بِبَطْنِ بَطِيْنِ وَالظّلَالَ أقلّت

فَمَالِى أرىٰ بِا لَّيْلِ طُوْلا كَاَنَّهَا ❖ بَرَامٍ تَرُوْمُ الْجُفَرَ اوْفِيهِ حَلّت

اَنْكَسَهَا أتباعُ غَالٍ مُغرَّب ❖ لِرَبَّتِهَافِى السَّيْرِاَمْ هِىَ ضَلّت

أمُشْرِقَةٌ كَانَت مُشْرِقَة الْكَلَلُ ❖ مُكَلَّلَةٌ فِيْهَا النَّوَاظِرُ كَلّت

ارْجِعَا وَلَاتَكْوِيْرَ أمْ دَارُ مَعْهَدٍ ❖ بِصَهْبَافَبِالصهْبَاءِ اِيَاكَ عَلّت

بَلىٰ لَيْلُ ذِىْ هَمٍّ طَوِيْلٌ سِيَمَا ❖ هُمُوْمِ عَلىٰ أهْلِى مَهَائِمَ جَلّت

وَلَا غَرْوَ انْ ضَلّت فَانَّ طَرِيْقَةٌ ❖ تلىٰ كَالَّتِى فِى وَجْهِهَا بَلْ هِىَ الَّتِىْ

يُقَاطِرُ صِفْرٌ نَفْسَهُ وَكَذَا الْاَلِفُ ❖ فَمَا بَيْنَ بَطٍ وَالْجِيْمِ ظُلَمٌ اَضَلّت

اَلاَكُلُّ رُزْءٍ فِى دُنْيَاكَ مُنْتَهٍ ❖ وَكُلُّ مِحَاقٍ مُسْفِرٌ عَنْ أهِلّةٍ

أَلَمْ تَرَ أنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابَةً ❖ فَتُسِيْلُ حجما اذحوت اذتَجَلّت

وتزهر ام الزاهرات اذا ثنت ❖ تدلت تولت اذعلت اذتعلت

سِوَى الْمَوْتِ بل عن كلُّ موت خَلِيْفَة ❖ وَلَاخَلَفَ عَنْ فَقْدِ غُرٍّ أجِلّةٍ

شِمَالُ عُبَيْدِ اللّٰهِ جَلَّت جَلِيْلَةٌ ❖ وَشَمْلِيْلُ اِسْمٰعِيلَ بِالتَّلو صَلّت

قَضىٰ بخيد قوم نحب وننتظر ❖ ترجى وتخشى من شرور اضلت

مَضَوْوَبَيْنَنَا خَلَفٌ لَمْ يَكُ بيننا ❖ تَرَاءٍ وَلَاعَيْنٌ بِرُوْيَا تَسَلّت

وذَاتِ خَيْرُ ما نرجُوه انْ كا نَ وُكْنَا ❖ لِخَالِصِ دِيْنِ اللّٰهِ من دونِ عِلّةٍ

تَحَابُبُهُمْ فِى اللّٰهِ انْ شاءَ مُوْصِلٌ ❖ مَنَابِرَ من نورٍ بِمغْبطِ جِلّةٍ

وَمَوْعِدُنَا انْ مُنَّ حَوْضُ نبِيِّنَا ❖ وَمُكْرِمِنَا الاتى بِاَكْرَمِ مِلّةٍ

هنابالمحيا والحميا لقينا ❖ محيا حبيب فى حميا خضلة

قَضَى اللّٰهُ فِى جَنَّاتِهِ جَمْعَ شَمْلِنَا ❖ وَبِرٍّ أنا فِى رَوْضَةٍ مُخْضَئِلّةٍ

فَنَحنُ بِهٖ منه الیه له فَانْ ✤ یَمُنُّ فَهلْ بَحْرٌ یَغِیْضُ بِبَلَّۃِ

حَبَا اللّٰهُ اسمٰاعیلَ فَضْلاً ورحمۃً ✤ وَاَکْرَمَ مَثْواهُ بِمَنْزِلِ خُلَّۃِ

فَلَمْ یَکُ فیما جاء نا بَخْتَدِی وَلاَ ✤ یَرُوْحُ سوٰی فی خَلَّۃٍ اَیَّ خَلَّۃِ

صِیَانَۃِ دینٍ اَوْاهانۃِ بِدْعۃٍ ✤ اِبَانَۃِ حَقٍ اَوْ اِعانۃِ خُلَّۃِ

نَوَالُ مُرِیدٍ اَوْ نَکَالُ مَرِیْدَۃٍ ✤ نِزَالُ مُزِلٍّ اَوْنِضَالُ مُضِلَّۃِ

یَرُدُّ الرَّدیٰ بِالرَّدْعِ عن هُوَّۃِ الهَوٰی ✤ یَرٰی من کَلامِی جُملۃً بِمَجَلَّۃِ

وَعَیْنُ الرِّضَا عن کل عَیبٍ کَلِیْلَۃٌ ✤ فَان یَکُ لَمْ تَنْظُرْ وَان تَرَغَّلَتِ

وَلٰکِنْ عینُ السُّخطِ تُبدِیْ المَسَاوِیَا ✤ کَمَنْ نَخَلَ الْبُسْتَانَ مُجْتَلُ جِلَّۃِ

حَیَاۃُ مَوَاتِی حَیٌّ طَبْعاً بِسَعْیِهٖ ✤ فَحَیَّاهُ حَیٌّ لاَیَمُوْتُ بِهَلَّۃِ

مَضٰی وَهُوَ تَوَّاقٌ اِلَی الاَمْنِ وَالعُلٰی ✤ فَنَالَ الْعُلٰی وَالاَمْنَ فِیْمَا مَحَلَّۃِ

وَغَسَّلَهٗ صَوْبُ الصَّوابِ بِهَلَّۃٍ ✤ وَکَفَّنَهٗ ثَوْبُ الثَّوَابِ بِحُلَّۃِ

وَشَذْوُ شُذُوْذِ الشَّاذِلِیَّۃِ حَنَّطَهٗ ✤ وَرِفْعَۃُ قَدْرِ القَادِرِیَّۃِ صَلَّتِ

یُنَمِّقُ فِی تَارِیْخِ رِحْلَتِهِ الرِّضَا ✤ سَحَائِبُ مَنِیْحِ السَّنْعِ مَثْوَاکَ بَلَّتِ [۱۲۹۷ھ]

بِاَوْفٰی نَوَالٍ فَوْزُ اَفْضَلِ مَنْزِلٍ [۱۲۹۷ھ] ✤ وَاَشْرَفِ نُزُلٍ حَوْزُ اَوْفَقِ تَلَّۃِ [۱۲۹۷ھ]

وَقَتْکَ مَرَاقِیَ اللُّطْفِ کُلُّ کَرِیْهَۃٍ س[۱۲۹۷ھ] ✤ سَقَتْکَ سَوَاقِیَ الرَّأفِ اَرَجَ طَلَّۃِ [۱۲۹۷ھ]

وَمُنْهَمِرَاتُ السُّحْبِ مِنْ صَلَوَاتِهٖ ✤ عَلَی الْمُصْطَفٰی وَالصَّحْبِ هَلَّتْ بِهَلَّۃِ

تُدِیْمُ مُدَاماً شَامِلاً لِعَبِیْدِهٖ ✤ وَاَبْعَدُهُمْ لَوْ نَدٌ لَمْ یَتَقَلَّتِ

وَاَرْضُ الرِّضَا اِنْ لَمْ یُصِبْ وَابِلٌ فَطَلٌ ✤ نَدٰی مُنْکَ لِی کَالدِّیْمَۃِ الْمُسْتَهِلَّۃِ

اِلٰهِی اِلَیْکَ بِالْحَبِیْبِ تَوَسُّلِی ✤ بِهٖ فَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ ذَنْبِی وَزَلَّتِی

❷ صفحہ ۲۵، ۲۵۵ میں مندرج مکتوب (۱۰) کے اندر وقت عصر کے استخراج کا طریقہ بتانے کے بعد مثال کی تحریر یوں مطبوع ہے:-

مثالہ وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز راس الاسد باشد۔

(۱) وقت تقریبش لو ت م آ در النک تقویم نزدیک راس الاسد ۲۴ جولائی ست تفاضل میل شمسی ۲۳ و ۲۲ جولائی در النک ۲۲ ۱۵ ۲۰ / ۱۲ ۳ ۲۰ اور ابرالت بخشیدیم حاصل آں ۲۴ اور ادر ت سطر زدیم حاصل ت ہو کا جون ۱۲ اتیل متناقص ست یعنی میل ۲۴ جولائی از میل ۲۳ کمتر ست این حاصل از میل راس الاسد کہ در جدول برآوردہ الخ

نرست کاستیم باقی ع۔ رر و بلکہ رح کہ میل نصف النہار حقیقی آن روزست۔

(۲) چون میل و عرض ہر دو شمالی است میل از ۹۰ کاشیم باقی مح ۶ ف نیم قطر آن نقطہ کرسۃ واشد از وکاستیم باقی سخ و تحویلش بہ بعد سمتی مرئی زز نزا۔

(۳) تر نقطہ از جدول ظل اول اصلی ظل گرفتیم بر صـ۳۰۹ بازاء زر نر ۰۱۳۹۶۵۱۰ امر یافتیم نانا مثلث یا ظل زرخ ۲۹۲۶ پس بتعدیل ظل مطلوب ۲۲۲۹۹۳۱۰ ۔ دو مرفوع فزودیم ظل خسر ۲۲۲۹۹۳۲۱۶۲

(۴) این سایہ را ہمیں جدول معکوس کردیم بر صـ۳۱۷ بازاء سدنر یافتیم ۳۹۲۳۰۱ امر ۲ آن منظر مطلوب ۳۱۳۲ و تفاضل جدولی کہ کافران نوشتہ اند ۲۲۲۶ پس مطلوب را در ۲ زدہ بہ تدوالی تخسیم دو حاصل بر سدنر فزودیم شد قوس ۲۹۲۳ر ۱۱۷۵۴۲ یعنی سدنر بارتحویلش بہ بعد حقیقی سر نقطہ کا × تیم قطر بہ موعد = شہ مدف

(۵) بوجہ الفاق حیث کا ۔ کـ ط لدہ ح یا لو + سہ دف = مجر لوح ف نہ نوعلم ۰۰۶۲۲۶۶۷ بر ۹ بازسہ دنب ۔ لو مجر ط = لح لامجر جیبش ۴۲۶۹۱۲۸۴ مجموعہ وزنا طبع میل راس الاسد وعرض بریلی

بازاء تر مح پس وقت تر مح ماند وبالرفع تر مح

۰۰۸۲۹۴۷

۱۸۷۴۳۲۵۹

المجموعہ کل کہ از وقت تخمینی ما بقدر ۵۹ تفاوت دارد

یا بر وجہ دوم ۱۸۷۴۸۳۵ و ۲ را نصف

۳۸

۲۴۴۲۰۰۰

۳۹۰۶

۹۵۷۶۲۳۹۱

۹۴

۸۲۸

۶۴۱

۱۸۷

۲۰۴

تقریس او کتیم بازای آن

پس قوس لوا × ب

۲۰

۱۲۳۰۶ ۱۲۲۳۰۴

۱۲۱۶۶

۶۲

ح

مح از کہ بالرفع

ہمان تر ز راشود

بایں طریق درجات تامہ ارتفاعات برآرند و روز خاصیت را تعدیل مابین السطرین کنند

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

نام کتاب	--------	**حیات اعلیٰ حضرت** (اوّل)
مصنف	--------	ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی
ترتیب جدید	--------	مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی
طبع اوّل	--------	۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
طبع دوم	--------	۲۰۰۴ء
طابع	--------	اصغر پریس، لاہور
ناشر	--------	کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز لاہور
قیمت	--------	=/[illegible]0 روپے مکمل سیٹ (3 جلد)

ملنے کے پتے

۱- **شبیر برادرز** 40 اُردو بازار زبیدہ سنٹر لاہور

۲- **اداریہ پیغام القرآن** 40 اُردو بازار لاہور

۳- **مکتبہ اشرفیہ** مرید کے (ضلع شیخوپورہ)

جب کہ اسے یوں ہونا چاہیے:-

مثالہ وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز رأس الاسد باشد۔

[۱] وقت تقریبش ءمط (۴۹-۴) در المنک تقویم نزدیک راس الاسد ۲۴ر جولائی ست تفاضل میل شمسی ۲۳ و ۲۴ جولائی در المنک ۲۲-۱۵-۲۰

۱۳-۰۳-۲۰

۰-۱۲-۰۹

اورا بر کد (۰۰-۰۰-۲۴) بخشیدیم حاصل ل کج (۲۳-۳۰) اورا در ء مط (۴۹-۴) زدیم حاصل ب کو کا (۲۱-۲۶-۲) چون میل متناقص ست یعنی میل ۲۴ر جولائی از میل ۲۳ کمتر ست۔ ایں حاصل از میل رأس الاسد کہ در جدول برآوردہ ایم ك ط لج نر (۵۷-۳۳-۹-۲۰) است، کاستیم۔ باقی ك ررلو (۳۶-۷-۷-۲۰) بلکہ ك ر ح (۸-۷-۲۰) کہ میل نصف النہار حقیقی آں روز ست۔

[۲] چوں میل وعرض ہر دو شمالی ست۔ میل از کح کا (۰۰-۲۱-۲۸) کاستیم۔ باقی ح یج نب (۵۲-۱۳-۸) نیم قطر آں روز کہ یہ مو (۴۶-۱۵-۰۰) باشد ازو کاستیم۔ باقی ر نح و (۰۶-۵۸-۷) تحویلش بہ بعد سمتی مرئی ر نز نط (۵۹-۵۷-۷)۔

[۳] ر نز نط (۵۹-۵۷-۷) از جدول ظل اول اصلی ظل گرفتیم۔ برص ۳۰۹ بازائے ر نز (۵۷-۷) ۱۳۹۶۵۱۰ء۰ یافتیم۔ وتفاضلش باظل ر نح (۵۸-۷) ۲۹۶۶۔ پس بہ تعدیل ظل مطلوب ۱۳۹۹۴۲۷ء۰ دو مرفوع

فزودیم۔ ظل عصر ۲٫۱۳۹۹۴۲۷۔

[۴] س ایں سایہ را در ہمیں جدول مقوس کردیم برص ۳۱۷ر بازائے سدنر (۰۰-۵۷-۶۴) یافتیم ۲٫۱۳۹۶۳۰۱۔ تفاضل مطلوب ۳۱۲۶ وتفاضل جدولی کہ کافران نوشتہ اند ۱۶۲۳۶ پس مطلوب را در ۶۰ زدہ بر تفاضل جدولی بخشیدیم۔ وحاصل قیمت را بر سد نر (۰۰-۵۷-۶۴) فزودیم شد قوس ۶۴-۵۷-۱۱٫۶۳ یعنی سد نریالح (۳۸-۱۱-۵۷-۶۴) تحویلش بہ بعد سمتی حقیقی سدنط ہ کا (۲۱-۰۵-۵۹-۶۴)×نیم قطر یہ مو یہ (۱۴-۴۶-۱۵-۰۰)=سہ ید نب رفعا (۵۲-۱۴-۶۵)۔

[۵] بوجہ اتفاق جہت کح کا (۲۱-۲۸)- ك ط لد (۳۴-۰۹-۲۰)=ح یا کو (۲۶-۱۱-۸)+سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)=عج کویح (۱۸-۲۶-۷۳) نصف لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶) جیبہ ۹٫۷۷۶۶۲۳۷۔ باز سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)- لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶)=کح لامج (۴۳-۳۱-۲۸) جیبش ۹٫۶۷۸۹۱۲۲ مجموعہ دو قاطع میل راس الاسد وعرض بریلی۔ ۱۰٫۰۸۲۹۴۲۱، مجموعہ اربعہ ۱۹٫۵۳۸۴۷۸۱ بازائے ء مح (۴۸-۴) ۹٫۵۳۸۴۳۸۰ باقی ماند

۴۰×۱۰=۴۰۰٫۰۰ ۴۳۴÷۲ ——— ۴۳۴)۴۰۰٫۰۰(۰٫۹۲

۳۹۰۶
———
۹۴۰
۸۶۸
———
۷۲

پس وقت ء مح ھا نہ (۵۵-۰۰-۴۸-۴) وبالرفع ء مح ا (۰۱-۴۸-۴) کہ ا ت تخمینی مابقدر ۵۹ تفاوت دارد۔

یا بروجہ دوم ۱۹،۵۳۸۴۷۸۱ رانصف ۱۹۲۳۹۱ ۷ ،۹ تقویس او کلیم بازاۂ اولو

خاخا (۰۰-۰۰-۳۶) ۶۲۹۱۸۷ ۷ ،۹ باقی ماند ۶۰x۲۰۴ = ۱۲۲۴۰ ÷ ۱۷۳۸

۱۷۳۸) ۱۲۲۴۰ (۷

۱۲۱۶۶

۷۴

پس قوس لوھار (۰۷-۰۰-۳۶) x ح (۸) = ء مح ھانو (۵۶-۰۰-۴۸-۴) کہ

بالرفع ا، ہماں ء مح ا شود۔

بایں طریق درجات تامہ را اوقات برآرند وروز حاجت را تعدیل مابین السطرین

کنند۔

③ صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ میں مکتوب نمبر (۱۱) کے اندر زائچہ نکالنے کے طریقے کا بیان یوں مطبوع ہے:-

۲۶۲

(۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلک اللہ تعالیٰ کاسمک ظفر الدین۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عبارات تفاسیر آئیں ما بقی بھی ارسال کیجیے۔ جمل وجلالین یہاں ہیں یہ روح المعانی کیا ہے یہ آلوسی بغدادی کون ہے بظاہر کوئی نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سالِ تصنیف لکھا ہو تو اطلاع دیجیے مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔

رئیسہ خاتون کے عدد ۴۲۳ ہیں کہ کتابت میں دو (ی) ہیں ہمزہ کے لیے کوئی عدد نہیں نہ اس پر کہ عدد کبھی لیے جائیں اگر مرکز یعنی وائی پر ہے تو اس مرکز کے عدد لیں گے جیسے راس رؤس رئیس میں ا۔ و۔ ی۔ اور نہ کچھ نہیں جیسے علماء۔ نساء۔ خبء۔ شیء۔ جبہ میرے خیال میں دلارام خاتون ~~۴۲۳~~ آیا تھا اوس زمانہ میں مگر کچھ پسند نہ تھا لہذا آپ کو نہ لکھا۔

طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق افق حقیقی بلد پر ہو یہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے اور یہی زائچہ سال میں بھی۔ یہی جملہ اعمال میں۔ نہ یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو ہرگز ہیأت زیج تنجیم تکسیر جفر وغیرہا کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے مگر وہ اسی تک محدود رہے گی کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔ طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اوس کی تعریف سے ظاہر ہوا مگر اہل تنجیم ومن معہم اوس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی بلد پر ہو اس کا باعث یہ ہے کہ اون کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے جب تک درجہ طالع نہ بدلے اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا دشوار ہے بہرحال ایک میں چار منٹ کی تخمین کے اندازے سے مناسب

جو نقطہ ولادت خاص جائے ولادت کی افق مشرق پر ہو اوس درجہ کو طالع کہتے ہیں پھر حسب قواعد مقررہ اوس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں پھر تسویۃ البیوت کے تین قاعدوں سے جنھیں بحسب مرکز طالع فلک البروج و معدل النہار یا اول السموت کے بارہ حصے مساوی کیے جاتے ہیں اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السموت ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی و مقاطع معلوم کرکے زائچہ ولادت درست کرتے ہیں اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ و راس و ذنب ہو استخراج کرکے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں اس کے بعد استخراج سہام ہے جن میں سہم السعادہ و سہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں اوس کے بعد احکام دیکھنے کا وقت آتا ہے جو محض مہمل و ہذیان ہے قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ آپ کی زائچہ کے لیے استخراج طالع و مراکز بیوت و تسویۃ البیوت کرکے میں بھیج سکتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول عرض کا علم ضروری ہے ان سے اطلاع دیجیے اور حسب ارشاد آپ تقویم کواکب سبعہ اوس وقت روانہ کرنے کے لیے استخراج کرکے مجھے بھیجوا دیجیے کہ اوس کی تصحیح کرلوں تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ مسفر المطالع للتقویم والطالع میں ہیں سہل تر طریقہ یہ ہے کہ (۱) المنک میں ہر مہینہ کے صفحہ ۲ پر خانہ اول سے اوس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اوس کا لوگارثم لیجیے اور ٹھیک ظہر ختم جداول سال النیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جداول دیتا ہے المنک حال میں ص ۱۲۶ سے جداول عطارد ہے ص ۱۵۴ سے جداول زہرہ و علی ہذا اوس میں تاریخ مطلوب کی تین اخیر خانوں سے طول بمرکزیت شمس و عرض کوکب بمرکزیت شمس و لوگارثم بعد کوکب نکال لیجیے یہ اسی ترتیب پر لکھے ہیں پھر تقویم شمس پر ۱۸۰ درجے بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجیے باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھیے مفروق منہ کم ہو تو اس پر ۳۶۰ بڑھا لیجیے زاویۃ الشمس کے نصف کا ظل لیجیے (تا) دونوں مسئلہ سے لو ا عمل لے کر اوس کا نام محفوظ رکھیے محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجیے (۲) عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثمی لیجیے پھر علویات یعنی زحل

مشتری مریخ میں اس لوہم کو لبعد کوکب میں جمع کرکے لولبعد شمس اوس سے تفریق کیجیے اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں لولبعد شمس سے اوس مجموعہ لوہم ولولبعد کوکب کو تفریق کیجیے بہرحال جو بچے اوسے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کرکے قوس حاصل سے ۹۰ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

(۳) اس ظل لوگارثمی میں لوظل محفوظ کو جمع کرکے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کیجیے۔ پھر حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجیے اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دور (قف) سے کم ہے تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کرلیجیے ورنہ تقویم شمس و زاویۃ الارض کو جمع کیجیے یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اوس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجیے جب دو نصف النہار مرصدی کنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی تعدیل مابین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہوجائے گی تنبیہ یہ جو ہم نے دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداءً وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا اسے تطویل نہ سمجھا جائے بلکہ بہت تخفیف ہونت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے:۔

(۱) اول تقویم شمس و لولبعد شمس و تقویم کوکب بمرکزیت شمس ... بمرکزیت شمس لو کوکب بعینہا لکھے ملیں گے ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطرین کرنی ہوگی (۲) دو نصف النہار مکتنف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا راجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہوجائے گا۔ (۳) اوس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہوسکے گی اگر لعبد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لیے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی ۲ نسخے جداول مرتب کے مرسل ہیں آج خاص شب عرس مبارک ہے فاتحہ خوانی کیجیے والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۷ ذی الحجہ یوم الخمیس ۱۳۳۰ھ

یہی چیز فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی صفحہ ۹۶،۱۹۵ میں یوں مطبوع ہوگئی ہے:-

"نجوم"

مسئلہ: از مسئولہ مولوی ظفر الدین صاحب

کیا فرماتے ہیں کہ زائچہ کا خانہ طالع وہ جزء فلک البروج کا ہوتا ہے جو وقت ولادت موضع ولادت میں شرق پر ہو یا وہ جزء فلک البروج جس پر کوئی ستارہ سیارہ ہو تو اس وقت طلوع کر رہا ہے یا بعد کو طلوع کرے گا۔ ولادت عزیزی ... خاتون سلمہا تقریباً ۸ بجے صبح کے وقت ہوئی تھی اور ولادت عزیزہ ... خاتون شب جمعہ ۳ بجے۔ کیا زائچہ ان دونوں کا یہی ہوگا یا دوسرا۔

الجواب :- طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت کسی مطلوب میں جانب شرق افق حقیقی بلد پر ہو۔ زائچہ ولادت تو یہی ہے اور یہی زائچہ سال میں بھی جملہ اعمال میں۔ اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو ہرگز جیسا ہیئت زیج تنجیم تکسیر جفر وغیرہ کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ ہاں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے مگر وہ اسی عند تک محدود ہے کسی علم یا ان میں ملحوظ نہیں ہو سکتی شائع مگر چیز تیجری ہے جیسا کہ اس کے موجب ... اصحاب تنجیم و حکمِ تنجیم اس سے وہ نقطہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی پر بلند ہو اور اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے بے شک درجہ طالع بدل لے۔ اور اس میں تین دقیقہ تک کی غلطی کا تحمل بھی ... مگر ایسے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے بہرحال اس تحقیق چار منٹ کی تحقیق کے اندازے کی محاسبہ جو نقطہ وقت ... فرض جائے ولادت کے افق شرقی پر ہو اُسے طالع کہتے ہیں پھر حسب قواعد مقررہ اس سے بیوت دیگر معلوم کرتے ہیں پھر تسویۂ بیوت کے تین قاعدوں میں ذہن ... مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول السموات کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں اور فقیر کے نزدیک سب دلائل مختار تقسیم اول مستوی ہے) بیوت دوازدہگانہ کے مبادی و مقاطع معلوم کر کے زائچہ درست کرتے ہیں اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات بعد راس و ذنب ہو استخراج کر کے ہر ایک کو اس کے بیت میں رکھتے ہیں۔ اور ہر کوکب کے ۲۵ ضعف ... دونوں اور اس کے مراتب سے نتیجہ حاصل قوت یا ضعف مع تعین مرتبہ نکالتے ہیں۔ اس کے بعد تخریج سہام ہے جس میں سہم السعادۃ و سہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں اس کے بعد احکام لکھنے کا وقت آتا ہے جو محض جہل و جزاف ہے۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ آپ کی خوشی کے لئے استخراج طالع و مرکز بیوت و تسویۂ بیوت کر کے بھیج سکتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول و عرض کا علم ضروری ہے

اس سے [illegible] درجہ [illegible] تقویم کوکب بوقت حاضرکے مستخرج کرکے نیچے لکھ دیجئے کہ کسی جانچ کر دوں تقویمات [illegible] سے رسالہ مستخرج الفی التقویم شائع ہو چکا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ (۱) اس [illegible] [illegible] کتاب کی تقویم اوسط خانہ سوم سے اس کا وسط [illegible] بعد ختم [illegible] سال تیرہ سے [illegible] جدول میں دیا ہے [illegible] سے جدول مطالع دیے ہیں [illegible] جدول نمبر [illegible] اس میں تاریخ منسوب [illegible] [illegible] کوکب بوکزیت شمس [illegible] بوکزیت شمس دیگر بار تم بعد کوکب اٹھائیے یہی ترتیب رکھئے بیا پھر تقویم شمس [illegible] تقویم کوکب بوکزیت شمس سے تفریق کیجئے باقی کا نام زاویہ الشمس رکھئے صفر [illegible] کم ہو تو اس پر دو دو [illegible] شمس کے نصف [illegible] درجے سے تفاضل لیکر اس کا نام فضلہ رکھئے فضلہ کا ظل [illegible] لیجئے [illegible] کوکب بوکزیت شمس [illegible] [illegible] لیجئے یہ علویات یعنی زحل و مشتری و مریخ میں اس [illegible] کو بعد کوکب ہیں [illegible] کے [illegible] شمس اس سے [illegible] اور سفلیات یعنی زہرہ و عطارد میں بعد شمس سے اس [illegible] بعد کوکب کو [illegible] کیجئے [illegible] جو نیچے سے [illegible] میں مقوس کرکے [illegible] حاصل سے ۹۰ درجے گھٹا کر باقی کا ظل [illegible] لیجئے [illegible] اسی ظل [illegible] جمع کیجئے اور [illegible] سے تفریق [illegible] یا باقی کا نام زاویہ [illegible] رکھئے۔ پس اگر زاویہ شمس نصف دور [illegible] کم ہے تو تقویم شمس سے [illegible] کم کر لیجئے [illegible] تقویم شمس و زاویہ [illegible] کو جمع کیجئے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب [illegible] نصف النہار مرکزی کے [illegible] ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرکزی کی تقویم لیجئے جب دو نصف النہار مرکزی [illegible] بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگی تعدیل [illegible] تقویم کوکب بوقت مطلوب معلوم ہو جائے گی۔

تنبیہ: [illegible] نے دو نصف النہار [illegible] بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداً وقت مطلوب کی تقویم لینے [illegible] سے [illegible] بلکہ بہت تخفیف محنت [illegible] فائدوں پر مشتمل ہے۔ (۱) یوں تقویم [illegible] شمس و تقویم کوکب بوکزیت شمس [illegible] کوکب [illegible] و [illegible] کوکب [illegible] پانچوں میں تعدیل [illegible] [illegible] کرنی ہوگی (۲) دو نصف النہار [illegible] لینے سے کہ [illegible] کوکب واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائیگا (۳) [illegible] کے ہر منٹ کی تقویم [illegible] سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ مثلاً وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو [illegible] تقویمات کے لئے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

جب کہ صحیح اس طرح ہے:-

طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق اُفق حقیقی بلدی پر ہو۔ یہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے، اور یہی زائچہ سال میں بھی، یہی جملہ اعمال میں۔ اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو ہرگز ہیات، زیج، تنجیم، تکسیر، جفر وغیرہا کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے، مگر وہ اسی تک محدود رہے گی۔ کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہوسکتی۔ طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہوا، مگر اہل تنجیم و (من) مسوسم اس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی بلدی پر ہو۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے جب تک درجہ طالع نہ بدلے۔ اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے۔ بہر حال اس میں چار منٹ کی تخمین کے اندر از روئے محاسبہ جو نقطہ (بوقت) ولادت خاص جائے ولادت کی اُفق شرقی پر ہو، اس کو طالع کہتے ہیں۔ پھر حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں۔ پھر تسویۃ البیت کے تین قاعدوں سے (جن میں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول السُّموت کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السُّموت ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی ومقاطع معلوم کرکے زائچہ ولادت درست کرتے ہیں۔ اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ اور راُس وذنب ہو، استخراج کرکے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں، (اور ہر کوکب کے ۴۵ ضعف ٦٦ نوموں اور اس کے مراتب

سے نتیجہ حاصلہ قوت یا ضعف مع تعین مرتبہ نکالتے ہیں) اس کے بعد استخراج اسہام ہے۔جس میں سہم السعادۃ وسہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں۔اس کے بعد احکام بکنے کا وقت آتا ہے، جو محض جہل وجزاف ہے۔ **قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ** آپ کی خوشی کے لیے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویۃ البیوت کر کے میں بھیج سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول وعرض کا علم ضروری ہے،اس سے اطلاع دیجیے۔اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت خاص کے لیے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجئے کہ اس کی جانچ کرلوں۔تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ **مسفر المطالع فی التقویم والطالع** میں ہیں۔سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ:

[۱] المنک میں ہر مہینہ کے ص چہارم خانہ اول سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اس کا لوگارثم بعد (کوکب) اٹھائیے، پھر ختم جداول سال للعیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے۔المنک حال میں ص ۱۴۶ سے جدول عطارد ہے۔ص ۱۵۴ سے جدول زہرہ، وہکذا۔اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول (کوکب) بمرکزیت شمس، وعرض کوکب بمرکزیت شمس، ولوگارثم بعد کوکب اٹھائیے۔یہ اسی ترکیب پر لکھے ہیں۔پھر تقویم شمس پر ۶ برج بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھئے۔مفروق منہ کم ہو تو اس پر "دور" بڑھا لیجئے ،زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دور (۹۰) سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظ رکھئے ،محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجئے۔

[۲] عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثمی لیجیے۔پھر علویات یعنی زحل ،مشتری ،مریخ میں اس "**لوجم**" کو **لو**(۳۶)بعد کوکب میں جمع کر کے **لو**(۳۶) بعد شمس اس سے تفریق کیجئے ،اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں **لو**(۳۶)بعد شمس سے اس

مختصر فہرست مضامین حیات اعلیٰ حضرت جلد اول

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
نمبر		
1	**گفتنی**	8
	الفاظ کی تصحیح	18
2	**صاحب کتاب**	51
	تصانیف	64
	افتتاح	68
3	**دیباچہ**	73
4	**خاندانی حالات**	82
	حضرت اعظم خاں	82
	حضرت کاظم علی خاں	83
	مولانا رضا علی خاں	84
	کرامات	85
	مولانا نقی علی خاں	88
	تصانیف	90
	بیعت وخلافت	93
	حج وزیارت	93
	وصال	94
	تواریخ ولادت	96
	تواریخ وفات	96
	حالات	97
	شجرۂ آباء واجداد	98
5	**ولادت اور بزرگوں کی پیشین گوئیاں**	102
6	**بچپن کے حالات**	106

مجموعہ لوجملو بعدکوکب کوتفریق کیجیے۔ بہر حال جو بچے اسے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کرکے قوس حاصل سے ۴۵ درجے گھٹاکر باقی کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

[۳] اس ظل لوگارثمی میں لو(۳۶) ظل محفوظ کو جمع کر کے جدول لوگارثمی میں مقوس کیجیے۔ قوس حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجیے، اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق۔ اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دورتف (۱۸۰) سے کم ہے (تو) تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کرلیجیے، ورنہ تقویم شمس وزاویۃ الارض کو جمع کرلیجیے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجیے۔ جب دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی، تعدیل مابین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہوجائے گا۔

تنبیہ:۔ یہ ہم نے جو دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداء وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا، اسے تطویل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ بہت تخفیف مؤنت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یوں تقویم شمس و لــو بعد شمس وتقویم کوکب بمرکزیت شمس، وعرض کوکب بمرکزیت شمس، و لــو (بعد) کوکب بعینہا لکھے ملیں گے، ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطرین کرنی ہوگی۔

(۲) دو نصف النہار مکتنف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا راجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہوجائے گا۔

(۳) اس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہوسکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لیے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

● صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۶ میں مکتوب (۲۲) کے اندر مدراس کے وقت طلوع و غروب کے استخراج کی تصحیح یوں مطبوع ہے۔

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین المتین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقات مدراس یہاں نہیں آیا صرف ایک چھپے رسالے تحفۃ المصلی کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے۔ کہ جب عرض و میل متفق الجہتہ ہوں تفاضل لیا جائے گا۔ یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا۔ عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض ۱۳ ہے اس میں راس السرطان کا بعد اقل..... .... جس کا میل کلی ۲۳ ہے ۱۰ ہوا نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی ۱۳ ہو اس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی ۱۰ ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور ادنیٰ ہیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح و عشاء راس السرطان یہ مدراس کا حساب بھیجا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ ۹۸۵۹۲۷۸۶ ہوا اور وقت عشاء ۱ – ۱۰ آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹۹۲۸۴۶۱۹ ہوا اور وقت عشاء ۱ – ۵۶ آیا ایک گھنٹے دس منٹ سے زیادہ فرق ہو گیا طلوع و غروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ مواہر مرسلہ سے ظاہر یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۲۴ ، ۲۴ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۲۴ ، ۲۴ ، ۱۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا غروب ۲۱ ، ۴۴ ، ۲۶ ، ۶ شروع ۲۹ ، ۵ ، ۲۲ ، ۵

+ ۱۰ ، ۲۴ ، ۲۴ ، ۱۰ ، ۲۴ ، ۲۴

۵ ، ۲۲ ، ۴۰ ، ۱۲ ، ۶ ، ۲۷ ، ۲۸ ، ۵۵

یہ وقت غروب وہی ہے جو آپ نے نکالا تین سکنڈ کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا

آپ نے میں الحمد اللہ سے ۲۲ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تقاوم دیتے ہوئے بہم مربوط مسئلہ
خفیف تر ادنیٰ سہل کیا ہے۔ پھر آپ نے بعد میں افق مطلق حسب دستور سابق کیسے یہاں سوال تھا
صرف نالہ ہو گا حساب میں صرف لدھیانہ دکھاتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آتا اس
پر حال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲ آئی جو ۲۲ جون کی تعدیل رصدی ہے۔ اور ۱ منٹ
نصف عمل ان کی ۱۰ دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر نامنے کے دلیل یہ کہ آپ کے
یہاں معدل بتعدیل ریلوے وقت غروب ۱۵ ۲۷ اس کا تمام ۴۴ ۳۲ اور
طلوع ۱۹ ۴۴ ۵ ــ تمام غروب ۴۵ ۲۷ ۵ ۲۲ ۳۱ نصف ۵۲ ۱۰ دس منٹ
دس سکنڈ آگئے جو تعدیل رصدی ۲۲ جون میں تھے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں
وقت حقیقی غروب ۲۲ ۲۴ ۳ آیا اور طلوع ۲۷ ۲۳ ۵ تو آپ کے یہاں اور یہاں
کے غروب میں ۱۱ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً صحت
نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ۔ اور ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمول عوام بے علم
کی طرح طلوع و غروب نجومی ہے کہ ادن میں تعدیل ریلوے کا دی قل میل راس السرطان
۲۱ ۲۹ ۲۲۴ ۹ اس جیب کی قوس تقریباً + ظل عرض مدراس $\frac{9.0316731}{9.00198}$
تر ہے جس کا وقت ۲ ح :: غروب نجومی و طلوع اور دقائق تعدیل بھی انہوں نے ظاہراً
طلوع نجومی ۵ لو ــ نری علامت لیے ہیں۔
[illegible] + $\frac{\text{[illegible]}}{\text{[illegible]}}$ یہ اون کا منشا غلط ہے۔ وقت
شاید انھوں نے تصحیح دیا ہے پرچہ حساب ملاحظہ ہو وقت حقیقی ۲ ۳
ہوا سکنڈوں میں فرق ہے دلیں میں لے آئیے دو المنکو سے تعدیل ریلوے $\frac{22\ \ 110}{28\ \ 56\ \ 7}$
دریافت کرنے کو کہا تھا جن کا ذکر مسئلہ جناب شاہ بدیع الدین صاحب میں تھا اس کا جواب
آپ نے کچھ نہ دیا اب ان مولوی عبداللہ صاحب احقر کے رسالہ تحفۃ المسلمین الثانیہ
سرد سے نیچے کا حوالہ اور اس سے انھوں نے بلاد حیدرآباد دکن و دیگر بلاد ماتحت
کا طول عرض لکھا ہے ان بلاد کی کتاب کی مجھے بھی ضرورت ہے تو آپ حکم نرمی اون صاحب

عبداللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقاتِ مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلی
کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ دیتا ہے یہی ہے
کہ جب عرض و میل متفق الجہۃ ہوں تفاضل لیا جائے گا یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے
تفریق کیا جائے گا عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض [illegible] ہے اس میں راس السرطان
کا بعدِ اقل جس کا میل میلِ کلی [illegible] ہے نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی [illegible] ہو اس میں
بھی راس السرطان کا بعدِ اقل وہی [illegible] ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس
سے شمالی ہوگا اور اس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور ان کی جیبیں اور قاطع میل بسبب
بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح وعشاء ہر راس السرطان
بہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعہ رابعہ ۹٫۸۵۹۲۶۸۶ ہوا اور وقت عشاء ۴۱ ۴ آیا
اور اس شہر میں مجموعہ ۹٫۹۲۸۴۳۱۹ ہوا اور وقت عشاء ۳۱ ۵۶ ۸ ایک گھنٹہ دس منٹ
سے زیادہ فرق ہو گیا طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس
بوجہ مؤامرہ مرسلہ سے ظاہر ہے یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید
۳۴ ۳۴ ۱ ہے اور وسطِ ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۳۴ ۳۴ ۱۰ بڑھانے سے
مدراس کا وقت بلندے حاصل ہوگا غروب ۳۱ ۵۴ ۲۶ ۶ طلوع ۹ ۴۷ ۵ ۲۳ ۵

+ ۱۰ ۳۴ ۳۴	+ ۱۰ ۳۴ ۳۴
۹ ۲۶ ۲۸ ۵۵	۵ ۳۳ ۴ ۰ ۱۳

یہ وقت غروب وہی ہے جو آپ نے نکالا تین سکنڈ
کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا کہ آپ نے میل [illegible] لیا جو ۲۲ جون سنہ حال کو
[illegible] کے نصف النہار کا تھا اور میں نے [illegible] باسقاطِ خفیف توالی میلِ کلی ہے پھر
آپ نے [illegible] سمتی افق مطلق حسب دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا صحہ لے لیا
ہوگا اور اب میں صحہ لدمہ رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آتا ہے اس پر
دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲ ۵ لی جو ۲۳ جون کی تعدیل مرصدی ہے اور دو منٹ
فصل طول لکر ۵۲ ۱۰ دونوں وقت حقیقی غروب وطلوع پر زائد کیے۔ دلیل یہ کہ آپ کے یہاں

معتدل بتعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵ ۳۰ ۶ اور طلوع ۱۹ ۴۴ ۵

اس کا تمام ۳۵ ۲۲ ۵۔ تمام غروب ۳۵ ۲۲ ۵ = ۴۳ ۲۱

نصف ۵ ۱۰

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے بیان وقت حقیقی غروب ۳۳ ۱۰ ۶ آیا اور طلوع ۲۰ ۳۳ ۵ تو آپ کے بیان کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر یہ کثیر نہیں۔

وہی منٹ سکنڈ ان کے تعدیل ہمیں ۲۲ ہوں گے

مگر ان صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہوا اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمولِ عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی لیکر اُن میں تعدیل ریلوے ملادی ظلِ میلِ راس السرطان ۹٫۶۳۰۲۰۴۶

اس جیب کی قوس تقریباً ۵ ہے جس کا وقت + ظلِ عرضِ مدراس ۹٫۳۶۶۳۴۱

۹٫۰۰۰۹۲۸۷

الحرج = غروب نجومی ۶ الحرج | اور دقائق

طلوع نجومی ۵ یونب | تعدیل بھی

انھیں نے تو ظاہر وہی ی نب لیے ہیں ۵ والحرج ۵ یونب یہ انکا منشا غلط ہے ۔ رہا وقت عشا وہ انھوں نے صحیح دیا ہے پر حساب خود

+ ی نب ی نب / ول ۱ = ۵ مرمد

غروب طلوع
۶ ۴۴ ۵ ۴۰

وقت حقیقی ۷ ۴۰ ۶ ہے وقت ہوا

+ تعدیل ریلوے ۱۰ ۴۴
۶ ۵۶ ۲۰ سکنڈ دقیق تر ہے

صفحہ ۳۴۷ تا ۳۴۸ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی میں یوں ہے:-

ہوں تفاضل لیا جائے گا یعنی اُن میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے مگا عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض تحریر ہے اُس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل نیل کی الح الر ہو جی الحہ ہوا۔ نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی لحہ ہو اُس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی جی الحہ ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور اُن کی جیبیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے البتہ فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح و عشا بہ راس السرطان بہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ ۸۵۹۲۷۸۶ ۹۰ ہوا اور وقت عشا ۱۳۶ ۴ آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹۴۱۹ ۹۲۸ ۹ ہوا اور وقت عشا ۱۳ ۵۶۳ ۸ ایک گھنٹہ دس منٹ سے زیادہ فرق ہو گیا طلوع و غروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ مواہب مرسلہ سے ظاہر ہے حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۰ ۱۴ ۳ اور روبط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۴۳ ۴۳ ۱۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے ہوا یوں غروب ۲۱ ۴۵ ۶ طلوع ۷۹ ۵ ۳۵ ۲ یہ وقت غروب وہی ہے جو آپ نے نکالا تین سکنڈ کا $\frac{۲۲ ۴۴ ۳ ۱۰}{۵۴ ۲۸ ۳ ۳}$ -

$\frac{۳۲ ۴۴ ۳ ۱۰}{۱۳ ۰۰ ۴۴}$ کا تفاوت اُن فرقوں سے ہوا کہ آپ نے میل الح الونح لیا جو ۲۲ جون سہ پہر کا تھا تفریق نصف النہار کا تھا اور میں نے الح الرجو باسقاط خفیف ثوانی میل کلی ہے پھر آپ نے بعینہ منی اتی مطلوع حسب دستور سابق زمیرے یہاں معمول تھا حصہ لب نالیا ہوگا اور اب میں حصہ لدمسہ رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۲۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پہ دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲ ۵ آئی جو ۲۲ جون کی تعدیل مرصدی ہے اور ۹ منٹ فصل طول ملکر ۵۲ ۱۰ دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر زائد کئے دلیل یہ کہ آپ کے یہاں معتدل بتعدیل ریلوے وقت غروب ۲۷ ۲۵ ۶ اور طلوع ۱۹ ۴۴ ۵

اس کا تمام ۵۲۲۲۵ - تمام غروب

$\frac{۵۲۲۳۵}{۲۱۴۴}$ = نصف ۱۰۵۲

وہی منٹ سکنڈ آ گئے جو تعدیل مرصدی ۲۳۰ جون کے تھے

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۶۳۲ ۷ آیا اور طلوع ۲۲۲۷ ۵ تو آپ کے اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

انھوں نے طلوع و غروب کے لئے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا جبکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی لے کر اُن میں تعدیل رلیوے ملا دی ظل تمیل راس السرطان ۹٫۶۰۰۰۶۳۴۶

اس جیب کی قوس تقریباً ۲ مساوی ہے جس کا وقت + قوس نصف فضل ۹٫۲۶۵۹۹۴۱ / ۹٫۰۰۰۲۹۴۸۸

الحرح = غروب نجومی ۷ ا ح ح	اور دقائق
طلوع نجومی ۵ لو ب	تعدیل بھی

انہوں نے لوظا ہر دہی تن لے لئے ہیں۔ والحرح ۵ لو ب پر اُن کا + فتنا غلط ہے۔ ر وقت عشا

۵۵ انہوں نے صحیح دیا ہے پر یہ حساب طلے غلط ہے	= ی ب + ی ب
وقت حقیقی ۴ ۶ ۴ پ یہ وقت ہوا	= ولرغ = مرمد
+ تعدیل پھر سے ۱۰۳۴ سیکنڈ منٹ کی تاخیر لیا	طلوع غروب
پ ۵۶۳۸	۵۴۸ پ ۶۳۳

مؤامرات

(دیکھئے صفحہ نمبر ۳۴۹)

اور فتاویٰ رضویہ مترجم صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷ میں یوں ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الجواب

[illegible] آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبد [illegible]
صاحب کا [illegible] اوقات مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ الصلوٰۃ کے کہ سمت قبلہ میں ہے وہ
[illegible] میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض و میل متفق الجہۃ ہوں تو فضل لیا جائیگا
[illegible] اگر سے تفریق کیا جائے گا عرض ہو تو اور میل تو مدراس جس کا عرض [illegible] ہے اس میں راس
السرطان [illegible] کا میل کلی [illegible] الراس ہے [illegible] نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی [illegible] ہو اس میں بھی راس
[illegible] نہایت [illegible] مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اس شہر
[illegible] سب یکساں رہیں گے اور فرق وقت جب [illegible] عرض
[illegible] مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجھ کو ارتفاع [illegible] ہوا
[illegible] آیا اور اس شہر میں [illegible] ہوا اور وقت عشاء [illegible] ایک
[illegible] فرق ہوگیا طلوع و غروب کہ آپ نے لکھے ہیں صحیح ہیں جن کی صحت اس پر موقوف
[illegible] وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام [illegible] اور وسط ہند سے فصل طول مدراس
[illegible] بڑھانے سے مدراس غروب [illegible] طلوع [illegible]
وقت [illegible] یہ وقت غروب و [illegible]

[illegible] سکنڈ کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا کہ آپ نے میل [illegible] لیا ہو ۲۲ جون سنہ حال کو
[illegible] نصف [illegible] کا تھا اور میں نے [illegible] باستاد تخفیف ثوانی میل کی ہے پھر آپ نے [illegible]
حسب دستور [illegible] میرے یہاں معمول تھا [illegible] لیا ہوگا اور اب میں [illegible] رکھتا ہوں [illegible]
[illegible] تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام [illegible] جو ۲۲ جون کی تعدیل مرسری
[illegible] فصل طول مل کر [illegible] دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر زائد کیے۔ دلیل یہ کہ آپ کے یہاں

معتدل تعدیل ریلوے وقت غروب [illegible] طلوع [illegible]

اس کا نام [illegible] تمام غروب [illegible]

یہی منٹ سکنڈ آئے جو تعدیل [illegible] ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب [illegible] اور طلوع [illegible] تو آپ کے اور یہاں کے محسوب میں [illegible] سکنڈ کا تفاوت ہے خراب [illegible] ۔ [illegible] صاحب کا حساب یقیناً درست نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ [illegible] اور طلوع سوا [illegible] منٹ زیادہ ۔ اور اس [illegible] انہوں نے طلوع و غروب نکالنے کو [illegible] ۔ استعمال نہ کیا [illegible] طلوع و غروب مجوزہ حقیقیہ مرادی لے کر ان میں تعدیل ریلوے [illegible] ظل میل راس السرطان [illegible] ۹ اس جیب کی قوس تقریباً [illegible] ہے جس کا وقت + ظل عرض مدراس [illegible] غروب مجوزی [illegible] اور وفاق طلوع مجوزی دلو [illegible] تعدیل مجوزی

انہوں نے [illegible] دلو [illegible]

یہاں کا [illegible] ہے ۔ [illegible] وقت [illegible] انہوں نے سمجھ لیا ہے [illegible] حساب [illegible] ہو ۔ وقت حقیقی [illegible] یہ وقت [illegible] ۔ تعدیل ریلوے [illegible] سکنڈوں میں فرق [illegible] ۔

غروب طلوع

مؤامرات

عرض نصف اول

مدراس [illegible] طول [illegible] عرض

[illegible]

ثانیاً [illegible]

المر = [illegible]

عرض = [illegible]

بعد طول = [illegible]

[illegible]

جب کہ اسے یوں ہونا چاہیے:-

مولوی عبد اللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقات مدراس یہاں نہیں آیا، صرف ایک چھوٹے رسالے تحفۃ المصلی کہ سمت قبلہ میں ہے، کے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے۔

وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض و میل متفق الجہت ہوں، تفاضل لیا جائے گا۔ یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا، عرض ہو خواہ میل۔ تو مدراس جس کا عرض یج ء (۴-۱۳) ہے، اس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل کلی کج کز (۲۷-۲۳) ہے، ی کج (۲۳-۱۰) ہوا۔ نیز وہ شہر جس کا عرضِ شمالی یج ن (۵۰-۱۳) ہو، اس میں بھی رأس السرطان کا بعد اقل وہی ی کج (۲۳-۱۰) ہوگا۔ غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا، اور اس شہر میں جنوبی۔ دونوں نصف اور ان کی جیبیں، اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے، اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا۔ مثلاً صبح و عشائے رأس السرطان۔

یہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں۔ یہاں مجموعہ اربعہ ۹٫۸۵۹۲۷۸۶ ہوا؛ اور وقت عشاء ۴-۴۶-۷ آیا۔ اور اس شہر میں مجموعہ ۹٫۹۲۸۴۶۱۹ ہوا، اور وقت عشاء ۴۱-۵۶-۸ آیا۔ ایک گھنٹے دس منٹ سے زیادہ فرق ہوگیا۔

طلوع و غروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں، جن کی صحت اس پرچہ موامرہ مرسلہ سے ظاہر۔ یہ حقیقی وقت ہیں۔ اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۴٫۳۴-۱-۰ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۳۴٫۳۴-۱۰-۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا۔

نمبر	عنوان	صفحہ
	تقریب روزہ کشائی	100
7	**تعلیم**	110
	بسم اللہ خوانی وسلسلہ تعلیم	110
	درسیات سے فراغت	114
	اساتذہ	117
8	**شادی اور اولاد**	118
	حضرت حجۃ الاسلام	118
	حضرت مفتی اعظم	118
9	**مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت وخلافت**	121
10	**تدریس**	124
	مشاہیر تلامذہ	125
11	**حج وزیارت اول**	133
12	**حج وزیارت دوم**	135
	بیداری میں زیارت نبوی	136
13	**عادات واوصاف**	138
	اطاعت والدین	146
	تعظیم اکابر	147
	تواضع وانکسار	149
	مساوات اسلامی	152
	اصاغر پر شفقت	153
14	**اخلاق کریمہ**	161
	کرم وسخاوت	174
	قناعت وتوکل	184
15	**اتباع شرع وتقوی**	187
	احتیاط فی الدین	193

طلوع ۵-۴۳-۴۰ء۱۳ = ۰-۱۰-۳۴ء۳۴+۵-۳۳-۰۵ء۷۹

غروب ۶-۳۷-۲۸ء۵۵ = ۰-۱۰-۳۴ء۳۴+۶-۲۶-۵۴ء۲۱

یہ وقت غروب وہی ہے، جو آپ نے نکالا۔ تین سکنڈ کا تفاوت اِن فرقوں سے ہوا۔ آپ نے میل کج کو نح (۵۸-۲۶-۲۳) لیا۔ جو ۲۳/ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا، اور میں نے کج کز (۲۷-۲۳) جو باسقاط خفیف ثوانی میل کلی ہے۔ پھر آپ نے بعد سمتی اُفقی مطلق حسب دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا ص لب نا (۵۱-۳۲-۹۰) لیا ہوگا۔ اور اب میں ص لد مہ (۴۵-۳۴-۹۰) رکھتا ہوں۔ البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۵۲-۱-۰ لی، جو ۲۳/ جون کی تعدیل مرصدی ہے؛ اور ۹ منٹ فصل طول مل کر ۵۲-۱۰-۰ دونوں وقت حقیقی غروب وطلوع پر زائد کیے۔

دلیل یہ کہ آپ کے یہاں معدل بہ تعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵-۳۷-۶ اس کا تمام ۳۵-۲۲-۵؛ اور طلوع ۱۹-۴۴-۵- تمام غروب ۳۵-۲۲-۵ = ۴۴-۲۱ نصفہ ۵۲-۱۰-۰ وہی منٹ وہی سکنڈ آگئے، جو تعدیل مرصدی ۲۳/ جون میں تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۲-۲۶-۶ آیا، اور طلوع ۲۷-۳۳-۵، تو آپ کے یہاں اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے۔ خیر ایسا کثیر نہیں۔

مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے، اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے

طلوع وغروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا۔ بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع وغروب نجومی (حقیقی مرکزی) لے کران میں تعدیل ریلوے ملادی۔

ظل میل راس السرطان ۹٫۶۳۷۲۶۴۶

+ظل عرض مدراس ۹٫۳۶۵۶۶۴۱

=۹٫۰۰۲۹۲۸۷ جیب

اس جیب کی قوس تقریباً ۵ مر (۴۷-۵) ہے ،جس کا وقت کج ح (۸-۲۳-۰)۔

∴غروب نجومی وکج ح (۸-۲۳-۶)

طلوع نجومی ۵ لو نب (۵۲-۳۶-۵)

اوردقائق تعدیل بھی انھوں نے ظاہراًوہی ی نب (۵۲-۱۰) لیے ہیں۔

∴غروب نجومی وکج ح(۸-۲۳-۶)+ی نب(۵۲-۱۰-۰)=ولد ھا (۰۰-۳۴-۶)۔

طلوع نجومی ۵ لو نب(۵۲-۳۶-۵)+ی نب(۵۲-۱۰-۰)=۵ مر مد(۴۴-۴۷-۵)

یہ ان کا منشاءِ غلط ہے۔ رہا وقت عشاء وہ انھوں نے صحیح دیا ہے پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔ وقت حقیقی ۴-۴۷-۷ تعدیل ریلوے ۳۴-۱۰-۰۰ تو وقت ۳۸-۵۷-۷ ہوا۔ سکنڈوں میں فرق ہے وبس۔ میں نے آپ کو دو المنکوں کے دریافت کرنے کو کہا تھا(الخ)۔

الحمدللہ کہ اس طرح نہ صرف حیات اعلیٰ حضرت میں مطبوعہ اغلاط کی تصحیح ہوئی بلکہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲ اور ۱۱ میں مطبوعہ اغلاط کی بھی تصحیح ہوگئی۔

کسی مسودے کا ایڈٹ (Edit) اور تصحیح پھر از سر نو ترتیب وتہذیب کا

کام کتنا مشکل ہے اس کا صحیح اندازہ قارئین اور ناشرین کتب کو نہیں ہوتا، اس خار دار وادی سے جو گزرا ہوگا، اور اس راہ کی مشکلات سے دو چار ہوا ہوگا وہی کچھ سمجھ سکتا ہے، پڑھنے والے تو بالعموم عیب ہی ڈھونڈتے ہیں کہ وہی ان کی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں۔ البتہ محنتیں اور جاں کاہیاں تو پردۂ خفا میں ہوتی ہیں جن تک رسائی کے لیے ژرف نگاہی کی ضرورت ہے۔

حیات اعلیٰ حضرت تصنیف کے بعد تقریباً پچاس سال تک چھپ کیوں نہیں سکی؟ بلکہ ایک بار تو آدھی کتابت ہو جانے کے باوجود پھر مولانا محمود احمد صاحب کے پاس واپس چلی گئی۔ اس پہ غور کرتا ہوں تو اللہ کی بے پناہ حکمت نظر آتی ہے، شاید قدرت ہی کو یہ منظور تھا کہ کتاب چاہے دیر سے منظر عام پر آئے، مگر انسانی بساط کے مطابق تصحیح کے ساتھ آئے۔

توقیت سے متعلق اغلاط کی تصحیح استاذ گرامی حضرت خواجہ صاحب قبلہ کی ہدایتوں کے سائے میں ہو سکی، تاریخ سے متعلق بعض اشعار کی تصحیح میں گرامی قدر مولانا محمد احمد صاحب مصباحی کی کاوشیں شریک رہیں۔ بیشتر آیات کریمہ کی تخریج اور ان پر اعراب لگانے کا فریضہ عزیزی مولانا افروز القادری چریاکوٹی نے انجام دیا۔ اس پر نظر ثانی اور پوری کتاب کی پروف ریڈنگ میں محب گرامی حضرت مولانا محمد عبد المبین صاحب نعمانی کی معاونت رہی۔ تصانیف اعلیٰ حضرت کی ایک فہرست مولانا موصوف کے پاس آج سے کئی سال پہلے کی مرتب کردہ تھی، مقابلے میں اس سے بڑی مدد ملی۔

میرا ارادہ آیات کے ساتھ ساتھ احادیث اور واقعات کی بھی تخریج نیز جن لوگوں کے نام کسی نہ کسی حیثیت سے کتاب میں آئے ہیں ان پر فٹ نوٹ

لکھنے اور مزید حواشی کے اضافے کا بھی تھا مگر احباب و مخلصین کے پیہم تقاضوں، نادان دوستوں کی شکایتوں حتیٰ کہ اخبار و رسائل تک میں مراسلوں اور معاندین کی غلط افواہوں سے مجبور ہو کر موجودہ صورت ہی میں کتاب قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

اتنی ساری باتیں اس لیے سپرد قلم کر دیں تاکہ طباعت میں تاخیر کے اسباب لوگوں کے سامنے آجائیں، اور یہ بات کھل کر معلوم ہو جائے کہ اس اہم کام میں میری کتنی کوتاہی ہے، اور کتنی مجبوری۔

میں بھی انسان ہوں، بہت ہی کم علم، اور خطاؤں کا پتلا، اس لیے قوی امکان ہے کہ مجھ سے بھی فروگزاشتیں ہوئی ہوں، اور اب بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں۔ ارباب علم نشاندہی کر کے مجھے ممنون و مشکور فرمائیں۔

نوٹ: میں نے مطبوعہ جلد کے جس حصے کو مقدم یا موخر کیا ہے، اس کی نشاندہی نسخۂ قدیم کے حوالے سے (ق) لکھ کر کر دی ہے، تاکہ قارئین وقت ضرورت اصل سے ملا کر دیکھ سکیں۔

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہٗ

یکم ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/ مطابق ۱۵ مئی ۲۰۰۲

صاحب کتاب

صاحب کتاب ملک العلما حضرت مولانا ظفر الدین رضوی علیہ الرحمۃ کے حالات پر ان کے صاحب زادہ گرامی وقار ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو نے 'مؤذن الاوقات' کے آخر میں اجمال سے اور صحیح البہاری جدید ایڈیشن کے شروع میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ہم ہر دو مضمون سے مقتبس وملخص کر کے یہاں درج کر رہے ہیں

ملک العلما فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی، اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاذ، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے مؤثر واعظ، اپنے منطقی وعلمی استدلال سے فریق (مخالف) کو لاجواب کر دینے والے مناظر اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات وتصنیفات کا دائرہ وسیع تھا، اور بہت سے علوم وفنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طباع اور سخت جدوجہد کرنے والے طالب علم تھے، تو اپنے عہد شباب وکہولت بلکہ کبر سنی میں بھی جفاکش استاذ اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے، شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے

مجاہداور حب رسول میں سرشار۔ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔انھوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کرر کھے تھے کہ گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجودان کا خاصہ وقت وظائف واوراد، اوریاد الٰہی کے لیے مخصوص تھا۔

ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کان پوری رحمهما الله تعالیٰ تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رام پوری کے تلامذہ خاص مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رام پوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں۔لیکن جس ذات گرامی سے انھوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے، وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے، اور جو خاندان کے بزرگوں کی طرح ان پر شفقت فرماتے رہے۔اس کا اندازہ کچھ ان مکاتیب اور مفاوضات سے ہوسکتا ہے جو شفیق استاذ نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں، اور جن میں وہ انھیں کبھی 'ولدی الاعز' لکھ کر مخاطب کرتے ہیں، کبھی 'حبیبی وولدی وقرۃ عینی' لکھ کر۔کبھی 'ولدی اعزك الله فی الدنیا والدین' لکھتے ہیں۔اور کبھی 'ولدی الاعز حامی السنن ماحی الفتن' ـــــــ اور ایک خط میں تو 'جان پدر بلکہ از جان بہتر' لکھ کر خطاب فرمایا ہے۔

امام احمد رضا کے دل میں اپنے اس شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی محبت تھی اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو انھوں نے ان کے

بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۵ رشعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے:۔

مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں ــــ عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں ــــ مفتی ہیں ــــ مصنف ہیں ــــ واعظ ہیں ــــ مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں ــــ علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علما، بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انھوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وتاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔

فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے

انھیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔ (مکتوبات)

یہ تو نثر ہوئی، اب نظم دیکھیے۔امام احمد رضا کا رسالہ الاستمداد ۱۳۳۷ھ تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے۔ جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ ۹ رشعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اس میں عنوان ذکر اصحاب و دعائے احباب' کے تحت ۱۳ رشعر درج ہیں، جن میں اپنے مخصوص خلفا وتلامذہ کا ذکر کیا ہے، چند شعر یہ ہیں:

تیرے رضا پر تری رضا ہو ✠ اس سے غضب تھراتے یہ ہیں

بلکہ رضا کے شاگردوں کا ✠ نام لیے گھبراتے یہ ہیں

حامد منی انا من حامد ✠ حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

عبد سلام سلامت جس سے ✠ تحت آفات میں آتے یہ ہیں

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے ✠ اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان اور مولانا عبدالسلام جبل پوری کے بعد ملک العلما فاضل بہار کا ذکر کیا ہے۔ ان تینوں ناموں کے بعد علی الترتیب صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی ،سید العلما مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا احمد اشرف وغیرہم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ اور اخیر میں ان سبھوں کے لیے دعائے خیر۔

ملک العلما مولانا ظفر الدین قادری کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بہ مدار الملک ومخاطب بہ ملک بیا ہیں۔ ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی ، قطب ربانی ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

ملک العلما محمد ظفر الدین رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ)
صوبہ بہار میں ۱۰ رمحرم الحرام ۱۳۰۳ھ/ مطابق ۱۹ ر اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح
صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ خاندان کے لوگوں میں نام پر اختلاف رائے
ہوکر ظفیر الدین پہ اتفاق ہوا، اور وہ عرصہ تک اسی نام سے پکارے جاتے
رہے۔ جب وہ امام احمد رضا کے شاگرد ہوئے تو انھوں نے ظفیر الدین
پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالہ اقلیدس کا خطی نسخہ کتب خانہ خاص میں محفوظ
ہے جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے،

اس کے آخر میں بید الفقیر محمد ظفیر الدین لکھا ہوا
ملتا ہے۔ ۱۳۲۳ھ کی ان کے قلم کی ایک تحریر میں ظفیر الدین احمد درج
ہے۔ بعد کو وہ محمد ظفر الدین لکھتے رہے، اور اسی نام سے وہ مشہور
ہوئے۔ ان کی کنیت ابو البرکات ہے۔ جیسا کہ متعدد استفتا کے جوابات
اور ان کی مملوکہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے
قیام کے دوران ان کی تحریروں میں کہیں کہیں عبید المصطفیٰ کا اضافہ
بھی نظر آتا ہے۔

ملک العلما چار سال کی عمر کے ہوئے تو ۱۳۰۷ھ میں ان کے والد ماجد نے
ان کی تعلیم شروع کرادی۔ رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں
سے انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم خود والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور اردو فارسی کی
کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبد اللطیف سے
پڑھیں۔ ۱۳۱۲ھ سے اپنی نانیہال موضع "بین" میں کئی سال رہ کر مدرسہ 'غوثیہ حنفیہ'
میں تفسیر جلالین، میر زاہد وغیرہ تک کا درس لیا۔ اساتذہ ان کی ذہانت وشوق علمی کی

وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔ اس زمانہ میں عظیم آباد (پٹنہ) علم وفن کا مرکز تھا جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے۔ جن میں مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلّہ پٹنہ سٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس مدرسہ کے بانی فارسی و اردو کے مشہور محقق قاضی عبد الودود بی اے، کینٹب، بارایٹ لا (۱۸۹۶-۱۹۸۴ء) کے والد گرامی قاضی عبد الوحید صدیقی فردوسی (۱۲۸۹-۱۳۲۶ھ) تھے، جو وہاں کے ایک دین دار رئیس اور فاضل بریلوی کے معتقدین میں تھے۔(۱) انھوں نے ۱۳۱۸ھ میں یہ دینی درسگاہ قائم کی اور ایک بڑی جائیداد اس کے اخراجات کے لیے وقف کردی۔ انھوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں، اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کی شہرت بہار کے قصبات ومواضع تک ہی نہیں دوسرے صوبوں تک پھیل گئی۔

اسی مدرسے کے ایک استاذ حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی متوفی ۱۳۳۴ھ کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ 'حنفیہ پٹنہ' آگئے، جہاں انھوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہوکر اپنے وطن

(۱) یہ خانقاہ معظم بہار شریف میں مخدوم جہاں کے سجادہ نشیں ''جنابِ حضور'' امین احمد علیہ الرحمۃ کے مرید خاص اور پٹنہ میں منعقدہ اہل سنت کی اس عظیم کانفرنس کے بانی تھے جس میں اعلیٰ حضرت کو ''مجدد'' کا خطاب دیا گیا تھا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف کا تقریباً نصف حصہ انھوں نے ہی طبع کرایا تھا۔ انھیں کی تحریک پر اعلیٰ حضرت نے المعتقد المنتقد کا حاشیہ بنام المعتمد المستند تحریر فرمایا۔ جس میں پہلی بار دیوبندیوں کے سرغنہ مولوی اشرفعلی تھانوی کی تکفیر کی۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، اور ان کو قبر میں بھی اتارا۔
فقیر رضوی غفرلہ

نمبر	عنوان	صفحہ
	صلابت مذہبی وحق گوئی	198
	خودداری	214
	محبت وعزت علما	216
16	**تعظیم واکرام سادات**	223
	توشۂ غوث اعظم	224
17	**تعظیم حجاج وزائرین مدینہ**	239
18	**مزاح وظرافت**	239
19	**ادبی لطیفے**	241
20	**حاضر جوابی**	246
21	**قوت حافظہ**	252
22	**تبحر علمی**	259
	ریاضی دانی	265
	ہیئت وتوقیت وغیرہ میں کمال	273
	علم تکسیر میں مہارت	281
	علم جفر میں کمال	299
	تاریخ گوئی	309
23	**فتویٰ نویسی**	323
	پہلا فتویٰ	323
	کمال فتویٰ نویسی	324
24	**خوش خطی**	329
25	**تبلیغ وہدایت**	329
	مناظرہ کے اصول	329
	ایک غیر مسلم کا ایمان لانا	330
	ایک آریہ کا مسلمان ہونا	331

پیلی بھیت تشریف لے گئے، تو ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو مولانا ظفر الدین اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دارالعلوم کان پور پہونچے۔ ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کا کچھ حصہ انھوں نے پیدل چل کر طے کیا۔ پاؤں میں آبلے پڑ گئے، لیکن طلب وشوق میں راہ علم کا مسافر آگے ہی بڑھتا رہا۔ انھوں نے مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی کان پور میں مولانا قاضی عبدالرزاق متوفی ۱۹۴۶ء مرید حضرت حاجی امداد اللہ مکی وشاگرد مولانا احمد حسن کانپوری کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہوکر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امداد العلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے، گویا کان پور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انھوں نے علمی فیوض حاصل کیے۔ وہاں کے مشہور استاذ مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳ر صفر ۱۳۲۲ھ سے منطق کی کتابیں پڑھیں۔ اور مولانا شاہ عبیداللہ پنجابی کانپوری متوفی ۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ پھر کان پور سے پیلی بھیت جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آکر اپنے قائم کردہ دارالحدیث میں درس دینے لگے تھے، پہونچے اور وہاں ان سے حدیث کا درس لیا۔

اس کے بعد خوب سے خوب تر کی تلاش انھیں بریلی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) تک لے گئی۔ جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متأثر ہوئے، وہ ان سے فیض اٹھانا

چاہتے تھے۔ اوران کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے، اور درسیات کی تکمیل بھی۔ لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف وتصنیف میں مشغول رہتے تھے، ان کے یہاں نہ باقاعدہ درس وتدریس کا کوئی سلسلہ تھا، اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفرالدین، اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) بڑے صاحب زادے مولانا حامد رضا خان (۱۲۹۲-۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید محمد امیراللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ ملک العلما فرماتے تھے کہ مدرسہ کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سید محمد امیراللہ کی مساعی کو بہت دخل ہے۔ اور یہ مدرسہ انھیں کی کوششوں سے قائم ہوا۔ یوں ۱۹۰۴ء/۱۳۲۲ھ میں مدرسہ منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ یہ تاریخی نام ہے۔ اس سے ۱۳۲۲ھ کے اعداد متخرج ہوتے ہیں۔ مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا ظفرالدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی بھی آگئے تھے۔ صرف انھی دو طالب علموں سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ اور امام احمد رضا نے بخاری شریف شروع کرائی۔ اب ملک العلما نے بہار خطوط لکھ کر مدرسہ کے قیام کی اطلاع دی، اور دوستوں کو بھی بریلی بلالیا۔

مولانا نے امام احمد رضا سے صحیح بخاری شریف پڑھنی، اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت کے کچھ فتاوے جنھیں ظاہراً وہ املا کرادیتے تھے، ایک مجموعہ میں جمع کرنا شروع کیے تھے جس کے کچھ اوراق

اس وقت پیش نظر ہیں۔ اس میں پہلا فتویٰ ۸ ر رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جید علما اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں، تو انھوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رام پوری، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ اعلیٰ حضرت سے انھوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے تصریح، تشریح الافلاک، شرح چغمینی تمام کرکے علم ہیئت ریاضی، توقیت، وتکسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا۔ ان اسباق میں طلبہ کے علاوہ علما کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو علما کے ایک بڑے مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر چشتی مشرب کے مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ کے سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی، اور سند تدریس وافتا مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی سال آپ کو اپنے سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی، اور 'ملک العلما فاضل بہار' کا خطاب۔

ملک العلما کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے، اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتاویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانہ میں جو فتاوے انھوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی

نقلیں نافع البشر فی فتاویٰ ظفر میں موجود ہیں۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار و طلب اور اعلیٰ حضرت کے حکم پر عالم و خطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے۔ اگلے سال مولانا عبد الوہاب الٰہ بادی نے اپنے قائم کردہ مدرسہ 'حنفیہ' کے لیے جو آرا ضلع شاہ آباد بہار میں قائم ہوا تھا، اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انھیں آمادہ کریں، اعلیٰ حضرت نے صرف اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے، وہاں جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ منظر اسلام بریلی سے مدرسہ 'حنفیہ' آرا ضلع شاہ آباد بہار تشریف لے گئے۔(۱) جہاں وہ کئی سال(۲) اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ/ مطابق ۱۹۱۲ء میں عظیم آباد میں مسٹر سید نور الہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر مدرسہ 'اسلامیہ شمس الہدیٰ' قائم کیا، تو اس میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر و حدیث و فقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء میں سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشیں خانقاہ کبیریہ سہسرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہسرام ضلع شاہ آباد بہار چلے گئے، جہاں وہ پانچ چھ سال(۳) مقیم رہے۔ ۱۳۳۸-۱۹۲۱ء(۴) میں جب مسٹر سید نور الہدیٰ مرحوم و مغفور نے مدرسہ

---

(۱) اس عبارت سے تبادر ذہنی یہ ہوتا ہے کہ وہ منظر اسلام سے براہ راست مدرسہ حنفیہ آرا پہونچے۔ حالانکہ براہ راست منظر اسلام سے آرا نہیں آئے بلکہ بریلی سے شملہ پھر شملہ سے آرا آئے۔

(۲) کئی سال نہیں، صرف ایک سال مدرسہ حنفیہ آرا میں رہے۔ کیوں کہ ۲۹ھ کو وہ شملہ گئے اور وہاں سے آرا آئے پھر سن ۳۰ھ کے اواخر میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ آ گئے۔

(۳) ۳۴ھ میں سہسرام گئے اور ۳۸ھ میں پھر پٹنہ آ گئے تو درمیانی مدت چار سال ہوتی ہے۔

(۴) ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء ہوتا ہے، ۱۹۲۱ء نہیں۔ فقیر رضوی غفرلہ

اسلامیہ شمس الہدیٰ کو حکومت بہار کے انتظام میں دے دیا اور حکومت نے اس مدرسہ کا نظم اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی تنظیم جدید کی اور نئے تقررات کیے، تو مولانا ظفر الدین قادری وہاں سینئر مدرس ہو کر آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انھوں نے سبکدوشی حاصل کی۔

حکومت بہار کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ملک العلما کو ذہنی سکون و اطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی و علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ کچھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

۲۱ رشوال ۱۳۷۱ھ کو شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق متوفی ۱۲۰۳ھ میتن گھاٹ پٹنہ کی استدعا پر کٹیہار ضلع پورنیہ بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا، اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی، صرف اس بنا پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاصی آبادی کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی مدرسہ نہ تھا۔

کبر سنی اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک العلما روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کی نظامت و تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انھوں نے جاری رکھا۔

سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر نامور علما ومقررین کو مدعو بھی کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خان (جیلانی میاں) اور دوسرے علما کے مواعظ حسنہ سے بھی عوام اور مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کو استفادہ کراتے رہے۔

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا، اور اس علاقہ میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلبہ وہاں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کیے۔ کچھ اصحاب نے مواضع اور قصبات کے ان مدارس کو اپنی خدمات سے ترقی دی، جہاں اب تک محدود پیمانہ پر تعلیم کا انتظام تھا۔ اس لحاظ سے ملک العلما کا پورنیہ میں دو سالہ (۱) قیام بہت مفید رہا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط وتوانا ہو کر شجر بار آور ہو گیا تو ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے، اور یہاں انھوں نے سلسلہ رشد وہدایت شروع کیا۔

ملک العلما سے مختلف مدارس کے جن طلبہ نے علمی فیوض حاصل کیے، ان کی تعداد بتانا آسان نہیں۔ صرف 'مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ' کے متخرجین کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔

متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون ہیئت وتوقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے بذریعہ خط وکتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور

---

(۱) شوال ۱۳۷۱ھ سے ربیع الاول ۱۳۸۰ھ تک کی درمیانی مدت ۲ سال نہیں بلکہ ۹ سال کچھ مہینے ہوتی ہے

حاجی محمد ظہور نعیمی مرادآباد کے استفسارات کے جواب میں متعدد خطوط مجموعہ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علما نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے یہ علوم سیکھے، ان میں مولانا حافظ عبد الرؤف نائب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارک پور متوفی ۱۹۷۱ء، مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس مدرسہ سبحانیہ الہٰ آباد، اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ملک العلما نے کوئی ۵۵ سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اور بریلی، آرا، سہسرام، پٹنہ اور کٹیہار پورنیہ کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتا و مواعظ کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لیے بھی وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لیے وہ 'برما' بھی تشریف لے گئے تھے۔

ان کی زندگی کے آخری دو سال تالیف و تصنیف، وعظ و ہدایت اور افتا نویسی میں بسر ہوئے۔ جس رات انھوں نے رحلت فرمائی، اس شام کو بھی انھوں نے چار خطوط لکھے۔ والدۂ مرحومہ فرماتی تھیں کہ دو خطوں کے بارے میں تو یاد نہیں کہ کن کو لکھے گئے تھے، تیسرا خط تمہارے نام تھا اور چوتھا خط بہت طویل تھا، جو وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔

ملک العلما عرصہ سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور

ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ رجمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸ رنومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ اللہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنی جان جاں آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔

دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ حسن اتفاق سے تشریف لے آئے اور انہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں متوفی (۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ہر سال ان کے اعزہ و معتقدین و تلامذہ مختلف مقامات پر ان کے یوم وصال پر فاتحہ خوانی اور عرس و مواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے، ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف

ملک العلما کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۲ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب،

اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں، اور کچھ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں:-

حیات اعلیٰ حضرت	سوانح
شرح کتاب الشفا......	سیرت
مولود رضوی......	سیرت
تنویر السراج......	سیرت
التعلیق علی القدوری......	فقہ
تحفۃ الاحباب......	فقہ
نافع البشر فی فتاویٰ ظفر......	فقہ
اعلام المساجد......	فقہ
بسط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ......	فقہ
الفیض الرضوی......	فقہ
نہایت المنتہی......	فقہ
مواھب ارواح القدس......	فقہ
نصرۃ الاصحاب......	فقہ
عید کا چاند......	فقہ
تنویر المصباح......	فقہ
جامع الاقوال......	فقہ
اصلاح الایضاح......	فقہ
مجموعہ فتاویٰ......	فقہ

تسہیل الوصول......	اصول فقه
جامع الرضوی	حدیث
نزول السکینة......	حدیث
الافاداة الرضویة......	اصولحدیث
التعلیق علی شروح المغنی......	نحو
وافیه	نحو
القصر المبنی علی بناء المغنی	نحو
نظم المبانی	نحو
عافیه	صرف
تذهیب	فلسفه
انوار اللامعة من الشمس البازغه	فلسفه
توضیح الافلاك	هیئت
مشرقی اور سمت قبله	هیئت
مشرقی کاغلط مسلک......	هیئت
الفرائض التامه	کلام
تقریب	منطق
خیر السلوك فی نسب الملوك	تاریخ
اعلام الاعلام	تاریخ
المجمل المعدد لتالیف المجدد	تاریخ
جواهر البیان......	تاریخ
مبین الهدیٰ	فضائل

علم غیب	334
فرقہ وہابیہ کب وجود میں آیا	340
قضا نمازوں کی ادائیگی	346
نماز میں نظر کہاں ہو؟	347
اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال	349
علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال	349
نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے	349
لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال	350
او پر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت	350
ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا	350
بعض ناموں کے احکام	351
آخری چہار شنبہ	351
بیت الخلاء میں تخیلات نعت کی ممانعت	351
خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں	351
چین اور انگوٹھی کے مسائل	352
جانوروں کو جلانا منع ہے	352
ماء مستعمل کا ایک مسئلہ	352
غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے	352
وعظ وتقریر	354
پٹنہ میں ردندوہ پر تقریر	355
بدایوں میں سورہ والضحیٰ پر چھ گھنٹے کی تقریر	357
بریلی میں بسم اللہ پر تقریر	358
نقل تقریر بریلی شریف	360
نقل تقریر پٹنہ	382
اسفار	410
پہلا سفر برائے حج وزیارت	414
دوسرا سفر برائے حج وزیارت	415

تحفۃ العظمافی فضل العلما......	فضائل
تحفۃ الاحبار......	مناقب
النور والضیاء	مناقب
ھادی الہداۃ لترک الموالات......	سیاست
الحسام المسلول	مناظرہ
نجم الکنزہ	مناظرہ
النبراس......	مناظرہ
رفع الخلاف من بین الاحناف......	مناظرہ
کشف الستور......	مناظرہ
گنجینۂ مناظرہ......	مناظرہ
ظفر الدین الجید......	مناظرہ
شکست سفاہت......	مناظرہ
ظفر الدین الطیب......	مناظرہ
ندوۃ العلمـــــــا......	مناظرہ
سرور القلب المحزون	اخلاق
دلچسپ مکالمہ	نصائح
الاکسیر	تکسیر
اطیب الاکسیر......	تکسیر
الجواھر والیواقیت...	توقیت
موذن الاوقات	توقیت
وغیرہ..	

انتباہ: شروع میں آپ پڑھ آئے کہ علم توقیت کا حصول مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ ہے۔ مگر یہ ایک زمانہ سے ناپید تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کو از سرنو زندہ کیا، ان سے بقدر کفایت ملک العلما نے اخذ کیا۔ چونکہ ملک العلما اس زمانہ میں تنہا اس فن سے آگاہ تھے، اس لیے بریلی شریف کے لیے رمضان کی سحری وافطار کا وقت اعلیٰ حضرت انھیں سے نکلوا کر شائع کیا کرتے تھے۔

غیر منقسم ہندوستان چونکہ ۱۲ر درجہ عرض البلد سے ۳۴ر درجہ عرض البلد تک کو محیط تھا، اس لیے ضرورت تھی کہ پورے ملک کے لیے ۲۳ر رسالے مرتب کیے جاتے۔ حضرت ملک العلما نے یہ کام شروع بھی کر دیا تھا، اور ۲۵ر درجہ (بہار شریف) ۲۶ر درجہ (کانپور) ۲۷ر درجہ (آگرہ) ۲۸ر درجہ (بریلی شریف) ۲۹ر درجہ (نینی تال) ۳۰ر درجہ (منٹگمری) ۳۱ر درجہ (لاہور) کے مؤذن الاوقات مرتب فرما لیے تھے۔ ۲۵ر درجہ (بہار شریف) کا مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ میں شائع بھی کر دیا تھا۔ اس مؤذن الاوقات میں چندوہ مقامات جو بہار شریف سے ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع تھے، ان کا تفاوت وتفاضل بھی لکھ دیا تھا۔ کیوں کہ یہ مقامات اسی عرض البلد کے تحت تھے۔ مقدمہ میں ملک العلما تحریر فرماتے ہیں:-

> میں نے بہار شریف کے اوقات شمسی مہینوں سے مرتب کر کے بشکل رسالہ مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا، اور دیگر بلاد کا جو ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع ہیں تفاوت وتفاضل لکھ دیا۔

دوسرے عرض البلد کے تحت واقع مقامات کے تفاوت وتفاضل کا

ہر سال بلکہ ہر تاریخ بلکہ ہر وقت میں بھی یکساں ہونا ضروری نہیں اس لیے ان کا تفاوت وتفاضل نہیں دیا تھا، ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ۲۳ر عرض البلد کے لیے ۲۳ر مؤذن الاوقات لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، ایک ہی مؤذن الاوقات میں تمام عرضوں کے تحت واقع ہونے والے مقامات کا تفاوت وتفاضل دے دیا جاتا۔ خود ملک العلما فرماتے ہیں:-

> چونکہ تفاوت بلاد مختلف العرض کے دیے جاتے تھے اس لیے ایک ہی دن ایک ہی تاریخ کے مختلف اوقات میں تفاوت مختلف ہوتا.. عام مسلمانوں ... کے خیال میں تو یہ ہے کہ ... جو تفاضل طلوع کے وقت رہے گا وہی نصف النہار کے وقت وہی غروب کے وقت بھی رہے گا، وہ نہیں جانتے کہ نصف النہار (کے علاوہ) بقیہ اوقات میں طول کے ساتھ ساتھ عرض کا بھی لحاظ ہوتا ہے اور مختلف العرض کے ایام مختلف ہوا کرتے ہیں، اس لیے مختلف اوقات کے تفاوت بھی مختلف ہوں گے۔

مگر ملک العلما کے بعد ایک صاحب جو غالباً اس فن میں کامل نہیں تھے، انھوں نے دوسرے عرض البلد کے تحت واقع ہونے والے بہت سے مقامات کا تفاوت بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ جیسا کہ 'مؤذن الاوقات' مطبوعہ کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ کے آخری صفحات سے واضح ہے، جو کسی طرح صحیح نہیں۔ مثلاً کیم جولائی کو بہار شریف میں ابتدائے فجر ۵ر بجکر ۱۳ر منٹ، طلوع آفتاب ۶ر بجکر ۳۵ر منٹ، غروب آفتاب ۵ر بجکر ۹ر منٹ اور ابتدائے عشا ۶ر بجکر ۳۰ر منٹ مرقوم ہے۔ اور بہار شریف سے مظفر پور کا تفاوت ۲ر منٹ کم بتایا گیا ہے، تو کیم جنوری کو مظفر پور میں ابتدائے فجر ۵ر بجکر ۱۱ر منٹ،

طلوع آفتاب ۶ ر بجکر ۳۳ ر منٹ، غروب آفتاب ۵ ر بجکر ۷ ر منٹ اور ابتدائے عشا ۶ ر بجکر ۲۸ ر منٹ ہے۔ حالانکہ اس اٹلس (*Atlas*) کے مطابق جو ملک العلما کے وقت میں رائج تھا، اور جس کے مطابق وہاں کا عرض البلد ۲۶ ر درجہ ۷ ر دقیقہ شمالی، اور طول البلد ۸۵ ر درجہ ۲۶ ر دقیقہ شرقی ہے، ابتدائے فجر ۵ ر بجکر ۱۶ ر منٹ، طلوع آفتاب ۶ ر بجکر ۳۵ ر منٹ پر، غروب آفتاب ۵ ر بجکر ۸ ر منٹ، اور ابتدائے عشا ۶ ر بجکر ۲۷ ر منٹ ہے۔ اس لیے کہ:

عرض البلد شمالی	26' 07
میل شمس جنوبی	-23' 05
بعد فوقانی	49' 12
بعد کوکب بوقت طلوع و غروب	90' 49
میزان	140' 01
نصف میزان	70' 00' 30
بعد کوکب	90' 49' 00
نصف میزان	-70' 00' 30
حاصل تفریق	20' 48' 30
سکنٹ عرض	10' 0467722
سکنٹ میل	10' 0362426
سائن نصف	9' 9730088
سائن حاصل تفریق	9' 5505254
مجموعہ	9' 6065490

	طلوع	غروب
جیبی جدول سے	6' 44' 10	5' 15' 50
تعدیل ایام زائد	+03' 11	+03' 26
مقامی وقت	6' 47' 21	5' 19' 16
تعدیل مروج ناقص	-11' 44	-11' 44
وقت مروج	6' 35' 37	5' 07' 32
بعد فوقانی	49' 12	
بعد کوکب بوقت فجر وعشا	108' 00	
میزان	157' 12	
نصف میزان	78' 36	
بعد کوکب	108' 00	
نصف میزان	78' 36	
حاصل تفریق	29, 24	
سکنٹ عرض	10' 0467722	
سکنٹ میل	10' 0362426	
سائن نصف	9' 9913452	
سائن تفریق	9' 6864816	
مجموعہ	9' 7608416	

	فجر	عشا
جیبی جدول سے	5' 24' 50	6' 35' 10
تعدیل ایام زائد	+03' 11	+03' 26
مقامی وقت	5' 28' 01	6' 38' 36

تعدیل مروج ناقص	-11' 44	-11' 44
وقت مروج	5' 16' 17	6' 26' 52

یعنی ختم سحری میں بہار شریف سے مظفر پور کا تفاوت 3 منٹ زائد، طلوع آفتاب میں کچھ نہیں۔ غروب میں 2 منٹ کم، اور عشا میں 3 منٹ کم ہے، جسے حضرت ملک العلماء کبھی بھی گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ ابھی حال ہی میں ان کے صاحب زادہ گرامی وقار جناب مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے محقق نے نئی ترتیب سے شائع کرا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ تو باوجودیکہ اس میں ملک العلما کا وہ مقدمہ بھی شامل ہے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا پھر بھی اس میں ان تمام مقامات کے تفاوت و تفاضل جو قطعاً الحاقی ہیں، موجود ہیں، جو نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

دیباچہ

الرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ○ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ○ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ○ اَنْ لَّاتَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ○ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَاتُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ○ *والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان ❖ علی سید ولد عدنان ❖ سید الانس والجان ❖ سید جمیع ما خلقه الرحمٰن ❖ الذی قال فی حقه فی القرآن:*

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انھیں سکھایا(۱)۔ سورج اور چاند حساب سے ہیں (۲)۔ اور سبزے اور پیڑ سجدے کرتے ہیں (۳)۔ اور آسمان کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا(۴)۔ اور ترازو رکھی (۵)۔ کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو (۶)۔ اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔ اور وزن نہ گھٹاؤ۔ *اور کامل واکمل درود وسلام اولادِ عدنان کے سردار پر۔ جو جن وانس کے سردار ہیں بلکہ اللہ کی تمام مخلوقات کے سردار ہیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا۔*

---

(۱) انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں اور بیان سے ماکان ومایکون کا بیان۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ اولین وآخرین کی خبریں دیتے تھے (۲) کہ تقدیر معین کے ساتھ اپنے بروج ومنازل میں سیر کرتے ہیں اور اس میں خلق کے لئے منافع ہیں۔ اوقات کے حساب سالوں مہینوں کا شمار انہیں پر ہے (۳) یعنی حکم الٰہی کے مطیع ہیں (۴) اور اپنے ملائکہ کا مسکن اور اپنے احکام کا جائے صدور بنایا (۵) جس سے اشیاء کا وزن کیا جائے اور ان کی مقداریں معلوم ہوں تاکہ لین دین میں عدل قائم رکھا جائے (۶) تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ۱۲ منہ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ وقال تعالیٰ: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○ وقال تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا○

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں اُنہیں سے ایک رسول (۱) بھیجا، جو ان پر اُس کی آیتیں پڑھتا اور اس کی کتاب مجید و فرقان حمید ان کو سناتا ہے اور انہیں (۲) پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے (۳)۔ نیز فرمایا: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (۴)۔ اور فرماتا ہے: اے غیب کی خبر بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (۵) اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (۶) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (۷)۔

---

(۱) سید عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ (۲) کفر و ضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی و خصائل ناپسندیدہ و ظلمات نفسانیہ سے (۳) کہ حق و باطل اور نیک و بد میں امتیاز نہ رکھتے تھے (۴) کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر۔ مومن کے لئے تو حضور دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ اور استیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔ (۵) مشہود و شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے (۶) یعنی ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈر سناتا (۷) ایک آفتاب کیا؟ درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہونچائی اور کفر و شرک کی ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا، اور خلق کے لئے معرفت اور توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں۔ ۱۲ منہ

وقال تعالیٰ: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

اور فرمایا: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے، وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (۱)۔ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے (۲) پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا، اور آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا (۳) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا (۴) پھر خوب اتر آیا (۵) تو اس جلوہ اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (۶)

---

(۱) تو حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن و متصور ہی نہیں کیوں کہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے (۲) **شدید القویٰ ذو مرۃ** سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی (۳) سید عالم ﷺ نے اُفق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا۔ اور حضرت جبریل سدرۃ المنتہیٰ پر رُک گئے آگے نہ بڑھ سکے، انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں۔ اور حضور سید عالم ﷺ آگے بڑھ گئے اور مستویٰ وعرش سے بھی آگے گذر گئے (۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا (۵) یعنی حضرت رب العزت اپنے لطف ورحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا، اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (۶) یعنی قرب اپنے کمال کو پہونچا اور جو نزدیکی متصور ہوسکتی ہے وہ اپنے غایت کو پہونچی۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
۱۲ منہ

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ؕ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ؕ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ؕ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ؕ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ؕ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ؕ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ؕ

اب وحی فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی (۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (۲)۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس۔ اس کے پاس جنۃ الماوٰی ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

---

(۱) یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر سوا اس کے کسی کو اطلاع نہیں۔ (۲) یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رؤیت و معرفت میں شک و تردد نے راہ نہ پائی۔ ۱۲ منہ

	کامران میں قیام	418
	جدہ میں نصرت غیبی	420
	مولانا اسماعیل خلیل سے ملاقات	423
	مفتی احناف کی خدمت میں	424
	الدولۃ المکیہ کی تالیف	426
	شیخ الخطبا کا اشتیاق بیعت	426
	الدولۃ المکیہ شریف مکہ کے دربار میں پیش	428
	الدولۃ المکیہ کی اکابر علما میں مقبولیت	429
	دعوتوں کا اہتمام اور علما کی تشریف آوری	433
	کفل الفقیہ کی تصنیف	436
	[illegible]	437
	اقامت کے لیے علمائے مکہ کا اصرار	442
	کعبۂ جاں کی طرف روانگی	445
	ایک مقدمہ کا تصفیہ	447
	نماز کی خاطر قافلے سے جدائی اور سرکار کا کرم	448
	سرکار اعظم میں حاضری	449
	علمائے کرام کا ہجوم	450
	علمائے کرام کی طرف سے طلب سند و اجازت	450
	مسجد قبا و مزار حضرت حمزہ کی زیارت	452
	مدینہ طیبہ سے وداع و رخصت	453
	جبل پور کا پہلا سفر	455
	جبل پور کا دوسرا سفر	456
	قدرتی مناظر کی دید	464
	دعوتوں کا سلسلہ	469
	جبل پور والوں کی عید	472
	گنج مراد آباد کا سفر	476
28	**حواشی**	479

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وبارک وسلم الیٰ یوم الدین
میرے مالک ومولیٰ! تو نے فرمایا اور سچ فرمایا: وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو احصا نہیں کر سکتے۔ خداوندا! تیری حمد وثنا وشکر ونعمت کس زبان سے ادا کی جائے کہ تیرے صفات وکمالات اور احسانات وانعامات غیر متناہی وغیر محدود۔ اور روز آفرینش سے مرتے دم تک تیری تعریف، توصیف وشکر یہ انعامات میں اگر تمام وقت ایک ایک آن صرف کیا جائے جو ایک فرض محض وتقدیر بحت ہے پھر بھی مقصور ومحدود۔ ولقد صدق من قال ؎

من بے تو دے قرار نتوانم کرد ✠ احسان ترا شمار نتوانم کرد

گر برتن من زبان شود ہر موئے ✠ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

تو نے اشرف المخلوقات اکرم الموجودات بنی آدم میں خلق فرمایا، جس کے سر پر تاج **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ** کا رکھا۔
پھر اس سے مزید یہ کہ حضرت سید ابراہیم (۱) بن سید ابوبکر غزنوی

---

(۱) آپ ۱۳ ذی الحجہ ۷۵۳ھ قلعہ رہتاس کی جنگ میں شہید ہوئے، اور نعش مبارک وہاں سے قصبہ بہار شریف لائی گئی، اور آبادی شہر سے ایک میل پچھم پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالی شان گنبد بنا ہوا ہے، جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قطب ربانی، غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچتا ہے۔ اشعار کہ دروازۂ جنوبی گنبد مزار شریف پر کندہ ہیں، حسب ذیل ہیں ؎

دریں گنبد کہ ہست از روئے معنی ✠ بقدر راز گنبد افلاک برتر

نخفت است شیر مردے کز نہیبش ✠ نخفتے شیر اندر بطن شہر

مدار الملک ابراہیم بوبکر ✠ کہ تیغ از بحر حق میزد چوں حیدر

(باقی صفحہ آئندہ پر)

ملقب بلقب مدار الملک مخاطب بہ خطاب ملک بیا غازی عرف ملک بیو بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی.......................

....

....

....

....

....

(گزشتہ صفحہ کے حاشیہ کا بقیہ)

چنیں لشکرکش وکشور کشائے	❖	نخیز د دوم اندر ہفت کشور
کنوں چوں بر درت افتاد یارب	❖	زراہ لطف بکشائے بر و در
بمشک رحمت وکافور رافت	❖	کنی دیوار خاکش را معطر(۱)

دوسرا کتبہ جو صدر دروازہ مشرق پر کندہ تھا یہ ہے

بعہد دولت شاہ جہاں گیر	❖	کہ بادا در بہار ملک نوروز
شہنشاہ جہاں فیروز سلطاں	❖	کہ بر شاہان گیتی گشت فیروز
ملک سیرت ملک بیو براہم	❖	کہ بُد در دین ابرا ہیم تن سوز
بماہ ذی الحجہ یک شنبہ از دہر	❖	بُدے چوں بیزدہ زمہ دریں مہ
زہجرت ہفت صد پنج ست تاریخ	❖	مسافر شد ملک در جنت امروز
خداوندا بفضل خویش بروے	❖	کنی آساں حساب آخریں روز

اندرون گنبد آپ کے صاحبزادوں کے بھی مزارات ہیں۔

(۱) اس مصرعہ میں حضرت ملک بیو قدس سرہ کی ایک کرامت کی طرف اشارہ ہے۔ روضہ کے باہر اگر آپ شمالی مشرقی کونے کی دیوار کو سونگھیں، تو ایک خوش گوار خوشبو محسوس ہوگی۔ ۱۲ منہ

اولاد(۱) امجاد سے کیا۔

ان نعمتوں سے بڑھ کر تیرا احسان یہ ہے کہ دولت ایمان واسلام سے سرفراز فرمایا، اس لئے کہ دولت اسلام سے محروم فقط صورت کا انسان ہے۔ مرزا غالب نے خوب کہا:

ع آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

گر بصورت آدمی انساں بدے ❁ احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

آدمی بہت ہیں مگر انسان وہی ہے جسے معرفت پروردگار ہو، رسول اللہ کا مطیع وفرماں بردار ہو۔ ﷺ۔

پھر مزید برآں فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت سے کیا۔ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ ناجی کون جماعت ہوگی؟ ارشاد ہوا: ما انا علیہ واصحابی

---

(۱) نسب نامہ: فقیر قادری غفرلہ کا حسب ذیل ہے۔ ملک محمد ظفر الدین قادری بن ملک خشی محمد عبد الرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن ملک غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک حمید بن ملک رزاق بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام نبی بن ملک محمد معصوم بن ملک محمد سعید الدین عرف ملک سدن بن ملک احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسماعیل بن ملک اللہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک گدن بن ملک خطاب الملک (کہ مزارش اندرون گنبد است) بن ملک علاء الملک (کہ مزارش ہم اندرون گنبد است) ابن ملک داؤد پسر اکبر (کہ مزارش ہم اندرون گنبد است) بن حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی عرف ملک بیو شہید بن حضرت سید ابوبکر (کہ مسکن ومزار شان مقام بت نگر است واز غزنی بفاصلہ سہ فرسنگ بجانب شرق واقع است) ابن سید ابو القاسم عبد اللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبد السلام بن سید عبد الوہاب بن غوث الثقلین وغیث الکونین حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر حسنی حسینی جیلانی قدست اسرارھم ونفعنا اللہ ببرکاتہم۔ ۱۲ منہ

جو میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر رہے گی، یعنی اہل سنت و جماعت۔

پھر ان تمام نعمت ہائے الٰہیہ پر مستزاد کہ بعض وجوہ سے میرے لئے بہت اعلیٰ و بہتر کہ اس دور انگریزی میں کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے، حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی، باوجودیکہ بعض خاص اعزہ واحباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے، اپنے بچہ کو انگریزی تعلیم دلوایئے۔ مگر انھوں نے پرواہ نہ کی، اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔ انھیں کی نیک نیتی وخلوص قلبی کا اثر ہے کہ زمانہ طالب علمی سے دینی خدمات، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتبلیغ، افتا ومناظرہ کا شوق وذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور برابر انھیں دینی خدمتوں میں انہماک وشغف کے ساتھ منہمک رہا۔

اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت وتلمذ وارشاد وخلافت کے شرف سے مشرف فرمایا، جو شریعت مطہرہ وطریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع، جنھوں نے بلاخوف لومۃ لائم، مسائل شرعیہ واحکام فقہیہ کی تعلیم وتبلیغ فرمائی؛ اور عمر بھر تالیف وتصنیف، افتا وتدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت ورہنمائی فرمائی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزا۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالمتاب کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں سترہ سال ہو گئے۔ مگر سوائے اس مختصر منظوم 'ذکر رضا' [۱۹۲۱ء] حامی دین وملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھ پوری کے، کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔ پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے، اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ جب ان کو میرے حیات اعلیٰ حضرت [۱۹۳۸ء] لکھنے کی خبر ہوئی، تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا، سب مجھے عنایت فرما دیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اور باعتبار ختم تالیف مظہر المناقب [۱۳۶۹ھ] تاریخی نام تجویز ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین ہ

ہر کہ خواند طمع دعا دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

حیات اعلیٰ حضرت

خاندانی حالات

حضور (اعلیٰ حضرت) کے آباواجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے۔شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔لاہور کا شیش محل انھیں کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید اللہ خاں شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے،اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا۔

ان کے صاحبزادے سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کے لیے فرمان شاہی آیا،لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے۔ان کے تین صاحبزادے تھے۔(۱): اعظم خاں (۲): معظم خاں (۳): مکرم خاں، جو بڑے بڑے مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے،جو ایک ہزار ماہوار سے کم نہ تھا۔

اعظم خاں : صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے،اور متبتل الی اللہ ہوکر زہد خالص و ترک دنیا اختیار فرمایا۔شاہزادہ کا تکیہ جو محلہ معماران بریلی میں ہے،آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔انہوں نے وہیں قیام فرمالیا تھا،اور وہیں ان کا مزار ہے۔

ان کے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب ہر پنجشنبہ کو سلام کے لیے حاضر ہوتے اور گراں قدر رقم پیش کش حاضر کیا کرتے۔ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت شاہ محمد اعظم خاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس موسم سرما میں ایک دھونی کے دھرے کے پاس تشریف فرما ہیں، اور اس کڑاکے کے جاڑے میں جسم پر کوئی سرمائی پوشاک بھی نہیں۔ حافظ کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیش بہا دوشالہ اتار کر اپنے والد ماجد صاحب کو اوڑھا دیا۔ حضرت موصوف نے نہایت ہی استغنا سے اتار کر آگ کے دھرے میں رکھ دیا۔ حافظ صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا: کاش! اسے اور کسی کو عطا فرما دیا جاتا۔ حافظ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ آنا تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے اس آگ کے بھڑکتے دھرے میں سے دوشالہ کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا: ''کاظم! فقیر کے یہاں دھکڑ پکڑ کا معاملہ نہیں، لے اپنا دوشالہ'' دیکھا تو اس دوشالا میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا، ویسا ہی صاف وشفاف برآمد ہوا۔

یہ کرامت اس معجزۂ نبوی ﷺ کا مظہر و نمونہ تھی کہ جس دسترخوان پر حضرت انس ؓ کے یہاں حضور اقدس ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس، دہن مبارک اس سے مس فرمایا تھا۔ حضرت انس ؓ نے ایک دعوت میں جبکہ وہ دسترخوان کثرت استعمال سے میلا ہو گیا تھا، اُسے دہکتے تنور میں ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب اسے نکالا تو صاف وشفاف تھا، کہیں چرک اور میل کا نام ونشان بھی نہ تھا(۱) یہ کرامت اُسی معجزہ کی مظہر تھی۔ (نسخہ قدیم: ص ۲،۳)

حضرت کاظم علی خاں : حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے، اور یہ عہدہ آج کل کی کلکٹری کے قائم مقام تھا۔ دو سو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہتی تھیں۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے (مغل)

شاہی دربار سے دوامی لاخراجی معافی عطا ہوئے تھے۔ وہ اس جدوجہد میں دیے گئے تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، اُن کا تصفیہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔

حضرت مولانا رضا علی خاں : حضرت حافظ صاحب کے صاحبزادہ حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کی مختصر حالت 'تذکرۂ علمائے ہند' مصنفہ رحمٰن علی خاں صاحب ممبر کونسل ریاست ریواں، مطبوعہ نول کشور پریس، لکھنؤ نومبر ۱۹۱۴ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ بار دوم میں درج ہے۔ چونکہ وہ کتاب فارسی زبان میں ہے اس لیے عام فہم و کثیر النفع ہونے کے خیال سے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

> مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں ابن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلی ملک روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑہیچ سے تھے۔ ان کے آبا و اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ رسال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشارٌ الیہ اماثل واقران و مشہور اطراف و زمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ و

تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پُرتاثیر تقریر فرماتے۔آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد و قناعت، علم و تواضع، تجرید و تفرید آپ کی خصوصیات سے تھے۔۲/جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔ بڑیچ ایک گروہ افغان کا ہے۔ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔(ق۴،۴)

کرامات

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات وکرامات میں بیان فرماتے تھے کہ:-

پہلا واقعہ : حضرت کا گزر ایک روز کوچہ سیتارام کی طرف سے ہوا۔ ہنود کے تیوہار ہولی کا زمانہ تھا۔ایک ہندونی بازاری طوائف نے اپنے بالاخانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ یہ کیفیت شارع عام پر ایک جوشیلے مسلمان نے دیکھتے ہی، بالاخانہ پر جاکر تشدد کرنا چاہا، مگر حضور نے اُسے روکا اور فرمایا۔ بھائی! کیوں اس پر تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اُسے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ قدموں پر آکر گر پڑی، اور معافی مانگی، اور اُسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔حضرت نے وہیں اُس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کردیا۔

دوسرا واقعہ : دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت کے اعزہ

میں ایک صاحب مسمّی بہ وارث علی خاں محلہ سوداگران میں رہتے تھے۔ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوکر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی۔اُن کے شباب کا زمانہ تھا، اور مزاج آزاد واقع ہوا تھا۔اسی لیے حضور نے فرمادیا تھا کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے۔اقرار کیا اور چلے گئے۔(مگر) اُسی روز اسی روپیہ کو لے کر ایک طوائف کے یہاں گئے، جب زینہ پر پہنچے، دیکھتے ہیں کہ حضرت کا عصا اور چھتری رکھی ہے۔اُلٹے پاؤں واپس ہوئے۔دوسرے بالا خانہ پر گئے۔ وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوئے۔تیسری جگہ گئے، یہی ماجرا دیکھا، بالآخر واپس ہوئے اور حاضر خدمت اقدس ہوکر صدق دل سے توبہ کی۔

تیسرا واقعہ : تیسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک برہمن ایک مسلمان لڑکے پر فریفتہ ہوگیا تھا۔ایک روز وہ لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور حضرت کی پناہ لی۔اُس برہمن نے تلوار سے حملہ کیا جس سے کچھ خراش حضرت کے آگئی۔اُس زمانے میں دو پہلوان متصل مکان حکیم عبدالصمد صاحب رہتے تھے۔اُن دونوں اور ایک راہ گیر مسلمان نے مل کر اُس برہمن کو خوب زدوکوب کی۔آپ نے فرمایا: کیوں مارتے ہو؟ اللہ اسے سزا دے گا۔چنانچہ دیکھا گیا کہ سڑکوں کی نالیوں کا پانی منہ لگا کر پیتا تھا۔جب تک زندہ رہا، یوں ہی خراب خستہ مارا مارا پھرا کیا۔

چوتھا واقعہ : فقیر قادری جامع حالات رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ فتنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا، اور انھوں نے شدید مظالم کیے، تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں وغیرہ چلے گئے۔لیکن حضرت مولانا رضا علی خاں

گنتی

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا ۱۰رشوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴رجون ۱۸۵۶ء کو اتر پردیش کے شہر بریلی میں ایک دینی وعلمی گھرانے کے اندر پیدا ہوئے۔

- بسم اللہ خوانی ہی کے دن الف، با، تا، ثا پڑھتے ہوئے **لا** پر اعتراضات کئے۔
- چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرلیا۔
- چھ سال کی عمر میں ایک نووارد عرب سے دیر تک فصیح عربی میں گفتگو کی۔
- آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی ھدایۃ النحو نامی درسی کتاب پڑھنے کے دوران ہی عربی زبان میں اس کی شرح لکھی۔
- دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت معرکۃ الآرا ادق واہم کتاب مسلم الثبوت مصنفہ حضرت محب اللہ بہاری کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔
- تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کر کے باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا، اور منصب افتا کی ذمہ داری سنبھال لی ــــــ پھر خداداد ذہانت اور زورمطالعہ سے بتدریج مختلف شرقی وغربی علوم کو خود ہی حل فرما کر داد تحقیق دی۔
- بائیس سال کی عمر میں بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے اور پیر ومرشد نے فخر یہ ارشاد فرمایا:۔

صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ، اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے، اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ اُدھر سے گوروں (انگریزوں) کا گزر ہوا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں۔ مسجد میں گھسے، ادھر اُدھر گھوم آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔

یہ کرامت حضرت کی اس معجزہ صادقہ نبویہ ﷺ کی تصدیق ہے کہ شب ہجرت کفار کے مجمع میں سے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور اُن کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو اُنہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۲۲ سورۂ یٰس رکوع ۱) حضور باہر تشریف لے آئے اور وہ لوگ کھڑے دیکھا کیے، مگر حضور اقدس ﷺ کسی کو نظر نہ آئے۔

علامہ محمد حسن صاحب علمی جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ شہر تو شہر، دیہات تک مساجد میں وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ حضرت ہی کے شاگرد و مرید تھے، اور یہ خطبہ ان کی نظر انور سے گزرا ہوا ہے۔ اور آج تک جو خطبہ علمی چھپتا ہے اس کے اخیر میں مصنف کی یہ عبارت ضرور ہوتی ہے۔

اس مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری عز اسمہ سے
یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ انّکَ عَلٰی

خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥ کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیان اور فیضان توفیق واحسان کے عزت بخشے۔اور ہمارے مرشد ومولیٰ، عالم علم ربانی، مقبول بارگاہ سبحانی، مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشف استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر امتنان، مولانا ومخدومنا، لوذعی زمان، مولوی رضا علی خان کو بیچ دونوں جہان کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے۔آمین یارب العلمین (ق ۶،۴)

مولانا نقی علی خاں : حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے صاحبزادہ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی آل رسولی ہیں۔جن کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ **جواھر البیان فی اسرار الارکان** مطبوعہ مطبع حسنی محلہ سوداگران میں مُحرّرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز حسب ذیل ہیں:۔

وہ جناب، فضائل مآب، تاج العلماء، رأس الفضلا، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وفی اعلیٰ غرف الجنان بوّاہ سلخ جمادی الاخرہ یا غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم، حبر معظم، فضائل پناہ، عارف باللہ، صاحب کمالات باہرہ وکرامات ظاہرہ، حضرت مولانا مولوی رضا علی

خاں صاحب روح اللہ روحہ و نور ضریحہ سے اکتساب علوم فرمایا۔ بحمد اللہ! منصب شریف علم کا پایہ ذروہ علیا کو پہنچا۔

ع راست می گویم ویزداں نہ پسندد جز راست

جودتِ انظار وجدت افکار، فہم صائب ورائے ثاقب، حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی، ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا، وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد، دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علوِ ہمت، کرم ومروت، صدقات خفیہ، میراث جلیہ، بلندی اقبال، دبدبہ وجلال، موالات فقرا، امر دینی میں عدم مبالات بہ اغنیا، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت، وغیر ذالک فضائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے، جس نے اُس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔

ع ایں نہ بحریست کہ در کوزہ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس ذات گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ و التحیۃ کی غلامی و خدمت، اور حضور اقدس ﷺ کے اعدا پر غلظت وشدت کے لیئے بنایا تھا۔ بحمد اللہ! اُن کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا۔ کوئی اتنا نہ رہا کہ سر

اُٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسمّیٰ بنام تاریخی 'اصلاح ذات بین' طبع کرایا، اور سوائے مہر سکوت یا عار فرار، وغوغائے جہال، و عجز و اضطرار کے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنۂ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا، اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اُس کے اِطفا پر عرق ریز و گردیدہ، اُس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ! سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے۔ خود اُس کے نام سے جلتے ہیں۔ مصطفیٰ ﷺ کی خدمت، روز ازل سے اُس جناب کے لیے ودیعت تھی، جس کی قدرے تفصیل رسالہ **تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال** میں مطبوع ہوئی۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

تصانیف

تصانیف شریفہ اُس جناب کی سب علوم دین میں، نافع مسلمین، دافع مفسدین، والحمد للّٰه رب العٰلمين۔ ازاں جملہ **الكلام الاوضح فى تفسير شرح الم نشرح** کہ مجلد کبیر ہے، علوم کثیرہ پر مشتمل۔ **وسيلة النجاة** جس کا موضوع ذکر حالات سید کائنات ہے ﷺ مجلد وسیط۔ **سرور القلوب فى ذكر المحبوب** کہ مطبع نول کشور میں چھپی۔ اور یہ کتاب مستطاب **جواهر البيان فى اسرار الاركان** جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق

رکھتی ہے۔

ع ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

فقیر غفر اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمّٰی بہ **زواهر الجنان من جواهر البيان** ملقب بنام تاریخی **سلطنة المصطفیٰ فی ملكوت كل الوریٰ** تالیف کیا۔ **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** جس میں وہ قواعد ایضاح و ثابت فرمائے، جن کے بعد نہیں، مگر سنت کو قوت اور بدعت نجدیہ کو موت و حسرت۔ **هداية البرية الى الشريعة الاحمديه** کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع صبح صادق سیتاپور میں مطبوع ہوئیں۔ **اذاقة الآثام لمانعی عمل المولد والقيام** انشاء اللہ العزیز عنقریب شائع ہوگی۔ **فضل العلم و العلماء** ایک مختصر سا رسالہ کہ بریلی میں طبع ہوا۔ **ازالة الاوهام** ردنجدیہ **تزكية الايقان** ردتقویت الایمان کہ یہ عشرۂ کاملہ زمانۂ حضرت مصنف قدس سرہ میں تبییض پا چکا۔ **الكواكب الزهراء فی فضائل العلم و آداب العلماء** جس کی تخریج احادیث میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ **النجوم الثواقب فی تخريج احاديث الكواكب** لکھا۔ **الرواية الرويه فی الاخلاق النبويه** ـــــ **النقاوة النقوية فی الخصائص النبويه** ـــــ **لمعة النبراس فی آداب الاكل واللباس**

—— التمکن فی تحقیق مسائل التزین —— احسن الوعا فی آداب الدعاء —— خیر المخاطبة فی المحاسبة والمراقبه —— هدایه المشتاق الیٰ سرالانفس والآفاق —— ارشاد الاحباب الیٰ آداب الاحتساب —— اجمل الفکر فی مباحث الذکر —— عین المشاهده لحسن المجاهده —— تشرق الاوّاه الیٰ طریق محبة اللّٰه —— نهایة السعاده فی تحقیقٰ الهمة و الارادة —— اقوی الذریعه الیٰ تحقیق الطریقة والشریعة —— ترویح الارواح فی تفسیر سورة الانشراح ان پندرہ رسائل مابین وجیز و وسیط کے مسودات، موجود ہیں۔جن کے تبییض کی فرصت حضرت قدس سرہ نے نہ پائی۔فقیر غفراللہ لہ کا قصد ہے کہ انھیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرادے۔ انشاء اللہ تعالیٰ:

ع کہ حلوا بہ تنہا نہ بایست خورد

ان کے سوا اور تصانیف شریفہ کے مسودے، بستوں میں ملتے ہیں، مگر منتشر، جن کے اجزاء اول یا آخر یا وسط سے کم ہیں۔ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔غرض عمر اس جناب کی ترویج دین، وحمایت مسلمین، ونکایت اعدا، وحمایت مصطفیٰ ﷺ میں گزری۔جزاہ اللہ عن

الاسلام و المسلمین خیر الجزاء! آمین۔(ق ۸،۶)

بیعت وخلافت: پنجم جمادی الاخرہ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، سید الواصلین، سند الکاملین، قطب اوانہ، امام زمانہ، حضور پرنور(۱)، سیدنا ومرشدنا، مولاناو ماوانا، ذخرنی لیوی وغدی، حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا وافاض علینا من برکاتہ و نعمانہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت واجازت جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی ۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا۔ والحمدللہ رب العلمین۔

(ق،۸)

حج وزیارت: ۲۶رشوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت وقوت ضعف، خود حضور اقدس ﷺ کے خاص طور پر بلانے کے سبب کہ **من رأنی فی المنام فقد رأنی** رواہ الامام احمد والبخاری والترمذی عن انس ﷺ عزم زیارت وحج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب وخدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے، آئندہ سال پر ملتوی فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: 'مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے' دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی۔ بلکہ وہ مرض خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک

آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ **من رانی فقد رای الحق** رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ حد منع پر نہ رہا۔ وہاں حضرت اجل العلماء، اکمل الفضلا حضرت سیدنا احمد زین دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔ (ق ۹،۸)

وصال: سلخ ذیقعدہ روز پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ ہجریہ قدسیہ کو اکیاون برس پانچ مہینہ کی عمر میں بعارضۂ اسہال دموی، شہادت پاکر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی، اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی، فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا، اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہوکر غائب ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ 'اللہ' تھا وبس۔ اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بسم اللہ الرحمن

الرحیم تھی کہ انتقال سے دوروز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

بعدہٗ فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رویا (خواب) میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ او لفظا ھٰذا معناہ۔ فرمایا: ''آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے'' رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

ذهب الذين يعاش في اكنافهم

وبقيت في الناس كجلد الاجرب

ليهن دعاء الناس وليضرح الجهل

فبعدك لا يرجوالبقاء من له عقل

اللّٰهم ارحمهما و ارض عنهما و اكرم نزلهما وا فض علينا من بركاتهما آمين برحمتك يا ارحم الراحمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا ومولٰينا محمد وآله واصحٰبه اجمعين.. آمين!

فقیر غفرلہ نے چند سجع اس جناب کی تواریخ ولادت باسعادت، و وصال خیر مآل، ملہم غیب سے پائے، جن میں التزام ہے کہ باوجود انتظام سلسلۂ عبارت، ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو، جو کسی طرف سے تعلق عطف بھی نہ رکھتا ہو، جس کے سبب جو مادّہ چاہیے، تنہا محل تاریخ میں سنایئے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا بعض مادّے یہاں

قرطاس پر جلوہ فزا۔

تواریخ ولادت : جاء ولی نقی الثیاب علی الشان ۔ ــــ فیہ اشارۃ الی اسمہ قدس سرہ والثیاب الاعمال قال تعالیٰ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ رضی الاحوال بہی المکان ــــ ہواجل محققی الافاضل ــــ شہاب المدققین الاماثل ــــ قمر فی برج الشرف ــــ بری من الخسوف والکلف ــــ افضل سباق العلماء ــــ اقدم حذاق الکرماء ــــ!

تواریخ وفات : کان نہایۃ جمع العظماء ــــ خاتم اجلۃ الفقہا ــــ امین اللّٰہ فی الارض ابدا ــــ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم العالم امین اللّٰہ فی الارض اخرجہ الامام ابو عمر فی کتاب العلم ــــ ان موتۃ العالم موتۃ العالم ــــ وفات عالم الاسلام ثلمۃ فی جمع الانام ــــ وفی الخبر موت العالم ثلمۃ فی الاسلام لاتنسد الیٰ یوم القیمۃ او کما ورد واللّٰہ تعالیٰ اعلم ــــ خلل فی باب العباد لاینسد الیٰ یوم القیام ــــ یا غفور ــــ کمل لہ ثوابک یوم النشور ــــ لمنحۃ جنۃ اعدت للملتقین ــــ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ واہلہ اجمعین ــــ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی السنی الحنفی

قیامت کے روز خدا نے پوچھا کہ آل رسول! دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو
میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔

اب تدریس، افتا اور تالیف و تصنیف کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مسلمانوں میں پھیلے ہوئے غلط رسم و رواج کو مٹانے کے درپے ہوئے، بدعات و خرافات کے خلاف محاذ قائم کیا اور دوسرے مذاہب کی تردید کے ساتھ ساتھ خود اسلام کے نام پر غیر اسلامی نظریات پھیلانے والے مختلف فرقوں کے رد و ابطال میں پوری تن دہی کے ساتھ مصروف ہو گئے۔

○ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے جانشین جناب حضور شاہ امین احمد فردوسی، زیب سجادہ 'خانقاہ معظم بہار شریف' کی صدارت میں منعقدہ پٹنہ کے تاریخ ساز اجلاس کے اندر غیر منقسم ہندوستان (موجودہ ہندو پاک اور بنگلہ دیش) کے سیکڑوں عمائد علماء، مشائخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی موجودگی میں مجدد مائۃ حاضرہ (موجودہ صدی کا مجدد) کے خطاب سے سرفراز ہوئے ——— اور آپ کی جملہ تصانیف جو اس وقت دو سو کے قریب تھیں، ان کا نصف حصہ یعنی تقریباً ایک سو کتابوں کا پہلا ایڈیشن یہیں مطبع تحفۂ حنفیہ سے شائع ہوا۔

○ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے ممالک کے علماء و مشائخ نے بھی آپ کی مجددیت کا برملا اعتراف کیا، اور آپ کو امام الائمہ کے لقب سے یاد کیا۔

○ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو آپ نے قرآن کریم کا اردو زبان میں صحیح ترین ترجمہ کنز الایمان ——— پھر بارہ جلدوں میں فقہ اسلامی کا عظیم

القادری البرکاتی البریلوی غفر اللّٰہ لہ و حقق املہ. (ق ۱۰۰۹)

حالات: 'تذکرۂ علمائے ہند' فارسی مطبوعہ مطبع نولکشور میں اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد صاحب قدست اسرارہما کے مختصر حالات درج ہیں۔ عام فہم ہونے کے لیے اس جگہ اس کا اردو ترجمہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیلکھنڈ غرہ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی، اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ ذہن ثاقب و رائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو عقل معاش و معاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا۔ علاوہ شجاعت جبلی کے حضرت صفت سخاوت، تواضع، استغنا سے موصوف تھے۔ اپنی تمام قیمتی عمر اشاعت سنت و ازالۂ بدعت میں صرف فرمائی۔ پھر مسئلہ امتناع نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی **اصلاح ذات البین** ۲۶ رشعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا، اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم ﷺ میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا رد فرمایا۔ جس کا مفصل بیان رسالہ مبارک **تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال** میں طبع ہو کر شائع ہو چکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرہ مطہرہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، اور جملہ سلاسل جدیدہ و قدیمہ،

وسند حدیث شریف اور خلافت سے معزز وممتاز ہوکر ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے ،اور حضرت سیدی زین دحلان ودیگر علمائے حرمین شریفین سے اجازت وسند حدیث حاصل فرمائی ۔ سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، اور حیات شیریں، جاں آفریں کے سپرد فرمائی۔ اور روضۂ رضوان میں آرام و اطمینان وسکون حاصل فرمایا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس کے بعد ان پچیس تصنیفات کا ذکر ہے، جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لیے دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔(ق ۱۰،۱۱)

شجرۂ آباء واجداد : عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن الالقاب شاہ سعید اللہ خاں صاحب قندھاری بزمانۂ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضعات، جو زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے، یہ مواضعات ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا، جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔ اُن کے ایک صاحبزادہ تھے، جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر دولت تھے۔ جن کو سلطان سے کچھ مواضعات ضلع بدایوں کے معافی میں ملے تھے۔ وہ اب تک انہیں کی نسل میں موجود ہیں۔ ان کا نام سعادت یار خاں تھا۔ اُن کی نرینہ اولاد تین تھی۔ بڑے شاہزادہ والا تبار محمد اعظم خاں صاحب ہیں، اور یہی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں۔ یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد وریاضت میں مشغول ہوگئے تھے۔(ق ۱۴،۱۳)

سعادت یار خاں صاحب کے دو فرزند اور تھے۔ ایک شاہزادہ معتصم خاں صاحب۔ ان کی اولاد میں مولوی بخش اللہ خان صاحب وغیرہ ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ مکرم خاں صاحب۔ اُن کی اولاد نرینہ اب نہیں ہے۔ البتہ ان کی نسل (میں) ان کی نواسیوں کی اولاد ہے۔(ق ۱۴)

اعظم خاں صاحب نے دو عقد کئے۔ پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

حافظ کاظم علی خاں صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔ انھوں نے تین شادیاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے تین اولادیں۔ دو لڑکے (امام العلماء مولانا رضا علی خاں، رئیس الحکماء حکیم تقی علی خاں) اور ایک لڑکی (زینت عرف موتی بیگم)۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں (بدر النساء، صدر النساء، قمر النساء ہوئیں) اور تیسری بیوی جو حرم تھی اُس سے ایک لڑکا مسمیٰ بہ جعفر علی خاں (ہوا) جس کی نسل ختم ہوگئی۔(ق ۱۴)

حضرت امام العلما مولانا رضا علی خاں صاحب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے جد مکرم ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے دو عقد کئے۔ پہلی بیوی سے رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت، اور ایک صاحبزادی جو رئیس الحکماء کے بڑے فرزند مہدی علی خاں صاحب کو منسوب تھیں۔ اور دوسری جس کا

نام مستجاب بیگم تھا، وہاب علی خاں صاحب آنولوی سے بیاہی گئیں اور لاولد فوت ہوئیں۔ (ق ۱۴،۱۵)

رئیس الحکماحکیم محمد نقی علی خاں یہ امام العلما کے حقیقی بھائی تھے۔ بہت بڑے قوی ہیکل، بہادر اور فن طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے دہلی کے خاندان اطبا کے سرپرست حکیم محمد واصل خان صاحب کی صاحبزادی سے عقد کیا تھا۔ یہ مہاراجہ جے پور کے یہاں طبیب خاص تھے۔ ابتداء ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالے کے لڑکے حکیم محمد سلیم خاں صاحب کو، جو جے پور کے مشہور اطبا سے ہیں اور 'بہرے حکیم' کے نام سے مشہور خاص و عام ہیں، متبنٰی کیا تھا۔ ریاست جے پور سے تین لاکھ سالانہ منافع کی جائداد رئیس الحکما کو انعام میں ملی تھی۔ جو رئیس الحکما نے کمال فراخ دلی سے اپنے متبنٰی حکیم محمد سلیم خان صاحب کو دیدی تھی۔ حالانکہ اس وقت اپنی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ جائداد حکیم صاحب موصوف کے نواسوں کے پاس ہے، اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کو حکیم واصل خان صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے چار لڑکے ہوئے۔ مہدی علی خان صاحب، حکیم ہادی علی خان صاحب، فتح علی خان صاحب، فدا علی خان صاحب۔ ان میں بڑے صاحبزادے مہدی علی خان صاحب کا عقد رئیس الاتقیا کی ہمشیرۂ حقیقی سے ہوا۔ ان کی اولاد میں احمد حسن خان صاحب تھے۔ دوسرے فرزند حکیم ہادی علی خاں صاحب کا عقد ریاست ٹونک میں جناب عبدالعلیم خاں صاحب کی لڑکی سے ہوا اور چار اولادیں ہوئیں۔ ہدایت علی خاں، سردار ولی خاں، محبوب علی خاں

صدیق النسا بیگم، اور تیسرے فرزند فتح علی خان صاحب کی اولاد تین لڑکے، بابو حاجی فرحت علی خاں، امرادوں خاں، اصغر علی خاں اور چار لڑکیاں ہیں۔ اور چوتھے فرزند فدا علی خاں کی اولاد، فراست علی خاں، مصاحب بیگم، قادری بیگم، حیدری بیگم ایک اور لڑکی پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ (ق ۱۵،۱۶)

حافظ کاظم علی خاں کی صاحبزادی زینت، جن کو موتی بیگم کہتے تھے، ان کی شادی محمد حیات خاں سے ہوئی یہ یوسف زئی سے ہیں۔ (ق ۱۶)

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی شادی اسفندیار بیگ کی بڑی صاحبزادی (حسینی خانم) سے ہوئی، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔ (۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان (۲) مولانا حسن رضا خاں (۳) مولانا محمد رضا خاں (۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں (۵) احمدی بیگم زوجہ شاہ ایران خاں (۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں۔ (ق ۱۷)

ولادت باسعادت (اعلیٰ حضرت)
اور
بزرگوں کی پیشن گوئیاں

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا، جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے، اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے خواب بیان فرمایا۔ حضرت ممدوح نے فرمایا: "یہ مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا"۔ (ق،۲۲)

ولادت باسعادت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملتِ طاہرہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب کی آپ کے شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں، کہ پہلے وہی آپ کا آبائی مکان اور حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہ کا قیام تھا، ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت کو ہوئی۔ (ق،۱)

جناب علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت

پیدا ہوئے تو میرے والدان کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے۔ دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا، اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ (ق،۲۱)

(اعلیٰ حضرت کا) تاریخی نام المختار ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آیہ کریمہ سے استخراج فرمایا ہے۔

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الا یمَانَ وَ اَیَّدَ ھُمْ بِرُوحٍ مِّنْہُ ؕ حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا، جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ولنعم من قال ؎

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (ق،۱)

ملفوظات حصہ سوم میں ہے: ’ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا اس پر ارشاد فرمایا:-

بحمد اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیہ کریمہ میں ہے:

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الا یمَانَ وَ اَیَّدَ ھُمْ بِرُوحٍ مِّنْہُ ؕ جس کا ترجمہ یہ ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ اور اس کا صدر ہے:

لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ؕ

(مجادلہ ۲۲/۵۸) نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگر چہ وہ اُن کے باپ یا اُن کی اولاد یا اُن کے بھائی یا اُن کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

اسی کے متصل فرمایا: اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الایمان ○

بحمد اللہ تعالیٰ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الایمَانَ ○ بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ ﷺ ــــ اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ پورا فرمائے:

وَیُدۡخِلُہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (ترجمہ رضویہ مسمّٰی بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ۵۸ رکوع ۳)

• پھر فرمایا: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد ﷺ کی۔ قرآن

عظیم میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اُس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے: وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۰) اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ باپ اُن کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں، تو یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔

بچپن کے حالات

مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا۔اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ،ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں اُن سے گفتگو کی۔اُس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔(ق،۲۲)

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی عمر شریف تقریباً ۵/۶ سال ہوگی ،اس وقت صرف ایک بڑا کرتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے کہ سامنے سے چند طوائف زنان بازاری گزریں۔آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرہ مبارک کو چھپالیا۔یہ کیفیت دیکھ کر ان میں کی ایک طوائف بول اٹھی: 'واہ صاحب! منہ تو چھپالیا اور ستر کھول دیا'۔آپ نے برجستہ اس کو جواب دیا:'جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے'۔ ــــــ یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہوگئی۔(۲)(ق،۲۳)

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ محلہ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا۔پھر فرمایا:

انسائیکلوپیڈیا، فتاویٰ رضویہ عالم اسلام کو عطا فرمایا۔

پھر احیائے علوم اور تجدید دین کے ان داخلی امور کی انجام دہی کے ساتھ خارجی امور کی طرف بھی عنان توجہ منعطف کی۔فلسفیوں کے ہذیانات واضح کیے ـــــ سائنس کی قدآور شخصیتوں نیوٹن، کاپرنیکس، کیپلر اور آئن سٹائن کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے بعض غلط نظریات کا انھیں کے اصولوں کی روشنی میں رد فرمایا ـــــ امریکہ کے مشہور منجم پروفیسر ایف پورٹا کی غلط پیشین گوئی کی دھجیاں اڑائیں ـــــ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ماہر ریاضیات پروفیسر ضیاء الدین کے لاینحل سوالوں کو حل فرمایا، جس کے اعتراف میں ان کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ نوبل انعام کی مستحق تو در حقیقت یہ ہستی ہے جو نام ونمود سے دور، کنج خمولی کے اندر بوریائے بے ریائی پہ بیٹھی خوش ہے:

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم وکنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من وچند کتابے ودوات وقلمے

اور اسی کنج خمولی سے انگریز اور ان کی غاصبانہ حکومت کی مخالفت کی ـــــ غیر شرعی تحریک خلافت کا رد کیا ـــــ اور ہندوستان سے مسلمانوں کی عام ہجرت پر بند باندھا۔

اس طرح قمری مہینے کے اعتبار سے ۶۷ سال کچھ ماہ کی عمر پاکر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔تو ملی وقومی اثاثے میں ستھرا دین، پاکیزہ معاشرہ، پچاس سے زائد

تم رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: 'میں اُن کا پوتا ہوں' فرمایا: 'جبھی' اور تشریف لے گئے۔ (ق،۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا، جیتے رہو۔ اس پر حضور نے عرض کیا: یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے، اور بہت دعائیں دیں۔ (ق،۲۲)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں۔ ایک روز کسی نے دروازہ پر آواز دی۔ اعلیٰ حضرت (کہ اُن کی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: آؤ! آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔ (ق،۲۲)

ملفوظات حصہ اول میں ہے:-

> اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جا رہا تھا۔ میری عمر اس وقت جیلانی (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی برخوردار ابراہیم رضا خان سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش، نہایت شکیل، وجیہ تشریف لائے، اور مجھ سے فرمایا: سنتا ہے بچے آج کل عبدالعزیز ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی

رشاد آفندی) اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت تک ان بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔ (ق،۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت حاجی منتھن خاں صاحب جن کا اسم گرامی حاجی محمد شاہ خاں صاحب تھا محلّہ سوداگران میں جاروب کشی فرما رہے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کو یہ پہلا اتفاق دیکھنے کا ہوا، برادرم قناعت علی صاحب کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک بزرگ ہستی جو نہ صرف ایک معمر، دین دار، اہل علم ہیں، بلکہ معقول زمینداری بھی رکھتے ہیں، وہ جاروب کشی کریں، اور میں کھڑا دیکھتا رہوں۔ اس لیے بڑھ کر اس خدمت کو خود انجام دینا چاہا۔ مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے، صاحبزادے! یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانۂ عالیہ کی جاروب کشی کروں (۳) میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا۔ تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے۔ انہیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔ (ق،۲۵)

(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا:-

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی اُن کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے، مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا اُن کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور

پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا، تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں اُن کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے، اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے، لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اُن سے خود ہی پوچھا، کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے: "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ۝" بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔ (ق، ۲۳)

تقریب روزہ کشائی : سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے

رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کے لیے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اُسے کھا لو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھا لو۔ میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی

دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمانِ مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔ (ق،۲۴)

تعلیم

بسم اللہ خوانی و سلسلۂ تعلیم : صحیح طور پر نہ معلوم ہو سکا کہ حضور کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی۔ مگر وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضور کے استاد محترم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الف، با، تا، ثا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ جب لام الف (لا) کی نوبت آئی، اُستاذ نے فرمایا: کہو، لام الف۔ حضور خاموش ہو گئے، اور نہیں کہا، اُستاد نے دوبارہ کہا: کہو میاں! لام الف۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں۔ لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا: بیٹا! اُستاذ کا کہا مانو، جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی، اور اپنے جد امجد کے چہرے کی طرف نظر کی۔ حضور نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے، اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا؟ ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا، اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا۔ مگر 'ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات' حضرت جد امجد نے

نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے، اس لیے ابھی سے اسرار ونکات کا ذکر اُن کے سامنے مناسب جانا اور فرمایا: بیٹا! تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقۃً وہ ہمزہ ہے، اور یہ درحقیقت الف ہے۔ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن۔ اس لیے ایک حرف یعنی لام، اول میں لاکر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ حضور نے فرمایا: تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا، اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال، سین، بھی اول لا سکتے تھے۔ حضرت جدامجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگالیا، اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً سیرۃً مناسبت خاص ہے۔ ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے۔ **لا**۔ یا ۔ لا اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے، یعنی یہ اُس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں گویا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کہنے کو حضور کے جدامجد نے اس لام الف کو مُرکّب لانے کی وجہ بیان فرمائی، مگر باتوں بات میں سب کچھ بتا دیا، اور اسرار وحقائق کے رموز واشارات کے دریافت وادراک کی صلاحیت وقابلیت اُسی وقت سے پیدا کردی، جس کا اثر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم ہیں، تو طریقت میں حضور پرنور (۴) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب اکرم ہیں

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔(ق،۳۱)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانۂ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیۂ کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔وہ زبر بتاتے تھے، اور آپ زیر پڑھتے تھے۔یہ کیفیت حضور کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلا لیا، اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اُس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی، زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا، اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا، یعنی جو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، وہی صحیح تھا۔حضور سے حضرت جد امجد ﷺ نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اُس طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب، اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا، اور دل سے دعا دی۔پھر اُن مولوی صاحب سے فرمایا: یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا، حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرمادی۔(ق،۳۴)

اعلیٰ حضرت خود فرماتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا، جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا

جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔(ق۳۲)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ جناب والدہ ماجدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی پڑھنے میں ضد نہیں کی۔خود سے برابر پڑھنے کو تشریف لے جایا کرتے، جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے کو جائیں، مگر والد صاحب کے منع فرمانے سے رک گئے، اور سمجھ لیا کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت کی وجہ نہیں پڑھنا چاہیے، باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں۔(ق۲۶)

نواب وحید احمد خاں صاحب رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت خلیق، بے لوث اور حد درجہ دین دار تھے، جامع مسجد بریلی میں محض لوجہ اللہ درس حدیث بعد نماز ظہر دیتے تھے، اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف، ورد و وظائف میں گزارتے تھے۔انھوں نے فقیر کو جامع مسجد میں نماز با جماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا۔چنانچہ بفضلہ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں نماز پنج گانہ ادا کرنے لگا۔یہ فقیر انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں پڑھتا تھا، تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی بابت استفسار کیا۔تو مولوی صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی، اور فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ

حال تھا کہ استاد سے کبھی ربع (چوتھائی) کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی۔ ایک ربع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ (ق،۳۵)

درسیات سے فراغت: جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے، تو تمام درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ سے تمام فرمائی اور تیرہ سال دس مہینہ کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغ پایا۔ زبر و بینات سے تعویذ تاریخ فراغت ہے۔ اور اس میں صاف بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کو دشمنوں کے شر سے پناہ میں رکھے گا۔ اور دوسرا مادہ تاریخ غفور ہے۔ اس میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور اور حضور کے وابستگان دامن کے لیے غفور ہے ؎

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں

ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (ق،۳۳)

اساتذہ: ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں، تو میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ (ق،۳۲)

اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ: جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پیر و مرشد برحق سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا، تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری

اپنے ابن الابن ولی عہد وسجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت وعلم تکسیر، علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔ (ق ۳۴)

الغرض! اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔ حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں۔

1. اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔
2. جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
3. جناب مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
4. حضرت سلالہ خاندان برکاتیہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس اللہ سرہ العزیز
5. اور والد ماجد۔

پیرومرشد قدست اسرارھم کو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا۔ مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل وکرم اور آپ کی محنت و خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم وفنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں۔ اور علوم ومعارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام ومعتقدین کا تو کہنا کیا! مخالفین مخالفتیں کرتے، اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے، مگر ساتھ ساتھ ٹیپ کا یہ بند ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا

احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا، نہ موافق کو ضرورت افزائش، نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ (ق،۳۵)

قدیم وجدید علوم وفنون پر مشتمل مختلف زبانوں میں ایک ہزار کے قریب تصنیفات ـــــ اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا جیسے اخلاف ـــــ عید الاسلام مولانا عبد السلام، صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، اشرف العلماء مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، عالم ربانی مولانا احمد اشرف کچھوچھوی، مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی، ضیاء الاسلام حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی، حضرت مولانا شیخ صالح مکی، حضرت مولانا احمد ابوالخیر مکی، حضرت مولانا عبد اللہ مکی، حضرت مولانا عبد الحی فاسی وغیرہم جیسے سو سے زائد تلامذہ وخلفا عجم وعرب میں چھوڑے۔

مگر حیرت ہوتی ہے کہ وصال کو چوتھائی صدی سے زائد گزر جانے پر بھی آپ کی سیرت وسوانح پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہو سکی۔ جس کا سبب میں اس کے سوا کیا عرض کروں کہ جس طرح مجددیت کے خطاب سے آپ پٹنہ ہی کی سرزمین پر سرفراز ہوئے تھے، اور پٹنہ ہی نے آپ کے مسلک ونظریات کی اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا، اسی طرح شاید خدا کو منظور تھا کہ آپ کی سیرت وسوانح بھی پٹنہ ہی کی سرزمین پر لکھی جائے۔

ورنہ کتنے ہی وہ لوگ، جن کا دین وملت چھوڑ، علم وفن کی خدمت میں بھی اعلیٰ حضرت کے بالمقابل کوئی خاص حصہ نہیں، انتقال کے بعد ان کی ضخیم ضخیم سوانح عمریاں شائع ہو گئیں؛ اور وہ حضرات ایک دم کیا سے کیا ہو گئے۔

بہرحال اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کی پہلی باقاعدہ سوانح حیات لکھنے کی سعادت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے حصہ میں آئی۔ اسے بھی قدرت

شادی واولاد

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی (ارشاد بیگم) صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے۔ان کے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سات اولادیں ہوئیں۔ دو شاہزادے (۱) حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب ملقب بلقب حجۃ الاسلام (۲) حضرت مولانا شاہ مفتی مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم۔ پانچ صاحبزادیاں، بڑی مصطفائی بیگم، ان کی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب حاجی شاہد علی خاں سے ہوئی۔ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی عزو بی بی، جو مولوی سردار علی خاں سے منسوب ہوئیں۔یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں فوت ہوگئیں۔دوسری صاحبزادی کنیز حسن ،جن کو منجھلی بیگم کہتے تھے،ان کی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوئی۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں، عتیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رفعت جہاں بیگم۔ تیسری صاحبزادی کنیز حسین ،جن کو سنجھلی بیگم کہتے تھے، جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں صاحب سے منسوب ہوئیں، ان کے تین لڑکے ہوئے (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس خاں، امام اہل سنت کے وصال سے اکیس دن بعد اُن کا انتقال ہوا۔ چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم ان کی شادی مولوی حسنین رضا خاں صاحب (ابن استاذ زمن مولانا حسن

رضا خاں) سے ہوئی، ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی شمیم بانو، جو جرجیس میاں کو منسوب ہوئیں۔ پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو، مجید اللہ خاں پسر خرد جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے رئیس میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو لڑکیاں مجتبائی بیگم، مقتدائی بیگم ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی۔ ان کے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں، مولوی حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں، اور چار لڑکیاں، ام کلثوم زوجہ ثانیہ حکیم حسین رضا خاں، کنیز صغریٰ بیگم زوجہ تقدس علی خاں، رابعہ بیگم عرف نوری زوجہ مشہود علی خاں سلمیٰ بیگم زوجہ مشاہد علی خاں۔

جیلانی میاں کا عقد مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔

نعمانی میاں کا نکاح جناب سید حسن صاحب محلہ ملوکپور کی صاحبزادی سے ہوا۔

جیلانی میاں کی پانچ (نرینہ) اولادیں ہیں، (۵) اور نعمانی میاں کی تین۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کی شادی چھوٹے چچا جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب کی اکلوتی صاحبزادی

سے ہوئی۔ اسی لیے مولانا محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا، اور شادی کے بعد ان کا رہنا سہنا سب چچا جان کے مکان پر رہا۔ اور اس وقت تک وہیں قیام فرما ہیں۔ ان کی سات صاحبزادیاں ہیں۔ ایک لڑکا ہوا تھا جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے کر راہی ملک بقا ہوا۔ جس کا نہ صرف والدین بلکہ پورے خاندان بلکہ جملہ متوسلین اور اہل قرابت کو صدمہ ہوا۔

سلسلہ اولاد اعلیٰ حضرت

(۱) مولانا حامد رضا خاں (۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳) مصطفائی بیگم (۴) کنیز حسن (۵) کنیز حسین (۶) کنیز حسنین (۷) مرتضائی بیگم

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں

(۱) ابراہیم رضا خاں (۲) حماد رضا خاں (۳) ام کلثوم (۴) کنیز صغریٰ (۵) رابعہ (۶) سلمٰی

مولانا ابراہیم رضا خاں

(۱) ریحان رضا خاں (۲) تنویر رضا خاں (۳) اختر رضا خاں (۴) قمر رضا خاں (۵) منان رضا خاں (۶) سرفراز بیگم (۷) سرتاج بیگم (۸) دلشاد بیگم۔

حماد رضا خاں

(۱) مسرت بی بی (۲) نصرت بی بی (۳) حمید رضا خاں

مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا خاں

(۱) صاحبزادہ مرحوم (۲) نگار فاطمہ (۳) انوار فاطمہ (۴) برکاتی بیگم (۵) رابعہ بیگم (۶) ہاجرہ بیگم (۷) شاکرہ بیگم۔

سلسلہ اولاد مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت

(۱) حکیم حسین رضا خاں (۲) مولوی حسنین رضا خاں (۳) فاروق رضا خاں

حکیم حسین رضا خاں

از زوجۂ اولیٰ (کنیز حسین) صاحبزادی اعلی حضرت

(۱) مرتضی رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

از زوجہ ثانیہ صاحبزادی حضرت حجۃ الاسلام

(۱) غوثیہ بیگم زوجہ خلیق میاں (۲) یونس رضا خاں

مرتضی رضا خاں

(۱) بلال رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳، ۴) صاحبزادیاں

مولوی حسنین رضا خاں

از زوجۂ اولی بنت اعلی حضرت

(۱) شمیم بانو زوجہ جرجیس میاں

از زوجۂ ثانیہ

(۱) تحسین رضا خاں (۲) سبطین رضا خاں (۳) حبیب رضا خاں (۴) صاحبزادی۔

مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں (برادر خرد) اعلیٰ حضرت

(۱) فاطمہ بیگم زوجہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم۔

مارھرہ شریف کی حاضری اور بیعت

بیعت جس غرض سے کی جاتی ہے اور اس کی جو شرعی حیثیت ہے اس کے بیان کی نہ یہاں ضرورت اور نہ ہی اس کی حاجت، وہ اپنی جگہ پر مدلل ہے، اور زمانہ حضور اقدس ﷺ سے الیٰ زماننا ھٰذا نیکوکاروں کا تعامل رہا ہے۔ بلاشبہ خلیفہ مجاز سے بیعت کرنے والے آیہ کریمہ: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ۱۱، سورہ توبہ) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (کنزالایمان) اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ؕ (پ۲۶، سورہ فتح) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (کنزالایمان) کی رو سے اپنی جان و مال کو اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیع کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بیعت میں ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے اور بمضمون لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ؕ (پ۲۶، سورہ فتح) اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ (کنزالایمان)۔ وہ لوگ رضائے الٰہی کی بشارت پائے ہوئے ہیں۔ اسی آیہ کریمہ کے بموجب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۲۹۵ھ میں بمعیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہو کر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی شرف بیعت سے

مشرف ہوئے۔

اللہ اکبر کیسی نظر کیمیا اثر پیر و مرشد کی تھی اور کس درجہ قلب صافی لے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسہ میں پیر و مرشد برحق نے تمام سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرما کر خلیفہ و مجاز بنا دیا، اور تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عامہ تامہ عطا فرمائی۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہری فرماتے ہیں کہ مولانا بدایونی (حضرت تاج الفحول علامہ عبدالقادر علیہ الرحمہ) کے ہمراہ مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجدید غسل اور کپڑے بدلنے کیلیے پہلے مارہرہ میں سرائے میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں یکہ سواری کا الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے نہا دھو کر کپڑے پہنے، اور سب خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے، اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ 'مدرسہ' جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے دروازے کے سامنے تھا، اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے، میں فروکش ہوئے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہما بھی ان دنوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر، حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر کے والد حضرت سید شاہ محمد صادق اور میاں صاحب (حضرت نوری

میاں) بھی ہمراہ گئے۔ حضرت خاتم الاکابر نے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا۔ اور اسی جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ سلاسل و اسناد و تبرکات خاندان عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد ان سب حضرات نے کچھ عرصہ تک فقیر کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور اسی دوران میں مولانا تاج الفحول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت سے بیعت ہو جانا، ان کے لیے بھی اچھا ہوا، اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔

تدریس

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس وافتا وتصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ابتدا میں تدریس کی طرف توجہ بہت زائد تھی۔بریلی شریف میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔اس لیے فقط اعلیٰ حضرت کی ذات مرجع طلبہ وعلما تھی۔جن کو علمی چشمہ سے فیضیاب ہونا ہوتا،وہ اعلیٰ حضرت کا قصد کرتے،اور کامیابی حاصل کرتے۔(ق ۲۱۱/)

الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس وتعلیم کا بڑے زوروشور کا گزرا ہے۔جس میں دوردور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے،اوراس چشمہ علم ونظر سے فیضیاب ہوتے۔چنانچہ اسی زمانہ کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف ننھن خاں صاحب بیان فرماتے تھے۔کہ ایک دن تین طالب علم نئے آئے،اوراعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں،اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے،وہاں سے گنگوہ گئے،اس کے بعد یہاں آئے ہیں۔میں نے کہا کہ یوں تو طلبہ کو تمہ خیرا کا مرض ہوتا ہے،یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے۔اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں،بلکہ دوچار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں۔مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے،جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے۔لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو،

اور اس وجہ سے یہاں کے مشتاق ہو کر تشریف لائے ہوں۔ بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔اختلاف مذہب و اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ قلم کا بادشاہ ہے،جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا، پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے۔یہی دیوبند میں سنا،اور یہی گنگوہ میں بھی۔تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہئے،جن کے مخالفین فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔والفضل ماشہدت به الاعداء (ق۲۱۱،۲۱۲)

مشاہیر تلامذہ: اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا،(۴۴) جو رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام معلوم کیا جائے،یا فارغ التحصیل طلبہ ہی کا نام رجسٹر فارغ التحصیل سے حاصل کیا جا سکے۔اس لیے حضور کے شاگردوں میں جو مشہور ہوئے،اور تصنیفات وغیرہ سے دینی خدمت کی۔ان میں بعض لوگوں کے اسمائے گرامی اس جگہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔اعلیٰ حضرت کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ فقہ سے توغل اور تصنیفات کی طرف توجہ اور وعظ و تقریر کا رنگ ضرور موجود ہے۔

- جناب مولانا مولوی نواب سلطان احمد خان صاحب محلّہ بہاری پور۔
- جناب مولانا مولوی سید امیر احمد صاحب محلّہ ذخیرہ بریلی۔
- جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت
- جناب مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خرد اعلیٰ حضرت۔
- جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب حجۃ الاسلام صاحبزادہ اکبر
- جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب محلّہ ملوک پور بریلی۔

- جناب مولانا مولوی حافظ سید عبد الکریم صاحب محلّہ ذخیرہ بریلی۔
- جناب مولوی منور حسین صاحب بریلوی۔
- جناب مولوی حاجی سید نور احمد صاحب چاٹگامی۔
- جناب مولوی واعظ الدین صاحب مصنف 'دفع زیغ زاغ'
- جناب مولوی سید عبد الرشید صاحب عظیم آبادی۔
- جناب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی۔
- جناب مولوی عبد الاحد صاحب سلطان الواعظین پیلی بھیتی (صاحب زادہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ)
- حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی۔
- حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم و فیوضہم

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ایک روز حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے ہوئے تھے، رخصت کے وقت انہوں نے عرض کی کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں، حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں ۔ارشاد ہوا: ضرور تشریف لائیں، یہاں فتویٰ لکھیں، اور مدرسہ میں درس دیں۔ ردوہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے ۔ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے، اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا ،اور اس کی تائیدات مع تنقیح

کا کرشمہ ہی کہیں گے کہ امام احمد رضا کا مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد کا سبب بھی ملک العلماء بہاری ہی بنے، اس کے اولین طالب علم بھی وہی اور ان کے دوست مولانا عبدالرشید بہاری رہے، جن کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھا کر امام احمد رضا نے منظر اسلام کا افتتاح کیا، اور فتاویٰ رضویہ جلد اول کا آغاز بھی ملک العلماء بہاری ہی کے استفتا سے ہوا۔ الغرض! ملک العلماء نے مظہر المناقب کے تاریخی لقب سے بنام حیات اعلیٰ حضرت چار جلدوں میں یہ پہلی باقاعدہ سوانح تصنیف فرمائی۔ جس کی پہلی جلد ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مبیضہ ہو کر شائع ہوئی، اور اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں کے لیے اولین ماخذ بنی۔ اسی کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے ہندوستان تک شائع ہوئے۔

۱۳۸۲ھ میں ملک العلما کا وصال ہوگیا تو باقی ماندہ تین جلدیں ان کے صاحبزادہ محترم مختار الدین آرزو کی وساطت سے امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو ملیں، اور ان کے پاس تقریباً بیس سال تک رہیں۔ لگ بھگ دس سال پہلے الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے بانی جناب سید ولی الدین صاحب رضوی مولانا موصوف سے تینوں جلدوں کے مسودے پٹنہ لے آئے اور مستقل کاتب رکھ کر مدرسین جامعہ کی نگرانی میں کتابت شروع کرادی۔ آدھی سے زیادہ کتابت ہو چکی تھی کہ جامعہ کے کسی معاملہ میں ولی الدین صاحب سے بعض مدرسین کو اختلاف ہوگیا، اور وہ حضرات ولی الدین دشمنی میں اصل کے ساتھ کتابت شدہ کاپیاں بھی مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو سپرد کر آئے، اور موصوف کو ولی الدین صاحب سے ناراض کر دیا۔

آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ وہی جملے اب تک کانوں میں پڑے ہوئے ہیں، اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ خودستائی جائز نہیں۔ مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ و السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا: اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ زمین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دیجئے بیشک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔ بفضل و رحمت الٰہی پھر بعون و عنایت رسالت پناہی ﷺ افتا اور رد وہابیہ کے دونوں کامل فن، دونوں نہایت عالی فن یہاں سے اچھا ان شاء اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پائیے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ میں تو ہر شخص کو بہ طیب خاطر سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انھیں کے جد امجد (یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا صدقہ و عطیہ ہے۔ آپ یہاں کے موجودین میں 'تفقہ' جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سناتے ہیں اور جو کچھ میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ اسی طرح علم توقیت بھی ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں۔ حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے۔ علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا، اور کب غروب؟ بہت سی عمر گزر گئی، تھوڑی باقی ہے۔ جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کر لیں سلونی قبل ان تفقدونی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ

تعالیٰ وجہہ کا ارشاد ہے۔اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا قول بالکل صحیح ہے:
'قدر نعمت پس از زوال' پھر لینے والے کو یہ چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے ،تو اگر چہ کمالات سے بھرا ہوا ہو، اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے،اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں ۔خالی ہو کر آئے گا، تو کچھ پائے گا۔اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا تو

ع: انائیکہ پر شد دگر چوں پرد

بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جا سکتی ۔اور آج کل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا،اس میں ایک زینہ ہے ،جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔اس زمانہ میں ایک مدرس صاحب کے ھدایہ اخیرین سپرد ہوا۔یہ کوئی آسان کتاب نہیں ۔جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا،تو مجھ سے پڑھنا چاہا۔مگر شرط یہ کہ اس باہر کے زینہ سے چھت پر مجھے بلا لیا جائے ،اور وہاں تنہائی میں پڑھا دیا کیجئے ،کسی کو معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا مولانا!ہدایہ اخیرین کا سبق کوئی سرقہ نہیں ،جو لوگوں سے چھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

ایک صاحب یہیں کے،فتویٰ نویسی کرتے تھے وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ایک روز ان سے کہا گیا: مولانا!یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا،مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں۔مناسب یہ ہے کہ آپ بعد عصر اپنے لکھے ہوئے فتووں پر اصلاح

لے لیا کریں۔انہوں نے کہا: اُس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ غلط لکھا، وہ غلط لکھا، اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔اس بندۂ خدا کے نام افریقہ، امریکہ تک سے استفتے آتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا، تو لوگ انھیں کے نام استفتے بھیجتے۔اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے ایک عالم جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل خلیل حافظ کتب حرم رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔مکہ معظمہ سے صرف ملاقات فقیر کے لیے کرم فرمایا تھا۔ان کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا۔فرمایا: ایسا شخص برکت علم سے محروم رہتا ہے۔یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے۔اب بی،اے پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت ﷺ کے در دولت پر جاتا، اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے۔تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ہوا خاک اور ریتا اڑا کر مجھ پر ڈالتی۔پھر جب حضرت زید کا شانۂ اقدس سے تشریف لاتے۔فرماتے: اے ابن عم رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا: مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لیے بہتر تھا۔اور اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔(سورہ حجرات ۴۹،۵)

ایک مرتبہ حضرت زید ﷺ گھوڑے پر سوار ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ اے ابن عم رسول اللہ ﷺ! انہوں نے کہا: ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید ﷺ گھوڑے سے اترے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا، اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

ہارون رشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اجلہ علما وقراء سبعہ میں سے ہیں) عرض کیا۔ فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے مکان پر آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا، مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا، بلکہ جو پہلے آئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاق ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں، اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہو کر اترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا: او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیئے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال، دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ ضریر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لیے لائی گئی تو چلمچی خدمتگار کو

دی اور آفتابہ خود لے کران کے ہاتھ دھلائے ،اور کہا کہ آپ نے جانا،کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہانہیں ۔کہا ہارون۔کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ، ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا۔اسی دعا کے حاصل کرنے کے لیے یہ کیا تھا۔

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے ،بادشاہ ان کی تعظیم کے لیے سر وقد کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا۔ یاامیرالمومنین!رعب سلطنت جاتا ہے۔جواب دیا اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے،تو جانے ہی کے قابل ہے۔یہی وجہ تھی کہ ان کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم تھا۔سلاطین نصاری ان کا نام لیتے تھراتے تھے۔

تخت قسطنطنیہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی،اوروہ ہر سال خراج ادا کرتی ،جب وہ مرگئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج حاضر نہ کیا۔ادھر سے خراج کا مطالبہ ہوا،تو اس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک ایلچی کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی۔

وہ عورت مرگئی جو خود پیادہ بنی تھی،اور آپ کو رخ بنایا تھا۔

یہ تحریر لے کر جب ایلچی دربار میں حاضر ہوا،وزیر کو حکم ہوا، سناؤ۔وزیر نے اسے دیکھ کر عرض کی، حضور مجھ میں تاب نہیں جو اُسے سنا سکوں۔فرمایا:لا مجھے دے۔اوراس تحریر کو پڑھا۔بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا، جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔صرف وزیر اور وہ ایلچی رہ گئے۔وزیر کو حکم ہوا، جواب لکھ۔اس نے

اردہ لکھنے کا کیا، مگر رعب شاہی اس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھرتھرانے لگا، اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: لا مجھے دے۔ اور یوں لکھا

> یہ خط ہے خدا کے بندے امیر المومنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو، کہ او کافرہ کے جنے، جواب وہ نہیں جو تو سنے جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا۔

یہ فرمان ایلچی کو دیا۔ اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ایلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس بادشاہ عیسائی کو گرفتار کر لیا۔ اس نے بہت گریہ و زاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خراج دینے کا وعدہ کیا۔ چھوڑ دیا، اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی کہ پھر اس نے سرتابی کی۔ فوراً واپس گئے، اور پھر فتح کیا، اور اسے گرفتار کیا۔ پھر اُس نے ہاتھ جوڑے، اور خوشامد کی۔ پھر چھوڑ دیا۔ ایسے جبار بادشاہ کی علماء کے ساتھ یہ طرز تعلیم تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم (ق۲۱۲، ۲۱۷)

حج و زیارت (اول)

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا و تعظیما سے شرف افتخار و امتیاز حاصل فرمایا۔ اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث وفقہ واصول وتفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی، کہ بعدِ نماز، امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: انی لا جد نور اللّٰہ فی ھٰذا الجبین بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔ اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ اور فرمایا: کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔ نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمال اللیل موصوف اُن کی تصنیف لطیف جوہرہ مفید مناسک حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا۔ اور ایک شرح دو دن میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمال اللیل کی خدمت میں پیش کیا، حضرت شیخ بہت خوش ہوئے، اور بہت تعریف فرمائی۔ اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی

صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔ اثنائے طعام مسئلہ افضلیتِ مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کیے۔ آخر مولانا نے فرمایا: دونوں قول صحیح اور موجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا عین اسی وقت عصر کی اذان حرم شریف میں ہوئی۔ ختم اذان پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ غرض جلسہ برخاست ہوا، اور سب لوگ نماز کے لیے حرم شریف میں پہنچے۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی؛ اور مغفرت کی بشارت سے مبشر ہوئے۔

حج و زیارت (دوم)

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری غفرلہٗ عرض کرتا ہے کہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادرِ اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو حضور جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے، جو سیدھا بمبئی جائے گا۔ اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا۔ زیارت سے مشرف ہو چکے تھے صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے ؎

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

وائے محرومیٔ قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہِ زوّارِ مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے ؎

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم ﷺ کا قصد مصمم فرمایا۔ لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا، اس لیے اُن کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے، اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی تو مطمئن ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا: اور روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیر و خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: **انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی** عام طور پر بھی زبان زد ہے 'جیسی نیت ویسی برکت' یہ سفر اعلیٰ حضرت کا چونکہ خاص حضور اقدس ﷺ کی زیارت پاک کے لیے تھا، اس لیے ویسا ہی ہوا۔ (ق۴۲، ۴۳)

بیداری میں زیارت نبوی : مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپورتھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا تھا۔ کہ جب جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارت نبوی ﷺ کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے

آج سے کوئی چار سال پہلے کی بات ہے کہ میں عزیزی مولانا امجد رضا کے توسط سے حضرت مولانا محمود احمد صاحب کی صدارت میں انھیں کے در دولت کے قریب، دیوبندیوں سے ایک مناظرہ کے لیے بحیثیت مناظر حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ جناب سید ولی الدین صاحب رضوی بھی تھے۔ دوران گفتگو **حیات اعلیٰ حضرت** کا تذکرہ آیا تو مولانا محمود صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو اخلاص کے ساتھ تمام مخطوطہ جلدیں ولی الدین صاحب کے سپرد کر دی تھیں، مگر **الجامعۃ الرضویہ** کے مدرسین ہی نے میرے متعلق ان کے جن خیالات کا انکشاف کیا، ان سے میرے جذبات واحساسات کو سخت صدمہ پہنچا۔

پھر موصوف نے ان مدرسین کے بقول، ولی الدین صاحب کے جن خیالات کا اظہار کیا، وہ واقعی ایسے تھے کہ ان سے کسی بھی شخص کا متاثر ہو جانا لازمی تھا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط اور محض ولی الدین صاحب کی مخاصمت میں من گڑھت تھے۔

بہر حال! اب جبکہ ان کو صحیح حالات کا علم ہوا تو افسوس کرتے ہوئے میری نگرانی میں ولی الدین صاحب کے ذریعہ طباعت پر دوبارہ راضی ہو گئے۔ پھر کئی بار کی آمد و رفت کے بعد دوسری جلد کا مخطوطہ عنایت فرمایا: اور تیسری اور چوتھی جلدوں کے مخطوطوں کے لیے آئندہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ابھی میں اس مخطوطہ کا بالاستیعاب مطالعہ بھی نہ کر پایا تھا کہ خدا کی شان! ڈاکٹروں کے بقول مجھ پر پہلی مرتبہ دل کا دورہ پڑا؛ اور پٹنہ سے کلکتہ تک علاج میں کئی مہینے لگ گئے۔ اس کے بعد خدا خدا کر کے صحت یاب ہو کر پٹنہ پہنچا تو تیسری اور چوتھی جلدوں کے لیے آمد و رفت شروع کی۔ اس طرح مسلسل تگ و دو کے بعد چوتھی جلد کا مخطوطہ اور تیسری جلد کے چند کتابت شدہ اوراق حاصل ہوئے۔ اسی دوران میں ادارۂ شرعیہ کی

یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے، اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔لیکن پہلی شب ایسانہ ہواتو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ✠ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا۔فرماتے ہیں ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی ،اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے(۱)۔**رزقنا اللّٰہ و جمیع المسلمین زیارۃ النّبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ببرکتہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ و عن جمیع علماء الاسلام و المشائخ الکرام والمنتمین الیہ الیٰ یوم القیام اٰمین**۔(ق۴۳،۴۴)

عــادات و اوصــاف

حضوراس قدر سادہ وضع میں رہتے کہ کوئی شخص یہ بھی نہیں خیال کرسکتا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کی شہرت شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک ہے یہی ہیں ۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور کی شہرت سن کر تشریف لائے تھے، ظہر کا وقت تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے، سادی وضع تھی، خالتہ دار پائجامہ، ململ کا چھوٹا کرتا، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے، مٹی کے لوٹوں سے وضو فرمارہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے ، اور **السلام علیکم** کہا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت کیا کہ احمد رضا خاں صاحب کی زیارت کو آیا ہوں، وہ کہاں ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ احمد رضا میں ہی ہوں۔ انھوں نے کہا: میں آپ کو نہیں ، میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ملنے آیا ہوں۔

یہ اس لیے کہ آپ کبھی قیمتی لباس، قیمتی عبا، قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ خاص مشائخانہ انداز، خانقاہ، چلہ حلقہ وغیرہ یا خدام کا مجمع ۔ (از جلد چہارم)

جناب ذکاء اللہ خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ خادم نے حضرت کی حیات ظاہری میں اندازاً بارہ یا چودہ سال خدمت کی یا اس سے زائد۔ حضرت کی

عادت کریمہ تھی کہ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف رکھتے تھے۔ بعد نماز مغرب مکان میں تشریف لے جاتے، اور روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں تشریف رکھتے۔علوم وفیوض وبرکات کے دریا جاری ہوتے، اور حضّارِ آستانہ عوام اہل سنت وعلمائے اہل سنت مستفیض ہوا کرتے۔ البتہ موسم سرما میں عصر مغرب کے درمیان مسجد ہی رہتے، تمام حاضرین بھی تکاف کے ساتھ مسجد شریف ہی حاضر خدمت رہتے اور وہیں تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری رہا کرتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے، یہ حضرت کا معمول تھا۔ علاوہ اس کے حضرت پانچوں وقت نماز میں تشریف لاتے، اور ہمیشہ نماز با جماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ اگر کوئی صاحب کسی کام کے لیے شہر سے آتے یا کسی دوسرے شہر سے حضرت کی ملاقات کو تشریف لاتے، اطلاع ہوتے ہی حضرت باہر تشریف لے آتے۔

ایک صاحب جن کا نام حاجی کفایت اللہ صاحب ہے وہ حضرت کے خاص خادم تھے اور حضر، سفر میں برابر سایہ کی طرح ساتھ رہتے۔ ایک سید صاحب مدنی حضرت سے علم جفر سیکھنے کی غرض سے مدینہ شریف سے تشریف لائے تھے، اور بہت عرصہ تک قیام کر کے علم جفر حاصل کیا۔ جب مدنی صاحب کلکتہ جانے لگے تو حضرت سے فرمایا: میرے ساتھ کوئی شخص ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے حاجی کفایت اللہ صاحب کو ہمراہ کیا، اور حاجی صاحب نے مجھ خادم سے کہا کہ میں کلکتہ جاتا ہوں، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور حضرت سے بھی یہی عرض کیا۔ حضرت نے مجھے خدمت کے لیے قبول فرمایا۔ (ق۲۵،۲۶)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ توسیع مسجد شریف کے لیے غسل خانہ، کنواں، طہارت خانہ مسقّف کرنا تھا۔ چنانچہ مستری علی حسین قادری رضوی مرحوم نے ستونوں کی تعمیر شروع ہی کی تھی کہ ظہر کے وقت حضور نے دیکھ کر فرمایا: بھائی علی حسین! یہ ستون تو کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں، خوبصورت بنایئے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی دخل نہیں دیا۔ البتہ الماریوں کے لیے ضرور کہا تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ کتابیں محفوظ رہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ کبھی حضور کے چلنے میں پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں سہ دری کے اندر کام کر رہے ہیں، اور حضور کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے، اور پورا صحن بیرونی نشست گاہ طے فرما کر خود تقدیم سلام فرمائی، تب خبردار ہوئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے میں بہ ہمراہی شاہ زادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا خان صاحب مدظلہ الاقدس بعد مغرب وہاں پہونچتا ہوں۔ شاہ زادہ ممدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں، ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور تشریف لانے والے ہیں، تقدیم سلام سرکار ہی فرماتے ہیں۔ اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے قریب جلوہ فرما ہیں۔

انھیں کا بیان ہے کہ حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربہ بکری کا بغیر مرچ کا، اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا، اور وہ بھی روزانہ نہیں

بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہوتا تھا۔(ق ۲۶،۲۷)

ایک روز حکیم عبدالسبحان صاحب جو بمبئی سے علم جفر سیکھنے کے لیے آئے تھے۔اور مقیم آستانہ شریف تھے۔ایک چھوٹی سی شیشی میں رقیق دوا آنکھوں میں ڈالنے کے واسطے پیش کرتے ہیں۔حضور نے اس کے اجزا دریافت فرمائے۔حکیم صاحب نے عرض کیا: حضور استعمال تو فرمائیں، اور بہت کچھ تعریف کی۔حضور نے فرمایا: میں بغیر تحقیق اجزا کوئی دوا استعمال نہیں کرتا ہوں۔حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے یہی کہا کہ اس میں کوئی شی مضر نہیں ہے۔انشاءاللہ ایک بار کے استعمال سے حضور فائدہ محسوس فرمائیں گے، اسی وقت اجزا بھی بتادوں گا۔غرض حکیم صاحب کے اطمینانی الفاظ کو باور کرتے ہوئے مکان میں جاکر جس وقت دوا کے قطرات آنکھوں میں ٹپکائے، ناقابل برداشت تکلیف پیدا ہوگئی۔حضور دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے باہر تشریف لائے، اور بے تابانہ حکیم صاحب سے فرمایا:۔اب تو اجزا بتادیجئے، مجھے سخت تکلیف ہے۔حکیم صاحب نے من جملہ دیگر ادویات کے عرق لیمو کا بھی نام لیا۔جسے سن کر حاضرین چونک پڑے۔حضور نے فرمایا: آنکھ میں اور نیبو کا عرق؟ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم**۔پھر فرمایا: حکیم صاحب آنکھ جیسی نازک چیز اور ایسا تیز عرق۔(ق ۲۷)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سہ شنبہ کو ملبوسات شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ہاں اگر پنج شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی ﷺ آکر پڑے، تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔یا شنبہ کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں، تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے۔ان دونوں تقریبوں

کے علاوہ سوا یوم معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔حتی کہ جیلانی میاں سلمہ کے ختنہ کی تقریب ایسے روز ہوئی کہ تبدیل لباس کا دن نہ تھا، وہی لباس زیب تن رکھا، تبدیل نہ فرمایا۔اگرچہ بعض اقرباواعزہ وروسائے شہر مکلف لباس پہن کر آئے تھے۔مگر حضور اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریک تقریب رہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ امام کو نماز میں سہو سے مطلع کرنے کے لیے اللہ اکبر نہ فرماتے۔مثلاً تیسری رکعت میں قعدہ کرنا چاہتا ہے، تو سبحان اللہ فرمایا کرتے۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔اگر کسی حدیث کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا، تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔

ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے طریق نشست عرض کردوں۔چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا اس لیے گاؤ تکیہ پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے۔اس سے پیشتر کہ یہ مرض نہ تھا، کبھی گاؤ تکیہ استعمال نہ فرمایا۔کتب بینی یا لکھتے وقت پاؤں مبارک سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے، ورنہ سیدھا زانوئے مبارک اکثر اٹھا رہتا، اور دوسرا بچھا رہتا۔اور کبھی بایاں زانو ضرورتاً اٹھاتے، تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے۔ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے انتہا تک ادباً دوزانو رہا کرتے، یوں ہی وعظ فرماتے چار پانچ گھنٹے کامل دوزانو ہی منبر شریف پر رہتے۔

اخیر عمر شریف میں پان چھوڑ دیا تھا۔ورنہ پہلے پان بہت کثرت سے بغیر

زردہ کے استعمال فرماتے۔ مگر بوقت وعظ پان مطلق ملاحظہ نہ فرماتے، بلکہ ایک چھوٹی صراحی شیشہ کی پاس رکھی جاتی، اس سے خشکی رفع فرمانے کے لیے غرارہ کرلیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض عادات کریمہ یہ تھے۔

- بشکل نام اقدس (محمد) ﷺ استراحت فرمانا۔
- ٹھٹھا نہ لگانا۔
- جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبالینا، اور کوئی آواز نہ ہونا۔
- کلی کرتے وقت دست چپ ریش مبارک پر رکھ کر خمیدہ سر ہوکر پانی منہ سے گرانا۔
- قبلہ کی طرف رخ کرکے بھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرنا۔
- نماز پنج گانہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
- فرض نماز با عمامہ پڑھنا۔
- بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرنا۔ یوں ہی لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا۔
- خط بنواتے وقت اپنا کنگھا و شیشہ استعمال فرمانا۔
- مسواک کرنا۔
- سر مبارک میں پھلیل ڈلوانا۔ (ق ۲۷،۲۹)

انھیں کا بیان ہے کہ حضور نے ایک مرید نبن نامی فٹن چلایا کرتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر رہتے تھے۔ انھوں نے نئی گاڑی بنوائی تھی،

اسے قبل ظہر حضور کے پھاٹک پر لاکر کھڑا کیا۔ تھوڑی دیر میں حضور نماز کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے دست بوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے یہ نئی گاڑی بنوائی ہے، اس پر ابھی کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ پہلے حضور اس میں تشریف رکھیں۔ چنانچہ حضور نے کچھ پڑھا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ مسجد شریف پر جو تیس چالیس قدم کے فاصلے پر تھا، اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

نبیرۂ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ نانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ (سخت گرمیوں میں) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مسجد سے فارغ ہوکر پھاٹک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتار کر بغل میں دبالیا کرتے تھے اور نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ نگاہیں اکثر نیچی رہا کرتی تھیں، مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فخری بریلوی موجد طلسمی پریس تحریر فرماتے ہیں کہ آج ۱۴ رشوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۳۱ راگست ۱۹۴۷ء کو میری عمر دو ماہ کم ۷۴ سال کی ہے۔ میں نے ابتدائی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نقل فتویٰ کی خدمت چند سال ۱۳۱۲ھ تک انجام دی ہے۔ پھر مجھے بیس سال کی عمر میں حکما میرٹھ بھیجا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں وہابیت بہت زیادہ تھی۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا بزرگ تھے۔ اپنا وقت کبھی بے کار صرف نہیں فرماتے

تھے۔ ہمہ وقت تالیف وتصنیف وفتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے زنان خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنج گانہ نماز کے لیے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ یا اتفاقیہ کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت۔ البتہ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھاٹک میں تشریف رکھتے۔ اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ (ق ۳۱،۲۹)

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی، جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے الاسد الاسد الاشد الارشد سے مخاطب فرمایا تھا، اور جناب مولانا احمد اللہ صاحب پشاوری بھی دولت کدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم بھی دن کا کھانا مہمانوں کی وجہ سے باہر ہی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ صدر الشریعہ حکیم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریک طعام ہیں۔ بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا، اس پر ارشاد فرمایا کہ:

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے قرآن عظیم میں جا بجا بندوں پر منت رکھی، اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی: أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ۔ (واقعہ ۵۶/۷۰) کیا تم نے دیکھا یہ پانی، جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادلوں سے اوتارا یا ہم ہیں اوتارنے والے؟ (بلکہ تو ہی اے رب ہمارے) ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کردیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ (تیرے وجہ کریم کے لیے ہمیشہ حمد ہے اے رب ہمارے)

حضور سرور عالم ﷺ نے کبھی کھانے، پینے، پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب

نہ فرمائی۔ مگر ٹھنڈا پانی دو بار طلب فرمایا، ایک بار فرمائش کی: 'رات کا باسی لاؤ'۔

میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا، خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں (لگنوں) میں پانی بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو، اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا حلق سے اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شیرینی، وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہیں پایا۔ تیسری خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے —— میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔ کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جاں فزا پانی مسجد کریم میں۔ لہٰذا کھانے میں پانی نہ پیتا کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیت اعتکاف حاضر ہوتا، اور اس عطیہ سرکاری سے دل و جاں سیراب کرتا۔ اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے، پانی کے لیے اعتکاف نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس کی منفعت یہ ہے۔ (ورنہ) غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔ (ق،۲۰۰)

اطاعت والدین: حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی، صوری و معنوی بنایا تھا۔ اوصاف و کمالات میں جس کو لے کر دیکھئے مولانا کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔ والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کی

خدمات سے مستعفی ہو کر گھر چلا گیا اور یہ کام پھر اک بار کھٹائی میں پڑ گیا۔
مگر خدا بھلا کرے ولی الدین صاحب رضوی کا کہ وہ حیات اعلیٰ حضرت کی خاطر مجھے بصد اصرار الجامعة الرضویہ لے آئے۔ یہاں آیا تو میں حیات اعلیٰ حضرت پر کام کے لالچ میں، لیکن چونکہ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب رضوی بعض وجوہات کی بنا پر اہتمام سے علیحدہ ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے جامعہ اچانک بحران کا شکار ہو گیا تھا، مجبوراً مجھے پہلے اس طرف توجہ دینی پڑی۔

پھر میری یہاں آمد کی خبر جیسے ہی مشتہر ہوئی، احباب کی سفارشات اور بزرگوں کے حکم ناموں کے ساتھ ملک کے مختلف گوشوں سے نو فارغ علما تربیت افتا کے لیے آنے شروع ہو گئے، اور چار و نا چار مجھے اس فریضے کی ذمہ داری لینی پڑی۔

میں گیسٹک (Gastritis) اور ہارنیا (Hernia) کے ساتھ دل (Heart) کا بھی مریض، اور کاموں کی کثرت کا یہ عالم کہ ایک طرف تو جامعہ کا مکمل انتظام و انصرام، دوسری طرف اونچے درجوں کی بعض کتابوں کا درس، اور تیسری طرف مشق افتا کے لیے آئے ہوئے علما کی تربیت۔ پھر بعض اہم استفتوں کے جوابات، اور ضروری موضوعات پر تصنیف و تالیف، نیز حسب ضرورت اسلام مخالف جماعتوں سے مناظرہ و مباحثہ مستزاد!

پھر بھی جب کبھی دم مارنے کی فرصت ہوتی، تیسری جلد کے لیے حضرت مولانا محمود احمد صاحب کے پاس دوڑا جاتا، مگر افسوس کہ ہزار دوڑ دھوپ کے باوجود تیسری جلد نہیں مل سکی۔ موصوف کے بقول شاید یہ جلد الجامعة الرضویہ کے

انتقال ہوا، اپنے حصہ جائداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی، تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔ (ق ۴۲)

تعظیم اکابر: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّار کے مصداق تھے اسی طرح رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علمائے اہل سنت کی عزت و قدر ایسی کرتے کہ باید و شاید۔ خصوصاً حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔ قصیدہ آمال الابرار و آلآم الاشرار میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے۔

اذا حلوا تمصرت الایادی ● اذا راحوا فصار المصر بید

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانہ میں اُترتے ہیں تو اُن کے دم قدم سے وہ پُر رونق شہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

جس زمانہ میں میں محض برکت کے لیے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (عربی اشعار کے زیر و زبر دیئے ہوئے ہیں ہر شعر کے نیچے اُس کا ترجمہ کیا ہوا خاص خاص باتیں حاشیہ میں چھپی ہوئی ہیں اس میں پڑھنے کی کیا حاجت؟) جب اس شعر پر پہنچا میں نے کہا یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ

جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق چہل پہل ہو جاتی۔ اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔

اس عزت وتوقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا، اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہو کر پھر اتفاق بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک باران دونوں حضرات میں مسئلہ عینیت وغیریت صفات باری تعالیٰ پر بحث ہوئی۔ مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے۔ آخر یہ ٹھہری کہ سیتاپور چلیے اور وہاں حضور جد امجد سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب 'آئین احمدی' کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے۔ اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں۔ اُن میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً 'آئین احمدی' کی جلد عقائد سے کتاب زبدۃ العقائد مؤلفہ حضرت احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں، مولانا عبدالقادر صاحب نے نکال کر دکھائی۔ اُسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کیے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے۔ اس لیے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔

اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔(۶) لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں۔اس لیے اپنے مرشدان عظام کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کیے دیتا ہوں۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں جب بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے ۔حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا:۔ حضرت صاحبزادہ صاحب! انگوٹھی اور چھلے مجھے دیدیجئے۔تو میں نے اُتار کر دے دیا، اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔(یہ دونوں طلائی تھے) اور والا نامہ میں مذکور تھا شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔

یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونھی عن المنکر

(جامع حالات) فقیر رضوی کہتا ہے: اور ساتھ ساتھ اکابر و مشائخ کی تعظیم وتوقیر۔(ق۴۴تا۴۶)

تواضع وانکسار : حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جد امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ایک زمانہ میں میرے والد ماجد صاحب قدس سرہ نہایت اہتمام وانتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔اس میں بارہا

حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا۔ مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے: میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں۔ ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے، میں ظاہر کر دوں گا۔ فقیر قادری غفرلہ عرض کرتا ہے اتنا سن کر حاضرین سے کوئی صاحب حسب حال سوال کر دیتے حضور پرنور اپنی تقریر دلپذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرما دیتے۔

حضرت سید صاحب موصوف قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مزار صاحب البرکات قدس سرہ پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مولفہ مولود شریف **سرور القلوب فی ذکر المحبوب** بھی پڑھا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے۔ تواضع و انکسار کی یہ حد ہے۔ اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم اُن کا اردو میں میلاد کی چند کتابیں، مگر اُن کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کر لیا اور اسی کو زبانی جا بجا پڑھا کرتے ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی

سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھادی۔ارشاد فرمایا: 'یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے' جتنی دیرتک وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۲۰ رتاریخ سے اعتکاف کیا۔ اعلیٰ حضرت مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں۔مگر فرصت نہیں ملتی۔آخر ۲۶ رماہ مبارک کو فرمایا: آج سے میں بھی معتکف ہی ہو جاؤں۔اعلیٰ حضرت بعد افطار پان نوش فرماتے، شام کو کھانا کھاتے میں نے کسی دن نہیں دیکھا۔سحر کو صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، وہ نوش فرمایا کرتے۔ایک دن میں نے دریافت کیا حضور فیرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا: نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے اس لیے یہ چٹنی آتی ہے۔ایک دن شام کو پان نہیں آئے۔اور یہ بہت پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے خاموش رہے۔مگر چونکہ پان کے بازحد عادی تھے ناگواری ضرور پیدا ہوئی۔مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا۔حضرت نے اُسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا۔ بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے باہر دروازہ پر تشریف لائے، اس وقت رحیم اللہ خاں ملازم اور میں دو شخص مسجد میں تھے۔فرمایا: آپ صاحبان میرے کام میں مخل نہ ہوں۔میں گھبرایا اور عرض کی حضور ہم تو خدام ہیں، مخل ہونا کیا معنی؟ بعدہ اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا، اور فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی جو تمہارے چپت ماری۔دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا۔لہٰذا تم میرے سر پر

چپت مارو۔ اور ٹوپی اتار کر اصرار فرمارہے ہیں۔ ہم دونوں بہت مضطرب اور دم بخود پریشان اور وہ بچہ بھی بہت پریشان اور کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور! میں نے معاف کیا۔ فرمایا: تم نابالغ ہو، تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ تم چپت مارو۔ مگر وہ نہ مار سکا۔ بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو۔ مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا۔ حضور میں نے معاف کیا۔ آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اُس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔ (ق ۴۰ تا ۴۲)

مساوات اسلامی : جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی اُن کے یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ اُن کے محلّہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی، جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھکر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی، مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں

بھائی ہیں۔ اور اُن صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر اُن صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے، اور فوراً اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا، تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خودی ہی فرمایا: میں بھی ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (ق ۴۰)

اصاغر پر شفقت: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قرولان حلوہ سوہن فروخت کیا کرتے تھے۔ ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوہن خرید فرمایا۔ اور یہ واقعہ پیلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے۔ میں اور برادرم قناعت علی شب کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے، تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے، اٹھا لائیے۔ یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے۔ حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے، میں اور ہٹا، اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ میں دالان کے گوشہ میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا: حلوہ سوہن ہے۔ میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کیے ہوئے عرض کیا: حضور! بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا: شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفےٰ (یعنی حضور مفتی اعظم) ویسے تم۔ سب بچوں کو حصہ دیا گیا، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لیے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھکر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا، اور دست بستہ عرض کیا: حضور! میں نے یہ جسارت اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح

لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا۔ بعدہٗ ہم لوگ دست بوسی کر کے مکان چلے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا۔ اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ کہتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے، اور ماشاءاللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا۔ اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے، جس کی حد نہیں، اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے۔ اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین

جمله الله تعالیٰ کا سه ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا، تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے، مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کو پاوی عظیم آبادی ـــــــ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف ـــــــ مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوانی ـــــــ مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری ـــــــ مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو علیٰ قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، اسی لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب وحسب وفضل وکمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت وجماعت منظر اسلام کی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا۔ آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات۔ چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی، اور ان لوگوں کی

حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا۔آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: بریانی ،زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ۔ بہاریوں کیلیے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔غرض ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا تھا۔وہ کرتا، پائجامہ، جوتا،ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا،مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا،گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا،تو اس کو تبرکاً رکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ سہسرام میں مدرس ہوا، اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب مخلص محترم حامیِ دین متین جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجنے لگا۔اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نذر کر دیا، جو مجھ سے دبلے پتلے تھے۔اور ان کے ٹھیک آ گیا ۔اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینا نہ چاہئے تھا۔مگر مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانہ طالب العلمی کے ہیں۔ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔یہ مولانا ظفر الدین صاحب کی محبت وخلوص ہے، جو انہوں نے مجھے عنایت فرمایا، جو قیمتی ہونے کے علاوہ تبرک،اور عزیزی مولوی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

ان سابق مدرسین کے ہاتھوں خرد برد ہوگئی، جن سے جناب ولی الدین صاحب کا اختلاف ہوگیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیسری جلد سے مایوس ہوکر دوسری اور چوتھی جلد کو پہلی مطبوعہ جلد کے ساتھ ملا کر مطالعہ کیا تو واضح ہوا کہ کتاب موجودہ ترتیب کے ساتھ پرانے وقتوں میں چاہے جس قدر مفید رہی ہو، آج کے لحاظ سے ہرگز موزوں نہیں۔ پھر کتابت کی غلطیوں نے تو بے شمار مقامات پر مطلب ہی خبط کردیا ہے۔ اس لیے اسے خام مواد مان کر از سر نو ترتیب وتہذیب کی ضرورت ہے۔ یعنی کہیں کہیں سے دوسری جلد کے کچھ حصے چوتھی جلد میں۔ چوتھی جلد کے کچھ حصے دوسری جلد میں۔ اور ان دونوں کے کچھ حصے پہلی جلد میں۔ اسی طرح پہلی جلد کے کچھ حصے دوسری اور چوتھی جلد میں لائے جائیں، بلکہ خود ایک ہی جلد کے کچھ حصوں میں بھی تقدیم وتاخیر کی جائے، مکررات حذف کیے جائیں اور اغلاط کی درستگی ہو، نیز پیرابندی کی جائے، ڈیش اور کامے لگائے جائیں۔

لہٰذا سب سے پہلے حضرت مولانا محمود صاحب موصوف کے مشورے اور محب گرامی حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی مدظلہ العالی کی معاونت سے سوانح حیات کا ایک ذہنی خاکہ صفحہ قرطاس پہ اتارا، اور اس خاکہ کو سامنے رکھ کر پھر سے تینوں جلدوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اب جس جلد میں بھی جو بات جس عنوان کی ملی، وہاں نشاندہی کرکے خاکہ میں بقید صفحہ و سطر بطور اشاریہ لکھ لیا۔ ساتھ ہی پیرابندی کی، ڈیش، کامے اور حوض کے نشانات لگائے۔ کہیں کہیں حواشی کا اضافہ کیا؛ اور اپنی دانست میں اغلاط درست کیے، جس کی ایک جھلک آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱۳۲۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول تھا۔ رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیأت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے، اور میں اُسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا، پٹنہ واپس ہوں گا۔ لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے، اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جایئے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا، اور اسٹیشن جانے کے لیے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے، اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ امسال عید میں آپ یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لیے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لیے بھی بنواؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں، اس لیے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں۔ میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تأمل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ

ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے ؎

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے ● اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس کی مفصل کیفیت اسی زمانہ میں حاجی عبدالرحمٰن مارواڑی کے نام سے رسالہ 'گنجینہ مناظرہ' میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ کلکتہ کے قیام میں میں نے اس رسالہ مبارکہ کو جس کا نام تسهيل التعديل ہے، صاف کر کے اصل و نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت بصیغہ رجسٹری روانہ کر دیا۔ جس کی رسید بنام حاجی لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی۔

جناب سید محمود علی خاں صاحب کا کسی مریض کے زخم و آپریشن کی مفصل کیفیت بیان فرمانے پر، سید قناعت علی صاحب اپنی قلبی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا اثر نہ ہوا۔ جب اعلیٰ حضرت نے ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنا رومال ڈالا، فوراً ہوش ہو گیا، آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت کے زانوئے مبارک پر سر دیکھ کر جلد اٹھنا چاہا، مگر ضعف کی وجہ سے نہ اُٹھ سکے۔ حضور نے ازراہ شفقت فرمایا: لیٹے رہئے لیٹے رہئے۔

یہ شفقت علی الاصاغر کی بہترین مثال ہے۔

جناب مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ نے فرمایا کہ میرے طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا۔ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے، جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور

حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے؟ میں نے کہا کہ مرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد نقش مجھے عطا فرمایا۔ اور فرمایا کہ سونے کے پتر پر شرف آفتاب میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑا کر پہننا، تسخیر و اکسیر ہوگی۔ خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے، اس قدر سونے کا بھی سامان ہوگیا۔ رہا شرف آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ اس فن میں کامل ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا۔ اور دریافت کیا کہ امسال شرف آفتاب کب ہے، اور کس وقت سے، اور کب تک رہے گا؟ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے، تو بریلی سے ٹونک شرف آفتاب ختم ہو جانے کے بعد خط ملتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر عقل والا اندازہ کرسکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا۔ اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نو بجے سے شروع ہوگا، اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا۔ اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں، اعلیٰ حضرت

کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انہوں نے کس درجہ خیال کیا۔ ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناس آدمی جوابی خط لکھتا تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی، نہ کہ اپنے پاس سے تار دینا۔ اور یہ خیال کرنا کہ وقت گذر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا؟ واقعی بڑوں کی بڑی بات ہے۔ (ق ۴۶، ۵۰)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشا کے لیے خلاف معمول حضور کو بہت دیر ہوگئی۔ اکثر لوگ نماز پڑھ پڑھ کر چلے گئے صرف میں (ایوب علی) اور برادرم قناعت علی اور دو چار دیگر حضرات انتظار کرتے رہے، حتی کہ حضور تشریف لے آئے، جماعت قائم ہوئی، حضور نے امامت فرمائی۔ اور بعد سلام ہم سب کی طرف نظر کرم سے دیکھتے ہوئے فرمایا: ۔جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا لجزاء فی الدنیا والآخرۃ پھر سب کو شمار کیا، پھر فرمایا: نماز با جماعت کے لیے آپ حضرات کو بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ اور فرمایا: انتظارِ نماز بھی داخل عبادت ہے۔ (ق ۱۷۹)

اخلاق کریمہ

میں نے علمائے کرام ومشائخ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور معززین دنیاداروں کو دیکھا اکثر ایسا ہی پایا کہ اُن کی تعریف کیجئے تو بہت خوش، اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اس درجہ خفا ہوئے کہ اُس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے اول نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا، وہ ذات گرامی صفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف من احب للّٰہ وابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے، تو اللہ ہی کے لیے، مخالفت کرتے، تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو جو کچھ دیتے، تو اللہ ہی کے لیے، اور کسی کو منع کرتے، تو اللہ ہی کے لیے۔ جیسا خود ایک رباعی میں فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن

نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد درو ے

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کا صیغہ معمول تھا کہ تصنیف وتالیف، کتب بینی، اوراد واشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز، باجماعت ادا فرمایا کرتے۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے تشریف لاتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آ کر مٹی کے

لوٹے سے، اُتر طرف کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ مسجد کے لوٹے عموماً متوسط درجہ کے ہوا کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت وضو وغسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ خاص طور پر خیال کر کے ایک ایک عضو کو تر کیا کرتے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہر جگہ سے سیلان آب ہو جائے۔ اس لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔ اور اگر کثرت مصلیوں کی وجہ سے لوٹے فارغ نہ ہوتے تو ایک لوٹے پانی سے وضو شروع فرماتے، جب تک کوئی لوٹا خالی ہوتا، پھر اس میں پانی لا کر دیا جاتا۔ وضو کے بعد سنت ونوافل قبلیہ مسجد ہی میں پڑھتے۔ وقت جماعت ہو جانے پر فرض نماز با جماعت پڑھنے کے بعد سنت بعدیہ مسجد ہی میں ادا کر کے مکان تشریف لے جایا کرتے۔ سوائے عصر کے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے، اور چاروں طرف کرسیاں رکھدی جاتیں۔ زائرین تشریف لاتے، کرسیوں پر بیٹھتے۔ جب کرسیاں باوجود کثرت تعداد ناکافی ہوتیں، تو چند بنچ وتخت سائبان میں رہتے، وہ صحن مکان میں کھینچ لیے جاتے۔ بقیہ لوگ اس پر بیٹھتے۔ زائرین حاجتیں پیش کرتے، اُن کی حاجتیں پوری کی جاتیں۔ حقہ پان سے ہر ایک کی تواضع کی جاتی۔ پان کا طریقہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ہم لوگوں کے پوربی طریقہ کے بالکل خلاف تھا۔ یہاں کھلّی لگانے کا دستور ہے، اور وہاں پان پر نصف میں چونا اور دوسرے نصف میں کتھا لگاتے ہیں اور پھر اُسے موڑ دیتے ہیں کہ چونا اور کتھا علیحدہ علیحدہ رہتا ہے۔ چھالیا الگ ترشی ہوئی رہتی ہے۔ ہر ایک شخص ایک ایک پان اور چھالیا حسب خواہش لے لیا کرتا۔ اعلیٰ حضرت زردہ نہیں استعمال فرماتے تھے، اسی لیے پان کی تھالی میں زردہ نہیں رکھا جاتا۔

حقہ عام طور پر لوگ، بپاس ادب، اعلیٰ حضرت کے سامنے نہیں پیا کرتے تھے۔ البتہ بعض بوڑھے یا سادات کرام، حضرت کے سامنے بھی حقہ نوش کرتے۔ ان کے سامنے حقہ بڑھا دیا جایا کرتا تھا۔

اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا اس خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں۔ حاجی کفایت اللہ صاحب (۷) ساکن محلہ بہاری پور خادم خاص اعلیٰ حضرت نے ایک خوبصورت بکس ٹین کا بنوا کر رنگ کرا آویزاں کر دیا تھا، جس میں ڈاکیہ خطوط، پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس میں برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ کنجی اس کی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب باہر آ کر تشریف رکھتے تو کنجی مجھے عنایت فرماتے۔ بکس کھول کر اس روز کی ڈاک سب لا کر حاضر کر دیتا، اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا۔ اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا، اعلیٰ حضرت خود رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔ تعویذات کے متعلق ہوتا، تو میرے یا حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالہ کیا جاتا۔ استفتا ہوتا، تو حسب مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی ــــــ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری ــــــ راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی ــــــ مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب ــــــ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالہ فرماتے۔ بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا، خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے۔ فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادر اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔ مدرسہ کے متعلق جو خط ہوتا،

حضرت حجۃ الاسلام کے پاس بھجوایا جاتا۔ مطبع کے متعلق خطوط بھی میرے حوالہ کیے جاتے۔ غرض تعویذات واستفتا حسب حصہ رسدی اور مطبع کا سب کام میرے ذمہ تھا۔

ان سب قسموں کے علاوہ بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزندان روحی ومعنوی ہیں، جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ ورسول جل وعلا و ﷺ کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا، اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کرلیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور سول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا: اور تقریراً و تحریراً اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہو سکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریات نے اگر چہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، اذناب اسے کیا بناتے۔ آخر اسی غم میں مار دم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھاتے، دل ہی دل میں جلتے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ جب غصہ تاب سے باہر ہو جاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے۔ اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنمایاں کیا۔ غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا، کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علاحدہ رکھ دیا۔ اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اُٹھالیا، اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے،

لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اُس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لیے ذریعۂ عبرت و نصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھیے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام و اکرام جاگیر و عطیات سے مالا مال کر دیجیے، پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجیے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے، تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچایئے۔ کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ۔ (۸) (ق ۲۶، ۷۰)

جناب سید ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کمسن صاحبزادے

نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی۔ میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ مجھے دعوت میں کیا کھلائیے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ کہنے لگے، دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں۔ حضور نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا۔ میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن آئیں گے۔ اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ یہ ہے حدیث شریف لودعیت الی کراع لأجبته کی تعمیل۔ دوسرے دن وقت متعین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا: چلئے۔ انھوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا: ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے۔ آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! ملوک پور میں ہے۔ اور ساتھ ہو لیے۔ جس وقت مکان پر پہنچے، تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے۔ ارے لو مولوی صاحب آگئے۔ اور مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہو کر حضور انتظار فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکاب میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی۔ اور کہنے لگے: لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا:۔

اس طرح جب ترتیب کا کام مکمل ہوا تو ضرورت ہوئی کہ کتاب کی تینوں جلدیں خاکہ کے مطابق نقل کر کے کاتب کو سپرد کی جائیں، مگر یہ مجھ جیسے عدیم الفرصت کے لیے ممکن نہیں تھا۔

بریلی شریف حاضری کے دوران گرامی قدر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی سے اس کا تذکرہ آیا تو انھوں نے یہ ترکیب بتائی کہ پوری کتاب نقل کرنے کی بجائے اس کے جتنے حصے کو جہاں لے جانا ہو، تراش کر وہاں چسپاں کر دیا جائے۔ مجھے یہ ترکیب پسند آئی اور میں نے اس کے لیے انہی کو دعوت دی۔ وہ وقفے وقفے سے دو تین بار پٹنہ تشریف لائے اور خود یہ فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد کتاب انہی کی نگرانی میں کتابت کے لیے مشہور خطاط جناب زرق قادری الماسی کے سپرد ہوئی۔ ابھی تقریباً ساٹھ صفحات ہی کی کتابت ہو پائی تھی کہ داعی اجل کی طرف سے بلاوا آیا، اور زرق صاحب دل کے ایک دورے میں اچانک دنیا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس کتابت کا بھی یہ عالم تھا کہ کہیں تو ترتیب جدید تھی اور کہیں وہی ترتیب قدیم۔ وجہ یہ کہ دوسرے مقامات کے تراشے جو چسپاں کیے گئے تھے وہ جگہ جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔

اسی دوران میں (Cervical Spondelytis) کا شکار ہو گیا، مسلسل علاج اور (Neck Color) کے استعمال سے کام کے لائق ہوا تو (Sciatica) میں مبتلا ہو گیا جس سے چلنا پھرنا تو ایک طرف، اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا۔ اس کے لیے بھی دوا اور انجکشن کے ساتھ (Waift Belt) کا سہارا لینا پڑا، جس کے بعد کچھ تو افاقہ ہوا اور کچھ یہ کہ ؎

بہت اچھا! کھاتا ہوں۔ ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آیئے۔ ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ حضور یہ سن کر کبیدہ ہوئے، اور طنزاً فرمایا: ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا۔ اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے۔ حضور نے دریافت فرمایا: آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ حضور! میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کر لی تھی۔ اب صرف یہ لڑکا ہے، جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے الحمدللہ کہا، اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھو کر شریک طعام ہو گئے۔ مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی۔ اور اس پر ماش کی دال۔ کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے۔ وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانہ میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔

محلہ بانسمنڈی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔دوسرے دن گاڑی آئی، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: مولانا آپ بھی چلیں۔گرمی کا زمانہ تھا، اور بعد مغرب کا وقت۔مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان صاحب منتظر تھے۔باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔اندر مکان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی، اوراس پر دری تھی۔چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالباً گائے کے گوشت کا تھا۔یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی، نگاہ اوپر اوٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر پڑا۔سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لیے اس سے جو ہوسکا حاضر کیا۔لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔اگر شوربہ دار ہوتا، تو شوربے ہی پر اکتفا فرماتے۔میں اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ **بسم اللہ الذی لا یضرُ مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھوا لسمیع العلیم**۔پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھالے، ہرگز ضرر نہ دے گا۔میں سمجھ گیا کہ میرے شبہہ کا جواب ہے۔میزبان صاحب میرے ملاقاتی تھے۔جب کھانے کے بعد میں ہاتھ دھونے لگا، تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کے دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تاکہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچے، نان نمک جو کچھ ہوسکے حاضر خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دعا فرمائیں، تو گھر کا دَلدر دور ہو، اور خوشحالی آئے۔اور

برکاتِ دین و دنیا حاصل ہوں۔

ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانہ میں حسن میاں والے مکان میں تشریف رکھتے تھے ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا۔ خادم ہمراہ گیا، واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔ فرمایا: ذرا ٹھہریے گا۔ یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لیے سینی میں کھانا لیے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، اور مجھ سے فرمایا: کھایئے۔ میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دستِ مبارک سے لے لیا، اور کھالیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کا لڑکا یعقوب علی عرف جیلانی میاں بیان کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کچھ ہلکی سی صورت یاد ہے۔ ایک واقعہ میں مجرم کی حیثیت سے حضرت کے سامنے، میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ والدہ اپنے ساتھ مجھ کو اور میری خالہ زاد بہن کو جو میری ہم عمر تھیں، لے گئی تھیں۔ اس کو میں بلاّ کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑھایا، اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت لے کر حضرت قبلہ کے پاس گئی کہ دیکھئے حضرت! جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا: بلاؤ جیلانی کو۔ وہ سمجھے کہ ان کے پوتے جیلانی میاں نے یہ شرارت کی ہے۔ مگر جب مجھے حاضر کیا گیا، میری بہن نے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے، تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا۔ بھئی! تم نے کیوں مارا؟ میں نے کہا حضرت یہ بلا ہے اس لیے مارا ہے۔ اِس پر حضرت نے اپنے ہاتھ سے ہم دونوں کو ایک نوالہ کھلایا

اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ کھا کر بھاگ آئے۔ اللہ اللہ مہمان کی کتنی خاطرداری ملحوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی، اور بکری کا قورمہ تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے، ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں، اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں۔ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منھ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا، اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا، لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدّت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام

نہ کرسکتا تھا،اس لیے انھیں جواب نہ دے سکا۔حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے،جسے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جوشخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔اس بلا سے محفوظ رہے گا۔وہ دعا یہ ہے الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلاً جن جن امراض کے مریضوں،جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔الحمد اللہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں،اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے۔مجھے نوعمری میں اکثر آشوب چشم ہو جایا کرتا تھا،اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔۱۹رسال کی عمر ہوگی کہ رامپور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی،جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہیں ہوا۔اسی نماز میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی۔دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔دوسری دبی وہ بھی صاف ہوگئی،مگر درد،کھٹک،سرخی،کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔افسوس اس لیے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ سے حدیث ہے۔تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔کھجلی،کہ اس سے امراض جلدیہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔آشوب چشم،نابینائی کو دفع کرتا ہے۔اس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا۔ایک اور مرض پیش آیا۔

جمادی الاولیٰ ۱۲۰۰ھ میں،بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ

باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا۔ اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا، تو وسط شئی مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شئ کا جتنا حصہ ہوا۔ وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاج چشم میں بہت سر برآوردہ تھا۔ سنڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۹) نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے، علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کہ کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھئے۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے۔ فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے، بیس برس بعد (خدانا کردہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب ﷺ کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔ کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس بعد کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد، چار برس کہے۔

مجھے محبوب ﷺ کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گذر چکے ہیں، اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے گا، نہ میں نے کتاب بنی میں کبھی کمی کی، نہ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے دائم و باقی معجزات ہیں، جو آج تک آنکھوں دیکھے جارہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کہ منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کیے، تو ایک دفتر ہو۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی: اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں، لوگ باری باری میرے لیے جاگتے تھے۔ اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اُسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں۔ غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا، اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دبالیا۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف و اذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہوگیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔ (ق ۸۸ تا ۹۳)

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے غالباً ۱۲۹۵ھ یا ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں اور حافظ عبدالکریم صاحب قضاوقدر کے مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے مولانا لائق علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں گئے، اور دریافت کیا۔ حضرت ممدوح نے اس کا جواب دیا۔ جس سے اس کے متعلق پھر کچھ سوال کیا، تو وہ برافروختہ ہوئے۔ ہم دونوں اٹھ کر مولانا یعقوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ دوبارہ دریافت کرنے پر وہ بھی خفا ہو گئے۔ تو اعلیٰ حضرت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے، اور وہی سوال کیا۔ اول حضور نے بھی وہی جواب دیا، دوبارہ دریافت کرنے پر اس قدر سمجھایا کہ خوب اطمینان ہو گیا۔ اور انتہا درجہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ہم دونوں حاضر ہوا کرتے تھے اور بے حد فرحت و مسرت حاصل ہوتی تھی، بلکہ جب کبھی راحت میں کسی طرح کا انتشار یا فکر و رنج ہوتا تھا، تو اس کی دفع کی تدبیر وہاں کی حاضری ہی ہوتی تھی۔ حضور کے فیض و برکت سے وہ فکر و رنج، فرحت و سرور سے بدل جاتے تھے۔ (ق ۱۳۹)

کرم و سخاوت : جناب ذکاء اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعد مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف لا کر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے۔ خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رزائی نہیں ہے؟ خادم خاموش ہو گیا۔ اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھے تھے، خادم کو اُتار کر دے دی، اور فرمایا کہ اوڑھ لیجیے۔ خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی،

اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رزائی اوڑھ لی۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رزائی مجھے عنایت فرمائی، اُس کے دو تین دن کے بعد حضرت کی نئی رزائی تیار ہو کر آ گئی۔ نئی رزائی اوڑھے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب رات کے وقت آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رزائی اُن مسافر صاحب کو عطا فرما دی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے: میرے والد علیل تھے۔ عسرت کی حالت تھی، حضور نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ میں آپ کو نہیں دیتا ہوں، بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لیے دے رہا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالت ترشح ہوا کرتی تھی۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی، اور اپنے ہی پاس رکھ لی کہ جب حضور کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے، تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا، حضور نے فوراً چھتری حاجی صاحب سے دلوا دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب (برادر خورد اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ) نے حضور کے واسطے خاص طور پر ایک فرد تیار کرا کر پیش کی۔ حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال

فردیں تیار کرا کے غربا کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سال کی سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی۔ حضور نے بلا تاخیر اپنی وہ فرد جو حضرت ننھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اُس کو اوڑھا تھا، اُتار کر دے دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ علامہ شیریں زبان واعظ خوش بیان مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرمین طیبین سے واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عرس قاسمی میں مارہرہ مقدسہ کی حاضری ہوئی تو وہاں دوسرے احباب کے ساتھ عالیجناب صاجزادہ وجاہت رسول صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف رضا کراچی سے بھی حیات اعلیٰ حضرت کا ذکر آیا۔ انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ کاتب سے کتابت کی بجائے کمپیوٹرائزڈ کیلی گرافی (Computerised Calligraphy) ہو۔ دوسرے احباب نے بھی ان کی موافقت کی۔ مگر چسپاں کردہ تراشے جدا ہوجانے سے پھر وہی دشواری تھی کہ یا تو پوری کتاب نئی ترتیب سے نقل کی جائے، جس کا میں متحمل نہیں تھا یا پھر تراشے دوبارہ چسپاں کیے جائیں، اور مسودہ کسی کمپیوٹر سینٹر کے حوالے کیا جائے، جس کے لیے میں بعض وجوہ سے تیار نہ تھا۔ اس لیے فیصلہ کیا کہ جامعہ میں کمپیوٹر خرید کر اپنی موجودگی ہی میں یہ کام کراؤں۔ اگر چہ جامعہ کی مالی پوزیشن اس کی اجازت نہیں دیتی تھی پھر بھی کسی نہ کسی طرح کمپیوٹر خرید لیا گیا، اور حضرت مولانا محمد عبد المبین صاحب نعمانی کی وساطت سے کمپوزنگ کے لیے مولانا محمد افروز القادری چریاکوٹی کی خدمات حاصل کیں۔ موصوف نے بڑی محنت وجاں فشانی سے یہ فریضہ انجام دیا۔ مولانا نے میرے ساتھ جتنی محنت کی ہے شاید ہی کوئی کمپوزیٹر اتنی زحمت برداشت کرتا۔ اس طرح تقریباً ایک سال کی مدت میں کمپوزنگ کی تکمیل ہوئی۔

وہ لعل پرضیا تم ہو وہ دُرِّ بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے اِن آنکھوں نے دیکھا جسکی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو
جلال و ہیبتِ فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر اک حربۂ تیغ خدا تم ہو
اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر دغا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

وَفِی اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اُس کے شہا تم ہو

جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا: مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمت تھا۔ فرمایا) اگر اس عمامہ کو پیش کروں، تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جُبّہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں؛ اور کاشانۂ اقدس سے سرخ کا شانی مخمل کا جُبّہ مبارکہ لا کر عطا فرما دیا، جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا ممدوح نے سروقد کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا۔ آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی کو جبہ عطا فرمانے پر ایک واقعہ مجھے اپنا بھی یاد آ گیا، جو حضور کے جود وسخا اور اس فقیر پر نظر شفقت و مہربانی کی بین دلیل ہے۔ ۱۳۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا، اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لیے بریلی شریف بھیجا

مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کیے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا: اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھر کا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جایئے، اور وہابیہ کو شکست دیجیے۔ میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لا کر مجھے عنایت فرمایا: اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اُسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبہ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لیے آئے تھے۔ اُن میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکہ معظمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے، اور اسی بناپر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ ادھر سے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے، دونوں طرف کے عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں، عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے؟ لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین مرتبہ فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں، کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے۔ والناس می فھمند مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری نے فوراً ٹوکا۔ مولانا! یہ تو فصیح عربی نہیں ہوئی، فصیح عربی والناس می سمجھند ہے۔ کیا ایسی ہی عربی مکہ معظمہ سے سیکھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست قہقہہ پڑا، اور مولوی صاحب

کھسیانے سے ہو گئے۔ اُس کے بعد بقیہ تقریر اُردو میں کی۔ پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اردو ہی میں ہونے لگیں۔ جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سبھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ تقاضے پر تقاضے ہوتے، مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹتا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے۔ آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا۔ مولانا! کچھ تو بولیے، تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے۔ آخر مجبوراً اُن لوگوں نے بھی اعلان کیا۔

صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کیے، ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا، اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے، اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں۔ ورنہ کس دن کے لیے اُٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی صاحب و مولانا مولوی ظفر الدین صاحب و مولوی احمد حسین خان صاحب وغیرہ علما کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیے۔ چنانچہ اُن چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ جب بخیر و خوبی کامیابی کیساتھ ہم لوگ بریلی شریف

واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی، اور اُن لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں، وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام 'یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ' رکھا۔ اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام 'شکست سفاہت' رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (ق۵۴، ۵۶)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہِ مہینے مقرر تھے۔ اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ پچاس روپے روانہ کرنے تھے، اتفاق وقت کہ حضور کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار! میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمہ مقرر کر لیے ہیں۔ اگر کل منی آرڈر پچاس روپیہ کا روانہ ہو جائے گا، تو ڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گا، ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصباح ایک سیٹھ صاحب حاضر آستانہ ہوئے، اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعہ مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کئے۔ اس وقت حضور پر بہت رقت

طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ ارشاد ہوا: یہ یقیناً سرکاری عطیہ ہے۔ اس لیے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کے لیے فیس منی آرڈر بھی تو چاہیے۔ چنانچہ اُسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا، اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر کر دیا گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں، اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لیے رکھے تھے۔ اگر آپ فرمائیں تو حاضر کر دیئے جائیں۔ حالانکہ آج ڈاک سے ایک منی آرڈر ڈھائی سو روپے کا آیا تھا، اور وہ سب تقسیم کر دیے گئے۔ پہلے سے آپ آجاتے، تو آپ کو بھی مل جاتا۔ اُن بیچارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی، اور حضور نے وہ ساڑھے تین آنے اُن کے حوالہ کر دیئے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ نہ اس خیال سے کہ عوام مخیّر جانیں، نام ونمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ حقیقۃً یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے، اسی لیے بعض لوگوں کے وسوسہ رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اسے اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہری قدس سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶۔۱۷۔۱۸ ذی الحجہ الحرام کو کرتے۔ قل شریف کے بعد نذر کی رقم خدام وغیرہ

پر تقسیم ہونا شروع ہو جاتی، اور اسی وجہ سے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی فقیر سے بعجیل مصارف عرس کا حساب تیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ اور خود فقیر بھی جلد تر تعمیل ارشاد کرتا۔ مگر پھر بھی کافی رقم تقسیم ہو جایا کرتی تھی، اور بالآخر دست گرداں رقوم کے مطالبات خود اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی موقع پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدار نصاب ان کے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے گیا۔ ع:

کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے (ق۵۰۰ ۵۴)

۱۳۳۴ھ کے سردی کا موسم ہے، میں ایک دن مراد پور چھینٹ دیکھنے کے لیے گیا۔ ایک دکان پر سبز زمین پر بہترین چھینٹ نظر پڑی، اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تھان دیکھا، جو پیڑ یدار چھینٹ تھی، ان دونوں تھانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اس کپڑے کی دولائی بنوائی جائے، اور یہ بیل اُس میں لگائی جائے تو بہت بہتر دولائی ہو۔ چند احباب ساتھ تھے، انہوں نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اُسی وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ واقعی یہ دولائی بہت ہی نفیس اور بہتر ہوگی، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ بہتر ہی شخص کے لیے بنے، اور میں نے ارادہ مصمم کر لیا کہ تیار کرا کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بصیغہ رجسٹری پارسل روانہ کر دوں گا۔ احباب نے کہا کہ استر کے لیے یک رنگا ہی خرید لیجئے۔ میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے لیے

صندلی رنگ کا استر مناسب ہے۔ چنانچہ گفش ململ لے کر مرادپور ہی میں صندلی رنگنے کو دے دیا۔

الغرض جیسا میں چاہتا تھا بہتر سے بہتر وہ دلائی سل کر تیار ہوئی۔ میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دی اور اُس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھ دیا۔ ع

سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف ماموں میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا، اس وقت میں بھی حاضر خدمت تھا۔ سیل و مہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی۔ اعلیٰ حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور جتنے لوگ اس وقت کاشانہ اقدس میں موجود تھے، سب نے بہت پسند کیا، اور بہت تعریف کی۔ اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابل تعریف تھی۔ اعلیٰ حضرت نے سب کے اصرار سے اُسے اوڑھا، اور مسہری پر تشریف فرما ہوئے کہ میری زبان سے بے اختیاری میں یہ فقرہ نکلا۔ واقعی بہت عمدہ دولائی ہے، جوانوں کے لائق ہے۔ یہ سنتے ہی اعلیٰ حضرت نے وہ دولائی مجھے عطا فرما دی کہ تم اسے اوڑھو، حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے باصرار مجھے عنایت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے جود وسخا کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ (ق ۵۸،۵۹)

قناعت و توکل : مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں

صاحب سجادہ نشین سرکارکلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے، اسلیے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سویا دوسو (صحیح مقدار یاد نہیں) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی، جسے مولانا صاحب نے وصول کرلیا اور رسید بھی آ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت کا منی آرڈر آیا۔ جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنے ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیئے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے، اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی، اور میں اپنی ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے، وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں، تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرۂ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجیے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد بریلی جانا ہوا، اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:۔

> مکہ معظمہ سے ایک صاحب کا والا نامہ آیا کہ میری دو لڑکیوں کی شادی ہے، اس کے لیے آپ امداد کیجئے۔ میں نے خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کے لیے ایک ہزار کی رقم کافی ہوگی۔ اسی مقصد کے لیے شجرۂ زر کا عمل کیا۔ عمل کا چالیسواں دن تھا کہ میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ حامد رضا آئے، اور ایک بندھا ہوا رومال دیا، اور کہا کہ ایک صاحب

ملنے کی خاطر آئے تھے۔ میں نے کہا، اس وقت بالا خانہ پر معمول میں مشغول ہیں۔ دوسرے وقت تشریف لائیے گا۔ وہ صاحب یہ رومال دے کر چلے گئے۔ میں نے جب وہ رومال کھولا اس میں ایک ہزار سے زیادہ رقم تھی۔ خیال کیا کہ زیادہ کیوں ہے؟ معاذہن میں آیا کہ مکہ معظمہ تک پہنچنے کے مصارف ہیں۔ میں نے فوراً اس عمل کو ہٹا دیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔ (ق۲،ص۵۸،ص۵)

اغلاط کی تصحیح:- غیر مطبوعہ جلدوں کو مسودے سے نقل کرنے کی خدمت ملک العلماء نے جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں شرح جامی پڑھنے والے دو شاگردوں سے لی تھی۔ استاذی حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا عبد الرشید صاحب رشیدی۔ حضرت خواجہ صاحب کے بقول مبیضہ کرتے وقت مسودہ کے جو الفاظ ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے، وہ حضرات ملک العلما کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے اپنے طور پر ہو بہو نقل کر دیتے یا پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ کہیں کوئی سطر چھوٹ جاتی تو اسے حاشیہ میں یا بین السطور لکھتے بھی نہیں تھے، اور مکرر ہو جاتی تو قلم زد بھی نہیں کرتے تھے۔ غیر مطبوعہ جلدوں میں اس طرح کے مقامات تو قارئین کی نگاہ میں نہیں، مطبوعہ حصہ جو پاکستان سے یہاں تک مختلف مطابع سے شائع ہوتا رہا ہے، اس کے تمام ایڈیشنوں میں قدر مشترک کے طور پر جو غلطیاں موجود ہیں ان کی چند مثالیں بطور نمونہ مشتے از خروارے ملاحظہ فرمائیے۔

❶ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۶ میں حضرت مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ کے وصال کی تاریخ پر مشتمل مادے اور اشعار یوں مطبوع ہیں:-

اتباعِ شرع و تقویٰ

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی خیر آباد گئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی سے ملنے کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کہہ کر ہمراہ جانے سے عذر کیا کہ مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی کے متعلق مسموع ہوا کہ وہ فقہائے کرام، علمائے اعلام کے خلافِ شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں۔ مجھ سے اس کی برداشت نہ ہوگی اور مجلس میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں، اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش صاحب خیر آباد میں فقیہ تھے اور حضرت چھوٹے مخدوم صاحب حضرت مخدوم الٰہ دیا خیر آبادی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں تھے۔

انہیں کا بیان ہے کہ سیتا پور میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں لفظ حسین اور زاھد بھی ہے۔ مولانا نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا: حسین صیغۂ تصغیر ہے اور زاھد اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانے میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہم چاری صاحب آئے

ہوئے ہیں، اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد بدایوں میں وعظ فرمائیں گے۔ ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا، میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں چل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی سنیں گے۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور میں جامع مسجد جانے لگے، تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مولانا بدایونی صاحب سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کرلیں، اس لیے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قراءت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان وقصور مسموع ہوا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضۂ فجر ادا کرنے کے لیے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی۔ نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانۂ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے۔ اس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں۔ مگر قربان اس ذات کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا، تو سیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، اور اسی پر بس نہیں، ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی۔ یہاں تک کہ محراب میں مصلے پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے بنی پاک کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔ چنانچہ عمامہ مبارکہ کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہوتے، عمامہ مقدسہ کی بندش اس طور پر ہوتی

کہ بائیں دست مبارک میں گردش اور داہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

ایک روز جناب سید محمود جان صاحب نوری مرحوم ومغفور نے حضور کے عمامہ باندھنے پر عرض کیا کہ حضور عمامہ باندھنے میں الٹا ہاتھ کام کرتا ہے۔ فرمایا: اگر سیدھا ہاتھ ہٹالیا جائے، تو الٹے ہاتھ سے باندھ تو لیجئے۔ اصل بندش تو سیدھے ہی ہاتھ سے ہوتی ہے۔

اگر کسی کو کوئی شی دینا ہوتی، اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا۔ فوراً اپنا دست مبارک روک لیتے اور فرماتے، سیدھے ہاتھ میں لیجئے، الٹے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

اعداد بسم اللہ شریف '۷۸۶' عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں، تو ابتدا '۷' سے کرتے ہیں۔ پھر '۸' لکھتے ہیں، اس کے بعد '۶'۔ مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے '۶' تحریر فرماتے، پھر '۸' تب '۷'۔

یونہی نقش کے خطوط سیدھی ہی جانب سے کشش فرماتے، اور تہ فرمانے میں بھی اس کا لحاظ تھا کہ نقش کے سیدھے رخ کی طرف یعنی جس طرف ۷۸۶ ہے ادھر سے نیچے کی طرف تہ کرتے ہوئے لاتے، پھر سیدھی جانب سے فلیتے تعویذی صورت میں کر دیتے۔

یہاں ایک ضروری ارشاد عرض کروں، وہ یہ کہ ہر وہ تعویذ جس پر موم جامہ کرنا ہو پہلے اس پر خوشبو لگالی جائے یا لوبان کی دھونی دی جائے، اس کے بعد سادہ کاغذ لپیٹ کر (کاغذ رول دار نہ ہو) پاک کپڑے کی تہ دے کر

موم جامہ کیا جائے۔ یہ احتیاط اس لیے ہے کہ موم جامہ سیاہی کو جلد چاٹ لیتا ہے۔ تو جب نقش ہی نہ رہا، ظاہر ہے کہ اثر کیا ہوگا؟ مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا: گیا ہے۔ اس لیے حضور اس موقع پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصہ پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے، پھر الٹے میں۔ بیت الادب میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا فرما کر جاتے۔ شاید اس میں دو مصلحت مضمر تھیں۔ ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے، دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا۔ بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے۔ اس لیے احتیاط ملحوظ رکھتے۔ والحمد للہ۔ (ق۱۷۶،۱۷۸)

انہیں کا بیان ہے کہ نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے، فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے۔ اور اسی پر بس نہیں، بلکہ جس درجہ میں ورود مسعود ہوتا، تقدیم سلام ہوتی جاتی۔ اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر درجہ میں وسط در سے داخل ہوا کرتے، اگرچہ آس پاس کے درون سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو۔ نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً وجنوباً پڑھا کرتے۔ مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی (۱۰) ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ، اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ حضور کو نماز عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود، مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف،

گدے کی چارتہ کر کے اس پر وضو کیا، اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی، اور اس پر بادو باراں کا طوفان، یونہی جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزء۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدتاً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ حضور نے نیچی نظر کر لی۔ انہوں نے کچھ عرض کیا۔ حضور نے بغیر نظر اٹھائے، جواب دیا۔ چونکہ ہم خدام حضور سے سنے ہوئے تھے کہ ناف سے زانو تک مرد کا جسم عورت ہے، اور اس کا چھپانا واجب ہے، اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے، فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیئے۔ اس کے بعد حضور نے نظر ملا کر کلام فرمایا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمال غیرت علیٰ احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا کوئی ہوتا، تو بگڑ جاتا، لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال بے نفسی وحق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت بریلی تشریف لے جانے لگے،

تو شاہ جی میاں صاحب رضی اللہ عنہ اسٹیشن تک پہونچانے گئے، اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا کہ مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔ یہ تھے ان حضرات کے مابین وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ کے جلوے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وللہ الحمد

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے جماعت کا وقت تھا مسجد کے کنوے پر ایک بہشتی کا لڑکا پانی بھر رہا تھا جلدی کی وجہ سے اسی لڑکے سے پانی طلب فرمایا، اس نے کہا کہ مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور نہیں دیا مولانا کو غصہ اور فرمایا کہ ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں اس نے کہا کہ مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نابالغ ہوں مولانا کو اور غصہ آیا جماعت ہو رہی تھی اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے فرمایا: آخر تو جہاں جہاں پانی دیتا ہے ان کا وضو کیسے جائز ہو جاتا ہے اس نے کہا وہ لوگ تو مجھ سے مول لیتے ہیں۔ اور غصہ آیا مگر اس نے نہیں دیا آخر کار خود بھرا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے تو غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ بہشتی کا لڑکا از روئے فقہ صحیح کہتا تھا۔ دیدار علی! تم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباع شریعت کا فیض ہے یہ خیال آ کر بہت شرم آئی اور پھر ادب و عقیدت سے اعلیٰ حضرت سے ملے اور پھر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (ق ۱۷۹، ۱۸۱)

احتیاط فی الدین: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات صلاۃ خمسہ فقیر استخراج کرتا ہے، اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کاشانہ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے۔ جو دس پندرہ منٹ میں واپس آجاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم، کہ اس کے اخیر میں لفظ (خیر) تحریر فرمایا تھا۔ اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (×) بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا۔ جو سکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا۔ اگرچہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا، مگر غلطی تو تھی، اس لیے بجائے صحیح کے لفظ (خیر) ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک و متبرک و بے مثل محتاط، صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر منیر اور تقریر دل پذیر کا کوئی جملہ، کوئی لفظ، کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے، نقشہ اوقات صلاۃ خمسہ ماہ مبارک کا تیار ہو چکا ہے۔ حضور نماز عصر اپنی جیبی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا، اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم یا بیش کر کے میرے اور برادرم قناعت علی کے حوالے فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ شہر سے باہر بلند مقام پر پہونچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو، اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے؟ حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے۔ یہ منظر دیکھنے کے لیے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خان صاحب اور نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تار گھر سے ملی ہوئی اور تھی۔ نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب

ہم چاروں شخص کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا باریک کنارہ جھلک دے رہا ہے، تو وقت میں بھی سکنڈ باقی ہیں، یہاں تک کہ ادھر وقت پورا ہوا، اور اُدھر آفتاب نظروں سے اوجھل تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا۔ اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا، حضور کے روبرو صحیح ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں یہ وقت تھا۔ حضور نے تبسم فرمایا، اور فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نقشہ کے مطابق غروب ہوا۔

انہیں کا بیان ہے کہ برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے۔ جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔ اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانے میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بدبو نکلتی تھی۔ لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی، کہ ایک لالٹین میں معمولی چار شیشہ لگوا کر کپی میں انڈی کا تیل ڈالا، اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی۔ ارشاد فرمایا: حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! اس میں انڈی کا تیل ہے۔ فرمایا: راہ گیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں انڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا

بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ، اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں۔ ہاں! اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں رانڈی کا تیل ہے، اس لالٹین میں انڈی کا تیل ہے، تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس لالٹین میں شرعاً مضائقہ نہ تھا، مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا کہ: **اتقوا مواضع التھم** بچو اعتراض کے مواقع سے۔ یعنی اگرچہ وہ بات درست ہو مگر لوگوں کو خواہ مخواہ طعن و تشنیع کا موقع اس سے ملتا ہو، اس سے احتیاط کرو۔ نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عامہ مخلصین و معتقدین اس لالٹین کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہوا سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہی ہوگا۔ یہ ہے نشان امامت اہل سنت و غلامی سرکار رسالت کا جلوہ۔

والله الحمد

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دُکھنے آ گئی تھیں۔ اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا، اور فرمایا: سید صاحب! دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے؟ ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا خیال فرماتے کہ

عام لوگ نہیں، بلکہ اکثر علما اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ایک سال میں بیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں معتکف ہوا۔چھبیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت نے بھی اعتکاف فرمایا۔ایک دن قبل اعتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا۔تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا: آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔انہوں نے کہا کہ حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں، اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔انہوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجئے، وہ پڑھ رہے ہیں۔میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا، سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ارشاد فرمایا کہ قعدۂ اخیرہ میں سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا۔صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی۔یہ بزرگ پیر عبدالحمید صاحب بغدادی ہیں۔ بڑودہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔ بعدہٗ معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے؟ تب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گیا۔اعجاز قرآنی کے سلسلے میں فرمایا:

نہیں ہوتا مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں واقعی اکسیری و تسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔
حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ درقم النجوم مصنفہ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین بن العربی قدس سرہ العزیز ہے جو مطبع گلزار حسنی بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسمعیل صاحب قادری نقشبندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجیب اتفاق کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہو گیا اس لئے اخیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال مستخرج اعلیحضرت قدس سرہٗ شامل کر دی گئی ہے جس کے ہر ہر مصرعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے میں اس جگہ اوس پوری عبارت کو نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکۃ عمدۃ الکاملین زبدۃ الواصلین العارف الجلیل مولانا المولوی محمد اسمٰعیل القادری النقشبندی الشاذلی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ از افادات امام البلغا مقدام الفصحا تاج الفقہاء المحدثین سراج العلماء المحققین فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد اللہ وصلاۃ علی محمد الحکیم ۔ رفعۃ الباقیت ۔ عام وفات العلم الثبت الفاضل الکامل الحسن الجلیل ۔ المرضی الاجل اسمٰعیل ۔ عام ثمر الحل شاذلی الحسب قادری النقب والاجل الرتب ۔ اٰوادا لودود علیہ احسانہ الجسیم دار السلام اسمٰعیل بجد مع ابراہیم

لاسمعیل اسمعیل سنہ	رحامی حالہ من کل فتنہ
لاسمعیل اسمعیل ونہج	ارادح کل مئی من فطنہ
لاسمعیل اسمعیل حیق	اتاک الحق تکب کل محنہ
لاسمعیل عند شہدن شاہ	دعاء بکرمنہ ومنہ
لادیکمی اتقال سعید	اینقسم رجو نفس حسنہ
ریاح الرواح من کان لبنی	کزینۃ اخی منھا من مزنہ
سندو ونا عدیاتی تہیتا	نوقطر دہند وغیر وجنہ
مزید لی حال حسان عنو	لانوار وعہد مُتو سنہ

میں ایک مرتبہ ایران گیا، وہاں آتشر رستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا ہے، اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ ہوئے، لوگوں نے میرا نام لے دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ جسے پوجتے ہیں، اسی سے، پوچھ لو۔ یعنی آتشکدہ میں جاکر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے؟ لوگوں نے اسے محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کرکے ایک تاریخ، وقت معین کرکے مناظرے کا اعلان کردیا۔ وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا، چلیے۔ اب گھبرایا اور رُکا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکا، تو محض دھمکی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے تنہا اس آتش کدہ میں چلا گیا اور پورے بیس منٹ آگ میں کھڑا رہا۔ بعدہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کہ بہت سے آتش پرست مسلمان ہوگئے۔ میں ـ نے اپنے ضعف ایمانی کی وجہ سے ان سے مکرر پوچھا کہ آپ کیسے آتش کدہ میں چلے گئے؟ فرمایا: قرآن مجید لے کر، یہ سمجھ کر چلا گیا۔ جب ہم کو قرآن نار جہنم سے بچائے گا، تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا؟ اس واقعہ سے حضرات ناظرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگائیں۔ ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سنا۔ دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی اور فرمایا: آج پوری رات روتے گذری۔ یہی کہتا رہا کہ خداوندا! تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں، جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (ق ۱۸۱، ۱۸۴)

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی۔ اور باوجودیکہ بے حد حار مزاج تھے۔ مگر کیسی ہی

گرمی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ خصوصا فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت جس قدر احتیاط سے نماز پڑھتے تھے، آج کل یہ بات نظر نہیں آتی۔ ہمیشہ میری دو رکعت ان کی ایک رکعت میں ہوتی تھی اور دوسرے لوگ میری چار رکعت میں کم سے کم چھ رکعت بلکہ آٹھ رکعت۔

ہر شخص حتی کہ چھوٹی عمر والے سے بھی نہایت ہی خلق کے ساتھ ملتے، آپ اور جناب سے مخاطب فرماتے۔ اور حسب حیثیت اس کی توقیر و تعظیم فرماتے۔ (ق ۳۰،۳۶)

صلابت مذہبی و حق گوئی : حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا۔ یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیر ہوگیا، اور جناب مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا: آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا، اور مولانا عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا کہ مولانا! ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجیے۔ جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان پر بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا:

'مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ انہیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں و وعظوں میں جانا چھوڑ دیا' اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے عرس حضرت صاحب البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا کو طلب کرلیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرماتے تھے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متمول رنڈی کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضہ شریف کی سیڑیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی، سازندوں نے ساز لگائے تھے۔ تو مولانا کی نظر پڑ گئی اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگاہ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں، فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔

جناب حاجی کفایت اللہ صاحب جناب حاجی خدا بخش صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے پڑھی۔ جب حضرت نماز پڑھ چکے، تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا۔ وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی۔ انہوں نے خواہش کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت تمہاری داڑھی حد شرع کے

مطابق ہو جائے گی، اس وقت میں وظیفہ وغیرہ بتادوں گا۔ وہ صاحب اس کے متعلق ایک بزرگ کا سفارشی خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتادیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: جب تک تم داڑھی حد شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے، اس وقت تک تم کسی کی سفارش لاؤ، تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب داڑھی تمہاری حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، میں خود ہی بتادوں گا، اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔

رسالہ مبارکہ 'دربار حق وہدایت' میں حضرت مولانا ابو المساکین شاہ ضیاء الدین صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی مدیر تحفہ حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس علمائے اہل سنت و جماعت پٹنہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۷ر رجب المرجب لغایۃ ۱۳ر رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ شرکت فرماتے ہیں۔ جلسہ مذکورہ کے اخیر روز ایک شاعر آزاد، نیچری وضع، داڑھی صفا نے، جن کے ساتھ اسی وضع کے آٹھ دس حضرات اور بھی تھے، خدمت اقدس حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضر ہو کر اپنا ایک فارسی ترکیب بند، تین بند کا مدح جلسہ مبہمہ (جس سے کچھ بھی واضح نہ ہوتا تھا کہ کس جلسہ کی تعریف ہے) اس اظہار کے ساتھ کہ میں نے اس مجلس مبارک علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں لکھا ہے، اس جلسہ میں پڑھ کر فخر حاصل کرنے کی اجازت مانگتا ہوں، پیش کیا۔ حضرت والا نے فرمایا: مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس لے جایئے، انہیں سنا بھی لیجیے۔ اگر وہ بعض الفاظ کی تبدیلی کو کہیں بدل دیجیے، اور انہیں سے اجازت لیجیے۔ آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آئے،

اپنی نظم دکھائی۔ حضور نے بعض الفاظ مخالف شرع میں اصلاح دی۔ آزاد صاحب نے قبول کی۔ حضور نے ان کی وضع قطع وترکیب سے سراپا نیچری اور داڑھی منڈی دیکھ کر فرمایا: آپ مولوی سید اعظم شاہ صاحب کو اجازت دیجئے کہ وہ آپ کی طرف سے جلسہ میں پڑھ دیں۔ کہا میں ایرانی لہجہ میں پڑھوں گا۔ شاید مولوی صاحب نہ پڑھ سکیں۔ مولوی اعظم شاہ صاحب نے فرمایا: عربی، مصری، ایرانی جیسا لہجہ کہیے، میں پڑھ دوں۔ پھر ایک بند ایرانی لہجہ میں پڑھ کر سنایا۔ آزاد صاحب نے پسند کیا، اور بظاہر راضی ہوئے کہ یہی پڑھ دیں۔ مولانا مولوی سید عبد الصمد صاحب سہسوانی کا وعظ ہو رہا تھا، اس کے ختم کا انتظار ہے کہ حافظ عبد المجید صاحب رئیس موضع اندھوس تشریف لائے، اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا۔ کچھ ضروری عرض ہے، دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیے۔ ارشاد فرمایا: جلسہ وعظ سے اٹھ کر جانا کیا مناسب ہے؟ اگر کوئی ایسی ہی شدید ضرورت ہو تو خیر! ورنہ ختم وعظ کا انتظار کیجیے۔ کہا: اسی وقت کی ضرورت ہے۔ حضور اٹھے، اور ایک خالی کمرہ میں، جہاں صرف مولوی سید شاہ بشیر صاحب الہ آبادی تشریف رکھتے تھے، جا کر بایں الفاظ تمہید شروع کی کہ یہ آٹھ دس نیچری جو اس داڑھی منڈے کے ساتھ آئے ہیں، سب ندوی تھے۔ اس داڑھی منڈے نے انہیں ہدایت کر کے ندوہ سے بیزار کیا، اور جلسہ اہل سنت کا طرف دار بنایا ہے۔ حضور نے فرمایا: اگر ایسا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے۔ اس وقت مقصود کیا ہے؟ کہا۔ اس کی نظم جلسہ میں دوسرا پڑھے، اس میں اس کی سخت دل شکنی ہے۔ اجازت دیجئے کہ یہی پڑھے، اور اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ یہ پورا سنی ہے۔ یہاں تک کہ ندوہ کا بھی مخالف ہے۔

آپ اس کی نیچری وضع پر نہ جائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا، اور مولوی سید شاہ بشیر صاحب سے بھی حافظ صاحب نے سفارش چاہی تو حضور نے فرمایا: بہت اچھا یہی پڑھیں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ کھڑے ہوکر برسر جلسہ اعلانیہ فرمائیں۔ صاحبو! میں سنی صحیح العقیدہ ہوں۔ نیچریوں، وہابیوں، رافضیوں، غیر مقلدوں، سب گمراہوں سے جدا ہوں۔ اس وضع کو بھی خلاف شرع شریف جانتا ہوں۔ میں نے اپنے علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں کچھ نظم عرض کی ہے، اسے سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد پڑھ دیں، ہمارا حرج نہیں۔ حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہوگئے۔ وہاں سے جاکر یہ شرط آزاد صاحب سے بیان کی۔ یہ انہیں منظور نہ ہوئی۔ حافظ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ مجھ سے حلف اٹھوالیں کہ یہ داڑھی منڈا سنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب وہ برسر جلسہ اعلان کردیں گے، آپ کے حلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کہنے لگے کہ آپ اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اس نے اتنے لوگوں کو ندوہ کا مخالف بنا دیا ہے۔ اس پر حضور نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت فرمائی اگر تم سچے ہو۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ اعلان کردیجئے کہ میں سنی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا سنی ہونا یہاں سے حرمین محترمین زادھما اللہ شرفا وتکریما تک آفتاب سے زیادہ روشن ہے، میری تصنیفات تمام ہندوستان میں شائع ہیں، جو میری سنیت پہ شاہد عدل ہیں۔ اور بیان کو کہیے تو رات چار گھنٹے تک فقیر نے یہی بیان کیا کہ میں سنی ہوں،

اور بحمد اللہ نیچریہ، وہابیہ، رافضیہ، وغیر مقلدین، وندویہ وغیرہم سب بدمذہبوں سے بیزار ہوں۔ اور جب تک زندہ رہوں گا، بعونہ تعالیٰ تقریراً تحریراً یہی بیان واعلان کرتا رہوں گا۔ فقیر پر بحمد اللہ کسی تہمت واحتمال کا وہم نہیں، جس سے تبریہ کی حاجت ہو۔ حافظ صاحب ساکت ہو کر گئے۔ مگر آزاد صاحب بہت گرم ہوتے ہوئے تشریف لائے کہ مجھ پر وجہِ احتمال وتہمت کیا ہے؟ مولوی سید اعظم شاہ صاحب نے آزاد صاحب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ ہے! کہا ترک داڑھی منڈاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس سے جواز کیوں کر ثابت ہوا؟ یہ جلسہ ندویہ کی سنگت نہیں، جس میں سب کی کھپت ہے۔ یہاں آکر اگر اپنی نظم سنانا چاہتے ہیں، تو پہلے وہ اعلان کرنا ضرور ہوگا، ورنہ اجازت نہ ہوگی۔ آزاد صاحب وحافظ صاحب وجملہ نیاچرہ خفا ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ یہ پورے آزادی پسند اور ندوہ کے خادم اور پابند ہیں۔ اسی جلسہ ندوہ میں ان کی اردو نظم مدح ندوہ میں چھپ چکی ہے۔ جو انہوں نے ندوہ کے جلسہ میں پڑھی۔ اس مہمل ومبہم ترکیب بند کے سنا دینے میں یہ حکمت تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہوگی کہ مجلس علمائے اہل سنت میں بھی ایسے حضرات لکچراری کرتے ہیں، مگر اہل سنت کا حافظ وناصر اللہ عزوجل ہے، وللہ الحمد۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کی سب سے چھوٹی صاحب زادی مرحومہ کی شادی عنقریب ہونے والی تھی کہ بمبئی سے تار آیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی حج کے ارادہ سے آئے ہوئے ہیں، اور مسافر خانہ میں مقیم ہیں۔ حضور نے فوراً تار کا جواب تار پر دیا کہ تحقیقی تار آنے پر،

میری آمد کا تار ملنے پر، جہاز کا ٹکٹ خرید لیا جائے، اور تیاری شروع کردی۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو اکثر بندگان خدا جنہیں مقدور تھا اور پہلے سے منتظر تھے، آمادہ ہو گئے۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ نے بھی اپنے جذبۂ شوق میں عرض کر ہی دیا کہ حضور نے میرے لیے جو سامان مہیا فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلیے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمالیا۔ میں اور برادرم قناعت علی بھی عرصہ مدید سے حسب گنجائش پس انداز کر رہے تھے، اور جس کا ایک موقع پر حضور کو علم ہوگیا تھا، اس لیے حضور نے ایک روز ہم دونوں سے دریافت فرمایا۔ ہم لوگوں نے مقدار جدا جدا عرض کی اور وہ اس قدر تھی کہ مجموعی رقم ایک شخص کے لیے کفایت کرتی۔ حضور یہ معلوم کر کے خاموش مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ خطوط لکھ کر فرمایا: انہیں پڑھ کر ڈاک میں ڈال دو' اور اندر تشریف لے گئے۔ ان خطوط میں تحریر فرمایا تھا کہ میرا ارادہ حرمین طیبین حاضری کا ہے، میرے ساتھ چند بندگان خدا جانا چاہتے ہیں، اگر آپ کے امکان میں حج بدل کا انتظام ہو سکے تو ذریعہ تار مطلع کیجیے، اور میرے تار کے جواب میں تار پر روپیہ روانہ کیجیے۔ چنانچہ ان خطوط کا جواب فوراً تار پر آیا' روپیہ کا انتظام ہے صرف حضور کے تار کا انتظار ہے' یہ تار ملنے پر حضور نے ہم دونوں سے وعدہ فرمالیا۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت مکرمی جناب حکیم علی احمد خاں صاحب نے جو حضور کے بھانجے تھے اور جن کے سپرد تعویذات کا کام تھا، مجھے اور قناعت علی کو اپنی ڈیوڑھی میں بلا کر اندر سے ایک عرضی لا کر دکھائی، جو انہوں نے حضور کی خدمت میں بایں مضمون پیش کی تھی کہ حضور! مجھے اپنے ہم رکاب لے چلئے،

اور حج بدل کی کوشش فرمادیجیے۔اس پر حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے دو بندگان خدا سے وعدہ کرلیا ہے، پہلے وہ مستحق ہیں۔اس کے بعد اگر کہیں سے اور آ گیا تو آپ کو بھی ساتھ لے لوں گا۔حکیم صاحب کا مقصود اس درخواست کے دکھانے سے یہ تھا کہ ہم لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ وہ دو شخص کون ہیں، جن سے حضور نے وعدہ فرمالیا ہے؟ ہم دونوں نے عرض کیا کہ وہ دونوں شخص ہم دونوں ہیں۔مختصر یہ کہ اب بمبئی سے تھانوی کی نقل وحرکت پر تار یکے بعد دیگرے آنے لگے۔اب مسافر خانہ سے سامان بندرگاہ جارہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان روانہ ہوگئے، اب جہاز پر سامان بار ہورہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان جہاز پر سوار ہونے لیے جارہے ہیں، اس کے بعد آخری تار آیا کہ تھانوی اپنے بعض عزیزوں کو رانہ کرنے کے لیے آئے تھے، خودنہیں گئے۔لہٰذا حضور نے بھی ارادہ ملتوی فرمادیا۔

یہاں ناظرین کرام پر اتنا ظاہر کردینا ضروری ہے کہ حضور نے اس سفر ارکر کے تھانوی کی روانگی پر کیوں منحصر کیا تھا؟ وجہ یہ تھی کہ وہابیہ کی عیاریاں، مکاریاں، کیادیاں اس دیار پاک میں کوئی نیا فتنہ نہ پیدا کریں کہ اس گندے بروزے کے اثرات ہندوستان کی فضا کو خراب کریں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضرت ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آرہا ہے۔تالیف قلوب کے لیے اس سے بات چیت کر لیجئے۔کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل

اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گیا۔حضور کے مخاطبہ نہ فرمانے سے اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لیے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا:۔میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا:''امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷜ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں۔راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں۔آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں،وہ پیچھے پیچھے کاشانۂ اقدس تک پہنچتا ہے۔امیر المومنین خادم کو کھانے لانے کے لیے حکم فرماتے ہیں، خادم کھانا لاتا ہے،اور دسترخوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔خود حضور سید عالم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا: اخرج یا فلاں انک منافق اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ بدایونی مقدمہ کی فتح یابی پر مبارک بادیوں کا سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ سرکار مارہرہ کے عرس سراپا قدس کا زمانہ آگیا۔حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشیں دامت فیوضہ، اعلیٰ حضرت قبلہ کو عرس شریف میں شرکت کرنے کے لیے مدعو فرماتے ہیں۔اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اہالیان بدایوں میں اکثریت آپ کے موافقین کی ہے۔انہوں نے یہ طے کیا ہے

جمت بہ ملئکہ اجزہ ۔۔۔ باجفوۃ کعب مرثعنہ
مان اُسئل لا سمعیل یئم ۔۔۔ احب ثقہ بنول اللہ اِنّہ
لا سماعی لا سمعیل سیرھا ۔۔۔ حلاۃ قیانۃ دخلاہ جُنہ
فنحن بمنہ دھبات یسنہ ۔۔۔ نکون من اھل بمنقص بشہ
الی الطناحسن الرضا ۔۔۔ دابل غداۃ دمعت لاملینہ

مستاریخ اخر

ھدت شرطبھا ام نل ظلت ۔۔۔ ببطن بطین الخلال اقلت
نمال اری باللیل طولا کانما ۔۔۔ برام تردم الجفر دنیہ حلت
انکسھا انتباع عال مغرب ۔۔۔ لربقانی اسھام ھی ضلت
امشرقۃ کانت مخرقۃ الکلل ۔۔۔ مکللۃ فیھا النراطر کلمت
ارجغا ولا تہ دیرام دارمعھد ۔۔۔ بجماھیا فا العمیاء ابآک علت
بلی لیل ذی ھم طویل رنیما ۔۔۔ ھموم علی اھل مما ثم جلت
ولا عزمان ضلت فان لطیقۃ ۔۔۔ مثل کالتی فی وجھنا بل ھی التی
یقاطر صقر نفسہ وتذ الالف ۔۔۔ نما بین بط دالجیم ظلم املت
الا کل رزء فی دشھاک منتد ۔۔۔ دکل بحات مسفر عن اھلۃ
الوشراں اللہ یرحی سحابۃ ۔۔۔ فتسیل حبا اذ حورت اذ عجلت
وتنزھوام الدزاھرت اذ نشت ۔۔۔ تدلت تولت اذ علت اذ تعلت
سوی الموت بل عن کل موت لیفہ ۔۔۔ ولاخلف من نقد غیر اجلہ
شمال عبید اللہ حلت بجلیلۃ ۔۔۔ وشملیل اسمعیل بانثر ملت
فنحن بجید قوم غب وننتظر ۔۔۔ ترجی وتخشی من شرم راملت
منحو اد اجمنا خلف لم یک بیننا ۔۔۔ تراء ولا عدین بیر بانات
وذا خیر ما نرجوہ ان کان نا ۔۔۔ بخالص دین اللہ من دون عمۃ
تما بیھم فی اللہ ان شاء موصل ۔۔۔ منا برمن نور یغیط حبلۃ

کہ جس روز اعلیٰ حضرت بدایوں اسٹیشن سے گذریں گے، اس روز شہر کے کسی باغ میں پھول باقی نہ رکھیں گے۔ اس قدر کثرت سے گل ریزی کرنے کا انتظام ہو رہا ہے، اور لوگ نہایت ہی مشتاق ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا. میں خود ہی ارادہ کر رہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے، ضرور حاضری کا قصد رکھتا ہوں۔ غرض یہ خبر مشتہر ہوتے مخلصینے ہمراہ چلنے کے واسطے اپنے یہاں کی تواریخ تقریبات ہٹادیں۔ عوام وخواص جس کو دیکھئے مارہرہ شریف چلنے کا سامان کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کثرت کو دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا: بہتر ہوگا، اگر اسپیشل کا انتظام کرلیا جائے۔

حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے ادھر تو اعلیٰ حضرت قبلہ کو دعوت شرکت عرس کی دی، اور ادھر نواب حامد علی خان والی ریاست رامپور کو بھی (۱۱) عرس شریف کی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ بھی امسال عرس شریف کے موقع پر تشریف لائیں گے۔ چونکہ نواب رام پور برسوں سے حضور کے علم جفر کا کمال دیکھ کر زیارت کا مشتاق اور کوشاں تھا، اس موقع کو غنیمت جان کر دعوت منظور کرلیتا ہے۔ اور اظہار نیاز مندی وخوش اعتقادی کے لیے بہت کچھ ساز وسامان ریاست سے مارہرہ شریف پہونچ جاتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے بستی تک سڑک کے دونوں جانب روشنی کے لیے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگادیے گئے، اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کے لیے ریاست کی موٹر اور ہاتھی، جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں، گشت لگا رہے تھے۔ جب ریاست کی طرف سے ساز وسامان

مارہرہ شریف پہونچ گیا، اور والی ریاست نے یہ طے کر دیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے، میں بھی اسپیشل سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس وقت حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ نے مزید رجسٹری کرنے کے لیے ایک خط حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجا کہ:-

میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرہ آنے کے بارے میں کسی سے کہا ہے کہ میں تو پیشاب پھرنے کو بھی وہاں نہ جاؤں گا۔

جس وقت یہ خط یہاں آیا، حضور فوراً باہر تشریف لے آئے، چہرہ سے اثر جلال نمایاں تھا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جس لیے میاں نے یہ خط بھیجا ہے۔ لکھتے ہیں کہ 'میں نے کسی سے کہا ہے کہ میں پیشاب پھرنے کو بھی مارہرہ نہیں جاؤں گا' یہ فقرہ محض اسی لیے دماغ سے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے جواب میں یہ لکھ دوں کہ آپ کو یہ کسی نے غلط باور کرایا ہے میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے رجسٹری کرانا مقصود ہے تاکہ نواب کو دکھانے کے لیے ہو جائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چہار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں، اسے کیا خبر ہوگی؟ میں جانتا ہوں، کہ میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپیشل روانہ ہو جائے گا، جو بالکل تیار کھڑا ہے۔ چونکہ وہ خط اعلیٰ حضرت نے اتنا ہی پڑھا تھا، اس لیے آگے پڑھنے کو مصطفیٰ میاں سے فرمایا، جس میں لکھا ہوا تھا: 'یہ سن کر میرا دل پاش پاش ہو گیا' فرمایا: جس کا دل پاش پاش ہو جائے، وہ خط لکھنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ بس اب نہ جاؤں گا ———— اور نہ تشریف لے گئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نواب رام پور نینی تال جا رہے تھے،

اسپیشل بریلی شریف پہونچا، تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذرانہ اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں، کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی، تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا اسلام عرض کیجیے، اور یہ کہیے گا۔ یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں، واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں، اور نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلابت مذہبی کو دین و شرع سے ناواقف لوگ شدت وغلظت طبیعت یا مقتضائے قومیت (یعنی پٹھان ہونے) پر محمول کریں گے۔ لیکن درحقیقت یہ خالص اتباع شریعت ہے، اور علمائے کرام کا معمول تھا۔ چنانچہ رسالہ 'عرصہ ظہور' مصنفہ سید شاہ ابو الخیر محمد نور الحسن صاحب رحمانی میں ہے۔

> بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بعد ازاں اعلیٰ و ادنیٰ جو آیا، سب کی تعظیم فرماتے رہے۔ بادشاہ جب وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی، اور جو کوئی آیا، اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

کی خدمت میں آیا، آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کا وزیر بھی آیا، تو کوئی تعظیم نہ فرمائی۔ بعدازاں چوبدار شاہی سامنے آیا، اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ متعجب ہوکر مستفسر ہوا کہ اس اشکال کو حل فرمایئے، اور ہر جگہ کا دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید وجود میں ہیں، لہٰذا سب میں جلوۂ یاران کو نظر آتا ہے، اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہود کا غلبہ ہے، لہٰذا مشاہدہ عظمت الٰہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے، اور فقیر پابند شرع ہے، تم اولوالامر ہو تمہاری تعظیم لازم ہے، اور یہ وزیر رافضی ہے، لہٰذا قابل تعظیم نہیں، اور چوبدار تمہارا حافظ قرآن ہے، اس واسطے میں نے تعظیم کی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت جو عالم باعمل کی شان ہونی چاہئے، یہ تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے، اور جو کچھ زبان سے فرماتے، اسی پر آپ کا عمل تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز، کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلاف، شرع اور اپنی تحقیق کے، نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے۔ اور رعایت، مصلحت کا وہاں گذر ہی نہ تھا۔ جس طرح دیگر علمائے مشاہیر کے یہاں اس کا رواج تھا۔

مولوی سلیمان صاحب ندوی 'حیات شبلی' صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں:-

یہی زمانہ ہے جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر مسلسل ایک مضمون لکھنا چاہا، جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین میں چھپا۔ مگر چوں کہ یہ آورد تھا

آمد نہ تھا، اس لیے وہ ناتمام ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء میں جب رکن وفد خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا، تو پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے، میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا تھا۔

اس میں قطع نظر اس سے کہ جو شبلی صاحب کا خیال تھا، وہ حق تھا یا جو سرسید کا عقیدہ تھا، درست تھا، اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب ترکی سلطان کو **خلیفة المسلمین** و**امیر المومنین** جانتے تھے۔ مگر سرسید کے کہنے سے ان کی خلافت کے خلاف مضمون لکھا، اور اس کو علی گڈھ میگزین میں چھپوایا۔ اگرچہ درحقیقت اس مسئلہ میں سرسید کا عقیدہ درست تھا کہ سلطان ترکی قریشی نہ ہونے کے سبب **خلیفة المسلمین** نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ کی پوری توضیح وتحقیق اپنے رسالہ مبارکہ **دوام العیش فی الأئمة من قریش** میں فرمائی ہے۔

یوں ہی جس طرح قلب وزبان میں یگانگت واتفاق کلی تھا، اسی طرح زبان وعمل میں بھی۔ مثلاً اپنے کو وہ محمدی سنی حنفی قادری فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا۔ تو آپ پورے محمدی سنی تھے، کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی، جس طرح دوسرے مشاہیر کیا کرتے ہیں۔ سلیمان صاحب ندوی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۵ پر شبلی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں "بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شدید حنفی تھے (اور میرا بھی یہی خیال ہے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا ان کے رد میں کتاب لکھنا اس پر دال ہے)۔ پھر بھیندوی صاحب نے

صفحہ ۲۸۷ پر شبلی صاحب کے سفر روم کے واقعہ میں لکھا۔ جہاز پر
دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا، پھر مسٹر ارنلڈ
کے کہنے پر کہ جہاز پر جانوروں کی گردن مروڑی نہیں جاتی، بلکہ ذبح
کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے گئے، اور اس ذبح کو خلاف مذہب
حنفی جانتے ہوئے اس کو کھایا، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر چہ حنفیوں کے
یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں، لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لیے شافعی
بن گیا تھا۔ (سفرنامہ صفحہ ۱۵)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ منشی شوکت علی صاحب سابق محرر چونگی ساکن محلہ ذخیرہ، حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ کے از حد معتقد، کہ اکثر لوگ انہیں حضور ہی کا مرید جانتے ہیں۔ محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ان پر نظر پڑتے ہی ارشاد ہوتا ہے۔

منشی جی عشرہ محرم تک تین رنگ کا کپڑا پہننا نہیں چاہیئے ایک سبز کہ علم
داروں کا لباس ہے، دوسرا سرخ کہ خوارج پہنتے ہیں، جنہوں نے
شہادت امام عالی مقام پر خوشی منائی تھی۔ تیسرا سیاہ یہ روافض کا لباس
ہے۔ آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے۔

یہ سنتے ہی منشی جی نے فوراً ٹوپی اتار لی، اور برہنہ سر بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور تشبہ اختیار کر لیا اور فوراً حکم ہوا کہ 'اندر مکان سے میری ٹوپی منگالو' یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی ٹوپی اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی ہمیں ملے گی منشی جی کو پیش کرنے لگا۔ مگر کیا وہ

اس بات کو نہیں سمجھتے تھے؟ انہوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی، اور اتنی دیر یوں ہی بیٹھے رہے، جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کرلی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں رویت ہلال سے پہلے روئی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا۔ اسکے کپڑے میں یہ تینوں رنگ موجود تھے یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں پتیاں سبز تھیں۔ اگر چہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا تشبہ نہ تھا اس لیے کہ ہر ایک جدا جدا تینوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے، مگر میں نے احتیاطاً اس مرزئی کو اتار دیا۔ (ق ۱۸۴،۱۹۵)

ماہ جمادی الاخرہ ۱۳۰۰ھ میں مُفصّلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور، وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا۔ اور سبھوں نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی مصنف **تنسیق النظام فی مسند الامام** و **حاشیہ ہدایہ** وغیرہ کو امیر جماعت و مناظرہ کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے۔ ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اُس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کر دیں گے۔ اور اگر ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج صاحب منع کر دیں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا۔ لیکن جسے خداوند عالم سربلند کرے اُسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً چیلنج مناظرہ منظور فرمالیا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے، اور مناظرہ سے انکار کر کے

بچنا مقصود نہیں۔ آخر اُسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سرگروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کردیئے۔ مولانا موصوف کی دیانت کہ بمجرد سوالات دیکھنے کے فرمایا:۔ ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ہے، اور اسی وقت ریل میں سوار ہو کر مکان تشریف لے آئے۔ اُس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسمّیٰ بہ **نظم الفرائد** تحریر فرمایا۔ جس میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و تائید کی۔ دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر **من سکت سلم** پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ **فتح خیبر** میں اُسی زمانہ میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ اُن لوگوں کو دعوت مناظرہ دی، مگر ادھر سے صدائے برنخاست۔ **ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء و اللّٰہ ذوالفضل العظیم۔** (ق ۱۲،۱۳)

خودداری: حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا فضل رسول صاحب بدایونی **رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ** کے عرس میں، میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خان صاحب اور بریلی کے ایک مرزا جی کو، جن کا نام اس وقت خیال سے اترا ہوا ہے (۱۲)، اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا، اور خوش آواز آدمی تھے، نعت شریف نور کا قصیدہ پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس زمانہ عرس میں آبیٹھتے تھے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب پڑھ رہے تھے، کہ مولانا تشریف لے آئے، مگر یہ دیکھ کر کہ مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مرزا جی ساتھ مل کر اشعار نعت شریف پڑھ رہے ہیں۔

فوراً ہی اٹھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کو بھی بلوالیا۔ مجھے خیال گذرا کہ کہیں مولوی حامد رضا خاں صاحب پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کر کے انہیں مولانا کے خیمہ میں بھیجا۔ مولوی حامد رضا خاں پہونچ چکے تھے اور مولانا عبدالقادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں علما کے لیے اس طرح ایسے مواقع پر عوام کے ساتھ آوازیں ملا کر نغمہ وترنم سے نعت شریف پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا، اور مجھے صاحب زادہ صاحب (یعنی فقیر کے بڑے لڑکے سید غلام محی الدین فقیر عالم) سے بھی مثنوی شریف کے ساتھ اس طریقے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا نامناسب معلوم ہوا تھا ——— (فقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبدالقادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے)۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کہ کیسے تکلیف فرمائی؟ انھوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور، محض مزاج پرسی کے لیے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا: عنایت ونوازش۔ اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا: کچھ فرمایئے گا؟ انھوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد پھر حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوادی۔ اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے

کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھئے۔ اور اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر کہ یہ کام انھیں کے متعلق تھا، ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی۔ جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمایا: 'اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جایئے، میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے' انھوں نے بہت کچھ معذرت کی، مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بے چارے اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے جہاں گیر خان صاحب قادری رضوی ساکن محلّہ چھپی ٹولہ قلعہ سے فرمایا کہ مجھے ایک پیپا مٹی کے تیل کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ تیل فروخت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک پیپا تیل لے کر حاضر ہوئے۔ حضور نے قیمت دریافت فرمائی۔ انھوں نے اس وقت جو قیمت تھی اس کا اظہار بایں الفاظ فرمایا: 'ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر حضور کچھ کم کر کے اتنی دے دیں' اس پر حضور نے فرمایا: مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا نہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا: میں علم نہیں بیچتا ہوں اور وہی عام بکری کے دام خان صاحب کو دیے۔ (ق،۲۹)

محبت وعزت علما: حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بمضمون أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝ جس قدر کفار و مرتدین پر سخت تھے، اسی درجہ علمائے اہل سنت کے لیے

وموعده ان من حوض نبينا   ومكرمنا الاتى باكرم ملة

هنا بخيار الحيا لقينا   حيا حبيب فى حيا خضلة

فحيى الله فى جناته جمثما   وبوانا فى روضة مخضلة

فتحن به منه الينا له ثات   يمين فضل بحر يفيض ببلة

حيا الله اسمعيل فضلا ورحمة   واكرم مثواه بمنزل خلة

فلم يك فيما جاء نابغة ولا   يدع سوء فى خلة اى خلة

صيانة دين اذا خانة بدعة   ابانة حق اذا خانة خلة

نوال لمسترشد او شكال مربة   نزال منيل ونضال مضلة

يرد الردى بالردع عن حجة الهدى   يرى من كلامى جمله بجلة

وعين الرضا عن كل عيب كليلة   فان يك لم تنظروا ان ترغلت

ولكن عين السخط تبدى المساويا   لمن دخل ابيات مجتل جلة

حياة مراقى حى طبعا بسعيه   فحياه حى لا يموت بمهلة

مضى زهر تواق الى الامن والعلى   منال العلى والامن فيما محلة

فغسله صوب الصواب بعلة   وكفنه ثوب الثواب بحلة

ورشد ورشد الشاذ فيه خطه   ورفعة قدر القادرية صلت

ينمى فى تاريخ رحلته الرضا   سحائب ميم ابسنم مثواك بلت

باد فى خيال فقرنا فضل منزل   واشرف نزل جزيا ذى تلة

وتنك مراق اللطف كل دبمة   سقتك سراق الراف ابح طلة

ومنهمرات السحب من صلواته   على المصطفى والصحب ملت بملة

تدايم ما دامت ملا لعبيده   وابعد هم بو ند لم تقلت

وارض الرضا ان يرتجى لى ذلل   ندى منك لى كالا يمة استهلة

الهى اليك بالحبيب توسل   به فاغفر اللهم ذنبى وزلتى

حضرت مولانا نقی علی خانصاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات رسالہ

ابر کرم سراپا کرم تھے۔ جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی، دیکھ کر باغ باغ ہوجاتے، اوران کی ایسی عزت وقدر کرتے کہ وہ خود اپنے کو اس کا اہل نہ خیال کرتے۔خصوصاً مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا احمد رضا خان صاحب میں جو اخلاص ومحبت واتحادووداد کے تعلقات تھے، دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مولانا عبدالقادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے تھے۔اپنا قوتِ بازو خیال فرماتے۔اور مولانا احمد رضا خان صاحب بھی ان کو اپنا بزرگ بھائی جانتے، ان کے اعزاز واکرام میں مافوق العادۃ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے۔حتی کہ ان کے سامنے حقہ نہ پیتے، پان نہ کھاتے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ اٰمال الابرار واٰلام الاشرار اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہونچا ؎

اذا حلوا تمصرت الایادی ● اذا راحو فصار المصر بید

جب وہ تشریف فرما ہوتے تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہوجاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہوجاتی، در ودیوار روشن ہوتے، انوار وبرکات کی بارش ہوتی۔ اور جب واپس تشریف لے جاتے،

باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ، محلّہ والے، سب کے سب رہتے، لیکن عجیب اداسی اور ویرانیت چھا جاتی۔

دولہا گیا رہ گئے براتی (ق ۱۹۶،۱۹۷)

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت ومشائخ کرام وداعیان دین وملت ودیگر حضرات اہل سنت و جماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر ومدارات حسب مرتبہ کی جاتی۔ اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کے مسرت کی جو حالت ہوتی احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ خصوصاً

- حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی۔
- حضرت ابوالوقت شیر بیشہ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی
- حضرت مولانا سراج الدین ابوالزکا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری
- حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری
- حضرت مولانا شاہ ریاست علی خاں صاحب شاہ جہاں پوری
- حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبد السلام جبل پوری
- حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہ آبادی
- حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی
- اور ان کے صاحب زادہ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب
- جناب مولانا قاضی عبد الوحید صاحب عظیم آبادی

- ◁ محمد عمرالدین صاحب ہزاروی نزیل بمبئی
- ◁ حضرت مولانا سید شاہ دیدار علی صاحب الوری ثم الملاہوری
- ◁ جناب مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی
- ◁ مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب میرٹھی
- ◁ حضرت استاذ مولانا شاہ عبید اللہ صاحب الہ آبادی ثم الکانپوری
- ◁ مولانا مشتاق احمد صاحب کان پوری
- ◁ مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڈھی
- ◁ مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی
- ◁ مولانا سید شاہ عبد الغنی صاحب سہسرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی

تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے۔ ان میں حضرت محدث سورتی اکثر وبیشتر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ المسلول جناب مولانا شاہ ہدایت الرسول صاحب جب تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے وعظوں کی دھوم پڑ جاتی اور جگہ جگہ (وعظ) ہونے لگتے اور مہینہ دو مہینہ سے کم قیام کی نوبت نہ آتی وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا شہر بھر میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دوران قیام میں، ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ منجملہ اور متوسلین ومعتقدین کے خود

حضرت محدث صاحب ممدوح پیادہ پا پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑنا شروع کردیا۔ اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ نعلین شریفین دربغلین کرلیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت واستعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہوگیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ برہنہ پا پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم فرمایا: پالکی یہیں رکھ دو۔ اور فرمایا: مولانا! یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف تو رکھیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور ہیں، اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے، تب میں پالکی میں بیٹھوں گا۔ ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا، تب پالکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔

حضرت محدث سورتی کہ اصول وفروع کسی ایک مسئلہ میں بھی اعلیٰ حضرت سے خلاف نہیں۔ صاحب ورع وتقویٰ، عالم باعمل، حق گوئی کی یہ شان کہ ہر وقت ہر حال میں حق بات دوٹوک اور فیصلہ کن کہتے ہیں۔ اصلاً پس وپیش نہ کیا، اس لیے اعلیٰ حضرت جب بھی ان کو خط تحریر فرماتے، آداب والقاب

اس طرح لکھتے: الاسد الاسد الاشد الارشد، کنز الکرامۃ، جبل الاستقامۃ ' ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔ اسی لیے شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوتا کہ پیلی بھیت سے بریلی تشریف لاکر اعلیٰ حضرت سے ملاقات نہ کرتے ہوں۔ ان دونوں علم وعمل، دین ودیانت، رشد وہدایت کے شمس وقمر کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔ پیلی بھیت سے اکثر محدث سورتی صاحب صبح کی گاڑی سے تشریف لاتے کہ دن بھر قیام کر کے شام کے وقت واپس ہو جائیں گے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہیے یا حضرت محدث صاحب کا جذب محبت، اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا کہ جس وقت حضرت محدث صاحب تشریف لاتے، کسی نہ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت باہر ہی تشریف رکھتے اور آتے ہی ملاقات ہو جاتی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت باہر نہیں ہوتے تو اطلاع ہونے پر باہر تشریف لے آتے۔ جس وقت ان دونوں کی نظریں دوچار ہوتیں۔ پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے، اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے۔ پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا، ورنہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اکٹھا ہو جاتے، جس کی قدر علما کرتے، عوام اس سے بے شمار فائدے اٹھاتے۔

ایک مرتبہ کسی ضروری فتویٰ کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ تصنیف وتالیف، تحریر مضامین، جواب استفتا وغیرہ زنانہ مکان میں تحریر فرماتے۔ حضرت محدث سورتی صاحب ہی کی خصوصیت تھی کہ

ان کی تشریف آوری کے وقت زمانہ قیام تک حضرت بھی باہر ہی تشریف رکھتے، اور جو کچھ تحریر فرمانا ہوتا، باہر ہی تحریر فرماتے۔ چنانچہ اس استفتا کا جواب باہر ہی بیٹھے لکھ رہے تھے، کہ حقہ بھرنے کو خادم گیا۔ اس وقت حضرت نے لکھنا چھوڑ دیا۔ عادت کریمہ تھی کہ جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے، چشمہ لگائے رہتے۔ جب لکھنا موقوف فرماتے، عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائڈ تھی۔ یعنی دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی۔ جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے، اسی لیے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگایا کرتے، اور فارغ وقتوں میں وہ چشمہ خارج ہوجاتا، اوپر چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی، چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا۔ کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے، اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے۔ چشمہ کی تلاش شروع کی، مگر چشمہ نہ ملا۔ اتنے ہی میں اتفاقیہ منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آرہا (۱۳) غرض چشمہ پیشانی پر چڑھا کر حضرت نے فتویٰ اسی وقت تحریر فرما دیا، مگر پیلی بھیت جانے کی اجازت نہ دی۔

تعظیم و اکرامِ سادات

علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس ﷺ سے نسبت و اضافت ہے، اس کی تعظیم و توقیر کرنا۔ اور ان میں سادات کرام جزءِ رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں۔ اور اس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا۔ اس لیے کہ کسی سید صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے، سب درست و بجا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے قصیدۂ نور میں عرض کرتے ہیں ؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے۔ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں۔ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرما دی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شئے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عیدالفطر بعد نماز دست بوسی کے لیے عوام نے ہجوم کیا۔مگر جس وقت قناعت علی دست بوس ہوئے، حضور پرنوراعلیٰ حضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ چوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا، تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دورانِ مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

توشۂ غوث پاک : انھیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے کسی مراد کے لیے حضور کے فرمانے پر، حضور پرنور سیدنا غوث پاک حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ﷺ کا توشہ شریف مانا تھا۔جس کا نسخہ یہ ہے ـــــ توشۂ حضور برائے قضائے حاجات ونیل مرادات (تیر) بہدف ست باید کہ این توشہ اگر توفیق رفیق باشد پیش از حصول مقصود ادا نماید۔

میدہ گندم شکر روغن زرد (گھی) مغز بادام پستہ

۵ مار (ماشہ) ۵ مار ۵ مار ۱ مار ۱ مار

کشمش ناریل قرنفل الائچی سفید دارچینی

۱ مار ۱ مار ۶ چھٹانک ۶ چھٹانک ۶ چھٹانک

ایں ہر سہ پنج چھٹانک ہر ہمہ را یکجا کردہ حلوا پزد، و بہ صلحا بخوراند اصل نسخہ ہمیں قدر ست و در کم وبیش نمودن ایں توشہ مختار ست بقدر میسر بعمل آرد۔ **(الفوز بالامال فی الاوفاق والاعمال)**

مذکورہ بالانسخہ کی نسبت حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں قرنفل اور دارچینی ہے، فی زمانہ لوگ کھانے میں تکلیف (محسوس) کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے بدلے چرونجی کیوڑا وغیرہ شامل کردیں۔ مصارف میں تخفیف کی نیت نہ ہو۔ ہاں خوش ذائقہ کرنے کے لیے اضافہ ہو جائے، تو حرج نہیں۔

راقم الحروف اور اس کے احباب کے یہاں نسخہ مندرجہ ذیل مروج ہے۔

سوجی	شکر	روغن زرد	ناریل	کشمش	پستہ
۵/مار	۱۰امار	۵/مار	ا/مار	ا/مار	ا/مار

مغزبادام	الائچی سفید	چرونجی	زعفران	کیوڑا
ا/مار	۶/چھٹانک	ا/مار	۲/ماشہ	نصف بوتل

خیر آمدم بر سر مطلب کہ جب ان کی مراد حاصل ہوئی تو وہ توشہ تیار کرا کے آستانہ عالیہ ہی پر حضور سے فاتحہ دلانے کے لیے لے آئے۔ لہٰذا ایک کمرہ میں فرش بچھایا گیا۔ حضور نے فرمایا: سب حضرات وضو فرمالیں اور خود بھی تجدید وضو فرمایا۔ حلوہ کا دیگچہ سامنے رکھا گیا۔ حضور بغداد مقدس کی جانب کہ سمت قبلہ سے ۱۸/درجہ شمال کو ہے، رخ کر کے کھڑے ہوئے، اور حاضرین سے فرمایا: سب صاحب بسم اللہ شریف کے بعد سات بار درود غوثیہ اللھم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم و الہ و بارک وسلم، ایک بار الحمد شریف، ایک بار آیۃ الکرسی شریف، اور سات بار قل ھو اللہ شریف، پھر تین بار درود غوثیہ شریف پڑھ کر سرکار بغداد کی نذر کریں۔ الغرض بعد فاتحہ جنھوں نے توشہ کیا تھا، دسترخوان بچھایا، اس پر کچھ اشعار جابجا لکھے تھے،

جسے حضور نے اٹھوادیا اور سادہ دستر خوا منگوا کر بچھوایا، اور فرمایا: تحریر پر کوئی شے نہ رکھنا چاہئے۔ دستر خوان پر ظروف طعام کے علاوہ کھانا اتار نے والے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں مطلق احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا قدم کہاں پڑتا ہے؟ اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشتریوں میں حلوہ رکھا گیا اور سب نے بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ جب سب لوگ کھا چکے فرمایا: ابھی ہاتھ نہ دھوئے جائیں، بلکہ صف بستہ رو بہ عراق ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیے۔ حاضرین صفیں درست کرنے لگے، فرمایا: جس قدر سادات ہیں، وہ صف اول میں سب سے آگے رہیں گے۔ یہاں تک کہ خود بھی پیچھے کھڑے ہوئے۔ بعدہ فرمایا: سلپچی میں سب لوگ باحتیاط ہاتھ دھوئیں، اور مستعمل پانی محفوظ جگہ پر ڈلوادیا جائے اور کلی کرنے کی جگہ تھوڑا تھوڑا پانی سب لوگ پی لیں۔ اس کے بعد دعا کی گئی۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا۔ اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔

ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو خلاف معمول اکہرا حصہ یعنی دو تشتریاں شیرینی کی بلا قصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا: سید صاحب تشریف رکھئے۔ اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی، اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جب کہ میرے خیال میں اس طرح ہونا چاہیے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم حمدا له وصلاة على محمد الحكيم [١٣١٤ھ] رقعة التاقيت [١٣١٤ھ] عام وفاة العليم الثبت [١٣١٤ھ] الفاضل الكامل الحسن الجليل[١٣١٤ھ] الرضى الاجل اسمٰعيل [١٣١٤ھ] مهايمى الحل شاذلى الحسب [١٣١٤ھ] قادرى القدر اجل الرتب[١٣١٤ھ] افاض الودود عليه احسانه الجسيم [١٣١٤ھ] وألسق اسمٰعيل بخدمة ابرٰهيم [١٣١٤ھ] ....

أ اسمٰعيل اسمٰعيلَ سُنَّه أخامِيّ حَالِه مِنْ كُلِّ فِتْنَه [١٣١٤ھ]

أاسمٰعيل اسمٰعيل صدق أرَادعَ كُلِّ مَيْن عيْنَ فِطْنَه [١٣١٤ھ]

أاسمٰعيل اسمٰعيلُ حقٌ أتَاكَ الحَقُّ نكّبَ كُلَّ مِحْنَه [١٣١٤ھ]

لاسمٰعيل عِنْدَ اللّٰهِ انشَا ءَمَوْعِدَةٌ بِمَكْرُمَةٍ وَ مِنَه [١٣١٤ھ]

اَلاَ لاَ يُبْكَيَنَّ قَفْلُ سَعْدٍ أيُنْقَمُ رَجْعُ نَفْسٍ مُطْمَئِنَه [١٣١٤ھ]

رَوَاحُ الرُّوحِ مِنْ كَنِفٍ لِسُنِّیْ كَمُزْنَةٍ انْجَلیٰ مِنْهَا ابْنُ مُزْنَه [١٣١٤ھ]

سَنَاهُ وَ نَفْعُه بَاقٍ بَهِيًّا فَقَطْرُ دَجْنِه وَقَيْرُ دُجْنَه [١٣١٤ھ]

يُزَفُّ إِلیٰ جِنَانِ حَنَانِ عَفْوٍ لأنْوَارٍ وَّ أَطْيَارٍ مُرِنَّه [١٣١٤ھ]

يَحُفُّ بِه مَلٰئِكَةٌ أعِزَّهْ بِأجْنِحَةٍ كَسُحْبٍ مُرْثَعِنَّه [١٣١٤ھ]

وَانْ أسْئَلْ أاسْمٰعِيلُ مِنهُمْ أُجِبْ ثِقَةٌ بِنَوْلِ اللّٰه انَّه [١٣١٤ھ]

لاسَمَاعِيَ لاسماعيلَ مَدْحاً خَلَاهُ هَجَانَةً وَخَلَاهُ هُجْنَه [١٣١٤ھ]

فَنَحْنُ بِمَنِّه وَهِبَاتِ يُمْنِه نَكُونُ مِنْ أهْلِ يُمْنِه ان يَّمُنَّه [١٣١٤ھ]

إلٰهِ أعْطِنَا حُسْنَ الرِضَاء وَأوْلِ غَدَاةَ وَهْفِ الأوَّلِ يُمْنَه [١٣١٤ھ] [١٣١٤ھ]

ابھی ایک سینی (خوان) میں جس قدر آسکیں بھر کر لاؤ۔ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی، سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا۔ ہاں! قلب کو ضرور تکلیف ہوئی، جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا: سید صاحب! یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی، ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی۔ اور قاسمِ شیرینی (تقسیم کرنے والے) سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو، جو اس خوان کو مکان پر پہنچا آئے۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل آئس کریم بمبئی کے برادر خورد مولوی نور محمد صاحب کی آواز جو بسلسلہ تعلیم مقیم آستانہ تھے، باہر سے قناعت علی قناعت علی پکارنے کی گوش گزار ہوئی۔ انہیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو؟ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا؟ مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے نظر نیچی کر لی۔ فرمایا: تشریف لے جایئے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ شریف مکہ کے زمانہ میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاشی کرتے تھے۔ ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔ صبح ہوتے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

'مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کے بددعا کرنے کو رہ گئی تھی؟' پھر فرمایا:
سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ خیال کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور
کرے کہ شاہزادے کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی ہے، اسے دھو رہا ہوں۔

مکتوب مولانا سید شاہ عبد المنان منعمی : محبی مخلصی حامی دین متین
مولانا مولوی سید شاہ ابوسلمان محمد عبد المنان صاحب قادری چشتی فردوسی ابو العلائی منعمی مفتی و صدر مدرس
مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق
معلوم ہو تو تحریر کر کے مجھے عنایت کریں۔ اگرچہ میں نے اخبار ہمدرد دہلی و دبدبہ سکندری رامپور میں اس
کے متعلق ابھی اعلان بھی کر دیا ہے۔ لیکن خاص حضرات کو خصوصیت کے ساتھ بذریعہ خط یا ملاقات ہو
جانے پر زبانی بھی فرمائش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا: جو بہت جامع
ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے۔ اس لیے اس جگہ درج کرنا انسب
معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

محبی محترمی.......... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اخبار ہمدرد میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی
خدمت اور اہم کام جو مسلمانان عالم کے لیے مفید اور کارآمد ہوگا، اپنے سر لیا۔ یعنی اعلیٰ
حضرت حامی سنت ماحی بدعت مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا قاری حافظ شاہ احمد رضا
خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات جمع کر کے منظر عام پر لائیں اور ان کی پاکیزہ
زندگی کو سنی مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کے لیے عموماً مشعل ہدایت
بنائیں۔ پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالاتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

معلوم ہوں، وہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ جناب کی کاوشوں اور انہماک کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ طریقت جو جناب والا نے اختیار فرمایا ہے، تدوین حالات کے لیے ازبس مفید ثابت ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہے۔ دنیا کا کون سا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانی سے محروم رہا ہو۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا۔ سچ ہے۔

الفضل ماشہدت بہ الاعداء

علمائے عصر و فضلائے دہر خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں، آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے۔ ہندوستان تو ہندوستان علمائے مکہ و مدینہ زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً و روم و شام و مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا۔

مجھ فقیر کو بھی ۱۳۳۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا۔ یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ، تحریرات انیقہ دیکھا کرتا تھا۔ اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس کا قائل بھی تھا، اور درحقیقت یہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر جب یہ فقیر درس نظامیہ کی تکمیل کر رہا تھا، اور تعلیم کا آخری سال گزار رہا تھا، تو برسوں کی تمنائے دلی برآئی، بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں پہنچا۔ حضرات اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، اور دلی تمناؤں کے اظہار کا موقع ہاتھ آیا۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو

کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض در ت میں پہنچایا، اور میری پوری رہبری کی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تحریک خلافت وترک موالات اپنے پورے شباب پر تھی، اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ بناءً علیہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقتاً فوقتاً مجھے مل جایا کرتی تھیں، اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور ابوالکلام (آزاد) کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا، اور ایک قسم کی دل میں خلش پیدا ہو گئی تھی، جس نے بریلی شریف پہنچانے میں معاونت کی کہ اعلیٰ حضرت ﷫ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو، اور مسائل حاضرہ بھی سمجھ لوں۔ چنانچہ جیسا سنا کرتا تھا، اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علمی تبحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، اور اخلاق نبویہ ﷺ کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے بتمام وکمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔

اعلیٰ حضرت ﷫ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے، تو آپ نے بڑی عزت بخشی، اور جملہ شکوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرما دیا گویا کہ شکوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا، اور ان دو دنوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کئے۔ پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ کچھ نقد روپے جوالہ آباد کی آمد و رفت میں صرف ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ زائد ہی تھے، مرحمت فرمائے۔ فقیر نے پہلے تو انکار کیا، لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں،

اسے لے لیجیے، تو فقیر نے وہ رقم لے لی، اور واپسی کے بعد ان تحریکات سے کلیتہً علیحدگی اختیار کر لی۔

پھر بعد وصالِ اعلیٰ حضرت ﷺ، چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیات نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔ وللہ الحمد والصلاۃ و السلام علی رسولہ الکریم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

فقیر الی المولیٰ تعالیٰ سید شاہ ابو سلمان محمد عبد المنان قادری چشتی فردوسی منعمی ابو العلائی غفرلہ الباری مفتی وصدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سیٹی ۷ر دسمبر ۱۹۴۷ء یوم یکشنبہ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عفرلہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت، جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا۔ عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرماتھیں، اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا۔ اسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی، بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا، مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے،

بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی، جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا۔ اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے۔ کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے، اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے، جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے، اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب خِفّت کے مارے خاموش رہے، پھر معذرت کی، اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا، ان کو کھلایا۔ جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت کے نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے۔ عجیب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحم اللہ خاں خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا، جو سید صاحب کو مکان کے زنانہ ہو جانے کی خبر دیتا۔ جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو

خود مجھ سے بیان فرمایا، اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے، مگر ہمارے پٹھان نے وہ عزت وقدر کی کہ دل خوش ہو گیا۔ واقعی حب رسول ہو تو ایسا ہو۔

دوسرا واقعہ بھی اس سے کم نہیں۔ ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لیے سوال کیا کرتے تھے۔ مگر سوال کی شان عجیب تھی، جہاں پہنچتے، فرماتے: دلواؤ سید کو۔ ایک دن اتفاق وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے، اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی: دلواؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجاتِ علمی یعنی کتاب، کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لیے دو سو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہو، صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، اور ان کے روبرو لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

الغرض! جناب سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو! سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے۔ فوراً حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔

سبحٰن اللّٰہ وبحمدہ! تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو
جو نذر لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف کی روایت سے تحریر فرمایا کہ جب میں بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے۔ میں نے فوراً اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے واپس مارہرہ آیا، تو میری بیٹی فاطمہ نے کہا کہ ابا! بریلی مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔ یہ دونوں طلائی تھے۔ والا نامہ میں تحریر تھا۔ شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا سادات اور پیرزادوں کا احترام جزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ (ق ۲۰۱، ۲۰۹)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسم بارش میں شب کے وقت جناب سید محمد جان صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ ساکن محلہ گڑھی حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، حضور! جو میں مانگوں عطا فرما دیں۔ ارشاد فرمایا: سید صاحب! اگر میرے امکان میں ہوا تو ضرور حاضر کروں گا۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے امکان میں ہے۔ فرمایا: تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ فرمایا: کیا درکار ہے؟ سید صاحب نے عرض کیا: صرف ۲۲ رگز کپڑا کفن کے

لیے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی ۲۲ گز نین کلاتھ منگوا کر سید صاحب کے نذر کر دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادرم قناعت علی سخت پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش! اس وقت اعلیٰ حضرت رضوی منزل کے سامنے مل جاتے تو ہمارے زخمی دلوں پر مرہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضوی منزل کے سامنے سے اسٹیشن پیادہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ برادرم قناعت علی عالم از خود رفتگی میں بے تابانہ حضور کی طرف دوڑے، مگر چند قدم چلے تھے کہ پیر ڈگمگائے، اور چت لب سڑک گر کر مدہوش سے ہو گئے۔ میں نے بعجلت بیٹھک بند کی اور قناعت علی کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست بوسی کی، اور خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے ہو لیے۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ بغیر سواری کے کیسے آ گئے؟ اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہمراہ نہیں ہیں۔ صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لالٹین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مبہوت ہو رہے تھے کہ کلام کرنا تو درکنار اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ مولانا کے ہاتھ سے لالٹین اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ غرض یوں ہی خاموشی کے ساتھ چوپلہ تک پہونچ گئے، دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رام پور کو اس وقت چھوٹتی تھی، جا رہی ہے۔ ادھر سواریاں بھی یکہ تانگا وغیرہ میں برابر شہر کی

طرف آرہی تھیں۔اس وقت مولانا امجد علی صاحب نے حضور سے عرض کیا:
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں (حضرت مہدی میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ
شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رام پور والی چھوٹ گئی، جو سواریاں آنے
والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آ چکیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات
ہو جاتی۔غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلہ قرولان میں آکر اس راستہ سے جو
سنگھوں کی گھیر والی مسجد کے سامنے سے بہاری پور کی بزریہ میں پہونچتا ہے، اسی
راستہ سے مکان تشریف لائے۔اس وقت مولانا امجد علی صاحب سے پتہ چلا کہ
حضرت مہدی میاں صاحب نے حضور کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے
آرہا ہوں، اور رام پور جارہا ہوں کسی کو اسٹیشن بریلی جنکشن بھیج دیا جائے۔چنانچہ
حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرمادیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا۔انھیں خیال
نہ رہا یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے، اور ویسی ہی
پھاٹک میں آکر دریافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تنہا
اندھیرے میں پا پیادہ حضور چل دیئے۔میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لالٹین
لے کر دوڑا، اور کچھ دور چل کر حضور کے ساتھ ساتھ ہولیا اس کے بعد ہم لوگوں نے
اپنا قصہ مولانا نے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپائے
رکھتے ہیں۔لہٰذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے
تھے، مگر بباطن ہم لیواؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی وتشفی کرنا تھی، اس لیے
آپ کی بھی زبان بند رکھی جاتی ہے کہ آپ بہاری پور کی بزریہ میں یہ نہیں کہتے کہ
رضوی منزل کی طرف سے مسافت زائد ہوگئی۔(از جلد چہارم)

تاریخ آخر

عَدَت اُمُّ ظِلُّ شَوطَهَاامَ اَظلَّتِ ❖ ببَطنِ بَطِيَنِ وَالظَّلال اَقلَّتِ

فَمَالِی اَرٰیٓ بِا لَّيلِ طُوْلا كَانَّهَا ❖ بَرَامُ تَرُوْمُ الْجُفَرَ اَوْفِيهِ حَلّتِ

اَنكَسَهَا اَتباعُ غَالِ مُغَرّب ❖ لِرَبُّتِهَافِی السَّيْرِاَمْ هِیَ ضَلّتِ

اَمُشْرِقَةٌ كَانَت مُشَرِّقَةَ الكَلَلُ ❖ مُكَلّلَةٌ فِيهَا النّوَاظِرُ كَلّتِ

ارْجِعَا وَلَاتَدْوِيْرَ اَمْ دَارُ مَعْهَدٍ ❖ بِصَهْبَافَبِالصَهْبَاءِ اِيَاكَ عَلّتِ

بَلیٰ لَيْلُ ذِیْ هَمُّ طَوِيْلٌ سِيَّمَا ❖ هُمُوْمٍ عَلیٰ اَهْلِی مَهَائِمَ جَلّتِ

وَلَا غَرْوَاِنْ ضَلّتْ فَاِنَّ طَرِيْقَةً ❖ تَلیٰ كَالّتِی فِی وَجْهِهَا بَلْ هِیَ الّتِیٓ

يُقَاطِرُ صِفْرٌ نَفْسَهٗ وَكَذَا الْاَلِفْ ❖ فَمَا بَيْنَ بَطْ وَالْجِيْمِ ظُلْمٌ اَضَلّتِ

اَلَاكُلُّ رُزْءٍ فِی دُنْيَاكَ مُنْتَهٍ ❖ وَكُلُّ مِحَاقٍ مُسْفِرٌ عَنْ اَهِلّةٍ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزجِیْ سَحَابَةً ❖ فَتُسِيْلُ حجما اذحوت اذتَجَلّتِ

وتزهر ام الزاهرات اذا ثنت ❖ تدلت تولت اذعلت اذتعلت

سِوَی الْمَوْتِ بل عن كلُّ مَوت خَلِيْفَةٌ ❖ وَلَاخَلفَ عَنْ فَقْدِ غُرٍّ اَجِلّةٍ

شِمَالُ عُبَيْدِ اللّٰهِ جَلّتْ جَلِيْلَةً ❖ وَشَمَلِيْلُ اِسْمٰعِيلَ بِالتُّلُو صَلّتِ

قَضیٰ بخيد قوم نحب وننتظر ❖ ترجى وتخشى من شرور اضلت

مَضٰوْوَبَقِيْنَا خَلفٌ لَمْ يَكُ بيننا ❖ تَرَاءِ وَلَاغِيَنّ بِرُوِيَا تَسَلّتِ

وذَاتُ خَيْرُ ما نرجُوه اِن كا ن وَكُنَا ❖ لِخَالِصِ دِيْنِ اللّٰهِ مِن دُونِ عِلّةٍ

تَحَابُبُهُمْ فِی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ مُوْصِلٌ ❖ مَنَابِرَ من نورٍ بِمَغْبِطِ جِلّةٍ

وَمَوْعِدُنَا اِنْ مُنَّ حَوْضُ نَبِيِّنَا ❖ وَمُكْرِمُنَا الْاٰتِی بِاَكْرَمِ مِلّةٍ

هنابالمحيا والحميا لقينا ❖ مخيا حبيب فی حميا خضلة

قَضَی اللّٰهُ فِی جَنّاتِهٖ جَمْعَ شَمْلِنَا ❖ وَبَوَّ اَنَا فِی رَوْضَةٍ مُخْضَئِلّةٍ

تعظیم حجاج و زائرین مدینہ

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے، پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا، فوراً ان کے قدم چوم لیتے۔ اور اگر نفی میں جواب ملا، پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے۔ نہ التفات فرماتے۔ ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے، چنانچہ حسب عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی؟ وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ ہاں حضور! مگر صرف دو روز قیام رہا۔ حضور نے قدمبوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا: وہاں کی تو سانسیں بھی بہت ہیں، آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا۔

انہیں کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینہ منورہ وسط شوال ۱۳۶۵ھ میں فقیر سے چند ہندی حجاج قیام گاہ پر ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، جن میں مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ مسجد نیاریان بھی آتے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے درمیان جناب صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی مراجعت حرمین طیبین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پور نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ تاریخ آمد پر بنفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا، اور یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی۔ جس کو سنکر تمام مجمع عجیب پرکیف حالت میں تھا۔ اس کے اختتام پر حضرت صدر صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خواہرزادہ اعلیٰ حضرت) کو بغرض شیرینی دی۔ اور مداح الحبیب علیہ الرحمہ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا: مجمع کافی ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیرینی آنے پر قیام ہوا۔ دیر زائد ہو گئی تھی، عوام فاتحہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے۔ لہٰذا حضور نے فرمایا: نیت پر مدار ہے، یو ہیں تقسیم شروع کر دو۔ (ق ۲۰۹،۲۱۰)

مزاح وظرافت

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جدی سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے، اس سفر میں ان کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی۔ اس نے جواب دیا ہم پٹھان ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو۔ انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا، تم کون سے پٹھان ہو؟ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن وناواقفی جواب نہ دے سکتا تھا، اور بار بار کے سوال سے چڑھ گیا۔ اس نے کہا میں کون پٹھان؟ چمر پٹھان ہوں۔ اس پر مولانا نے ازراہ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی ہیں، اور اپنے کو چمر پٹھان بتاتے ہیں تو یہ آپ کی اِل آج معلوم ہوئی کہ آپ چمر پٹھان ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد سے تشریف لا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک بازی گر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے، اور پانی کا بھرا ہوا کٹورا ایک ڈورے کا سرا ڈال کر اسے اٹھا رہا ہے۔ حضور نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اتار کر اس کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا کہ تو اسے تو لوٹ دے۔ بھلا وہ کیا ٹس سے مس کرتا۔ آخر پہن کر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ جیلانی میاں سلمہ کی تقریب ختنہ بہت دھوم دھام

سے منائی گئی تھی۔ اعزہ واقربا اور شہر کے رؤساوعام وخاص سب شریک تقریب تھے۔جس مکان میں ختنہ ہونے والا تھا، سب کو وہاں چلنے کے لیے کہا گیا۔سب لوگ روانہ ہوئے ،تو کسی نے حضور سے بھی تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا۔ارشاد فرمایا: میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں، اپنی دفع میں مجبوری تھی۔(ق۳۹،۴۰)

ادبی لطیفے

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حد احصا سے فزوں ہیں، ادبی لطیفے بھی اپنی شان میں خاص جدت رکھتے ہیں۔ اگر سب قلم بند ہو جاتے، تو شائقین ادب کے لیے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا۔ مگر جو کچھ یاد ہیں، لکھے جاتے ہیں۔

کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی، اور اس کا نام 'آریہ دھرم پرچار' رکھا۔ جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ پر اس کا رد حاشیہ پر لکھا، اور اسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے 'پرچار' کے بعد 'حرف' بڑھا دیا۔

(اس طرح کتاب کا نام 'آریہ دھرم پرچار حرف' ہو گیا۔ ۱۲ ارضوی)

ایک رافضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جانتے اس میں بہت لحاظ کیا، اور صنائع و بدائع کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام 'جناس الاجناس' رکھا، اور ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے دیا کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے۔ اب جو میں اس کا نام پڑھتا ہوں، تو 'انجاس الخناس' ہے۔ حرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا ہے؟ جب غور سے دیکھا، تو 'جناس' کے اول 'ان' بڑھا ہوا ہے، اور جناس کو ملا کر 'ن' کا شوشہ غائب ہو گیا۔ دوسرے لفظ سے لا کر سیاہی سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا۔ 'ج' کے اوپر 'الخ' بڑھا دیا، خاصہ 'انجاس الخناس' ہو گیا۔

مولوی خرم علی صاحب بلہوری مشہور وہابی ہیں۔ ان کی ایک کتاب مشہور مشرک گر ہے، جس کا نام نصیحۃ المسلمین ہے۔ لیکن باتیں وہی ہیں، جو 'تقویۃ الایمان' میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح ملا کر لکھا خرمعلی۔ میں نے جس زمانے میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا، ایک کتاب دیکھی جس کا نام فضیحۃ المسلمین ہے، اور مصنف کا نام 'خَرِ' معلی' دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کتاب مذاق کی ہے، اس لیے نام ہی ایسا ہے، اور مصنف کا نام بھی ویسا ہی ہے۔ اب جو غور کر کے دیکھتا ہوں، تو 'نصیحۃ' کے نون کو سرے کر 'ف' بنا دیا گیا، اور 'ص' پر نقطہ بڑھا ہوا ہے، اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق مسمیٰ قرار دیا ہے، اور مصنف کا نام کاتب نے بد املا لکھا، خرم کے 'م' کو 'علی' میں ملا کر 'معلی' کی شکل کا لکھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس پر اعراب لگا دیا ہے۔

تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی معروف و مشہور کتاب ہے کہ شروع سے اخیر تک شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے 'ق' کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا، اور بجائے تقویت الایمان، تفویت الایمان اسم بامسمیٰ ہوگیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس ﷺ کی توہین آمیز کتاب کا نام حفظ الایمان رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے 'ف' کو اس طرح بنا دیا کہ 'ب' کا شوشہ معلوم ہو، اور 'ح' کو 'خ' کو نقطہ دے کر (ظ کے نقطہ کو مٹا دیا اور اس) کا صحیح نام خبط الایمان کر دیا۔

جب مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کو زندہ کیا۔

(کہ یہ اذان حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، بلکہ ہشام کے زمانہ تک بیرون مسجد ہوا کرتی تھی۔ اور باوجود تصریحات فقہائے کرام، کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے، لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہو گئے ہیں) اور خلاف شرع رسم و رواج کی اصلاح چاہی۔ بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کا خلاف کیا۔ اس میں پیش پیش جناب مولانا عبد الغفار خان صاحب رام پوری تھے، کہ باوجود افہام و تفہیم اپنی ضد پر اڑے رہے۔ جس کا مفصل حال ان رسائل سے معلوم ہوگا، جو اس مبحث میں تحریر ہوئے، اور چھپ کر ملک میں بکثرت شائع ہوئے۔ اخیر میں مولانا عبد الغفار خان صاحب رام پوری نے انتہائی کدوکاوش سے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام رکھا حبل اللہ المتین لھدم آثار المبتدعین مگر یہ دائرہ میں اس طرح لکھا۔ حبل اللہ المتین

لھـــــــــدم

آثار المبتدعین

اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ پہونچا، اولین نگاہ میں فرمایا: مولانا عبد الغفار خان صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے۔ لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: مولانا نے اس کا نام آثار المبتدعین لھدم حبل اللہ المتین رکھا ہے۔ اس لیے کہ جو نام دائرہ میں لکھا جاتا ہے، اس کے پڑھنے کا یہی قاعدہ ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کا نام آثار المبتدعین لھدم حبل اللہ المتین ہے۔

جب حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے اس رسالہ کا رد لکھا، تو اس میں ان کے رسالہ کا یہی نام تحریر فرمایا۔ اور حاشیہ میں یہی وجہ لکھی۔ جب رسالہ چھپ کر شائع ہوا، اور جناب مولانا عبدالغفار صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا، تو انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ کہا کہ مولانا کا ظلم دیکھئے میرے رسالہ کا نام انہوں نے آثار المبتدعین قرار دیا، اور ہم لوگوں کو مبتدع بنا دیا۔ مخلص مولانا مقبول احمد خان صاحب دربھنگوی بہاری سابق مدرس حدیث مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حال ناظم وصدر مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: جناب! مبتدع تو پہلے آپ ہی نے ان کو بنایا۔ رسالہ کا نام حبل اللہ المتین لھدم آثار المبتدعین رکھا، انہوں نے اس کو لوٹ دیا۔ عطائے تو بلقائے تو، رہا نام کا بدل دینا۔ یہ خود آپ کے مطبع کی غلطی تھی۔ نام دائرہ میں لکھ کر انہوں نے خود اس کا موقع دیا۔ مولانا پر کیا الزام ہے؟۔

فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ بعض حضرات جن میں دینی تصلب نہیں، وہ ان ناموں کے تبدیل سے شاید خوش نہ ہوں گے، بلکہ سمجھیں گے کہ نامناسب بات ہوئی۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ برے ناموں کو بدل دینا خود حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی۔ اور خلاف۔ واقعہ بات سے کون سی بات بری ہوگی۔ خلاف واقعہ نام بالکل اس مصرع کا مصداق ہے:

ع: کار شیطاں می کند نامش ولی

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا؛ اور اس کا نام رکھا: سبیل الرشاد غالباً مطبع مجتبائی میں طبع ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جب وہ رسالہ آیا، اس کو ملاحظہ فرما کر ٹائٹل پر اس کے نام کے اوپر بڑھا دیا قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَمَآ اَھْدِیْکُمْ، الا تو سب مل کر فرعون کا مقولہ ہو گیا، جو سورہ مومن (۴۰/۲۹) میں ہے: قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَمَآ اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ، فرعون بولا، میں تو تمہیں وہی سجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے، اور تمہیں نہیں دکھاتا ہوں مگر سبیل الرشاد ۔(ق۵۹، ۶۲)

ایک مرتبہ دیوبند سے ایک رسالہ کسی نے بھیج دیا، اس کا نام تھا القاسم اعلیٰ حضرت نے قلم سے وہیں لکھ دیا۔ محروم یہ قصہ شہر میں مشہور ہوا، تو ایک بہت بڑے وہابی نے بڑے تأسف کے ساتھ کہا کہ رسالہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اور رکھا گیا تھا، تو اعلیٰ حضرت تک کیوں پہنچایا گیا؟ ۔(ق۶۵)

حاضر جوابی

پہلی بھیت میں ایک دعوت میں حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے۔ دستر خوان بچھانے سے پیشتر میزبان نے آفتابہ وتشت لیا کہ ہاتھ دھلایا جائے۔ حضرت محدث صاحب نے عام عرفی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ:-

> آپ محدث ہیں اور اعلم بالسنۃ ہیں، آپ کا یہ فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے، اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، تاکہ بزرگ کو ہاتھ دھونے کے بعد دوسرے کے ہاتھ دھلنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے ـــــــ میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں، لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہوگی۔

مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی کا بیان ہے کہ اس دستر خوان پر میں بھی حاضر تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر حضرت محدث صاحب کا ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچنا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، اور اعلیٰ حضرت کا مسکراتے ہوئے چہرے سے فرمانا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف عمل درآمد آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ دلچسپ اور خوشگوار نقشہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے بھی اس کا لطف تازہ ہو جاتا ہے۔ (ق ۶۲، ۶۵)

فَنحنُ بهٖ منه اليه له فَانْ ❖ يَمُنُّ فهلْ بَحْرٌ يَفِيْضُ بِبَلَّةٖ
حَبَا اللّٰهُ اسمٰاعيلَ فضلاً ورحمةً ❖ وَاَكْرَمَ مَثْواهُ بِمَنْزِلِ خُلَّةٖ
فَلَمْ يَکُ فيما جاء نا يَغْتَدى وَلاَ ❖ يَرُوْحُ سوٰى فى خَلَّةٍ اىِّ خَلَّةٖ
صِيَانَةِ دينٍ اَوْاهانةِ بِدْعةٍ ❖ اِبَانَةِ حَقٍ اَوْ اِعانةِ خُلَّةٖ
نَوَالُ مُريدٍ اَوْ نَكَالُ مَرِيْدَةٍ ❖ نِزَالُ مُزِلٍّ اَوْنضَالُ مُضِلَّةٖ
يَرُدُّ الرَّدىٰ بِالرَّدْعِ عن هُوَّةِ الهوٰى ❖ يَرى من كَلامى جُملةً بِمَجَلَّةٖ
وَعَيْنُ الرِّضا عن كل عَيب كَلِيْلَةٌ ❖ فَان يَّکُ لَمْ تَنْظُرْ وَان تَرَغَلَّت
وَلكنَّ عينَ السُّخطِ تُبدِىْ المَسَاوِيَا ❖ كَمَنْ دَخَلَ البُسْتَانَ مُخْتَلُّ جِلَّةٖ
حَيَاةُ مَوَاتِى حَىٌّ طَبْعاً بِسَعْيِهٖ ❖ فَحَيَّاهُ حَىٌّ لاَيَمُوْتُ بِهَلَّةٖ
مَضىٰ وَهُوَ تَوَّاقٌ الىَ الأَمْنِ وَالعُلىٰ ❖ فَنَالَ العُلىٰ وَالأَمْنَ فِيْمَا مَحَلَّةٖ
وَغسَّلَهٗ صَوْبُ الصَّوَابِ بِهَلَّةٍ ❖ وَكَفَّنَهٗ ثَوْبُ الثَّوَابِ بِحُلَّةٖ
وَشَذْوُ شُذُوْذِ الشَّاذِلِيَّةِ حَنَّطَهٗ ❖ وَرِفْعَةُ قَدْرِ القَادِرِيَّةِ صَلَّت
يُنَمِّىْ فِى تَارِيْخِ رِحْلَتِهِ الرِّضَا ❖ سَحَائِبُ مِيحِ السُّنحِ مَثْواکَ بَلَّت
[۱۳۱۷ھ]
بِأَوْفىٰ نَوَالٍ فَوْزُ أَفْضَلِ مَنْزِلٍ [۱۳۱۷ھ] ❖ وَاَشْرَفِ نُزْلٍ حَوْزُ أَوْفَقِ تَلَّةٖ [۱۳۱۷ھ]
وَقَتْکَ مَرَاقِىَ اللُّطْفِ كُلَّ كَرِيْهَةٍ س[۱۳۱۷ھ] ❖ سَقَتْکَ سَوَاقِىَ الرَّأْفِ اَرْجَ طَلَّةٖ [۱۳۱۷ھ]
وَمُنْهَمِرَاتُ السُّحْبِ مِنْ صَلَوَاتِهٖ ❖ عَلىَ المُصْطَفىٰ وَالصُّحْبِ هَلَّتْ بِهَلَّةٖ
تُدِيْمُ مُداماً شَامِلاً لِعَبِيْدِهٖ ❖ وَاَبْعَدُهُمْ لَوْ نَدَّ لَمْ يَتَفَلَّت
وَاَرْضُ الرِّضَا اِنْ لَمْ يُصِبْ وَابِلٌ فَطَلٌّ ❖ نَدى مُنْکَ لِى كَالدِّيْمَةِ المُسْتَهِلَّةٖ
اِلٰهِى اِلَيْکَ بِالحَبِيْبِ تَوَسُّلِى ❖ بِهٖ فَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ ذَنْبِى وَزَلَّتِى

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلی حضرت قبلہ کی عمر کا چودہواں سال تھا، افتا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب ﷫ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجدّدی کا فتویٰ، جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں، ان کو دے دیجیے، جواب لکھ دیں گے

وہ کمرہ میں گئے اور آکر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں۔

فرمایا: انہیں کو دے دیجیے، وہ لکھ دیں گے۔

انہوں نے کہا: حضور میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں، انہیں کو دے دیجیے ـــــــ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا؛ اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اُس کی تصدیق وتصویب فرمائی۔

پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔

جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا۔ آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا،

اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے، حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے، نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔

حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھیے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے، جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا؛ اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی، ورنہ حق وہی ہے، جو انہوں نے لکھا ہے ——— یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔ (ق ۱۳۳، ۱۳۴)(۱)

جناب شیخ افضل حسین صاحب اعلیٰ حضرت کے خسر افسر ڈاکخانہ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں، یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں؟

جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا: وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رامپور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے، اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے۔ جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں، اور مُصدّق جناب مولانا نقی علی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں۔ تو نواب صاحب نے فرمایا

کہ آپ اپنے خویش کو بلوایئے، ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں ـــــ چنانچہ حسب طلب و دعوتِ جناب شیخ صاحب، اعلیٰ حضرت قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے۔ چونکہ دُبلے پتلے تھے۔ نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھالیا، اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے۔ اسی درمیان میں نواب صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ ماشاء اللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں، بہتر ہو کہ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جناب والد ماجد صاحب نے اجازت دی تو تعمیل ارشاد کی جائے گی ـــــ اتفاق وقت کہ اس درمیان میں جناب مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی بھی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا، اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

جس طرح بعض متمول صاحب صرف مالدار ہی نہیں ہوتے بلکہ مال ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ اسی طرح بعض علما بھی صرف عالم ہی نہیں ہوتے، بلکہ علم ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ ایسے لوگ دوسرے علما کی کوئی وقعت و عزت کرنی جانتے ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے کی شان میں بلاوجہ توہین و تحقیر آمیز کلمات و الفاظ استعمال کرنا شان علم خیال کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے علامہ خیرآبادی نے دریافت کیا ـــــ منطق کی

کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ـــــ قاضی مبارک!

یہ سن کر علامہ خیرآبادی نے دریافت کیا ـــــ تہذیب پڑھ چکے ہیں؟

جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا ـــــ آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟

یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لیے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا ـــــ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟

فرمایا ـــــ تدریس، افتا، تصنیف۔

فرمایا ـــــ کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ـــــ جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردوہابیہ میں۔

علامہ خیرآبادی مرحوم سنی تھے، مگر سنی گر نہ تھے۔ خاص حمایت دین کا کوئی شوق و ولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، فرمایا ـــــ آپ بھی ردوہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا۔

اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیرآبادی کو زیبا تھی یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو، اس لیے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

کے شاگرد رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت ان کی حمایت دین ونکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ اس لفظ کو سنکر بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا——جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے والد ماجد نے کیا۔ اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ مستقل کتاب مولوی اسمٰعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔

یہ سن کر مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا——اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا——آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین وتحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا، تب حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ دنوں رامپور میں قیام فرمایا، اور جناب مولانا عبدالعلی صاحب ہیاتی سے شرح چغمینی پڑھی، (۱۴) پھر مکان واپس تشریف لائے۔ (ق ۱۳۵، ۱۳۶)

قوت حافظہ

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا۔ میں نے سحر کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی۔ حضرت آرام فرما رہے تھے، مگر بیدار تھے۔ مجھے وہ غلطی بتائی۔ میں نے دوبارہ پڑھا۔ فرمایا: اب مجھ سے سنو! وہی رکوع پڑھا۔ کچھ دیر کے بعد صبح کی نماز میں بے تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشیں کر لینا ہے۔ اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشا کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لیے کہ پہلے روز کاشانۂ اقدس سے آتے وقت سورۂ بقرہ شریف تلاوت میں تھی۔ اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا، جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا، اور یہ اس لیے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے۔ میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا۔

معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے، ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے، اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں مقیم ہیں، اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے، مجھے پتا بتا دیا۔ جب میں پہونچا تو دیکھا کہ کوٹھی کا دروازہ بند ہے، دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے۔ جب وہاں سے اجازت ملی، تب آ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا بڑا امکان ہے، اور صرف دو ایک آدمی ہیں۔ نماز پڑھ کر حضرت اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے، ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے بعدہ چار صاحب پہونچے۔

① مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب۔

② صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب۔

③ جناب مولوی حشمت علی خان صاحب۔

④ ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں، ان پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خطوط کی مولانا امجد علی صاحب کو دے کر فرمایا: آج تیس خط آئے تھے، ایک میں نے کھول لیا ہے۔ یہ انتیس گن لیجئے۔ انہوں نے انتیس گن کر ایک لفافہ کھولا، جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب سنائے۔ حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرما دیا۔ وہ لکھنے لگے، اور لکھ کر عرض کی: حضور! حضرت نے اس کے آگے کا ایک فقرہ فرمایا۔ وہ لکھ کر پھر حضور! کہتے۔ وہ سلسلہ وار اس کے آگے کا فقرہ فرما دیا کرتے۔ اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا۔ جب یہ حضور! کہتے، وہ رک جاتے۔

اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے، تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا، اور ان کو بھی انکے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا، وہ ارشاد فرمادیا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور! کہتے۔ اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے۔ اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے جتنا وقت بچتا، اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کرکے جواب لکھنا شروع کیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور حضور حضور کے درمیان جو وقت بچتا، اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کرکے جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر مجھے حقیقۃً پسینہ آگیا۔ اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے، اسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھے، جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا، اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے۔ (میں نے اپنی عمر میں ایسے حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا) اسی طرح وہ انتیس خط پورے کئے گئے، اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے۔ اس کا یہ اہتمام تھا، اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی شخصوں کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا، اور شب کو اسی طرح کام کیا جاتا تھا۔ (ق ۳۶،۳۷)

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی کا بیان ہے کہ جب دار الافتا میں کام کرنے کے سلسلے میں، میرا بریلی شریف میں قیام تھا، تو رات دن ایسے واقعات

سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتا آیا، دارالافتا میں کام کرنے والوں نے پڑھا، اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا، اور جواب جزیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا، فقہا کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے رد المحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاویٰ ھندیہ میں، خیریہ میں، یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر، اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل وکمال نے علما کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔

ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سید محمد صاحب نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی، اور آنہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے، لہٰذا یہ مناسخہ انہیں کے سپرد کیا گیا۔ مولانا سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخہ کے حل کرنے میں لگ گیا۔ شام کو اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتاوے پیش کیے جانے لگے۔ تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا ہوا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی داد لوں گا۔ پہلے استفتا سنایا۔

فلاں مرا، اور اتنے وارث چھوڑے، اور پھر فلاں مرا، اور اتنے چھوڑے۔ غرض پندرہ موت واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا تھا۔ مرنے والے تو پندرہ تھے، مگر زندہ وارث کی تعداد پچاس سے اوپر تھی۔ استفتا ختم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا حصہ دیا۔

اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی لغت ظاہر نہیں کر سکتی۔ علوم اور معارف کی یہ غیر معمولی حاضر جوابیاں جس کی کوئی مثال سننے میں نہیں آئی۔ (ق ۶۵، ۶۶)

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ میرے بریلی قیام کے زمانہ میں حضرت کا ماء الجبن ہوا۔ جس میں بیس مسہل ہوتے ہیں۔ مگر کام مسلسل جاری رہا۔ عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا، مگر نہ مانے۔ انھوں نے طبیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، اور قریب بیس مسہل ہوں گے۔ آنکھوں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ طبیب صاحب نے بہت سمجھایا تو یہ ارشاد فرمایا: اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا، دوسروں سے لکھوالیا کروں گا، اور غیر مسہل کے دن میں خود لکھوں گا۔ طبیب صاحب نے کہا۔ اس کو غنیمت سمجھو۔ اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں۔ مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے، اور صرف دن میں، دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب جو فتویٰ لکھانا ہوتا، اس پر کچھ مضمون لکھا کر مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔ اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی جلدوں میں تھیں، مجھ سے فرماتے، اتنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے، اسے نقل کر دو۔

❷ صفحہ ۲۴، ۲۵۵،۲۵ میں مندرج مکتوب (۱۰) کے اندر وقت عصر کے استخراج کا طریقہ بتانے کے بعد مثال کی تحریر یوں مطبوع ہے:-

مثال۔ وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز منور وش را کہ تقویم شمس وقت آغاز راس الاسد باشد۔

(۱) وقت تقریبش تو [illegible] درالمنک تقویم نزدیک راس الاسد ۲۴ جولائی ست

تفاضل میل شمسی ۲۳ و ۲۲ جولائی درالمنک ۲۲ ۲۰.۱۵ / ۱۲ ۲۰.۴ اور ابرالت بخشیدیم حاصل

آں [illegible] اورا در [illegible] زدیم حاصل [illegible] ہو کا جوں [illegible] متناقص ست یعنی میل ۲۴ جولائی

از میل ۲۳ کمتر ست این حاصل باز میل راس الاسد کہ در جدول برآورده الخ

میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا، اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے۔ غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استادی مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں **عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ** کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجود کہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک **عقود الدریہ** منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجیے گا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا، اور کتاب لاکر حاضر کر دی۔ مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجیے گا۔ اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں۔ میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے **عقود الدریہ** کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔

جب اسباب درست کیا جانے لگا تو عقود الدریہ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرمارہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا، وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لیے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ فرمایا: (تم کتاب لیے میرے ساتھ واپس چلو) میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے (اعلیٰ حضرت سے) فرمایا کہ میرے اس کہنے کا "جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا" ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا، اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو ان شاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہوگیا۔ (ق ۳۸، ۳۹)

تبحر علمی

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار بزمانہ عرس حضرت جدی شاہ برکت اللہ قدس سرہ درگاہ معلیٰ میں، میاں جی صاحب کے مکتب کے متصل کوٹھری میں، جہاں ہماری ہمشیرہ والدہ مسعود حسن کی اب قبر ہے، مولانا تشریف فرما تھے۔ ہم نے مولانا عبدالمجید صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھایا، اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی میں درود شریف میں لکھ دیجیے۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلم دان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کیے ہوئے، ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوش خط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع صیغہ درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ تحریر فرمایا، اور پھر اسے حضرت میاں صاحب بھائی کی کتاب پر بھی نقل فرمادیا۔

فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ اس شجرہ صلاتیہ کی نقل بیعت وارشاد کے ضمن میں جہاں شجرہ طیبہ کا ذکر ہے، ثبت ہے۔ یہ واقعہ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ روز جمعہ کا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری رضوی سلطان پوری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا، حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کے ذکر مبارک پر انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ ہستی ہے کہ علما ہر باب میں ان کے محتاج ہیں۔ علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں، اور چار منشی لکھنے کو بیٹھ جائیں، تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کرسکیں گے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک درود میں لفظ حسین وزاھد تھا۔ آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ نہایت لطافت کے ساتھ اسے وہاں اس طرح استعمال فرمایا ہے کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس ﷺ کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ درود شریف کی عبارت یہ ہے۔ اللھم صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا ومولانا محمد ن المصطفیٰ رفیع الشان، المرتضیٰ علی الشان ، الذی رجیل من امته خیر من رجال السابقین وحسین فی زمرته حسن من کذا وکذا (۱) ، حسنا من السابقین

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا کو علم تکسیر کی تشویق وتحریک کا سبب میں ہوا۔ اس کے بہت تذکرے کرتا، کتابیں دکھاتا، ایک بار کسی خاندانی کتاب میں ایک نیا وفق 'سپر مرتضوی' نظر سے گذرا، مولانا کو بھی دکھایا، اس کے قاعدے کی تشریح وتوضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی، اور ایک دو روز کے بعد ایک مفصل رسالہ میں اس وفق کے بہت سے صُوَر اور اس کے لیے کئی ضابطے کا یہ مفصل ومشرح (رسالہ) تحریر فرما کر مجھے دے دیا، جو میرے پاس بفضلہ تعالیٰ اس وقت بھی محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ کی نقل فن تکسیر میں مہارت کے بیان میں ہوگی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں،

اور اعلیٰ حضرت کی خداداد قابلیت و جامعیت کا اندازہ کریں۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے ایک بار کسی نماز کی دو رکعتوں میں آخر سورہ کی چند آیتیں پڑھیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا کہ مولانا یہ مکروہ ہے۔ اس وقت خاموش رہے، پھر فرمایا: بے شک فلاں کتاب میں یہ صورت مکروہ ہے۔ مگر فلاں فلاں معتمد نے اسے جائز غیر مکروہ بتایا ہے۔ کتابوں کے نام مولانا نے بتائے تھے، مجھے یاد نہ رہے۔ (ق ۱۳۱،۱۳۲)

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے ایک بہت بڑے رئیس اور بڑے دین دار، جنھوں نے ۱۱ حج کیے، جناب حاجی علاء الدین صاحب نے اپنی کوٹھی میں بالا خانہ بنایا، اور اس دیوار پر جو کوٹھی میں مسجد کی جانب تھی، دیوار بلند کی۔ بعدہٗ یہ خیال ہوا کہ یہ دیوار کہیں مسجد کی نہ ہو۔ یہاں کے علما سے تحقیقات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت سے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ان کا تعارف نہیں ہے۔ آپ میرے ہمراہ چلیے۔ میں ان کے ہمراہ بریلی گیا، وہ اسٹیشن پر ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے، اور شب کو وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت بعد عشا کچھ دیر تشریف رکھتے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں۔ حالانکہ (۰/؍) میں لفافہ آتا ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضور ۰/؍ کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہونچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ پھر حاجی صاحب نے

ایک مسئلہ ہیئت کا دریافت کیا۔ فرمایا: ان سبھوں میں جو سب سے پہلی قسم ہے، اس کی بیس قسمیں ہیں۔ پہلی کا نام یہ ہے، دوسری کا نام یہ، تیسری کا یہ، اسی طرح بیسوں کا نام نمبروار بتایا۔ پھر فرمایا: ان بیس میں جو سب سے پہلے ہے، اس کی چالیس قسمیں ہیں۔ اتنا سن کر حاجی صاحب نے عرض کیا، میں سب کو معلوم نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس ترتیب سے بتانے پر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ گویا یہی مسئلہ ملاحظہ فرما کر تشریف لائے تھے۔ پھر مسجد کی دیوار کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ اس دیوار میں کوٹھی کی جانب طاق ہیں، یا مسجد کی جانب؟ حاجی صاحب نے فرمایا: کوٹھی کی طرف۔ فرمایا کہ یہ دیوار کوٹھی کی ہے۔ مگر اس پر دیوار بلند کرنے میں مسجد کے منارے دب گئے ہوں گے، ان کو بلند کرنا چاہئے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے آتے ہی بلند کرا دیئے۔ (ق ۱۴۰)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار امام اہل سنت مسلم الثبوت مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا۔ جو رئیس الاتقیا صاحب نے صاحب مسلم الثبوت پر کیا تھا، اور اس کا جواب دیا تھا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا: احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو، بلکہ تم مجھ کو پڑھاتے ہو۔ پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے

فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں، بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔ (ق ۱۳۷)

جامع حالات۔ فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مسلم الثبوت کا قلمی نسخہ معرّیٰ، جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں محشی کیا تھا۔ اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۲۴ھ میں جب میں اپنے استاد محترم جناب مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڈھی تلمیذ رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڈھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا، میرے مطالعہ میں رہتا تھا۔ حالانکہ اُس زمانہ میں مسلم الثبوت محشی مطبع مجتبائی دہلی کے علاوہ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم مسمّیٰ بہ **فواتح الرحموت** شرح مسلم علامہ عبد الحق خیر آبادی شرح مسلم مولانا بشیر حسن مسمّیٰ بہ **کشف المبہم** بھی تھی، بلکہ ان سب سے مزید مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عقدیہ اور حواشی بردی وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی، جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے۔ یہ سب کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی۔ اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری محشی بحاشیہ سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری، بلکہ شروح بخاری میں عینی، فتح الباری، ارشاد الساری، سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا، اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں معرّیٰ سے محشی کیا تھا۔ اس کے مضامین وافادات ونکات کی لطافت کا رنگ ہی اور تھا۔

اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا، سب ذہن رسا کی جودت وجدت تھی۔ عام محشین کی طرح نہیں، کہ عنایہ، بنایہ، نہایہ، کفایہ، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ، شرح وقایہ (پر) حاشیہ لکھ ڈالا۔ اگرچہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ ومدرسین کی بہت شکرگزاری کا باعث ہے، مگر ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مجھے شیر بیشہ اہل سنت، ناصر دین وملت، سیف اللہ المسلول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت محشی کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ فرمایا: میاں ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال وہی ہے' بیٹھا بنیا کیا کرے اِس کوٹھی کا دھان اُس کوٹھی میں، اُس کوٹھی کا دھان اِس کوٹھی میں' کسی کتاب کی چند شرحیں، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اِس سے کچھ اُس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرماہیں، حاضرین کا مجمع ہے، لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں، حضور جواب دیتے جارہے ہیں۔ اس وقت جناب سید محمود خان صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ عرض کرتے ہیں۔ حضور! میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی نوک زبان پر ہے، کبھی کسی مسئلہ کی نسبت حضور کو یہ فرماتے نہ سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور کسی قدر آبدیدہ ہوئے، اور ارشاد فرمایا: سید صاحب! قبر میں مجھ سے ہر مسئلہ کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟

تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔(ق ۱۳۷،۱۳۸)

ریاضی دانی : مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے وائس چانسلر، جنھوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا، ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق، اس لیے قصد کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجیے، وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں، اور حل نہیں کر سکا؛ اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جو غیر ممالک تو کجا، اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا۔ پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا، اور سفر یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے پھر ان سے فرمایا، تو غصہ بھرے لہجہ میں کہا کہ مولانا! عقل بھی کوئی چیز ہے، آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا: آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ سیدھی گاڑی جاتی ہے، کئے گھنٹے کا سفر ہے؟ آپ ہو تو آیئے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۳۲۹ھ کے قبل، ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبدبہ سکندری اعلیٰ حضرت کے یہاں آتا تھا، اور مدیران اخبار مذکور کو جو خلوص وعقیدت اعلیٰ حضرت اوران کے وابستگان کے ساتھ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔ خیر! بہرکیف اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا، اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لیے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ الموہبات فی المربعات نقل کر رہا تھا، اس لیے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا، تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی تھے، اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، اور علی گڈھ میں اپنے احباب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ ہرگز مت جائیے۔ وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں۔ اور آپ ہیں علی گڈھی، داڑھی منڈے۔ مولانا آپ سے بات بھی نہ کریں گے۔

نرست کا ستیم باقی ع رر و بلکہ رح کہ میل نصف النہار حقیقی آن روز ست۔

(۲) چون میل و عرض ہر دو شمالی است میل از ۸۰ کاستیم باقی ع ۶ ف نیم قطر آن نند کرستہ داشد از د کاستیم باقی سرخ و تمامیش بعد سمتی مرئی [illegible]۔

(۳) [illegible] از جدول ظل اول اصلی ظل گرفتیم بر ص ۲۰۹ بازا [illegible] ۰۱۳۹۶۵۱ [illegible] یا نختیم دانا منش باظل زرخ ۲۹۲۶ پس تعدیل ظل مطلوب ۲۷۴۲۹۹۱۳۱ دوم فرع [illegible]

[illegible] ۲۶۱۱۹۹۴۲۷

(۴) [illegible] جدول معکوس کردیم بر ص ۲۱۷ بازا [illegible] یافتیم ۳۹۲۳۰۱ [illegible] ۲

[illegible] ۳۱۲۲ [illegible] جدولی کہ کافران نوشتہ اند ۲۲۲۶ پس مطلوب را [illegible] دولی تحصیل و حاصل [illegible] فزودیم شد قوس ۲۳ ۱۱ ۷ ۵ ۴ ۲ یعنی [illegible] بعد حقیقی [illegible] کا × تیم قطر مو [illegible]

(۵) بوجہ الفاق [illegible] ح یا لو + س [illegible] ۷۷۶۶۲۲ [illegible] ۹ بازسہ [illegible] = لو [illegible] ۹۱۲۴ [illegible]

[illegible] راس الاسد و عرض بریلی

۰۲۰۸۲۹۴۷ بازاء [illegible] پس وقت [illegible] دبالرفع [illegible] ۱۸۱ [illegible] ۹ المجموع کہ از وقت تخمینی ما بقدر ۵۹ تفاوت دارد

۳۸

یا بر وجہ دوم ۱۸۱ ۴ ۷ ۴ ۸ ۳ ۲ ۵ و [illegible] ا ر النصف

۳۹۰۶

۹ ۲ ۷ ۶ ۶ ۲۲۳ ۹۱

۱۸۷ تقریباً او کتیم بازا ملا ۱۱

۲۰۴

پس قوس لو ۱ × ب

۱۷۳۰۶ ۱۲۲۴۰ ح

۱۲۱۴۶ [illegible] بالرفع ا

۴۳ ہماں [illegible] شود

بایں طریق درجات تامہ یا اوقات برآرند و روز خاصیت را [illegible] ما بین السطرین کنند

لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری سے (کہ بڑے زبردست سنی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال وہم عقیدہ عالم اس زمانہ میں وہاں پروفیسر دینیات تھے) مشورہ کیا۔ انھوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ دیا، بلکہ بہت زور دیا، اور فرمایا کہ ضرور جایئے۔ مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں، تیز مزاج ہیں۔ آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے، اور ان کا اخلاق دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ مشورہ دے کر ایک خط احتیاطاً حضرت صاحب زادہ اکبر مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ "ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب ایک مسئلہ ریاضی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، ان کی حسب شان خاطر داری ہونی چاہیئے"۔ جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس غرض سے جاتے ہیں ،تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالیہ میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی، مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے، حل کردوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر چار مثالیں بھی حل کرادیں۔

اس کے بعد ہی ایک خط جناب سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڈھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات

حاصل کیے ہوئے ہیں، عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ چونکہ ایک جنٹل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں، اس لیے آتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہنچیں، تو انھیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور نے مولانا صاحب کو جواب دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں، فقیر منتظر رہے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آ گیا، ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا۔ شاید نماز عصر ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا، اور موزوں پر مسح کیا، مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوایا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے، ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے، اور بالآخر فرمایا: میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کیے، مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔

شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو؟ مصطفیٰ پیارے ﷺ کی سرکار سے یہ تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت ﷺ کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے۔ اس پر حضور نے میرے اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں۔ انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں، یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصطلاحات میں حضور نے دیا۔ جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔

(۱۵) ہاں! جو مثال بیان فرمائی، وہ یہ تھی کہ:۔

کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہونچتی ہو، تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے۔ یعنی سر نیچے، پاؤں اوپر۔ اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجیے۔

حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا: حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا:

ہاں! نظر آرہا ہے۔ فرمایا: ذرا اور پیچھے ہٹ آیئے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا: اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: اب نظر آنے لگا۔ فرمایا: اور دو قدم پیچھے کو آجایئے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا، روپیہ پھر نمایاں تھا ـــــــ بعدہٗ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا۔ پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔

اور فرمایا: میرے یہاں کالج کی لائبریری میں ایک کتاب عربی میں ہے۔ جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔ یعنی ایک تو میرے یہاں، اور ایک ایک جلد انگلینڈ، گرینج، بھوپال، ریاست رام پور میں، اور ایک نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جاتا۔ لہٰذا اگر حضور فرمائیں تو میں ایک مولوی صاحب کو وہ کتاب دے کر خدمت والا میں بھیج دوں۔ تاکہ وہ حضور سے آکر سمجھ لیں۔ پھر ان سے میں سمجھ لوں گا۔

حضور نے فرمایا: بہتر ہے ـــــــ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے۔ حضور نے کچھ مٹھائی تازہ موٹر میں رکھوا دی۔ چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کے فرستادہ مولوی صاحب وہ کتاب لے کر آئے، اور حضور سے پڑھنا شروع کیا۔ ہماری آنکھیں شاہد ہیں کہ حضور اس کمیاب بلکہ نایاب کتاب کو بغیر دیکھے بے تکلف مولوی صاحب کو اس طرح سمجھاتے جاتے، جیسے حضور نے اس کو بارہا پڑھایا ہے۔

یہ بھی دیکھا کہ مولوی صاحب پڑھ رہے ہیں، اور حضور پیش پیش فرماتے جاتے ہیں کہ اس کے بعد یہ ہونا چاہیے، اس کے بعد یہ باب ہوگا۔ اور وہی نکلتا، مگر حضور کے سمجھاتے وقت معلوم ایسا ہوتا تھا کہ خالی ہاں ہاں کہنے کے سوا سمجھ میں ان کے کچھ بھی نہیں آرہا ہے۔ غرض مشکل سے تین چار روز رہ کر واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیچارے کے سمجھ میں کیا آیا ہوگا؟ اور اگر کچھ ذہن میں آیا بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ بریلی کے اسٹیشن تک۔ علی گڈھ پہنچتے پہنچتے بالکل کورے ہی ہوں گے۔ پھر فرمایا: ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے، ایک قسم کا خیال آتا تھا کہ انہوں نے اس علم کے حصول میں اپنی زندگی صرف کردی ہے، نہ معلوم کیا کیا سوالات کریں گے؟ بخلاف اس کے یہاں تو صدہا مصروفیتیں ہیں، خدا جانے میں جواب بھی دے سکوں گا یا نہیں؟ مگر الحمدللہ پروردگار عالم نے ان کی پوری تشفی کرادی، اور وہ بہت مسرور گئے۔

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہونچے اور وہاں سے والا درجت جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشیں مارہرہ شریف پیرزادۂ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم وتوقیر شایان شان فرمائی؛ اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بوجہ سیادت تعظیم کی، جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا

کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا: فرمایئے۔ انہوں نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے، جسے میں اتنی جلدی عرض کردوں۔ فرمایا: آخر کچھ تو فرمایئے۔ غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کردیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہوگئی، اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول اٹھے' میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئ ہے، آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہورہا ہے، گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے، سنتے ہی فی البدیہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا ـــــ اور بہت شاداں وفرحاں علی گڈھ واپس ہوئے۔

(میں) ۱۳۲۹ھ ہی میں برادر دینی منشی عزیز الدین صاحب قادری رضوی بریلوی مقیم شملہ کی کوشش سے شملہ چلا گیا تھا۔ (اس لیے ذاتی مشاہدہ نہیں) کہ ڈاکٹر صاحب کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ تاہم سید ایوب علی صاحب. کا بیان زیادہ قابل وثوق ہے کہ ڈاکٹر صاحب نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے، اور ایک وقت خاص پر حاضر ہوئے ،اور سوالات کیے ،اور تشفی بخش جوابات پائے۔

(بہرحال) ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب کا مسئلۂ ریاضی کی تحقیق میں بریلی شریف آنا اور اعلیٰ حضرت سے وہ مسئلہ دریافت کرنا اور اس کا تشفی بخش جواب پانا مسلم ،جس میں اصلاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

(کیوں کہ میرے قیام شملہ کے دوران ہی) وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے، اور اسپشل ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ میں وہاں گیا، اور ان سے ملا، اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں، فرمایا: کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟ فرمایا: بہت ہی خلیق و منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے، باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاحل تھا، ایسا فی البدیہہ جواب دیا، گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اور جاننے والا نہیں ہے۔

بریلی سے واپس ہونے پر پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پورے پابند ہوگئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ (ق ۱۵۰، ۱۵۷)

ہیئت و توقیت وغیرہ میں کمال: اوپر بیان ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳ رسال ۱۰ رماہ کی عمر میں کتب درسیہ مروجہ سے فاتحہ فراغ حاصل فرمایا۔ اس عمر میں انسان کی جیسی عقل ہوتی ہے، جیسی محنت عام طلبہ کرتے ہیں، خصوصاً ایک رئیس کبیر کے صاحب زادے سے جس محنت کی توقع کی جاسکتی ہے، اس کے مقابلہ میں حضور کی لیاقت، فنی قابلیت جو دیکھی جاتی ہے، تو سوا اس کے کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا علم کسبی نہ تھا، بلکہ محض وہبی، لدنی (تھا) اور کوئی چارہ کار نہیں۔ اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا بھی میرے گمان میں یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے

حضور نے اپنے فتاویٰ شریف کا نام **العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ** رکھا تھا۔ ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم اسی لیے نہ صرف فقہ اور دینیات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے شعر کو سچ کر دکھایا اور حقائق و دقائق کے دریا بہا دیئے ؂

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

علم ہیئت میں اعلیٰ حضرت نے شرح چغمینی حضرت مولانا عبد العلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رامپوری سے پڑھی۔ لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ تصریح شرح چغمینی پر حاشیہ لکھا۔ اس کے مغلق مقامات کو حل فرمایا پھر اعلیٰ حضرت کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا علمائے معاصرین کی طرح نہ تھا کہ کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے نقل کیا اور کسی ایک کتاب پر چسپاں کر دیا بقول شخصے ؂

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

بلکہ جو کچھ تحریر فرماتے، اپنے علم اور فیضان الٰہی سے۔ علم ہیأت کو اگر دیکھا جائے، تو سوا چند اصطلاحات جاننے کے فقط اس سے کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہیات کے ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اگرچہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ بھی اس کو اہمیت نہ دی۔ پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر فن کو اعلیٰ حضرت کی بات ماننی پڑی۔

ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی

موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے، جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے، اور فرمایا............ مولوی! سنتے ہو (۱۶) 'لاہور فتح، دہلی پر دھمک'

اعلیٰ حضرت نے فرمایا .... یہ کیسے؟۔

انھوں نے ایک زائچہ پیش کیا، جو تیار کر کے لائے تھے، اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا۔

حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا............ یہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔

انھوں نے کہا............ ہاں! یہی ہوگا، جو میں نے حکم لگایا ہے.

اعلیٰ حضرت نے فرمایا .... مجھے اس سے اتفاق نہیں، اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔

یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے، اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان تشریف لے گئے۔ پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے۔

اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا........... کہئے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی؟

انھوں نے کہا .... آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا۔ کہاں تبدیل سلطنت ہوئی؟

ارشاد فرمایا......... سلطنت تو بدل گئی، پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں، ان کا خاندان دوسرا ہے۔ دادیہال سے خاندان لیا جاتا ہے، نہ نانیہال سے۔

شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے، نہ ماں کی جانب سے۔

تب مولوی غلام حسین صاحب خاموش ہو گئے۔

ایک اور واقعہ انھیں کا ہے۔ ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا —— فرمایئے! بارش کا کیا انداز ہے، کب تک ہوگی؟

انھوں نے ستارا کی وضع سے زائچہ بنایا، اور فرمایا —— اس مہینہ میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔

اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا —— اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو۔

انہوں نے کہا —— یہ کیسے ہوسکتا ہے، آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے؟

حضرت نے فرمایا —— میں سب دیکھ رہا ہوں، اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

(پھر اس مشکل مسئلہ کو کس قدر آسان طریقہ پر سمجھا دیا) سامنے کلاک لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا —— وقت کیا ہے؟

بولے —— سوا گیارہ بجے ہیں۔

فرمایا —— ۱۲ر بجنے میں کتنی دیر ہے؟

بولے —— پون گھنٹہ۔

حضرت نے فرمایا —— اس سے قبل؟

کہا —— نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔

جب کہ اسے یوں ہونا چاہیے:-

مثالہ وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز رأس الاسد باشد۔

[ا]وقت تقریبش ءمط (۴۹-۴) درالمنک تقویم نزدیک راس الاسد ۲۴ر جولائی ست تفاضل میل شمسی ۲۳و۲۴ جولائی درالمنک ۲۲-۱۵-۲۰

۱۳-۰۳-۲۰

۰۹-۱۲-۰

اورابر کد(۰۰-۰۰-۲۴) بخشیدیم حاصل ل کج (۲۳-۳۰) اورادر ء مط (۴۹-۴) زدیم حاصل ب کو کا(۲۱-۲۶-۲) چون میل متناقص ست یعنی میل ۲۴ر جولائی از میل ۲۳ کمتر ست۔ایں حاصل از میل رأس الاسد کہ در جدول برآوردہ ایمك ط لج نر (۵۷-۲۳-۹-۲۰) است،کاستیم۔باقی ك ررلو (۳۶-۷-۷-۲۰) بلکہ ك ر ح (۸-۷-۲۰) کہ میل نصف النہار حقیقی آں روزست۔

[۲] چوں میل وعرض ہردو شمالی ست۔میل از کح کا(۰۰-۲۱-۲۸) کاستیم۔ باقی ح یج نب(۵۲-۱۳-۸) نیم قطر آں روز کہ یه مو (۴۶-۱۵-۰۰) باشد ازو کاستیم۔باقی ر نح و (۰۶-۵۸-۷) تحویلش بہ بعد سمتی مرئی ر نر نط(۵۹-۵۷-۷)۔

[۳] رنرنط(۵۹-۵۷-۷) از جدول ظل اول اصلی ظل گرفتیم۔برص ۳۰۹ بازائے رنر(۵۷-۷) ۱۳۹۶۵۱۰ء ۰ یافتیم۔ وتفاضلش باظل رنح (۵۸-۷) ۲۹۶۶۔پس بہ تعدیل ظل مطلوب ۱۳۹۹۴۲۷ ء۰ دومرفوع

اعلیٰ حضرت اٹھے، اور بڑی سوئی کو گھما دیا۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔
حضرت نے فرمایا ـــــ آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک پون گھنٹا بارہ بجنے میں ہے۔
بولے ـــــ آپ نے اس کی سوئی کھسکا دی، ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے ہی بعد ۱۲ بجتے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ـــــ اسی طرح رب العزۃ جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے، پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ، ایک دن کیا؟ ابھی بارش ہونے لگے۔

اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف گنگھور گھٹا آگئی، اور پانی برسنے لگا۔

غرض اعتقاد علم نجوم پر اس قسم کا تھا، ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، مگر اصل فاعل مختار حضرت عزوجل شانہ کو جانتے تھے۔ ستاروں کی وضع اور رفتار بدلنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں سلمہ کی ولادت کا زائچہ بنایا، اور فن کے اعتبار سے اس پر احکام ثبت فرمائے، جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں خود دست مبارک کا لکھا ہوا، کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے اوپر تحریر فرمایا: الغیب عند اللہ۔

ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا۔ یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ علما نے جستہ جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب

اس فن میں نہ تھی۔ اس لیے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری ـــــــ مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی ـــــــ مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی ـــــــ حضرت حجۃ الاسلام صاحب زادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی ـــــــ مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی، جس کو ہم لوگ پڑھتے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔ اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے، اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، صبح صادق، عشا، ضحوۂ کبریٰ، عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہم لوگوں کی کاپیوں میں لکھے رہے۔ پھر میں نے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کے ساتھ مع مثال بلکہ امثلہ لکھ کر اس کا نام **الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت** معروف بہ **توضیح التوقیت** رکھا۔ الحمد للہ کہ یہ رسالہ مطبع نعیمی مراد آباد میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔ اور اس سے بہت لوگوں نے اس علم کو حاصل کیا۔

اسی زمانہ میں مجھے بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا، تو ایک نسخہ گرامی جناب محب مکرم مخلص محترم جناب حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب کے لیے لیتا گیا۔ انھوں نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اور مولوی صاحب بھی فارسی زبان میں اس فن میں تصنیف فرما رہے تھے۔ وہ رسالہ مجھے دکھایا کہ میں نے اس طرح لکھنا شروع کیا تھا۔ لیکن اب **توضیح التوقیت** کے بعد اس کی ضرورت نہیں

معلوم ہوتی ہے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ہرگز ایسا خیال نہ فرمائیں، آپ اس کتاب کو ضرور مرتب کر ڈالیے۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فیض اور ان کے علم کی اشاعت ہے۔

ع: ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ کتاب ان کی زندگی میں چھپ گئی تھی یا نہیں؟ اور اب ان کے صاحب زادوں کا ان کی تصنیفات کی طباعت واشاعت کے متعلق کیا خیال ہے؟ غرض یہ تو اعلیٰ حضرت کے اس فن میں علمی کارنامے ہیں۔ یعنی قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لینا کہ کس وقت آفتاب طلوع کرے گا، اور کس وقت غروب وغیرہ؟

ساتھ ساتھ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت اس قدر زبردست تھی کہ مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پہلی بھیتی نبیرہ مولوی عبد اللطیف صاحب برادر خورد حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب قدست اسرارھما کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔

فقیر عبید الرضا غفرلہ نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے، اور دیکھے ہیں۔ اور بالکل صحیح وقت ہوتا۔ ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر قادری برکاتی معینی قدس سرہ العزیز کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول

امامت فرماتے۔ جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی، تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلی کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت کی، اور قرات اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہوگیا۔ مسجد سے نکل نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

مولوی سید عبد العزیز صاحب قادری سہوانی حال مقامی بریلی شریف محلہ ملوک پور مسجد شاہ معشوق اللہ صاحب قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت تاج الفحول میں غایت درجہ محبت تھی گویا دونوں ایک ہی تھے۔ پھر بھی مولانا عبد القادر صاحب بدایونی فجر کی نماز ابتدائے اسفار میں پڑھتے تھے جب کبھی حضرت تاج الفحول بریلی تشریف لاتے تو حسب عادت سویرے نماز پڑھا کرتے؛ اور اگر کوئی کہتا کہ اعلیٰ حضرت دیر کر کے پڑھتے ہیں تو فرماتے کہ وہ ہیئت وتوقیت جانتے منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں ان کے لیے اس قدر اسفار زیبا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری نے لکھا کہ مکرمی حاجی عبد الجامع صاحب جامی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی تشریف لے گئے۔ رات زیادہ ہو جانے کے سبب مولانا کو خبر نہیں کی، فجر کی نماز کے لیے سویرے ہی اذان کہی اور تھوڑی دیر انتظار کر کے نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور اسفار میں نماز فجر ادا فرمائی۔

علم تکسیر میں مہارت : علم تکسیر بھی اس زمانہ میں انہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبہ میں ایک یا دو شخص ہوں گے۔ عوام کو اس سے کیا دلچسپی، علما کو اس سے کیا غرض؟ مشائخ کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے، سیکڑے میں اسّی ایسے ملیں گے، جو اپنے مشائخ کے مجموعہ اعمال یا مجربات یا نافع الخلائق سے نقوش اُلٹے سیدھے باقاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ۱۸-۱۹ فی صدی نقش مثلث یا مربع قاعدہ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں۔ اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار یا پانچ سو میں دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔

عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ تشریف لائے اور محب محترم حامی دین، واقف علوم عقلیہ ونقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب دربھنگوی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے۔ اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا اندازہ برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہوگئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دو پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا، اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈینگ بہت بڑھی، تو ایک دن بہت بھولی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں، وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خان صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں؛ اور اسی وجہ سے ایسے زبردست

معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں، ایک شخص فن تکسیر جانتے ہیں، تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کرادیجیے گا۔ انھوں نے کہا: اچھا! وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں، اور چار بجے دریا پور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم ومفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے؟ میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں اس فن سے یک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا ـــــــ جناب مربع کتنے طریقہ سے بھرتے ہیں؟

بہت فخریہ فرمایا ـــــــ سولہ طریقہ سے۔

میں نے کہا ـــــــ بس۔

اس پر فرمایا ـــــــ اور آپ؟

میں نے کہا ــــــ گیارہ سو باون طریقے سے۔

بولے ــــــ سچ؟

میں نے کہا ــــــ جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی؟

کہا ــــــ میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟

میں نے کہا ــــــ ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج چار بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کروں گا۔ ایک ہی نقشہ ہے جو اتنے طریقے سے بھرا ہوا ہے، جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔

پوچھا ــــــ کن سے سیکھا؟

میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا۔

حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہو گیا مگر پوچھا ــــــ اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟

میں نے کہا ــــــ تئیس سو طریقے سے۔

کہا ــــــ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟

میں نے کہا ــــــ وہ تو علم کے دریا نہیں، سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی کو سیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں؟

آخر ۴ ربجے وہ میرے ساتھ دریاپور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے، اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہوکر بعد مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔ خیر بہر کیف۔

جملہ علوم وفنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے۔ بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کے ثبوت میں ایک تحریر نقل کردینا کافی سمجھتا ہوں۔ جس کو حضرت عظیم البرکت سیدنا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مدظلہ العالی نے میری طلب پر روانہ فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل فی الوفق الوحاوی

فقیر احمد رضا قادری بریلوی غفرلہ القوی در مجموعہ سیدنا نور العارفین حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ مدظلہم العالی نقشے بریں صورت دیدہ بود، اما اورا قاعدۂ مضبوطہ وضابطۂ مطردہ نیافتہ۔ ناچار بجائے خود فکرے کردم وسہ ضابطہ برآوردم۔ وایں نقش راہم ہر دو ضلع تمام شود ضلعے قائم وضلعے معترض۔ وفق وحاوی نام نہادم دسیر اورا دریں بیت انضباط دادم ؎

چوخواہی بہ نقش وحاوی سیر دورخ درمیان دوفرزیں بگیر

چوں چہاردہم ماہ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ شرف خاک بوسی آستانۂ عالیہ

برکاتیہ بتقریب عرس سراپا قدس حضور صاحب البرکات ﷺ دست داد، ذکر ایں نقش باصاحب زادہ والا احترام حضرت سید شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ بمیاں آمد۔ عرض داشتم کہ من فقیر ایں وفق را چند ضابطہ بروئے کار آوردہ ام۔ ارشاد فرمود کہ بفرست۔ ۱۵ر ماہ مذکور بوطن رسیدم، طرح فکرے تازہ انداختم۔ درساعت قلیل ہفت ضابطہ دیگر روئے نمود، تا آنکہ تلك عشرۃ کاملۃ شد۔ وباعتبار وجوہ طریق رخت از حدِ نہایت برد۔ فقیر اولاً آں سہ قاعدہ پیشیں می نویسم، پس آں ضوابط آخر ذکر خواہم کرد و باللہ التوفیق۔

(ضابطہ اولیٰ) شش طرح و برسہ تقسیم واز حاصل آغاز وکسر یک در بیت چہارم ودوم درسوم کہ بیت القطب ست وہمین ست نظم طبعی واقل ما یجری فیہ تسعۃ وسیر از ہر چہار بیت آتشی وبادی وآبی وخاکی ممکن ست۔ وراہ یمین ویسار ہر دو کشادہ۔

فمن النارى

	١	
٢	٣	۴
	۵	

	١	
۴	٣	٢
	۵	

ومن الہوائی

	۴	
۵	٣	١
	٢	

	٢	
۵	٣	١
	۴	

ومن المائی

	٢	
١	٣	۵
	۴	

	۴	
١	٣	۵

ومن الارضی

	۵	
۴	٣	٢
	١	

	۵	
٢	٣	۴
	١	

وهذا من عشرة فالكسر واحد

	١	
٢	٣	٤
	٦	

وهذا من احد عشر فالكسر اثنان

	١	
٢	٤	٥
	٦	

نقش بست در بست

	٤	
٥	٧	٨
	٩	

(ضابطہ ثانیہ) برطبق مصاریہ کہ عدد اسم مطلوب یا آیت مقصودہ دو بلی قطب نویسند و حاصل جمع ضلع سہ مثل اعداد مطلوبہ باشد و حاجت تکسیر نیفتد۔

ایں صورت از سہ تا فوق ممکن، وهذا وفق ح

	١	
٢	٣	٤
	٥	

نقش بست در بست

	١٨	
١٩	٢٠	٢١
	٢٢	

(ضابطہ ثالثہ) کہ خانۂ قطب بہرِ کتابتِ مقصود، تہی ماند۔ قانونش آنکہ سہ طرح و مقسوم علیہ، و کسر در چہارم

فزودیم۔ظل عصر ۲٫۱۳۹۹۴۲۷۔

[۴]س این سایہ را درہمین جدول مقوس کردیم برص ۳۱۷/ بازائے سدنر (۰۰-۵۷-۶۴) یافتیم ۲٫۱۳۹۶۳۰۱۔تفاضل مطلوب ۳۱۴۶ وتفاضل جدولی کہ کافران نوشتہ اند ۱۶۲۳۶ پس مطلوب را در ۶۰ زدہ بر تفاضل جدولی بخشیدیم۔وحاصل قسمت را بر سد نر (۰۰-۵۷-۶۴) فزودیم شد قوس ۶۳٫۱۱-۵۷-۶۴ یعنی سد نریالح (۳۸-۱۱-۵۷-۶۴) تحویلش بہ بعد سمتی حقیقی سدنط ہ کا (۲۱-۰۵-۵۹-۶۴)×نیم قطر یہ مو یہ (۱۴-۴۶-۱۵-۰۰)=سہ ید نب رفعا (۵۲-۱۴-۶۵)۔

[۵] بوجہ اتفاق جہت کح کا (۲۱-۲۸)- ك ط لد (۳۴-۰۹-۲۰)=ح یا کو (۲۶-۱۱-۸)+سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)=عج کویح (۱۸-۲۶-۷۳) نصفہ لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶) جیبہ ۹٫۷۷۶۶۲۳۷۔باز سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)- لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶)=کح لامج (۴۳-۳۱-۲۸) جیبش ۹٫۶۷۸۹۱۲۲ مجموعہ دو قاطع میل راس الاسد وعرض بریلی۔۱۰٫۰۸۲۹۴۲۱، مجموعہ اربعہ ۱۹٫۵۳۸۴۷۸۱ بازائے ء مح (۴۸-۴) ۹٫۵۳۸۴۳۸۰ باقی ماند

۴۰×۱۰=۴۰۰٫۰۰ ۴۳۴÷۲ ـــــــ ۴۳۴)۴۰۰٫۰۰(۰٫۹۲

۳۹۰۶
———
۹۴۰
۸۶۸
———
۷۲

پس وقت ء مح ھا نہ (۵۵-۰۰-۴۸-۴) وبالرفع ء مح ا (۰۱-۴۸-۴) کہ

ت تخمینی ما بقدر ۵۹ تفاوت دارد۔

واقل ما يجری فيه خمسة

	۱	
۲	مطلب	۳
	۴	

وھذا من ستة

	۱	
۲	مطلب	۴
	۵	

نقش بست در بست

	۸	
۹	مطلب	۱۱
	۱۲	

وایں جا قاعدۂ مصاریہ جاری نتواں کرد کہ بیت قطب ندارد۔ وایں سہ قاعدہ ست کہ بنگاہ اولیں پردہ از روئے مقصود کشود۔ حالا ضوابط باقیہ برنگارم۔

(ضابطہ رابعہ مشتمل بر طرو غیر متناهیه) در نظم طبعی طرح ۶ بود، وسیر برنسق اعداد یک یک فزودن۔ وترا می رسد کہ از اضعاف ستہ ہر قدر کہ خواہی طرح کنی وبحساب آں در زیادت افزائی مثلاً اگر ۱۲ طرح کنی، بہر خانہ دوگاں افزائی۔ ودر طرح ۱۸ سہ گاں۔ ودر اسقاط ۲۴ چہارگاں۔ وہم چنیں الیٰ مالا نہایہ لہ پیدا است کہ چوں تضاعیف ستہ را نہایت نیست، طرق ایں ضابطہ را نیز پایاں نباشد۔ وتقسیم دائماً بر سہ واز حاصل شروع وطیرہ کسر ہمان ست کہ در نظم طبعی گزشت ونذکر امثلة بعض الطرو۔

(طریقه اولی) طرح ۱۲ وزیادت دوگاں واقل مایجری

فیہ خمسۃ عشر ھٰکذا

	١	
٣	۵	٧
	٩	

وھذا من ١٢ فالکسر واحد

	١	
٣	۵	٨
	١٠	

نقش بست در بست فالکسر اثنان

	٢	
۴	٧	٩
	١١	

(طریقہ دوم)

طرح ٨ اوزیادت سہ گاں واقل مایجری فیہ ٢١

	١	
۴	٧	١٠
	١٣	

نقش اسم ذات

	١٦	
١٩	٢٢	٢۵
	٢٨	

نقش نام پاک محمد ﷺ فالکسر اثنان

	٢۴	
٢٧	٣١	٣۴
	٣٧	

(طریقہ سوم)

طرح ٢۴ وزیادت چہارگان واقل مایجری فیہ ٢٧

	١	
۵	٩	١٣
	١٧	

(طریقہ چہارم) طرح ٨٠٧ کہ یک صدوسی ضعف ستہ است وزیادت بر خانہ ١٣٠ تعویذ تسمیہ

	١	
۵	٩	١٣
	١٧	

وعلیٰ ھٰذا القیاس ازیں ضابطہ طرق غیر متناہیہ تو ان برآورد کمالایخفیٰ۔

(ضابطہ خامسہ ایضا مشتمل بر طرق غیر متناھیہ) از سہ تا غیر متناہی ہر قدر کہ خواہی طرح نمائی، تقسیم بر ۲ وتا بیت قطب سیر برنظم طبعی۔ وبعد ازاں کہ بیت چہارم ست از عدد مطروح ہر قدر کہ باشد سہ کم نمودہ سیر نمائی۔ وظاہر ست کہ دریں صورت کسر نیشتد مگر یک، آنرا در بیت چہارم بیفزائی مثلاً

(طریقہ اولی) چوں طرح سہ کنیم در بیت چہارم از عدد مطروح کہ سہ بود سہ کاستیم، ہیچ نماند۔ آنجا صفر نہند، ودر پنجم یک۔ واقل مایجری

فیہ خمسة لکذا

	۱	
۲	۳	۰
	۱	

نقش بست در بست

	۸	
۹	۱۰	۱
	۲	

توضیحش آنکہ از بست سہ تفریق شد، ۱۷ ماند۔ بر دو قسمت کردیم، ہشت صحیح برآمد، وکسر یک۔ ہشت را بخانہ اول نہادہ تا قطب سیر نمودیم۔ در بیت چہارم از مطروح سہ کاستیم، فانی شد، صفری بایست۔ اما کسر یک کہ بدست بود، افزودیم۔ یک دریں خانہ آمد، ودو در بیت پنجم۔

(طریقہ دوم) طرح ۴ ودر خانۂ چہارم وپنجم یک ودو اقل مایجری

فیہ ستة لکذا

	۱	
۲	۳	۱
	۲	

نقش بست در بست بلا کسر

	۸	
۹	۱۰	۱
	۲	

ایں بعینہ مثل اول برآمد۔ امافرق در طریقہ ست آنجا سہ طرح کردہ بودیم، وکسر می ماند، وایں جا چہار انداختیم و بے کسریافتیم۔

نقش اسم ذات

	۳۱	
۳۲	۳۳	۱
	۲	

اسم ذات پاک احمد ﷺ اعدادش ۵۳

	۲۴	
۲۵	۲۶	۲
	۳	

(**طریقہ سوم**) طرح ۵ ایں جا در خانۂ چہارم ۲ ودر پنجم ۳ آید کمالا یخفی واقل

مایجری فیہ سبعۃ

	۱	
۲	۳	۲
	۳	

نقش بست در بست

	۷	
۸	۹	۳
	۴	

(**طریقہ چہارم**) طرح ۷۸۴ تعویذ تسمیہ

	۱	
۲	۳	۷۸۱
	۷۸۲	

وہم چنیں الیٰ مالانہایۃ لہ

(**ضابطہ سادسہ ایضا مشتمل بر طروہ غیر متناھیہ**) ایں ضابطہ ہیچ طرحے وکسرے محتاج نیست، وہیچ گونہ نظامے وسیاقے نمی خواہد۔ ہر عددے کہ

خواہی بہر نہجے کہ خواہی سہ پارہ کنی وآں پارہ ہا را در بیوت ثلثہ اولین تا بیت القطب نہی۔ چوں بہ بیت چہارم رسی باز از سر آغاز کنی۔ بعدہٗ از عدد خانہ اول بالترتیب نوشتن گیری۔

مثلاً بست را پارہ کردیم ۵، ۷، ۸

	۵	
۷	۸	۵
	۷	

	۱	
۱۶	۳	۱
	۱۶	

یا ۱، ۱۶، ۳،

	۱۰	
۴	۶	۱۰
	۴	

یا ۱۰، ۴، ۶

وھٰکذا ایں جا اگر اختلاف بیوت در عدد خواہند، البتہ درکم از سہ جریان نیابد فان اقسامہا ۱، ۲، ۳ ولا یمکن اقل من ذالک مختلفات ورنہ در سہ نیز ممکن ست کمالا یخفی۔

(ضابطہ سابعہ) پنج طرح کنی وباقی را نگاہ داری وسیر مطلقاً از یکے نمائی۔ چوں بہ بیت چہارم آئی، جمیع باقی ماندہ را نہی ودر پنجم برآں یک افزائی کما ھو مقتضی السیر۔

واقل ما یجری فیہ ستۃ

	۱	
۲	۳	۱
	۲	

بلکہ در خمسہ نیز ممکن ست کہ چوں بعد طرح پنج از پنج ہیچ نماند، حصہ بیت چہارم صفر آمد، در رنگ آنچہ کہ در ضابطہ خامسہ گزشت۔

وھٰذہ صورتہ

	۱	
۲	۳	۰
	۱	

نقش بست در بست

	۱	
۲	۳	۱۵
	۱۶	

نقش اسم ذات

	۱	
۲	۳	۱۶
	۶۲	

(تنبیہ) ایں ضابطہ رابعبارت آخرہم تعبیرتواں کرد۔ مثلاً

تعبیر دوم آنکہ ہر بیت آنست کہ دروے رقمے از ارقام ہندسیہ باشد واقل آنہا یک ست۔ حالا از ہر عدد کہ خواہی شش طرح کنی، وباقی رانگاہ داشتہ تابیت قطب از یک تا سہ برنظم طبعی رفتہ، در چہارم جمیع باقی را با یک کہ اقل حقوق بیوت ست جمع کنی۔ مثلاً از بست بعد طرح شش ۱۴ باقی ست، در بیت چہارم ۱۵ نوشتیم ودر پنجم ۱۶ اکمارانیت۔

تعبیر سوم آنکہ ۹ مطروح وتابیت القطب از یک تا سہ سیرطبعی، ودر چہارم برمقتضائے نظم طبعی کہ عدد ۴ ست جمیع باقی را اضافہ۔ مثلاً در نقش بدوح بعد طرح ۹ باقی ۱۱ چوں با ۴ جمع کردہ شد، ۱۵ برآمد، ومثل مامرہ شد۔ لہٰذا بحقیقت راجع بہماں طرح ۵ وکتابت جمیع ماقی در بیت چہارم است۔ فرق این است کہ آن شامل ترست کہ ہم از خمسہ جریان آغاز می کند، ولہٰذا قاصر وناقص۔ باز دروے قلت وسہولت عمل علاوہ، پس ہمون مختار اُفتاد۔ وبرینہا تنبیہ کردیم تامتروک راذہول عنہ گمان نہ برند۔

(ضابطهٔ ثامنه) عدد مطلوب را بر ۹ قسمت نمائی وکسر از یک تا هشت هر چند که باشد محفوظ داری، وحاصل قسمت را در خانه مفتاح نهاده در بیوت باقیه همان حاصل برحاصل افزوده باشی۔ مثلاً در ۹ حاصل قسمت یک ست بهر خانه یگاں یگاں افزائی۔ ودر عدد ۱۸ حاصل ۲ است، بهر بیت دوگان زیاده کنی۔ ودر ۲۷ حاصل ۳ ست، بهر بیت سه گان اضافه کنی۔ وہکذا۔ وکسر هر قدر که باشد با ایں حاصل در بیت چهارم جمع نمائی۔

واقل مایجری فیه تسعة

	۱	
۲	۳	۴
	۵	

من ۷ افالکسر ۸

	۱	
۲	۳	۱۲
	۱۳	

من بدوح فالحاصل ۲ والکسر ۲

	۲	
۴	۶	۱۰
	۱۲	

من اجل فالحاصل ۳ والکسر ۷

	۳	
۶	۹	۱۹
	۲۲	

من اسم محمد ﷺ فالحاصل ۱۰ والکسر ۲

	۱۰	
۲۰	۳۰	۴۲
	۵۲	

من التسمیة فالحاصل ٨٧ والکسر ٢

	٨٧	
٢٧٤	٢٦١	٢٥١
	٤٣٨	

(ضابطه تاسعه) ذوالکتابة در ہر سہ خانۂ ضلع عنی حروف اسم یا کلمات آیت ہر چہ خواہی نویسی، واعداد آنہا را زیر آنہا نگاری، ودر مفتاح از عدد بیت دوم ہر چہ کہ باشد یک کم نہی، ودر مغلاق بر عدد بیت چہارم ہر قدر کہ باشد، یک بیفزائی۔ نقش مراد بر کرسی سداد نشیند۔ مثلاً

من محمد رسول الله ﷺ

	٢٥	
الله ٦٦	رسول ٢٩٦	محمد ٩٢
	٩٣	

من التسمیة

	٢٨٨	
الرحیم ٢٨٩	الرحمن ٣٢٩	بسم الله ١٦٨
	١٦٩	

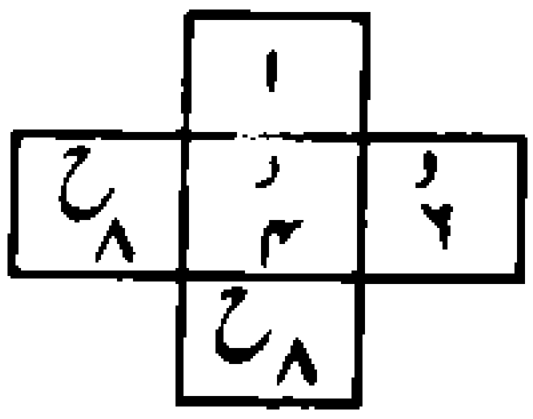
من اسم الحفیظ

	٨٩٩	
ظ ٩٠٠	ی ٩٠	ح ٨
	٩	

واز لطائف نقش این ست کہ جز اسمے کہ کم از سہ حرف داشتہ باشد کہ تقسیم او بر بیوت ثلثہ ممکن ست، ودر ہر اسم وعبارت جاری ست، تا آنکہ در اسم سہ حرفی کہ حرف آخرینش الف باشد، نیز راست می آید۔ حالانکہ بریں تقدیر در خانہ دوم الف افتد، وممکن نباشد کہ در بیت اول از وے چیزے کم کردہ بنویسند۔ اما ایں جا کم کردن آنست کہ صفر ماند مثلاً نام پاک خدا جل جلالہ

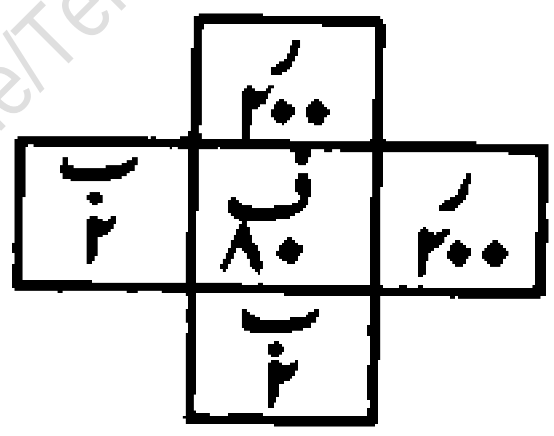
	٠	
اُ	دُ	خ ٦٠٠
	٦٠١	

(فائدہ) لمظہر والمضمر چنانکہ در مربع نویسند ، آنجا خود
واضح ست ۔ زیرا کہ بوجہ زوجیت عدد بیوت تکرار واعادہ حروف واعداد
بروجہ کمال ممکن ست ۔ اینجا عدد بیوت فرد یعنی پنج ست ، چگونہ تکرار کامل
صورت بندد ۔ اما ایں قدر ممکن ست کہ اسم را سہ جز کردہ در بیوت سہ گانہ
پیشیں نویسند ، و باز از بیت چہارم تکرار نمودہ تا دو ثلث اعادہ نمایند ، یک ثلث
باقی می ماند لانعدام المحل مثلاً از احد



حاصلش راجع ست بضابطۂ سادسہ کہ ذکرش گزشت ۔ آرے جائیکہ دو
پارہ اولین معنی مناسب دارد، خالی از لطف نیست ۔

مثلاً از ربی



کہ ربی رب ایں عبارت را بطور جملہ اسمیہ ہم توان خواند، بہ تنوین ربٌ یعنی
پروردگار من پروردگار ست ۔ نیز بکسر بائے ربِّ بر حذف یائے متکلم یعنی
پروردگار من پروردگار من ست ۔ نیز رَبُّ یعنی پروردگار من پرورد ۔ ہم جملہ
ندائیہ تواں گفت ۔ ہر دو جا بتقدیر حرف ندالیش ندا مکرر باشد ۔ یعنی اے
پروردگار من اے پروردگار من ۔ یا ۔ ربِّ امر از تربیت گیرند، پس دعا باشد ۔

اے پروردگار من تربیت فرما۔ رَبٌ بفتح با خوانند، یعنی پروردگار من پرورد۔ ہیچ توجیہ متصورست ـــــــ وازرحمٰن ایں چنیں باشد رحمٰن ۔ رحم بترکیب عجمی دعائے رحمت باشد یعنی ای رحمٰن رحم کن۔

	ر ٢٠٠	
٤٨م	ف ٨٠	ر ٢٠٠
	٤٨م	

(فائدہ) ازیں ضابطہ تاسعہ قاعدۂ دیگر توان فہمید ـ بے آنکہ ذوالکتابہ باشد وہمونست۔

(ضابطہ عاشرہ) کہ ہر عددے راکہ خواہی بہر طور کہ خواہی سہ اقسام متساویہ یا غیر متساویہ متناسبہ یا غیر متناسبہ برآوردہ در سہ خانہ ضلع عرضی نہی۔ ودرخانہ اول، از دوم یک کم، ودر پنجم، بر چہارم یک بیش۔ وایں نیز برتقدیر رعایت اختلاف بیوت فی الاعداد۔ ودر کم از شش جاری نشود ورنہ سہ بسند ست۔

	٠	
١	١	١
	٢	

نقش بست در بست

	٣	
٤	٩	٧
	٨	

(فائدہ) دریں طریقہ لطفے آن ست کہ از اعداد بیوت اسمائے دیگر برآوردن سہل وآسان ست۔ چوں عنان تقسیم بدست خودست، عدد مطلوب را بہر نہجے سہ پارہ کنند کہ ہرایک از آنہا عدد اسمے از اسمائے طیبہ لطفیہ یا قہریہ علی حسب الحاجۃ باشد۔ وممکن کہ عدد مفتاح ومغلاق نیز مساعدت کند، وباعداد اسم دیگر موافق آید۔ مثلاً اعداد اسم ذات را بر ۱۸، ۳۴، ۱۴ قسمت کردیم کہ اعداد حی واجل و وہاب است۔ وہاب درخانہ دوم آمد، وخانہ اول را ۱۳۱ ماند کہ عدد احد ست، وپنجم را ۱۹۱ کہ عدد واحد ست، نقش چناں راست کردم۔

یا بروجہ دوم ۱۹،۵۳۸۴۷۸۱ را نصف ۹،۷۶۹۲۳۹ تقویس او کنیم بازاۂ اولو

ھاھا (۰۰-۰۰-۳۶) ۷۷۶۲۹۱۸ ،۹ باقی ماند ۲۰۴×۶۰=۱۲۲۴۰ ÷ ۱۷۳۸

۱۷۳۸) ۱۲۲۴۰ (۷

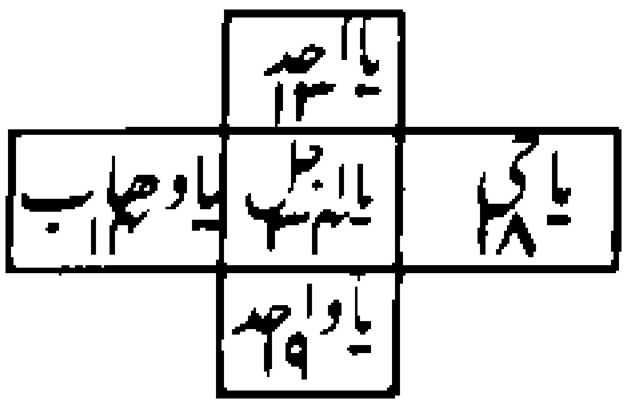
۱۲۱۶۶
―――
۷۴

پس قوس لوھار (۰۷-۰۰-۳۶)×ح (۸)=ء مح ھانو (۵۶-۰۰-۴۸-۴) کہ

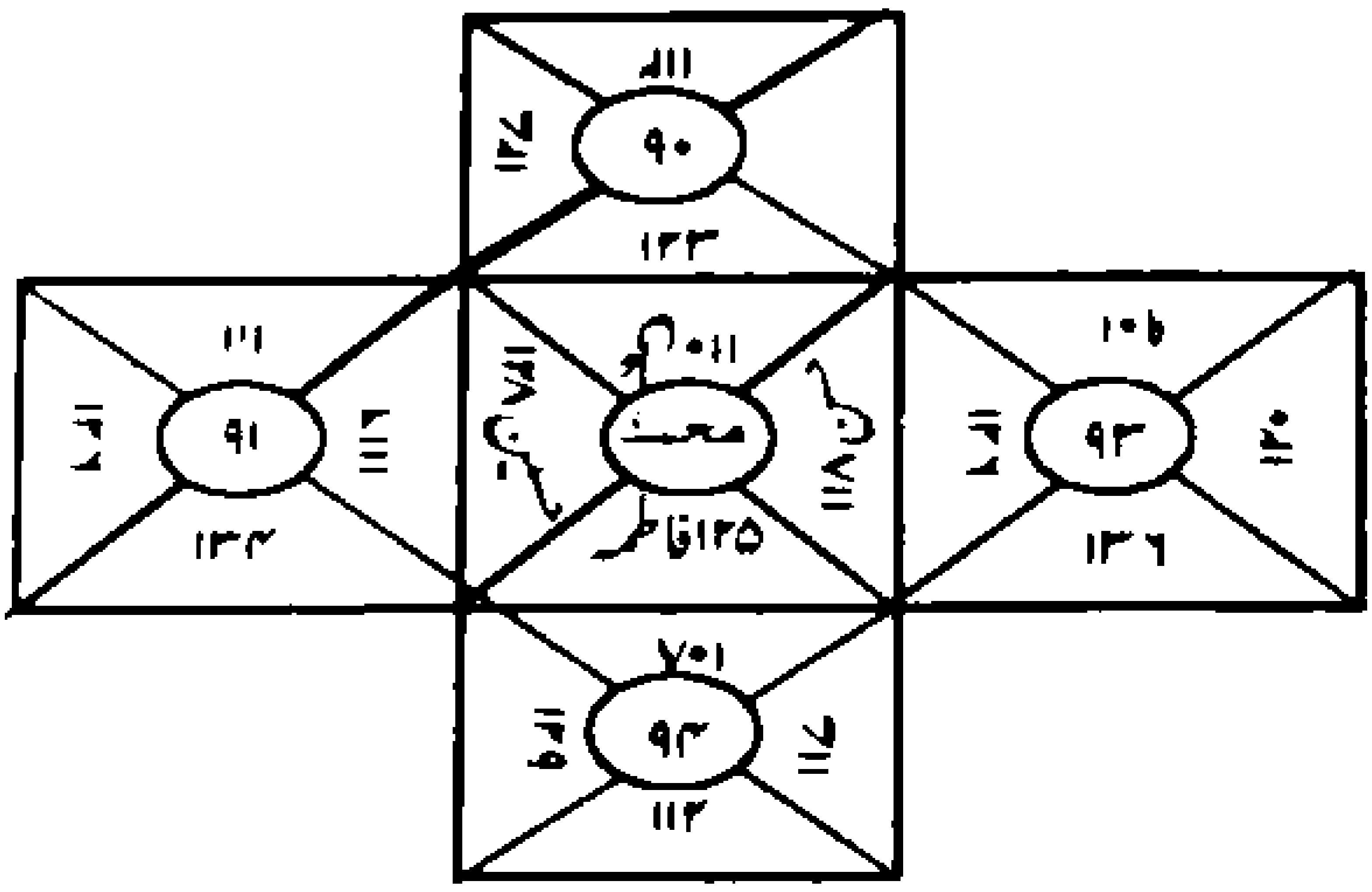
بالرفع ا ، ہماں ء مح ا شود۔

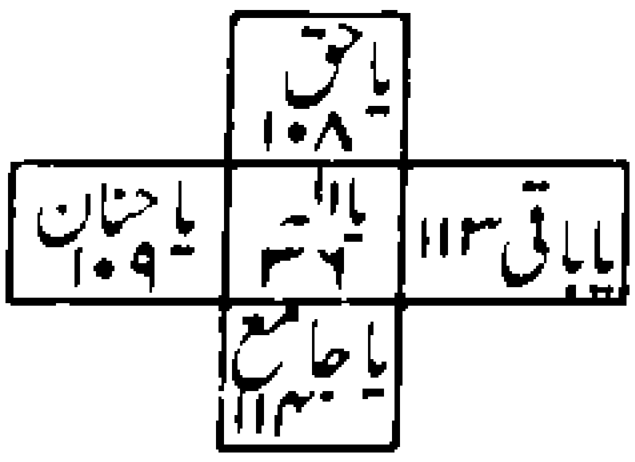
بایں طریق درجات تامہ را اوقات برآرند وروز حاجت را تعدیل مابین السطرین

کنند۔



وفق پاک اسم رحیم ایں چنیں عددش ۲۵۸





(**فائدہ**) نقش محیط الاسرار خود ظاہر ست کہ در جمیع اقسام اوفاق میسر ست چہ او نباشد مگر جمع کردن چند نقوش در نقش واحد بہ تقسیم کردن ہر بیت بر حد اول بیوت عدیدہ، وہم بر طبق مصاریہ ممکن، وہم بر وفق نظم مشہور ما، ایں جا نقش وحاوی محیط الاسرار از اسمائے حضرات پنجتن پاک صلوات اللہ وسلامہ علیہم بر طور مصری می نویسم۔
واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷ رمحرم ۱۳۰۶ھ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ دس ضابطے نقش 'وحاوی' کے ۲۷ رمحرم ۱۳۰۶ھ تک غور وفکر کا نتیجہ تھا۔ جب رسالہ مبارکہ **اطائب الاکسیر فی علم التکسیر** پر میرے پڑھنے اور علم تکسیر سیکھنے کے زمانہ میں نظر ثانی فرمائی، تو چھیالیس ضابطے استخراج فرمائے۔ اور اگر کچھ اور

غور وتامل فرماتے تو ۵۰ تک پہونچادیتے، بلکہ اس سے بھی زائد فرمادیتے۔ اور واقعی علم لدنی وہبی کی شان یہی ہوتی ہے۔ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ایک دن نواب وزیر احمد خان صاحب ایک کتاب جس میں انھوں نے تعریفات اشیا لکھی تھیں، اعلیٰ حضرت مد ظلہ العالی کو بغرض اصلاح سنا رہے تھے۔ علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائرجہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں منظوم عربی زبان بحر طویل اور حرف 'ل' کی 'روی' میں آتا ہے، اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، مقطع نہیں آتا۔ جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی، نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس ﷺ خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا، ورنہ نہیں۔ میں نے تین چار روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا۔

ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں، جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں سے حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا، اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے، جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے [illegible] اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔

جس سے میں نے یہ مطلب نکالا۔

اس کا حاصل کرنا ھذیان فرمایا جاتا ہے۔

اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا۔ ہ کو بطور صدر موخر آخر میں رکھا، اس کے عدد ۵ رہیں، اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آ گئی، اور

پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے، یعنی پچاس، جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا، مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا، اس فن کو چھوڑ دیا کہ ھذے کے معنی ہیں فضول بک۔

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ کسی نے عرض کیا: قیامت کب ہوگی، اور ظہور امام مہدی کب؟

ارشاد فرمایا: قیامت کب ہوگی، اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے رسول ﷺ۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے ملاحظہ احادیث سے حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز ھذہ الامۃ الالف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۴۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت، اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں، مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ

شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی ظہور فرمائیں۔

کسی نے دریافت کیا کہ حضور نے علم جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد ہوا: ہاں! اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا: آم کھائیے پیڑ نہ گنیے۔

(پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں وقت ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا، سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔

اللہ اکبر کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا۔ مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ اخیر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزرا ہوں گے، رموز میں سب کا مختصر ذکر فرما دیا کہ زمانہ کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرما دیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اسی تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایقظ فرمایا اور صاف تصریح فرما دی کہ لا اقول ایقظ الھجریۃ بل ایقظ الجفریۃ۔

میں نے **ایقظ جفریہ** کا حساب کیا، تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں، اور انھیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ میں ظہور امام مہدی کے سن اخذ کئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی ؎

اذا دار الزمان علي حروف ببسم اللّٰه فالمهدی قاما

ویخرج فی الحطیم عقیب صوم　　الافاقرء من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر **اذا دخل السین فی الشین ظهر قبر محی الدین** جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام میں میری قبر ہے سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوادیا جو زیارت گاہ عام ہے۔

(پھر فرمایا:) چند جداول ۲۸ ۔ ۲۸ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے، اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔

ملفوظات حصہ دوم سفر حج کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع وملجا ہے، اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں، ممکن کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ ایک صاحب معلوم ہوئے جفر میں مشہور ہیں۔ نام پوچھا، معلوم ہوا مولانا عبد الرحمٰن دھان، حضرت مولانا احمد دہان مکی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ نام سنکر اس لیے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دہان کہ اب قاضی مکہ ہیں، مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبد الرحمٰن کو بلایا، وہ تشریف لائے۔ کئی گھنٹے خلوت رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جو ان کے پاس ناقص تھا، اس کی تکمیل ہوگئی۔

اسی کے مثل سرکار مدینہ میں واقع ہوا، وہاں بھی ایک صاحب عبد الرحمٰن

نام ہی کے ملے، یہ عبدالرحمن عربی مکی ہیں، اور وہ عبدالرحمن آفندی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے، اور دیر تک بیٹھ کر جاتے۔ ہجوم حضرات اہل علم ومعززین کے سبب انھیں بات کا موقع نہ ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی، کہا: تنہائی میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لیے وقت نکالا۔ کہا: میں جفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے فرمایا: یہاں نہ اب میرا زیادہ قیام ہے، نہ تیرا۔ میں خاص اس کی تحصیل کے لیے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا۔

وہ تو نہ آئے، مگر مولانا سید حسین صاحب مدنی صاحب زادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا، اور علم اوفاق وتکسیر سیکھے۔ انھیں کے لیے میں نے اپنا رسالہ **اطائب الاکسیر فی علم التکسیر** زبان عربی میں املا کیا۔ یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے، اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علم جفر میں اتنی دست گاہ ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کرلیا تھا۔ اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اسی کے لیے اتنی دور سے سفر کرکے آئے ہیں۔ اگر چند مہینے اور رہتے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالتے ——— میں نے جو جداول کثیرہ اس فن کی تسہیل جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انھیں نذر کردیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا، جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی، جس کا مذہب سنی نہ تھا۔ انھوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتہم کے ذریعہ سے سوال کرایا۔ جواب نکلا۔

'سنیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں'

اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے، بلا رو رعایت صاف کہہ دیا جائے۔ میں نے یہی لکھ بھیجا ——— یہ منظور نہ ہوا، اور مرض بڑھتا گیا۔

اب حضرت ہی کے ذریعہ سے یہ سوال آیا کہ موت کب اور کہاں ہوگی، اپنے شہر میں یا نینی تال میں؟ کہ اس وقت تبدیل آب و ہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا ——— یہ سوال ۸ر شوال المکرم ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا۔

'محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی'

اور کہاں ہوگی؟ اس کے جواب میں، میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد ق اور اس کے بعد ۲ کا ہندسہ اور آگے لفظ خویش لکھ دیا۔

وہاں کے جفار بلائے گئے کہ اس معمہ کو حل کریں۔ انھوں نے حرف نام شہر سے تو شہر مراد لیا، اور قاف سے قلعہ، اور آگے نہیں چلتا ——— حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا۔ اور قاف سے قریب، اور ۲ سے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے۔ یعنی موت نینی تال میں نہیں ہوگی، بلکہ اپنے شہر میں، مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خویش، دوسری جگہ میں۔

جب اس جواب کا شہرہ ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے خط ذی قعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی، اور ابھی نہیں ہوئی۔

میں نے کہا بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا۔ نہ کہ اس کی صحت کے لیے ابھی سے موت تلاش کر رہے ہو۔

اسی قسم کی طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کر لیا کہ یہ جواب غلط ہوا، تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذنہ تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو ـــــــ یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمال اخفا مقصود۔ جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین و معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں، ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب تو کچھ کہتی ہے، اور ناظر کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے؟ اور وہ بھی مجھ جیسے کے لیے، جس نے نہ کسی سے سیکھا، نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا۔ صرف ایک قاعدہ بدوح میں کہ مزدوجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۴ھ میں تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور و رائج ہیں، ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا، اس نے ان پر نہایت تشنیع کی اور کہا 'یہ سب مہمل و باطل اور جلانے کے قابل ہیں' صرف دو کتابوں کی مدح کی، جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں۔ جن میں ایک حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔

وہ دونوں کتابیں مولیٰ عزوجل نے مجھے بہم کرا دیں۔ انھیں مطالعہ کیا، جہاں تک بزور مطالعہ انکشاف ہوا، ہوا۔ اور جہاں مطلب حضرات مصنفین نے ذہن میں رکھا تھا، اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہو لیا تھا، اس سے سوال کیے، اس نے مطلب بتایا، ایک قاعدہ اور حل ہوا۔ اب جو آگے الجھا، اس سے پوچھا۔

اس نے بتایا، اور حل ہوا۔ اس طور پر اس فن کی قدرے ابجد معلوم ہوئی۔ میری کتاب سفر السفر عن الجفر بالجفر انھیں مباحث میں ہے، جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں۔ یعنی جفر سے جفر کو واضح کرنے کی کتاب۔

اس نے ایک دوسرے علم زائرجہ کے ایک عظیم سر مکتوم کو بھی واضح کیا، جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر ؓ کے رسالہ زائرجہ میں ہے کہ زمانہ سیدنا شیث علیہ الصلاۃ والسلام سے اس راز کے اخفا کا حلفی عہد (ہے)۔ رسائل فن میں نہایت غامض چیستاں کی طرح اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ خاتم آدم میں ھے۔ میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدہ جفر سے سوال کیا۔ اس نے روشن طور پر بتا دیا۔ اب جو ان بارہ پہلیوں کو دیکھوں، تو سب خود بخود منکشف ہو گئے۔

خیال ہوا کہ اس فن کی طرف بھی توجہ کروں کہ اس کا راز پنہاں تو کھل ہی گیا ہے۔ اس پر اقدام کا ائمہ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسما تلاوت کئے جاتے ہیں۔ مدت موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ زیارت جمال جہاں آرائے حضور انور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوتا ہے، اگر سرکار اقدس ﷺ سے فن میں اشتغال کا اِذن ملے، مشغول ہو۔ ورنہ چھوڑ دے ـــــ میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کئے، پہلے ہی ہفتہ میں سرکار کا کرم ہوا۔ جسے شاید میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس سے اذن کا استنباط ہو سکتا تھا۔ مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا۔

غرض جفر سے جو جواب نکلے گا، ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے،

③ صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ میں مکتوب نمبر (۱۱) کے اندر زائچہ نکالنے کے طریقے کا بیان یوں مطبوع ہے:-

۲۶۲

(۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلک اللہ تعالیٰ کاسمک ظفر الدین۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عبارات تفاسیر آئیں ما بقی بھی ذرکر دیں
جمل و جلالین بیان میں تھا یہ روح المعانی کیا ہے یہ آلوسی بغدادی کون ہے بظاہر کوئی
نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تصنیف
لکھا ہو تو اطلاع دیجیے مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔
رئیسہ خاتون۔۔ عدد ۲۲۴ ایک کتاب میں دو (ی) ہیں ہمزہ کے لیے کوئی عدد نہیں
نہ اس کے عدد کبھی لیے جائیں اگر مرکز یعنی (ی) پر ہے تو اس مرکز کے عدد لیں گے جیسے
راس روس رئیس میں ا۔ و۔ ی نہ کچھ نہیں جیسے علماء۔ نساء۔ خبء۔ شیء۔ جیء
میرے خیال میں دلآرام ۱۲۴۴ خاتون آیا تھا اوس زمانہ میں گو کچھ پسند تھا لہذا آپ کو نہ لکھا۔
طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق افق حقیقی بلد کر
پر ہو یہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے اور یہی زائچہ سال میں بھی یہی جملہ اعمال میں۔ نہ یہ
معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی ستارہ ہو ہرگز
ہیأت زیج تسہیم نکسیر سیفرد غیرہا کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں یوں ہر شخص
کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے مگر وہ اسی تک محدود رہے گی کسی علم یا
فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔ طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اوس کی تعریف سے ظاہر ہوا
مگر اہل تنجیم و من معہم اوس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی بلد پر ہو
اس کا باعث یہ ہے کہ اون کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے جب تک درجہ
طالع نہ بدلے اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت
ولادت معلوم ہونا نادر ہے بہر حال ایک میں چار منٹ کی تخمین کے اندازنے مناسبہ

اہل بیت عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مگر اپنی غلط فہمی کچھ اچنبا نہیں۔

تو اگر یہ جواب غلط گیا، کافی محنت کروں گا اور صحیح اترا تو اس فن کا اشتغال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور الٹے اعتراضوں کی دقت کون سہے؟ جواب بحمد اللہ پورا صحیح اترا (۱۷) اور میں نے اشتغال چھوڑ دیا۔

وہ طبع زاد جداول کہ تدقیق تام سے بنائی تھیں اور جنھوں نے اس فن کے بہت اعمال مشکلہ کو آسان کر دیا تھا چلتے وقت حضرت سید (حسین مدنی) صاحب موصوف کے نذر کر دیں۔

ان سے پہلے مولانا عبد الغفار صاحب بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انھوں نے حیدر آباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام خطوط سے نہیں ہو سکتا، خود آئیے۔ وہ مارہرہ شریف آئے۔ اتنے میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے، ماشاء اللہ کمال متقی و صالح و عالم تھے۔ وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انھیں خیر و خوبی سے رکھے۔ حضرت قدس سرہ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ سیکھیں، ان کو بتاؤ۔

میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کر سکا کہ اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت کے خلاف کیوں کر کروں گا؟ آٹھ مہینے تک انھیں سکھایا۔ ایام سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے، وہ عالم پورے تھے

قواعد خوب منضبط کر لیے۔ آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اُجلا باضابطہ مرتب فرما لیتے، اور جواب تلاش کرتے۔ نہ ملتا، مجھے دکھاتے۔ میں گزارش کرتا، دیکھیے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا؟ میں گزارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم کے متعلق تھی، وہ آپ کو پوری آ گئی۔ رہا جواب، وہ القائے ملک ہے۔ اگر القا نہ ہوا اپنا کیا اختیار؟ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لیے انھیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے، اور چلتے وقت فرما گئے: میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔

ان کی محبت وصلاح وتقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ جزیرہ سنگاپور سے ایک خط ان کا آیا تھا، اس کے بعد سے کچھ پتہ معلوم نہیں۔ سید حسین مدنی سا کوئی سبز چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں۔ حضرت سید اسماعیل مکی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا، تو وہ فرماتے: زہے سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تمہارے قلب میں ہے۔ اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیوں کر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے؟ یہاں سے ملک چین کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ ان کا کوئی خط گیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے، وہ اس زمانہ میں قازان کو گئے ہوئے تھے کہ ملک روس میں ہے، اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سید احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بہت پریشان ہیں، سید حسین کہاں ہیں؟ یہاں کسے پتہ معلوم تھا؟ اب سنا گیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ یہ سید صاحب محمد مدنی بیان ہے۔

جو پار سال تشریف لائے تھے۔

: عالم الغیب والشہادۃ علیم وخبیر جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کو جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں، بروجہ کمال جمع فرمادیا تھا۔ جس وصف کمال کو دیکھئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے، اور اس میں کمال پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض موہبت عظمیٰ ونعمت کبریٰ ہے۔ ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی صرف نہیں فرمائی۔ ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے۔ ان میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت اتنے ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمادیا کرتے تھے، جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر وبیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح وتفصیل کرنے والا، جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گذرے گا۔ اس جگہ چند واقعات تاریخ گوئی اور بعض قطعات تاریخ ناظرین حالات کی خدمت میں پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

۱۲۸۶ھ میں کہ حضور کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا۔ ایک صاحب حاضر خدمت اقدس ہوئے، اور عرض کیا: ایک صاحب نے امام باڑا بنایا ہے، چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو، تو دروازہ پر کتبہ کردیں۔ حضور نے فی البدیہ فرمایا: ان سے کہیے بدر رفض [۱۲۸۶ھ] رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑہ گذشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور دوسرا لفظ فرمائیں گے،

جس میں لفظ رفض نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا: تو دار رفض [۱۲۸۵ھ] رکھیں۔
یہ سن کر بہت چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۸۴ھ ہی میں کی تھی،
اس لیے اسی سن کا نام ہونا مناسب۔ ارشاد فرمایا: تو درر فض [۱۲۸۴ھ] رکھیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ پنج شنبہ کا دن ہے اور صبح کا وقت، حضور حجام سے خط بنوا رہے ہیں۔ میں قریب ہی تپائی پر بیٹھا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ مکرمی جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام مدظلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا اس میں ممدوح نے فرزند ارجمند کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے سنتے ہی فی البدیہ فرمایا: نام تو مختار الدین (۱۳۳۶ھ) ہونا چاہئے۔ اور دیکھئے تو سید صاحب! شاید تاریخ ہوگئی۔ میں نے جو شمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے، اور یہی سن ولادت تھا۔

انھیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ حاضرین کا چاروں طرف مجمع ہے ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ اسم اعظم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسم اعظم جدا ہے۔ اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر دپورہ فرماتی ہے، اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے ہیں۔ یہ تمہارے لیے اسم اعظم ہے، یہ تمہارے لیے اسم اعظم ہے۔ چنانچہ فقیر سے فرمایا: یا لطیف یا اللہ پڑھا کرو۔ پھر آخر میں فرمایا کہ ہر ایک صاحب کے نام میں جو حروف ہیں ان کے با قاعدہ ابجد جو مجموعی تعداد ہے اس کے

ہم عدد اسمائے الٰہیہ میں ایک اسم ورنہ دو اسم دوگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں، یہ اس کے لیے مفید ہے۔ (۱۸) اس مجمع میں صرف برادرم قناعت علی کا اسم اعظم نہیں فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہوگیا۔ برادرم مذکور اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے اور بار بار یہ امید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ اس وقت حضور شمالی فصیل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض مکبر نے تکبیر کہی حضور حی علی الفلاح پر وہاں اٹھتے ہیں اور مصلّٰی پر سیدھا قدم رکھا اس وقت برادرم قناعت علی بالکل مایوس ہوگئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج یہ پہلی مثال نظر آرہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔ حضور فوراً اس وسوسہ کو معلوم فرماتے ہیں اور قبل تکبیر تحریمہ ان کی جانب رخ انور کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ سید صاحب! آپ کے لیے اسم اعظم **یا خالق یا اللہ** ..

ناظرین کرام! اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کو تاریخ گوئی میں کس درجہ ملکہ تھا۔ یعنی الفاظ تاریخی گویا نوک زبان پر تھے، جبھی تو نظر کے ساتھ ساتھ برجستہ ہر ایک کا اسم اعظم فرما دیا۔ پھر یہ کہ فیوض و برکات کی بارش نام لیواؤں پر ہر جلسہ میں عام ہوا کرتی تھی۔ نیز شان روشن ضمیری بھی نمایاں ہو رہی تھی، اور اس مسئلہ کا بھی انکشاف فرمایا جا رہا ہے کہ نماز با جماعت کی تکبیر اقامت کے وقت بیٹھا رہے، اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو ــــــ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ذات قدسی صفات کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا غرض کوئی فعل اتباع سنت سے خالی نہ تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مولوی حکیم

سید شاہ ابوالحسن صاحب ابن جناب سید شاہ مظفر حسین صاحب ساکن ضلع پٹنہ کہ میرے مخلص دوستوں میں ہیں، مجھ سے ملنے کو بریلی شریف تشریف لائے۔ میں اس زمانہ بریلی میں نہ تھا، بلکہ ایک مناظرہ میں رنگون گیا ہوا تھا۔ سید صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمانہ وسادات نوازی کی وجہ سے کئی دن قیام کیا۔ ایک روز انھوں نے بھی خیر و برکت کے لیے کوئی وظیفہ اور اسم اعظم دریافت کیا، حضور نے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے اسم اعظم **یا محسن** ہے۔ پھر فرمایا کہ اس اسم سے غفلت نہ کیجیے یہ آپ کے لیے تسخیر ہے، اکسیر ہے۔

یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ھ میں جب سید صاحب موصوف یتیم خانہ خادم الاسلام پٹنہ سٹی میں منیجر کی حیثیت سے قیام فرماتے تھے، تو ایک دن مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا فرمانا لفظ بلفظ ٹھیک پاتا ہوں۔ افسوس کہ بلاناغہ اس پر عمل نہیں ہوتا، مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں، اکسیری و تسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ **مواقع النجوم** مصنفہ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہے، جو مطبع گلزار حسنی بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقش بندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجیب اتفاق کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہوگیا، اس لیے اخیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال مستخرج اعلیٰ حضرت قدس سرہما شامل کردی گئی ہے، (۱۹) جس کے ہر ہر مصرع سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ میں اس جگہ اس پوری عبارت کو نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکۃ، عمدۃ الکاملین، زبدۃ الواصلین، العارف الجلیل مولانا المولوی محمد اسماعیل القادری النقشبندی الشاذلی علیہ رحمۃ اللہ العلی، از افادات امام البلغا، مقدام الفصحا، تاج الفقہاء والمحدثین، سراج العلما المحققین، فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم حمدا لہ وصلاۃ علی محمد الحکیم [۱۳۱۷ھ] رقعۃ التاقیت [۱۳۱۷ھ] عام وفاۃ العلیم الثبت [۱۳۱۷ھ] الفاضل الکامل الحسن الجلیل [۱۳۱۷ھ] الرضی الاجل اسمٰعیل [۱۳۱۷ھ] مہایمی الحل شاذلی الحسب [۱۳۱۷ھ] قادری القدر اجل الرتب [۱۳۱۷ھ] افاض الودود علیہ احسانہ الجسیم [۱۳۱۷ھ] والسق اسمٰعیل بخدمۃ ابرٰھیم [۱۳۱۷ھ] ....

لاسمٰعیلَ اسمٰعیلَ سُنّہ	أحامیٌ حَالہ مِنْ کُلّ فِتْنَہ	[۱۳۱۷ھ]
لاسمٰعیل اسمٰعیل صدق	أرَادعَ کُلّ مَیْنٍ عَیْنَ فِطْنَہ	[۱۳۱۷ھ]
لاسمٰعیل اسمٰعیلُ حقٌ	أتَاکَ الحَقُّ نکّبَ کُلّ مِحْنَہ	[۱۳۱۷ھ]
لاسمٰعیل عند اللّٰہ اِنْشَا	ءمَوْعِدَۃٌ بِمَکْرُمَۃٍ وَ مِنّہ	[۱۳۱۷ھ]
اَلَا لَا یُبْکِیَنْ فَقْدُ سَعْدٍ	أیُنْتَقَمُ رَجْعُ نَفْسٍ مُطْمَئِنّہ	[۱۳۱۷ھ]
رَوَاحُ الرُّوحِ مِنْ کُنْفِ لِسُنّیٍ	کَمُزْنَۃٍ انْجَلَیْ مِنْهَا ابْنُ مُزْنَہ	[۱۳۱۷ھ]

سَنَاهٗ وَ نَفْعُهٗ بَاقٍ بَهِيًّا — فَقَطْرُ دُجْنِهٖ وَقِيْرُ دُجْنَه [۱۳۱۴ھ]

يُزَفُّ اِلیٰ جِنَانٍ حَنَانٍ عَفْوٍ — لِاَنْوَارٍ وَّ اَطْیَارٍ مُّرِنَّه [۱۳۱۴ھ]

یَحُفُّ بِهٖ مَلٰیِکَةٌ اَعِزَّةٌ — بِاَجْنِحَةٍ کَسُحْبٍ مُّرْثَعِنَّه [۱۳۱۴ھ]

وَاِنْ اُسْئَلْ لِاسْمٰعِیلَ مِنْهُمْ — اُجِبْ ثِقَةٌ بِنُزْلِ اللّٰهِ اِلٰه [۱۳۱۴ھ]

لِاسْمَاعِیْ لِاسْمَاعِیلَ مَکْمًا — خَلَاهُ هَجَانَةٌ وَّخَلَاهُ هُجْنَه [۱۳۱۴ھ]

فَنَحْنُ بِمَنِّهٖ وَهِبَاتِ یُمْنِه — نَکُوْنُ مِنْ اَهْلِ یُمْنَةِ اَنْ یُّمْنَه [۱۳۱۴ھ]

اِلٰهِ اَعْطِنَا حُسْنَ الرِّضَاء — وَاَوَّلَ غَدَاةِ وَهْفِ الْاَوَّلِ یُمْنَه [۱۳۱۴ھ]

[۱۳۱۴ھ]

تاریخ آخر

عَدَتْ اُمُّ ظِلٍّ شَوْطَهَا اَمْ تَظَلَّلَتْ ❖ بِبَطْنِ بَطِیْنٍ وَالظِّلَالَ اَقَلَّتِ

فَمَالِی اَرٰی بِالَیْلِ طُوْلًا کَاَنَّمَا ❖ بَرَامَ تَرُوْمُ الْجُفْرَ اَوْفِیْهِ حَلَّتِ

اَنَکَّسَهَا اَتْبَاعُ عَالٍ مُغَرَّبٍ ❖ لِرَبْتِهَافِی السَّیْرِ اَمْ هِیَ ضَلَّتِ

اَمُشْرِقَةٌ کَانَتْ مُشَرَّقَةَ الْکَلَلْ ❖ مُکَلَّلَةٌ فِیْهَا النَّوَاظِرُ کَلَّتِ

ارْجِعَا وَلَاتَکْوِیْرَ اَمْ دَارُ مَعْهَدٍ ❖ بِصَهْبَافَبِالصَّهْبَاءِ اِیَاکَ عَلَّتِ

بَلٰی لَیْلُ ذِیْ هَمٍّ طَوِیْلٌ سِیَّمَا ❖ هُمُوْمٍ عَلٰی اَهْلِی مَهَائِمَ جَلَّتِ

وَلَا غَرْوَ اِنْ ضَلَّتْ فَاِنَّ طَرِیْقَةٌ ❖ تَلٰی کَالَّتِی فِی وَجْهِهَا بَلْ هِیَ الَّتِیْ

یُقَاطِرُ صِفْرٌ نَفْسَهُ وَکَذَا الْاٰلَفُ ❖ فَمَا بَیْنَ بَطٍّ وَالْجَنِیْمِ ظُلَمٌ اَضَلَّتِ

اَلَا کُلُّ رُزْءٍ فِی دُنْیَاکَ مُنْتَهٍ ❖ وَکُلُّ مَحَاقٍ مُسْفِرٌ عَنْ اَهِلَّةٍ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابَةً ❖ فَتُسِیْلُ حَجْمًا انْحِرَتْ انْتَجَلَّتِ

وتزهر ام الزاهرات اذا ثنت ❖ تدلت تولت اذعلت انتملت
سوى الموت بل عن كل موت خليقة ❖ ولاخلت عن فقد غر اجلة
شمال عبيد الله جلت جليلة ❖ وشمليل اسمعيل بالتلو صلت
قضى بغيد قوم نحب وننتظر ❖ ترجى وتخشى من شرور اضلت
مضووبتينا خلفت لم يك بيننا ❖ تراه ولاعين بروبا تسلت
وذات خير ما نرجوه ان كان ولنا ❖ لخالص دين الله من دون علة
تحابهم فى الله ان شاء موصل ❖ منابر من نور بمغبط جلة
وموعدنا ان من حوض نبينا ❖ ومكرمنا الاتى باكرم ملة
هنابالمحيا والحميا لقينا ❖ مخيا حبيب فى حميا خضلة
قضى الله فى جناته جمع شملنا ❖ وبوانا فى روضة مخضئلة
فنحن به منه اليه له فان ❖ يمن فهل بحر يفيض ببلة
حبا الله اسماعيل فضلا ورحمة ❖ واكرم مثواه بمنزل خلة
فلم يك فيما جاءنا يغتدى ولا ❖ يروح سوى فى خلة اى خلة
صيانة دين اوإهانة بدعة ❖ إبانة حق او اعانة خلة
نوال مريد او نكال مريدة ❖ نزال مزل اونضال مضلة
ذلك الردى بالردع عن هوة الهوى ❖ يرى من كلامى جملة بمجلة
وعين الرضا عن كل عيب كليلة ❖ فان يك لم تنظر وان ترغلت
ولكن عين السخط تبدى المساويا ❖ كمن دخل البستان مجتل جلة
حياة مراتى حى طبعا بسعيه ❖ فحياه حى لايموت بهلة

مَضیٰ وَهُوَ تَوّاقٌ الیٰ الْأَمْنِ وَالعُلیٰ + فَنَالَ الْعُلیٰ وَالْأَمْنَ فِیْنَا مَحَلَّةً

وَغَسَّلَه صَوْبُ الصَّوَابِ بِهَلَّةٍ + وَکَفَّنَه ثَوْبُ الثَّوَابِ بِحُلَّةٍ

وَشَذْوُ شُذُوْذِ الشَّاذِلِیَّةِ حَنَّطَه + وَرِفْعَةُ قَدْرِ الْقَادِرِیَّةِ صَلَّتْ

یُنَمِّقُ فِی تَارِیْخِ رِحْلَتِهِ الرِّضَا + سَحَائِبُ مَنِّ الشَّفْعِ مَثْوَاکَ بَلَّتْ
[۱۲۹۷ھ]

بِأَوْفیٰ نَوَالٍ فَوْزُ أَفْضَلِ مَنْزِلٍ + وَأَشْرَفِ نُزُلٍ حَوْزُ أَوْفَقِ ثَلَّةٍ
[۱۲۹۷ھ] [۱۲۹۷ھ]

وَقَتْکَ مَرَاقِیْ اللُّطْفِ کُلَّ کَرِیْهَةٍ + سَقَتْکَ سَوَاقِیْ الرَّأْفِ أَرْجَ طَلَّةٍ
[۱۲۹۷ھ] [۱۲۹۷ھ]

وَمُنْهَمِرَاتُ السُّحْبِ مِنْ صَلَوَاتِهٖ + عَلیٰ الْمُصْطَفیٰ وَالصَّحْبِ عَلَّتْ بِهَلَّةٍ

تُدِیْمُ مُدَاماً شَامِلاً لِعُبَیْدِهٖ + وَأَبْعَدَهُمْ لَوْ ذَا لَمْ یَتَقَلَّتِ

وَأَرْشُ الرِّضَا اِنْ لَمْ یُصِبْ وَبْلٌ فَطَلٌّ + نَدیٰ مِنْکَ لِیْ کَالْلَّیْثَةِ الْمُسْتَهِلَّةِ

اِلٰهِیْ اِلَیْکَ بِالْحَبِیْبِ تَوَسُّلِیْ + بِهٖ فَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ ذَنْبِیْ وَزَلَّتِیْ

حضرت مولانا نقی علی صاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ " جواهر البیان فی اسرار الارکان " کے اخیر میں درج فرمائے ہیں۔ اسی میں تواریخ ولادت اور تواریخ وصال بھی ہے جن سے اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ وھی ھذہ.........

(تواریخ ولادۃ)

جاه ولی نقی الثیاب علی الشان [۱۲۲۶ھ] رضی الاحوال بهی المکان [۱۲۲۶ھ] وهو اجل محققی الافاضل [۱۲۲۶ھ] شهاب المدققین الاماثل [۱۲۲۶ھ] قمر فی برج الشرف [۱۲۲۶ھ]

جو نقطہ ولادت خاص جائے ولادت کی افق مشرق پر ہو اس درجہ کو طالع کہتے ہیں پھر
حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں پھر تسویۃ البیوت کے
تین قاعدوں سے رجحین بحسب مرکز طالع فلک البروج و معدل النہار یا اول سموت
کے بارہ حصے مساوی کیے جاتے ہیں اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السموت
ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی و مقاطع معلوم کرکے زائچہ ولادت درست کرتے
ہیں اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ نیر و راس و ذنب جو استخراج کرکے
ہر ایک کو ان کے بیوت میں رکھتے ہیں اس کے بعد استخراج سہام جیسے سہم السعادۃ
و سہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں اس کے بعد تک دیکھنے کا وقت آتا ہے جو بعض
جاہل و حیران ہیں ہے قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ آپ کی [illegible]
کے لیے استخراج طالع و مراکز بیوت و تسویۃ البیوت کر کے میں پیش کرتا ہوں انشاء اللہ
تعالیٰ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول عرض کا علم ضروری
ہے اس سے اطلاع دیجیے اور حسب [illegible] آپ تقویم کواکب سبعہ [illegible] وقت [illegible]
کے لیے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجیے کہ اس کو جانچ کر لوں [illegible]
متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ مسفر المطالع لتقویم والطالع میں ہیں سہل تر
طریقہ یہ ہے کہ (۱) المنک میں ہر مہینہ کے صفحہ [illegible] اول سے اس تاریخ [illegible]
کی تقویم اور خانہ سوم سے اس کا لوگارثم بعد اور [illegible] ختم جداول سال نشریہ کے
بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے (المنک وال میں [illegible] ۱۲۶ سے جداول عطارد ہے
۱۵۴ سے جداول زہرہ) دیکھا اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول مرکزیت
شمس و عرض کوکب مرکزیت شمس و لوگارثم بعد کوکب [illegible] لیجیے یہ اسی ترتیب پر لکھے
ہیں پھر تقویم شمس پر ۶ برج بڑھا کر تقویم کوکب مرکزیت شمس سے تفریق کیجیے باقی کا نام
زاویۃ الشمس رکھیے مفروق منہ کم ہو تو اس پر دور بڑھا لیجیے زاویۃ الشمس کے نصف
کا ربع دور منہ سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظہ رکھیے محفوظہ کا ظل لوگارثمی لیجیے
(۲) عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثمی لیجیے پھر علویات یعنی زحل

برى من الخسوف والكلف [١٢٢٦ھ] افضل سباق العلماء [١٢٢٦ھ]
اقدم حذاق الكرماط[١٢٢٦ھ]

(تواريخ وفاة)

كان نهاية جمع العظماء [١٢٩٧ھ] خاتم اجلة الفقهاء [١٢٩٧ھ] امين الله فى الارض ابدا [١٢٩٧ھ] ان موتة العالم موتة العالم [١٢٩٧ھ] وفات عالم الاسلام ثلمة فى جمع الانام [١٢٩٧ھ] خلل فى باب العباد لايند الى يوم القيامة [١٢٩٧ھ] ياغفور [١٢٩٧ھ] كمل له ثوابك يوم النشور [١٢٩٧ھ] امنحه جنة اعدت للمتقين [١٢٩٧ھ] صلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد واله واهله اجمعين[١٢٩٧ھ]۔

۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا، جس میں تاریخی نام کے لیے عرض کیا تھا۔ بہ واپسی ڈاک جواب آیا، جس میں مبارک بادتھی، اور بچی کے لیے دعائے خیر اور تاریخی نام 'زرینہ خاتون' [۱۳۲۹ھ] تحریر فرمایا تھا۔ اسی طرح رجب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو 'ولیہ خاتون' [۱۳۳۳ھ] زبر و بینات سے تاریخی نام تجویز فرمایا۔ پھر عزیزی مختاری الدین سلمہٗ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سہسرام میں لڑکی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کے لیے حضور نے 'ربیع خاتون' [۱۳۳۹ھ] تاریخی نام تجویز فرمایا۔

غرض یہ کہنا بالکل بلا مبالغہ ہے کہ جس طرح ہر پڑھے لکھے کے نزدیک لفظ کے تصور یا تلفظ کے ساتھ اس کے معنی ذہن نشین ہو جاتے ہیں، اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نزدیک لفظ کے تصور کے ساتھ اعداد ذہن میں آ جاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلہ میں کتاب مستطاب انوار آفتاب صداقت مصنفہ مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لدھیانہ مصدقہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و دیگر علمائے کرام حامیان دین وملت قدست اسرارھم کے صفحہ ۴۶۳ سے اعلیٰ حضرت کا ایک فتوی مع استفتا نقل کرنا افادہ وافاضہ سے خالی نہ ہوگا۔

استفتا و فتوٰی الهامی

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیہ کریمہ ان من المجرمین منتقمون کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں، اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی قاضی فضل احمد لدھیانوی ۲۱ رصفر ۱۳۳۹ھ

الجـــــــــــــــواب

روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا، درہوا، ہے۔

اولاً:- ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے (عدد) اسمائے کفار سے۔ کہ اسما میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیا: امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحب زادوں کے نام

ابوبکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو اِدھر پھیرا، کوئی ناصبی اُدھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: **أرونی ابنی ماذا سمیتوہ** مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ مولیٰ علی نے عرض کی: **حرب**۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ **حسن** ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں، وہ **محسن** ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بیٹوں کے نام ہارون **علیہ السلام** کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مشبر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنیٰ۔

اس سے مولیٰ علی **کرم اللہ وجہہ الکریم** کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں۔ لہٰذا ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہم رکھے۔

ثالثا: رافضی نے اعداد غلط بتلائے۔ امیر المومنین عثمن غنی رضی اللہ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو عدد ۱۲۰۱ ہیں، نہ کہ دو۔

۱):- ہاں او رافضی!

بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں؟۔ ابن سبا رافضیہ کے۔

۲):- ہاں او رافضی!

بارہ سو دو عدد ان کے ہیں، **ابلیس یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق،**

کلینی ابن بابویہ، قمی، طوسی، حلی۔

۳):- ہاں او رافضی!

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَیْءٍ (انعام ۶/۱۶۰) بے شک جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی تمھیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔ اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں، اور یہی عدد ہیں، روافض، اثنا عشریہ، شیطیہ، اسمٰعیلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں، روافض، اثنا عشریہ، ونصیریہ، واسماعیلیہ کے۔

۴):- ہاں او رافضی!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (رعد ۱۳/۲۵) ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر۔ اس کے عدد ۶۴۴ ہیں اور یہی عدد ہیں، شیطان، الطاق، طوسی، حلی کے۔

۵):- نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ (حدید ۵۷/۱۹) وہی اپنے رب کے وہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ اس کے عدد (۱۴۴۵) ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سعید کے۔

۶):- نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید ۵۷/۱۹) وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں

ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ اس کے اعداد (۱۷۹۲) ہیں، اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمن، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے۔

۷):- نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید ۱۹،۵۷) جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ آیہ کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمن بن عوف کے۔

الحمدللہ آیہ کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا، اور حضرات عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی سب آگئے۔ جس میں اصلا تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔

کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب و اسمائے اشرار، و آیات مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی۔ مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم

اس فتویٰ کو نقل کر کے مولوی صاحب موصوف کتاب مذکور کے ص ۴۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہو گیا۔ اب مجال دم زدن نہیں۔

فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ

امام اہل سنت و جماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات واعداد کی مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا،قریب نصف گذر چکی تھی، واللہ باللہ عدد اخیار واشرار کے اسما بلاسوچے اور بے تامل کئے فرما دیئے کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔ اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے، متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاً بلا غور و تامل کے یوں فرمایا: جناب نے فرمایا کہ لکھو۔ فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی۔ آیت قرآنی:

1. أَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○ ؕ کے اعداد (۶۶۸) جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے۔

2. لَقَدْ قَالُوْ ا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ○ ؕ (توبہ ۹/۷۴) کے اعداد (۱۲۶۴) ہیں جو برابر ہیں اشرف علی صاحب تھانوی کے۔

3. شَيْطَاناً مَّرِيْداً لَّعَنَهُ اللّٰهُ (نساء ۴/۱۱۸) کے اعداد (۸۴۷) ہیں اور وہی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب نونوتوی کے۔

سبحان اللہ وبحمدہ کیا قدرت الٰہیہ کا تماشہ اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کے حالت کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ جو بندگان رب العلی اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرما سکتے ہیں، اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

فتویٰ نویسی

جناب سید ایوب علی صاحب نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے ۸ ر سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض تحریر فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی، جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امن میاں (۲۰) نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھا دے تو میں جانوں۔ (ق، ۱۲۷)

بتاریخ ۱۴ ر ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن یک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا۔

پہلا فتویٰ : ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے۔ شخص نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا۔

اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا: ''مونھ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔'' یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ

وقت ظہر مطابق ۱۴ ؍ جون ۱۸۵۶ء ۱۱ ؍ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ ؍ برس دس مہینہ چار دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہ ہی خدمت دین لی جارہی ہے۔ والحمد للہ (قلمی حیات اعلیٰ حضرت)

کمال فتویٰ نویسی: مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودہواں سال تھا۔ افتا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجیے جواب لکھ دیں گے وہ کمرہ میں گئے اور آکر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں۔ فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں فرمایا: انہیں کو دے دیجیے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور! میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں۔ انہیں کو دے دیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اُس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔ جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب کی خدمت میں

وہ فتویٰ پہنچا، آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علما کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھئے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا، اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی۔ ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا ہے۔ (ق ۱۳۲،۱۳۳)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ فقیر کے پیش نظر فتاویٰ متقدمین و متاخرین سب ہیں۔ متقدمین میں فتاویٰ ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے، جسے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کچھ نسبت دی جا سکتی ہے۔ ورنہ اس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کے فتاویٰ کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کوئی بھی نسبت ہو۔ یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاویٰ چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دو سو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے۔ اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تقطیع کلاں، ہدایہ و ترمذی سائز پر ۱۲ر جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے۔ اور باعتبار کیفیت و نفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاویٰ کا کوئی جوڑ نہیں۔

فتاویٰ جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد آٹھ سو اسی صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر ۱۱۴ر فتویٰ

اور حقیقۃً ہزار ہا مسائل ہیں، اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔ الحمد للہ کتنے معرکۃ الآرا مسائل کہ بوجہ کثرت اختلافات و اضطرابات آج تک نا منقح، اُلجھے ہوئے تھے، بفضلہٖ عزوجل ایسے صاف و منقح ہوئے، جس کی قدر اہل ایمان وانصاف ہی جانیں گے۔ وللہ الحمد۔ اس جلد میں ۲۸؍ رسائل ہیں۔ اور ۳۵۳۶ (تین ہزار پانچ سو چھتیس)

اقول: یعنی خاص افادات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت۔ اور ۱۹۴۵؍ تطفل و معروضہ ورد۔ علامہ قاضی زادہ روم متوفی ۹۸۸ھ نے **نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر** میں اپنے تین ہزار ابحاث گنائے، جن میں بکثرت شارحین پر لفظی مواخذے ہیں۔ اور پھر وہ کتاب الوکالۃ سے آخر تک اکتیس کتب فقہ میں ہیں، اور اس میں کتاب الطہارۃ بھی پوری نہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ابحاث خاصہ مصنف ہیں، کہ اکثر تنقیح مسائل و تحقیق دلائل سے متعلق ہیں۔ وللہ الحمد حاسدین جب اپنے اساتذہ و آباء و اجداد میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پاتے، ناچار بدگوئی و یاوہ سرائی سے کام لیتے ہیں۔ اور اللہ حسیب اور حساب قریب ہے۔ مگر الحمد للہ کہ زمانہ اہل انصاف سے خالی نہیں۔ انشاء اللہ العزیز وہ کہ حاسدوں کی آنکھ میں خار ہے، حق پسندوں کی نگاہ میں نور، اور دل میں انشراح وسرور ہوگا۔ واللہ المستعان

مشتری مریخ میں اس لوجم کو لبعد کوکب میں جمع کرکے لولبعد شمس اوس سے تفریق کیجیے اور سفلیات یعنی زہرہ و عطارد میں لولبعد شمس سے اوس مجموعہ لوجم و لولبعد کوکب کو تفریق کیجیے بہرحال جو بچے اوسے جدول ظل لوگارثمی میں معکوس کرکے قوس حاصل سے ۹۰ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

(۳) اس ظل لوگارثمی میں لو ظل محفوظ کو جمع کرکے جدول ظل لوگارثمی میں معکوس کیجیے علویین میں حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجیے اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دور (۱۸۰) سے کم ہے تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کرلیجیے ورنہ تقویم شمس در زاویۃ الارض کو جمع کیجیے یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اوس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجیے جب دو نصف النہار مرصدی کتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی تعدیل مابین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہو جائے گی تنبیہ یہ جو ہم نے دو نصف النہار کتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداءً وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا اسے تطویل نہ سمجھا جائے بلکہ بہت تخفیف مئونت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے:۔

(۱) یوں تقویم شمس و لولبعد شمس و تقویم کوکب بمرکزیت شمس و ارض یکبار کز بیت شمس و لوکوکب بعینہا لکھے ملیں گے ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطرین کرنی ہوگی (۲) دو نصف النہار کتنف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا راجع یا مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔ (۳) اوس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لیے تجدید عمل کی حاجت نہ ہوگی و لنسخے جداول مرتب کے مرسل ہیں آج خاص شب عرس مبارک ہے فاتحہ خوانی کیجیے والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۷ ذی الحجہ یوم الخمیس ۱۳۰۳ھ

خوش خطی

علمائے کرام جس درجہ علم وفضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لیے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے، بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا۔ اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا، بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علما و اساتذۂ زمان کو دیکھا، مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا۔ جس درجہ علم وفضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے، اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے، اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ **فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین** علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لیے بھیجا تھا، اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم

اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاوی رضویہ کی قلمی مجار میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے، جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سر مو فرق نہ ہو۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس رسالہ کا نام **مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید** ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ فوٹو کر کے شائع کیا جائے تو بہت بہتر ہو۔ (۲۱)

(ق ۹۳، ۱۹۴)

تبلیغ و ھدایت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جس طرح اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور حضور اقدس ﷺ تبلیغ و ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے، اور علمائے کرام ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر بھی یقین کامل رکھتے تھے کہ علماء کے ذمہ دو فرض ہیں، ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا، دوسرا فرض مسلمانوں کو ان کی دینی باتوں سے واقف بنانا، ان پر مطلع کرنا۔ اسی لیے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے، فرض تبلیغ بجالاتے، اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مناظرہ کے اصول: ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی اور مولوی احمد علی صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب ناظم انجمن اہل سنت و مدرس اہل سنت مولانا امجد علی صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت و مہتمم مطبع اہل سنت وغیرہم حضرات علماء کرام حاضر خدمت تھے۔ انجمن آریہ نارِیہ کے مقابل جلسے ہو رہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسۂ مناظرہ سے مظفر و منصور واپس آئے تھے۔ رام چندر مناظر آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہو رہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے۔

اس پر ارشاد فرمایا: سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو۔ اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائے گا، جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مقرر ہے، برابر جواب دیے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کردے۔

بے حیا کفار اللہ عزوجل کے حضور نہ چوکیں گے، وہاں بھی زبان چل ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ مونھ پر مہر فرمائی جائے گی، اور اعضا کو حکم ہوگا بول چلو۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری مناظرہ ہونا چاہیے، کہ مکرنے، بدلنے، مچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکا ہوتا ہے (کیوں) کہ وہابیہ، وغیر مقلد، وقادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انھیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے، ان سے یہی کہا جائے کہ پہلے تم اسلام کے دائرہ میں آلو، اپنا اسلام تو ثابت کرلو، پھر فروعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔ (ق ۲۳۶، ۲۳۷)

ایک غیر مسلم کا ایمان لانا : جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔

فرمایا کہ کلمہ پڑھوا دیا ہے؟

انھوں نے کہا کہ ابھی نہیں۔

حضور نے بلا تاخیر و تساہل بعجیل غیر مسلم کو پڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ تلقین فرمائے۔

> لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا، میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ اس کے سوا جتنے معبود ہیں، سب جھوٹے ہیں، اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے، جلانے والا ایک اللہ ہے،

مارنے والا ایک اللہ ہے، پانی برسانے والا ایک اللہ ہے، روزی دینے والا ایک اللہ ہے، سچا دین اسلام ہے، اور جتنے دین ہیں سب جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد مقراض سے سر کی چوٹی کاٹی، اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا، باقی اسے دیا، اور اس سے جو بچا، وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا، بعدہ جو صاحب لے کر آئے تھے، انھیں فہمائش کی کہ

جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے، فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے کہ اگر کچھ بھی دیر کی، تو گویا اتنی دیر اس کے کفر پر رہنے کی معاذ اللہ رضا مندی ہے۔ آپ کو کلمہ فوراً پڑھا دینا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے۔

ان صاحب نے یہ سن کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔

حضور نے فرمایا: اللہ معاف کرے، کلمہ پڑھ لیجیے ——— انھوں نے کلمہ پڑھا، اور سلام کر کے چلے گئے۔

ایک آریہ کا مسلمان ہونا: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ قبل ظہر حضرت استاذ العلما مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مرادآبادی، و حضرت مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی خدمت اقدس میں حاضر ہیں کہ ایک آریہ آتا ہے، اور کہتا ہے: میرے چند

سوالات ہیں۔ اگر ان کے جوابات دے دیئے گئے، تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

چونکہ اذان ہو چکی تھی، نہ معلوم کتنا وقت صرف ہوگا۔ بایں خیال حضور نے فرمایا: ہماری نماز کا وقت ہے، ٹھہر جاؤ، اس کے بعد جو سوال کرو گے، انشاءاللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ایک سوال تو یہی ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں؟ پرمیشور کی عبادت جتنی بھی کی جائے، اچھا ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے۔ مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا: میرے پاس 'ستیارتھ پرکاش' مکان پر موجود ہے ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں۔ الغرض! طے پایا کہ جب تک کتاب آئے نماز پڑھ لی جائے ـــــــ وہ اتنی دیر پھاٹک میں بیٹھا رہا، بعد مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے۔

❶ قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا، ایک دم کیوں نہ آیا؟ جبکہ وہ خدا کا کلام ہے، خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ اتار دیتا۔

❷ آپ کے نبی کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انھیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا؟ وہ تو اسے محبوب تھے۔

عبادت پانچ وقت کے متعلق ''ستیارتھ پرکاش'' کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

مذکورہ بالا سوالات سن کر حضور نے فرمایا: میں تمہارے سوالوں کے

جوابات ابھی دیتا ہوں، مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے، اس پر قائم رہو۔ اس نے کہا: ہاں! میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میرے سوالات کے جوابات آپ نے معقول دے دیئے، تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور بیوی بچوں کو بھی لا کر مسلمان کرادوں گا۔

جب خوب قول وقرار اور پختہ وعدہ کرلیا، تو حضور نے فرمایا:۔

پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شئے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے، اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بتدریج نازل فرمایا۔

پھر فرمایا: انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا۔ اللہ تو قادر تھا بوڑھا ہی کیوں نہ پیدا فرمایا؟

پھر فرمایا: انسان کھیتی کرتا ہے، پہلے پودا نکلتا ہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میں بالی آتی ہے، اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ تو قادر تھا کہ ایک دم غلہ کیوں نہ پیدا فرمایا؟

اس کے بعد 'ستیارتھ پرکاش' آ گئی۔ جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں۔

باب تیسرا (تعلیم) پندرھواں ہیڈنگ ''اگنی ہوتر صبح وشام دو ہی وقت کرے۔

باب چوتھا (خانہ داری) ۶۳ ہیڈنگ ''سندھیا دو ہی وقت کرنا چاہیے۔''

ان عبارات کو سن کر بجز قائل ہونے کے چارہ ہی کیا تھا۔ لہٰذا اعتراف کرتے ہوئے، معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا۔

اس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا:

اسے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کے لیے ایک نائب مقرر کرتا ہے، وہ صوبہ (دار) یا نائب بادشاہ کے حسب منشا خدمات انجام دیتا ہے۔ بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہوکر اپنے پاس بلاتا ہے، اور انعام وخلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے بلا کر معطل کر دیتا ہے اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تشفی فرمادی اور میری سمجھ میں خوب آ گیا۔ میں ابھی جا کر بیوی اور بچوں کو لاتا ہوں اور خود بھی مسلمان ہوتا ہوں، ان کو بھی مسلمان کراتا ہوں۔

علم غیب : ملفوظات حصہ اول میں ہے: ایک صاحب نے علم غیب نبی ﷺ کی نسبت سوال کیا (تو) ارشاد فرمایا:-

قرآن عظیم فرماتا ہے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۝ ط اے عام لوگو اللہ اس لیے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ ط اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو ـــــ صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو غیب پر مسلط فرمادیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ علمائے اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ:- جو فضائل اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو

عنایت فرمائے گئے، وہ سب باکمل وجوہ اوران سے بدرجہازائد حضور سید عالم ﷺ کو مرحمت ہوئے۔ اور اہل باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ملے، وہ سب حضور کے دیے سے، اور حضور کے طفیل میں؛ اور جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم نے روایت کی:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی بابت فرماتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ۝ یعنی ایسا ہی ہم ابرہیم کو آسمان وزمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں ——— لفظ نری استمرار وتجدد پر دال ہے، جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لیے نہ تھا، بلکہ مستمر ہے۔

تو یہ صفت حضور اکرم ﷺ میں اکمل طور پر ثابت۔ حضور کے دیے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابیہ و بارك وسلم کو یہ فضیلت ملی، اس کا انکار نہ کرے گا، مگر کور باطن۔ اعاذنا اللہ من ھذہ العقیدۃ الباطلۃ ——— اور لفظ کذالک تشبیہ کے لیے، جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے۔ اور تشبیہ کے لیے مشبّہ اور مشبّہ بہ ضروری ہے۔ مشبّہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ باقی رہا مشبّہ بہ وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب! جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں، یوں ہی آپ کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو بھی

ان کا معائنہ کرا رہے ہیں۔

اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ؁ میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں ــــــ یعنی جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں۔ اور ظاہر کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی، تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو، کیا مفاد ہوا؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ؁ ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شئی کا روشن بیان کردینے کے لیے اُتاری ــــــ تبیانًا ارشاد فرمایا، بیانًا نہ فرمایا کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں بیان اشیا اس طرح پر ہے کہ اصلاً خفا نہیں۔

اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی: حتی کدنا ان نترائی الشمس یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم، اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا ــــــ یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا۔

یہی چیز فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی صفحہ ۹۶، ۱۹۵ میں یوں مطبوع ہوگئی ہے:-

"نجوم"

مسئلہ: [illegible] مسئولہ مولوی خضر احمد صاحب

[illegible] طالع وہ جزء فلک البروج کا ہوتا ہے جو وقت ولادت مولود مشرق [illegible] جزء فلک البروج [illegible] ستارہ ہو تو اس وقت ثبوت [illegible] کو طلوع کرے گا۔ ولادت عزیزی [illegible] صبح کے [illegible] ولادت عزیز [illegible] کیا زائچہ ان دونوں کا بھی ہو گیا یا دوسرا۔

جواب: طالع وہ نقطہ فلک البروج کا ہے جو کسی وقت مطلوب میں [illegible] حقیقی بلندی [illegible] زائچہ ولادت [illegible] ہے اور [illegible] یکساں [illegible] اور یہی [illegible] برج طالع فی الحال [illegible] جس میں [illegible] وقت [illegible] ستارہ ہو ہرگز [illegible] کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں [illegible] ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے مگر وہ اسی حد تک [illegible] کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی [illegible] غیر معتبر ہے جیسا کہ اس کے موجب [illegible] مگر [illegible] تقویم [illegible] مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی پر [illegible] ہو اور اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک [illegible] زائچہ متبدل نہیں ہوتے بے شک [illegible] طالع بدل لے۔ اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی [illegible] مگر جبکہ صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے بہرحال اس تین چار منٹ کی تخمین کے اندر اندر [illegible] محاسبہ جو نقطہ وقت [illegible] فرض کیا جائے ولادت کے افق شرقی پر ہو اسے طالع کہتے ہیں پھر حسب قواعد [illegible] اس سے [illegible] دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں پھر تسویہ بیوت کے تین قاعدوں میں [illegible] بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول السموت کے [illegible] سارے کے سارے [illegible] اور یہ فقیر کے نزدیک [illegible] دلائل [illegible] تقسیم اول [illegible] بیوت [illegible] کے مبادی و مقاطع معلوم کر کے زائچہ درست کرتے ہیں اب وقت مطلوب [illegible] تقویم سیارات سبعہ و راس و ذنب کا استخراج کر کے ہر ایک کو اس کے بیت میں رکھتے ہیں اور ہر کوکب کے ۵۴ ضعف [illegible] اور ان کے مراتب سے نتیجہ حاصل قوت یا ضعف مع تعیین مرتبہ نکالتے ہیں اس کے بعد [illegible] سہام ہے جس میں سہم السعادۃ و سہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں اس کے بعد [illegible] ہے قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللّٰہ آپ کی خوشی کے لئے استخراج طالع [illegible] بیوت و تسویہ [illegible] کر کے میں بھیج سکتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول و عرض کا علم ضروری ہے

اس نماز میں عبد درگاہ رب معبود میں حاضر ہوتا ہے؛ اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی۔ قال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلی اس نے فرمایا: اے محمد ﷺ! یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں ؟فقلت لاادری میں نے عرض کی: اے میرے رب! بے تیرے بتائے کیا جانوں؟ فوضع کفه بین کتفی فوجدت برد انا مله بین ثدییّ فتجلی لی کل شی و عرفت تو رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی ــــــ صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شیئ سے مراد ہر شے متعلق بشرائع ہے۔ بلکہ ایک روایت میں فرمایا: مافی السماء والارض میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا: فعلمت ما بین المشرق والمغرب اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشاد اقدس سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی۔ اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لیے فرمایا کہ کبھی شی معروف ہوتی ہے پیش نظر نہیں، اور کبھی شی پیش نظر ہوتی ہے، معروف نہیں۔ جیسے ہزاروں آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو، وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے، مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوگے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیش نظر بھی ہوگئیں،

اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج۔ والحمد للہ رب العلمین

مسلمان دیکھیں! نصوص میں بلاضرورت تاویل وتخصیص باطل و ناممسوع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی۔۔۔۔۔۔ تو بلاشبہ یہ رؤیت ومعرفت، جمیع مکنونات قلم ومکتوبات لوح کو شامل ہے، جس میں سب ماکان ومایکون من الیوم الاول الی یوم الاخر وجملہ ضمائر وخواطر سب کچھ داخل۔

ولہذا طبرانی ونعیم بن حماد استاذ امام بخاری وغیرہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ان اللّٰہ قدرفع لی الدنیافانی انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ھذہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے، تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اور حضور کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: وہ مرد نہیں جو دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے۔۔۔۔۔۔ انہوں نے سچ فرمایا، اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔

ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملة والدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔

اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک

اعلیٰ جاہ کفش بردار ہیں، یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ وغوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں: ؎

نظرت الیٰ بلاد اللّٰہ جمعا

کخردلۃ علی حکم اتصال

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا۔ اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہیں، بلکہ علی الاتصال یہ ہی حکم ہے۔

اور فرماتے ہیں: ان بوبوۃ عینی فی اللوح المحفوظ میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے۔

لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ ہر بڑی چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے۔ اور فرماتا ہے: مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ۝ ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔ اور فرماتا ہے: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ کوئی تر و خشک ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو ——— تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بیشک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔ (ق، ن ۲۲۳ تا ۲۲۷)

ملفوظات حصہ اول ہی میں ہے:-

ایک صاحب شاہجہاں پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور، سید عالم ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں؟ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

اس پر ارشاد فرمایا:۔

اس کا فیصلہ تو قرآن مجید نے فرما دیا ہے: فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ـــــ جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں، جو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، اس کا نام ونشان ہو تو کوئی دکھادے۔

ہم اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر معالم و خازن میں ہے: یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں ـــــ اور وہابیوں، دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں، بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے۔ اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے۔ اور اللہ کے دیے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہوسکتا۔

برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے، اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟۔ (ق،ن ۲۲۷)

فرقہ وہابیہ کب وجود میں آیا : ملفوظات حصہ اول ہی میں ہے: کسی صاحب نے عرض کی: حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ وہابیہ تھا؟

ارشاد ہوا: ہاں! یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فہمائش کی اجازت چاہی؛ اور بحکم امیر المومنین تشریف لے گئے، اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آئی؟

انہوں نے کہا: واقعہ صفین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، یہ شرک ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اسی قرآن کریم میں یہ آیت بھی تو ہے: فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ زن وشوہر میں خصومت ہو تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا ـــــــ دیکھو وہی طریقۂ استدلال ہے، جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب وامداد وغیرہما میں ذاتی عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعوئ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔

اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوئے، اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا۔ امام حسن وامام حسین اور دیگر اکابر رضی اللہ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت قرآن میں بسر کرتی ہے، ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں؟ مگر امیر المومنین کو تو عالم ما کان و ما یکون ﷺ نے خبر دیدی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشدت پابند ہوں گے، بایں ہمہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ امیر المومنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور ہوا،

عین معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ ان میں سے دس اس پار نہ جائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے۔

جب سب قتل ہو چکے۔ امیر المومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ وطہارت وتہجد وتلاوت کا وہ خدشہ دفع فرمانے کے لیے فرمایا: تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثدیہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا ـــــ تلاش کیا گیا، (تو) لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیر المومنین نے تکبیر کہی، اور حمد الٰہی بجالائے، اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہوگیا۔ کسی نے کہا: حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہوگئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں، کچھ باپ کی پیٹھ میں، جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا، دوسرا سر اٹھائے گا حتی یخرج اخرھم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ، نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا، اور اب اخیر وقت وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا۔ ان کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں، سب ان میں موجود ہیں۔ تحقرون صلاتکم عند صلاتھم وصیامکم عند صیامھم و اعمالکم عنداعمالھم تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نماز کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور ان کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو ـــــ یقرئون القرآن لا یجاوز طراقیھم

قرآن پڑھیں گے، ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا ——— یقولون من قول خیر البریه بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو ——— یا من قول خیر البریه یعنی بات بات پر حدیث کا نام لیں گے۔ اور حال یہ ہوگا کہ ——— یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیه دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے سیما هم التحلیق ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سرمونڈے ——— مشمری الازر گھٹنی ازاروں والے۔

ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں یہاں تک غلو تھا کہ جو عورت اس کے دین ناپاک میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانہ کفر کے بال ہیں، انہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا: جو مرد تمہارے دین میں داخل ہو ان کی داڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانہ کفر کے بال ہیں۔ اس وقت سے باز آیا ——— اور اب وہابیہ کو دیکھیے ان میں اکثر وہی سر منڈانے اور گھٹنے پائنچے والے ہیں۔

غزوہ حنین میں حضور اقدس ﷺ نے جو غنائم تقسیم فرمائے، اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا، کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا: اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں؟ (حضور ﷺ نے) فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ (جیسے وہابیہ) پیدا ہونے والے ہیں۔ اور اس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں، تو کون عدل کرے گا؟ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ پر کہ اس سے

زائد ایذا دیے گئے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کی ایک اس دن کی عطا سخی بادشاہوں کے عمر بھر کی داد و دہش سے زائد تھی۔ جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں، اور حضور عطا فرما رہے ہیں؛ اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں؛ اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں، یہانتک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لیے، ایک اعرابی نے ردائے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا۔ اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے ـــــــ حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور ہی کی عطا ہیں، دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہیں ؎

فان من جودك الدنيا و ضرتها

و من علومك علم اللوح و القلم

بیشک دنیا و آخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں، اور لوح و قلم کے تمام علوم ما کان و ما یکون حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔ صلی اللہ علیك و سلم و علی الك و اصحابك و بارك و كرم۔

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں، ایک شخص آیا اور کنارہ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔

(حضور نے) فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے، اور جا کر دیکھا، وہ نہایت خضوع و خشوع سے

نماز پڑھ رہا ہے ـــــ صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے، اور سب ماجرا عرض کیا۔

ارشاد فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے، اور انھیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔

حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

مولیٰ علی اُٹھے، اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں۔

فرمایا: ہاں تم! اگر تمہیں ملے، مگر تم اسے نہ پاؤ گے ـــــ یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جب تک جائیں، وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔

ارشاد فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اُٹھ جاتا۔

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے، اس نے مجلس اقدس کے کنارے کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی، اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں ـــــ یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنی نماز و تقدس پر، اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہولے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی۔ والہذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا: لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ○ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو ـــــ تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول ﷺ مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔

یوں عبداللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبدالمصطفےٰ ہے، ورنہ عبدالشیطان ہے۔والعیاذباللہ تعالیٰ .. (ق،ن۲۲۷تا۲۳۱)

قضا نمازیں ادا کرنے کا طریقہ : ملفوظات حصہ اول میں ہے:

کسی نے قضا نمازوں کی ادا کا مسئلہ دریافت کیا۔

ارشاد ہوا: قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔(فجر کے فرضوں کی دو رکعت،ظہر کی چار،عصر کی چار،مغرب کی تین،عشا کی چار فرض،تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب وزوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کرسکتا ہے،اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے،پھر ظہر،پھر عصر،پھر مغرب،پھر عشا کی۔یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے،اوران کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں۔زیادہ ہوجائیں،تو حرج نہیں۔اوروہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے،کاہلی نہ کرے۔جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے۔کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو۔مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے،تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہے۔ہر دفعہ یہی کہے۔یعنی جب ایک ادا ہوئی،تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے۔جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں،اس کے لیے صورت تخفیف،اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے الحمد شریف ۳ر بار سبحان اللہ کہے،اگر ایک بار بھی کہہ لے گا،تو فرض ادا ہو جائے گا۔نیز تسبیحات رکوع وسجود میں صرف ایک بار سبحٰن ربی العظیم،

اس سے [illegible] وجہ یہ ہے کہ آپ تقویم کواکب بسعد سوتت حاضرکے مے استخراج کرکے نیچے بتیں دیتے کہ کسی جانچ [illegible] تقریبات [illegible] کے متعدد [illegible] ہے سے اسفر نشانی کی تقویم اشاعت ہیں یہ [illegible] کرد (۱) انک [illegible] [illegible] سے اس [illegible] کتاب کی تقدیم اور [illegible] سوم سے اُس کا اوگار قمر بہر اُٹھائے پھر ختم جہاز سال انہیں کے جدول [illegible] ہیں ونیا ہے [illegible] سے جدول [illegible] سے جدول [illegible] دیکھا اس میں [illegible] مستوی [illegible] کواکب [illegible] شمس [illegible] کواکب بر کزیت شمس و گیارہ تم بعد کوکب اٹھائے یہی ترتیب پکیے ہیں پھر [illegible] شمس [illegible] تقویم کوکب بر کزیت شمس سے تفریق کیجئے باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھئے [illegible] کم ہو تو اس پر دور [illegible] شمس کے نصف [illegible] سے تناقض لیکر اس پر نام محفوظ رکھئے محفوظ کا ظل و گارثمی لیجئے (۲) [illegible] کوکب [illegible] نام و گارثمی لیجئے پھر علویات یعنی زحل و مشتری و مریخ میں اس نام کو بعد کوکب میں جمع کرکے [illegible] شمس اس سے [illegible] سفلیات یعنی زہرہ و عطارد میں اور بعد شمس سے اُس مجموعہ و نام و بعد کوکب کو تفریق کیجئے پھر جو بچے نے [illegible] حاصل سے ۴۵ درجے گھٹا کر باقی کا ظل و گارثمی لیجئے (۳) اسی ظل [illegible] جمع کیجئے اور [illegible] سے تفریق [illegible] باقی کا نام زاویہ لازمی رکھئے۔ پس اگر زاویہ شمس نصف دور [illegible] تقویم شمس سے [illegible] کم کر لیجئے [illegible] تقویم شمس و زاویہ [illegible] کو جمع کیجئے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب [illegible] نصف النہار مرصدی کے [illegible] ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجئے جب دو نصف النہار مرصدی کشف [illegible] بوقت [illegible] کی تقویم معلوم ہو گئی تعدیل باقی جو فتیں تھے تقویم کوکب بوقت مطلوب معلوم ہو جائے گی۔

تنبیہ: یہ جو ہم نے دو نصف النہار کشف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداءً وقت مطلوب کی تقویم لینے کو اس سے تشویل نہ سمجھا جائے بلکہ بہت تخفیف موفت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے: (۱) یوں تقویم [illegible] و تقویم کوکب بر کزیت شمس [illegible] کوکب [illegible] و لا بعد کوکب [illegible] ورنہ پانچوں میں تعدیل بالین [illegible] ہوگی (۲) دو نصف النہار کشف [illegible] کے لینے سے کو اس کوکب واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا (۳) [illegible] کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ مثلاً وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو دوبارہ تقویمات کے لئے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

سبحٰن ربی الاعلیٰ پڑھ لینا کافی ہے۔ تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ، وتروں میں بجائے دعائے قنوت رب اغفرلی کہنا کافی ہے۔ طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کر سکتا ہے، اس کے پہلے یا بعد نا جائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں، چھپ کر پڑھے اس کا اعلان جائز نہیں۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا:-

اگر کسی شخص کے ذمہ تیس چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں، اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ، جن کے بغیر گز رنہیں، کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا؛ اور پکا ارادہ کر لیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا؛ اور فرض کیجیے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کر دے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِراً اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آ جائے۔ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا ——— یہاں مطلق فرمایا، گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا، اور موت نے آلیا، تو پورا کام اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں۔ سارا دارومدار حسن نیت پر ہے۔ (ق ۲۲۴، ۲۲۵)

نماز میں تفکر کیسا ہو: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز ظہر حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے

سامنے آکر نیت باندھی۔ جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گاہ کو دیکھتے رہے۔ فارغ ہونے پر حضور نے پاس بلا کر دریافت کیا کہ رکوع کی حالت میں اس قدر گردن آپ نے کیوں اٹھائی تھی؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! سجدہ کی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ فرمایا: سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پھر فرمایا: بحالت قیام نظر سجدہ گاہ پر، اور بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر، اور بحالت تسمیع سینہ پر، اور بحالت سجود ناک پر، اور بحالت قعود اپنی گود پر نظر رکھنا چاہئے۔ نیز سلام پھیرتے وقت کا تبیین کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عفرلہ کہتا ہے۔ اسی کے قریب ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تھا۔ حضور کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے، کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوار مسجد کو تاکتے رہے۔ جب رکوع میں گئے، تو ٹھوڑی اوپر اٹھا کر دیوار مسجد کی طرف دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، اس وقت تک اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے۔ اور فرمایا: بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیے۔

یہ سن کر وہ قابو سے باہر ہو گئے، اور کہنے لگے۔ واہ صاحب! بڑے مولانا بنتے ہیں۔ میرا منہ قبلہ سے پھیرے دیتے ہیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کی سمجھ کے مطابق کلام فرمایا، اور دریافت کیا:

توسجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پیشانی زمین پر لگانے کے بدلے ٹھوڑی زمین پر لگایئے گا؟

یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہو گئے، اور ان کے سمجھ میں بات آگئی کہ قبلہ رو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کہ از اول تا آخر قبلہ کی طرف منہ کر کے دیوار مسجد کو تا کا کرے۔

اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال : سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اسم جلالت کے ساتھ عوام لفظ میاں لگاتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک اچھا ہے۔

علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال : صرف انبیائے کرام و مرسلین اور فرشتوں کے اسماطیبہ کے ساتھ علیہ السلام خاص ہے، اور یہی معصوم کہے جاسکتے ہیں۔ خلفائے اربعہ یا امامین کریمین یا دیگر صحابہ و بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے ـــــ ص، ع، رض، رح، صلعم ممنوع ہیں۔ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ السلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ لکھنا چاہیے۔

نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے : نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر اتنا بڑھا کہ الوہیت میں پہنچا جاتا ہے، تو مارا گیا۔ اور شمہ برابر تنقیص ہوئی، تو مارا گیا۔

پھر فرمایا: ---- وہ الفاظ جو معشوق مجازی کے لیے آتے ہیں جیسے رعنا،

دلربا نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہات تانیثی جیسے لیلیٰ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد) ﷺ اسمائے صفاتی ہوں تو بہتر ہے۔ خصوصاً ندا کے وقت مثلاً یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، ضروری ہے، نام اقدس لے کر ندا حرام ہے۔ اور غیر ندا میں بھی ''ساقی کوثر، یا آفتاب رسالت، شفیع المذنبین' وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔ اسی طرح 'یثرب، کالی کملیا، رشک قمر وغیرہ متروک ہیں۔ تخیلات خلاف واقع یا مبالغات نہ ہونا چاہیے، مثلاً حضور کے فراق میں دن رات روتا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں۔ معاذ اللہ توہین نہ ہونے پائے۔

لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال : جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بجائے عدالت کے کچہری کا لفظ استعمال فرمایا کرتے۔ کسی صاحب علاقہ، یا رؤسا یا امرا میں سے کسی کو کوئی سرکار کہتا، تو کبیدہ خاطر ہوتے، اور فرماتے کہ سرکار نہ کہیے۔ سرکار صرف سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اوپر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت : دست سوال دراز کرتے وقت بعض مفلوک الحال اپنی عسرت کا اظہار کرتے کرتے، اس نواح میں ایک جملہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اوپر خدا ہے، اور نیچے آپ ہیں۔ اس جملہ کو جہاں سائل نے شروع کیا، اعلیٰ حضرت فوراً روک دیا کرتے تھے۔

ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا : ارشاد فرمایا: یہ ایک عام بلا ہے کہ نام عبد الکریم، عبد الرحیم، عبد الرشید، عبد الجلیل، عبد القدیر ہیں۔

مگر زبان زد ہے کریم رحیم ،رشید ،جلیل ، قدیر، یوہیں سمیع ، بصیر ،حکیم ، باسط ،قادر،رحمٰن ، قیوم ،منان ،حنان ،مبین ۔ اوراس مرض میں جاہل ،کم فہم طبقہ ہی نہیں ، بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبد الرشید ،عبد الشکور، عبدالمجید،کورشید صاحب شکورصاحب، مجید صاحب کہتے ہیں ۔ یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں ،جنھیں عبد ومعبود میں امتیاز نہیں؟ عبد الباسط کے معنی یہی تو ہیں ،باسط کا بندہ ۔مگر بولا جاتا ہے، باسط صاحب ۔یعنی عبد الباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں ۔تواس ترکیب کی رو سے عبد الرحمٰن ،عبد اللہ جس کے نام ہیں ، انھیں نعوذ باللہ ، رحمٰن صاحب ، اللہ صاحب کہتے کیوں زبان لکنت کرتی ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

بعض ناموں کے احکام :محمد نبی ،احمد نبی، نبی احمد، نبی جان ،محمد یسین ، شفیع الدین ،غفورالدین ،رحمٰن احمد ،سبحان احمد اسمائے ممنوعہ ہیں ۔ بجائے ان کے محمد نبیہ ،نبیہ احمد ،نبیہ جان ،غلام نبی ،غلام محمد ،غلام یسین ،غریب اللہ،عبدالرحمٰن ، عبدالسبحان رکھ سکتے ہیں ۔غفورالدین کے معنی ہیں ،دین کا مٹانے والا ۔

آخری چہارشنبہ : یہ جو مشہور ہے کہ آخری چہارشنبہ میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحت ہوئی یہ بے اصل ہے۔

بیت الخلا میں تخیلات نعت کی ممانعت : حضرات نعت گو کو چاہیے کہ بیت الخلا میں تخیلات پر زور نہ دیں ۔ نیز جو شعر نعت میں آچکا ہو، اس کو من وتو کی طرف منسوب کرنا نہ چاہیے۔

خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں : خطیب بارادۂ خطبہ

جس وقت منبر کی طرف چلے کلام کرنے کی مقتدیوں کو ممانعت ہے۔ نہ کسی طرح کا اشارہ کرے کہ وہ بھی کلام میں داخل ہے۔ حتی کہ خطبہ میں اگر نام اقدس سنے، تو دل میں درود شریف پڑھے زبان سے نہیں۔ اکثر ناواقف مقتدی اذان خطبہ کے بعد دست دعا دراز کردیتے ہیں۔ اور بعض لوگ خطبہ ہو رہا ہے، اس وقت سنتیں پڑھنے لگتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔ اور مسلمانوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا، اگلی صفوں میں پہنچنے کی سعی نہ کرے۔ ہاں! صف بندی کے وقت کوشاں ہو، تو حرج نہیں، مگر کسی کو ایذا نہ پہنچے۔

چین اور انگوٹھی کے مسائل : مرد کو ایک انگوٹھی، ایک نگ کی نقرئی (چاندی کی) ساڑھے چار ماشہ سے کم پہننا چاہیے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو منع ہے۔ ہاں بٹن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے۔ گھڑی میں چین مطلقاً چاندی کی یا مغرق ٹوپی یا جوتہ یا کلائی پر باندھنے والی گھڑی کی زنجیر چاندی کی ممنوع ہیں۔

جانوروں کو جلانا منع ہے : جانور موذی ہو یا غیر موذی جلانا نہ چاہیے۔ عام طور سے لوگ چارپائیوں سے کھٹمل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں، یا بروں کے چھتے میں آگ لگا دیتے ہیں یہ نہ چاہیے۔

ماء مستعمل کا ایک مسئلہ : مشہور ہے کہ لوٹے میں بھرا ہوا پانی اگر پانچوں انگلیاں ڈھانکے ہوئے اٹھالیا تو مکروہ ہو جاتا ہے، یہ غلط ہے۔

اگر کوئی ٹونٹی سے پانی پی لیا، تو مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں! لوٹے کے گلے سے پیا تو مستعمل ہو جائے گا۔

غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے : غسل میت کے لیے جو گھڑا،

لوٹے آتے ہیں، انھیں بعد غسل توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ تضییع مال ہے۔ مسجد میں رکھوا دینا چاہیے۔

وعظ وتقریر

حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا: کہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب وعظ بیان فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کردیا، لوگ رک گئے۔مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا، مگر جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا! لوگ رکے ہوئے ہیں، کچھ بیان فرمادیجیے۔سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کرکے سورۂ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش آیا، اور غالباً یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت، موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کردینا، انھوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہوکر اعلان کردیا۔

سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔

جب اعلیٰ حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے، دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا:

تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے، اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پر اثر زبردست وعظ فرمایا۔ مولانا عبد القیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پر از معلومات، پر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا ہے۔ یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔

پٹنہ میں رد ندوہ پر تقریر : حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔ جناب قاضی عبد الوحید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رئیس عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ نے مصلحین ندوہ، اہل سنت و جماعت کا جلسہ بھی وہیں قائم کیا تھا۔ اس میں اکثر وبیشتر علمائے اہل سنت و جماعت تشریف فرما تھے۔ جب مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان شروع ہوا شب کا وقت تھا۔ میں اور مولانا عبد القادر صاحب جلسہ میں نہ تھے قیام گاہ پر تھے میں سونے کو لیٹ گیا تھا حضرت مولانا عبد القادر صاحب نے مجھے جگا کر فرمایا کہ میاں! مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان ہو رہا ہے، اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وار دیکھنے کے قابل ہیں۔ چلیے! ہم سب بھی جلسے میں پہنچے، بہت زوردار بیان مولانا فرما رہے تھے، اور یہ معلوم کر کے کہ ندوی ملا نے اپنے کو مخفی کیے ہوئے یہاں موجود ہیں، ندوہ پر اشد کامل رد فرما رہے تھے، جس کو سننے کی صنادید ندوہ کو تاب نہ رہی، اور وہ ایک ایک، دو دو کر کے کھسکنا شروع ہوئے۔

یہ دیکھ کر مولوی ہدایت رسول صاحب نے مجمع کے درمیان بآواز بلند فرمایا: ابھی سے کہاں چلے، ابھی تو پہلا ہی چرکہ ہے؟ ذرا تو ٹھہریے۔

جامع کمالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ یہ تمام وکمال وعظ اسی زمانہ میں روداد مجلس اہل سنت و جماعت مسمی بہ دربار حق وہدایت میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ دوران جلسہ میں قصیدہ مبارکہ امال الابرار والام الاشرار جناب مولوی حکیم عبد الحمید صاحب پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں پڑھا، جس میں مشہور ترین علمائے اہل سنت، حاضرین جلسہ کے نام ایک ایک کر کے گنائے ہیں۔ اسی طرح ردندوہ کا جلسہ جو کلکتہ میں ہوا، دھرم تلہ کی مسجد عظیم الشان میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، جس میں مجمع مسجد کے علاوہ تمام سڑکوں پر بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بھی اعیان ندوہ تشریف لائے تو روئے سخن ندوہ کی طرف پھیرا، اور قرآن وحدیث سے بہت زوردار طریقہ پر رد فرمایا کہ کسی کو مجال دم زدن نہ ہوئی۔ اسی جلسہ میں بطور رجز یہ اشعار بھی فرمائے تھے ؎

منم کہ علم بہ نیروے بازوم نازد — منم کہ حملۂ من شیر را براندازد
چشیدہ باشی بہ تیر قضا من آنستم — شنیدہ بودی بہ احمد رضا من آنستم

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسۂ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت و جماعت مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور میں۔ دوسرا مجلس میلاد سرور کائنات ﷺ میں، جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو

جب کہ صحیح اس طرح ہے:۔

طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق اُفق حقیقی بلدی پر ہو۔ یہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے، اور یہی زائچہ سال میں بھی، یہی جملہ اعمال میں۔ اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو ہرگز ہیات، زیچ، تنجیم، تکسیر، جفر وغیرہا کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے، مگر وہ اسی تک محدود رہے گی۔ کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہوسکتی۔ طالع اگر چہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہوا، مگر اہل تنجیم و (من) معہم اس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی بلدی پر ہو۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے جب تک درجہ طالع نہ بدلے۔ اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے۔ بہر حال اس میں چار منٹ کی تخمین کے اندر از روئے محاسبہ جو نقطہ (بوقت) ولادت خاص جائے ولادت کی اُفق شرقی پر ہو، اس کو طالع کہتے ہیں۔ پھر حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں۔ پھر تسویۃ البیت کے تین قاعدوں سے (جن میں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول السموت کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السموت ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی ومقاطع معلوم کرکے زائچہ ولادت درست کرتے ہیں۔ اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ اور راس وذنب ہو، استخراج کرکے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں، (اور ہر کوکب کے ۴۵ ضعف ۶۶ نوموں اور اس کے مراتب

دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے، منعقد ہوتی تھی۔ جس میں شہر بھر کے عمائد ومعززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے، اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام وانتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جملہ شائقین یہیں آکر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ تیسرا وعظ ۱۸رذی الحجہ الحرام عرس سراپا قدس حضرت خاتم الاکابر، وارث العلم والمجد والفضل کابراً عن کابرٍ حضرت سیدی ومرشدی شیخی جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہری قدس سرہ کے موقع پر، جو اعلیٰ حضرت کے کاشانہ اقدس پر انجام پاتا تھا۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض وتمنا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ مگر ان تین جگہوں میں، تین موقعوں پر، بالالتزام حضور کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی۔ افسوس کہ وہ سب مواعظ حسنہ قلم بند نہ کیے گئے، ورنہ بیش بہا معلومات کا ذریعہ اور علمی دریا کے بیش بہا دربے بہا ہوتے۔

بدایوں میں سورہ والضحیٰ پر چھ گھنٹے تقریر : جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سید اظہر علی صاحب ساکن محلہ ذخیرہ، حضور کے مخصوص عقیدت مندوں سے ہیں۔ ممدوح نے خود فقیر سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے۔ وہاں نو بجے صبح سے تین بجے تک کامل چھ گھنٹے، سورہ والضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا۔

پھر فرمایا کہ اسی سورہ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی (۸۰) جز رقم فرما کر چھوڑ دیا۔اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔

بریلی میں بسم اللہ پر تقریر: جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے، آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل، اور انتظامات پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب منجھلے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔گھر گھر میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔کوئی غسل کر رہا ہے، تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کے لیے حضور کی آمد کا منتظر ہے ہر خورد و کلاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔غرض مریدین و معتقدین و متوسلین جسے دیکھئے، نئے لباس میں دوڑا چلا آرہا ہے۔مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جارہی ہیں۔مختصر یہ کہ حضور کاشانہ اقدس سے تشریف لاتے ہیں، فریضہ فجر ادا کیا جاتا ہے۔اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں، تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہو جائیں، تو دست بوسی کر لی جائے۔چنانچہ بعد فراغت دست بوس ہوتے جاتے تھے، اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب تر مل کر بیٹھتے جاتے ہیں، اور اس اضطراب کی وجہ سے دراصل یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔اس لیے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے، مجمع بہت پہلے سے ہو گیا۔

مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آکر ذکر فضائل سید عالم نور مجسم ﷺ اور پر کیف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرمادی، اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد آغاز فرمایا۔ عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۰، ۲۰ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ تشریف آوری پر باہر سے ایک دم ہجوم شائقین کا سیلاب عظیم آجانے سے چپقلش پیدا ہوگئی تھی، اور ایک پر ایک ریلا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہرزادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے باآواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درود شریف پڑھتے جایئے، اور آگے بڑھتے جایئے، اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی، اور گنجائش نکالی، مگر پھر بھی دروازہ پر مجمع موجود تھا، تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب دونوں زانو اٹھالیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر دروازہ کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہونا تھا، نہ کم ہوا۔ ہاں ابتداء جیسا شور وغل بڑھا، وہ بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد حضور کے لیے اگلدان اور گلاس پانی کا آیا۔ حضور نے غرارہ فرما کر وعظ مبارک ان الفاظ کریمہ میں شروع فرمایا۔

(نقل تقریر بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ الذی فضل سیدنا و مولانا محمدا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العٰلمین جمیعا ۰ و اقامہ یوم القیمۃ للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعا ۰ و صلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ ۰ و علی کل من ھو محبوب و مرضی لدیہ ۰ صلاۃ تبقی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم ۰ و اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ۰ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ۰ بالھدی و دین الحق ارسلہ ۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و صحبہ اجمعین و بارک وسلم ۰ قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم ۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العٰلمین ۔الرحمٰن الرحیم ملٰک یوم الدین ۔ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم ۔غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔آمین

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گسترہ فرماتا، اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی، اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام سور قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی۔

اول حقیقی اللہ عزوجل ہے: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہیے تھی کہ اللہ الرحمن الرحیم —— مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔بسم اللہ الرحمن الرحیم..

وہ، جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے، اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے؛ اور اس پر 'ب' کا حرف داخل فرمایا —— گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت، وحدانیت، وہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال، اس تک نہیں پہنچتا، جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک ومنزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر ووہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی وباطن شئے تک وصول کے لیے علامت درکار ہے۔

اور اسم کہتے ہیں، علامت کو، جو دلالت کرے ذات پر۔ تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اس کا۔

اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شئی کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر، ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو، ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو، دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو، جو دلالت کرے اس غیر کی اس ذات کی طرف۔ وہ ذات، ذات الٰہی ہے۔ وہ غیر، یہ تمام عالم مخلوقات۔ اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے، وہ محمد ﷺ ہیں۔

تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی۔

اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے، اسم اللہ تمام مخلوقات کے لیے۔

تو ازل سے ابد تک (جو شی بھی) وجود میں لائی گئی، ذات اقدس کی طرف دال ہے، اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف حضور ہی نے ہدایت فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں۔ تو حضور کے سوا جتنے ہادی (ہیں، وہ) دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے، کہ انھوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی، ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو، ایسا نہیں۔ وہ اگر امتوں کے دال ہیں، تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ﷺ ہی کے لیے ہے۔ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں، جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ، مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا، (وہ) مہدی ہیں، ہادی نہیں۔ یعنی ہادی بالذات نہیں، اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں؛ اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے، مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے۔

تو جو ذات الٰہی سے بے علاقہ ہیں، وہ حرف (ہیں) کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ ط کچھ لوگ وہ ہیں، جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں، فوراً ایک قدم میں بدل گئے، پلٹ گئے۔ ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا، اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مسند ہے، نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں ـــــ اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں، مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا، وہ تمام مومنین و ہادین ہیں، کہ مسند ہیں، مگر بالذات مسند الیہ نہیں، وہ فعل ہیں ـــــ حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں، کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے، اور سب کو ان سے نسبت ہے، اور یہی شان ہے اسم کی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو اور تعریف کی حد ہے حمد۔ اور حمد کی تکثیر ہے تحمید۔ اور اسی سے مشتق ہے محمد ﷺ یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کیے گئے، حمد کیے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں، مگر حضور اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں، جس کو جو کمال ملا ہے، وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں: ؎

کیف ترقی رقیك الانبیاء ❖ یاسماء ماطاولتها سماء

لم یداتوك فی علاك قدحا ❖ لسنامنك دونهم و سناء

انما مثلوا صفاتك للنا ❖ س کمامثل النجوم الماء

انبیا حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پاسکیں۔اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے،حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انھیں حائل ہوگئی۔وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو لاتعد و لاتحصی ہیں۔ انبیائے کرام غایت الجلا ہیں،مثل پانی کے ہیں،اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں۔صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ و بارک وکرم۔

حمد ہوا کرتی ہے،مقابل کسی صفت کمال کے،اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لیے،باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم واللہ المعطی عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں۔کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے۔کون سی چیز ہے،جس کا دینے والا اللہ نہیں؟ تو جو چیز جس کو اللہ نے دی،تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں۔جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے،یہاں بھی ہے۔جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا،ابتدائے خلق سے ابدالاباد تک ظاہر و باطن میں،روح و جسم میں،ارض و سما میں،عرش و فرش میں،دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے،اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی ابدالاباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

اسم کا خاصہ ہے جر۔اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا ــــ کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے،وہ کھینچ آئے ــــ دوسرا مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے،اور یہ کھینچنا نہیں چاہتا ہے۔حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:**انتم تتقحمون فی النار کالفراش و انا اخذ بحجزکم هلم الیّ** تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ ــــ یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔

اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے،اور اسم اللہ کا من حیث الصدور۔ہاں!جر ان افعال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے،جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں،وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔مثلاً

'ب' کے معنی ہیں الصاق،یعنی ملانا۔یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔

یا 'من' کہ ابتدائے غایت کے لیے ہے،یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لیے۔**یاجابران اللہ خلق قبل کل الاشیاء نوربنیک من نورہ**۔اے جابر! تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارك وکرم - ہر فضل،ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتدا انہیں سے ہے۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

'الیٰ' آتا ہے انتہائے غایت کے لیے۔انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے۔اول الانبیا بھی وہی ہیں،

اور خاتم النبیین بھی وہی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔
تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبرئیل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی: السلام علیک یا اوّل ، السلام علیک یا آخر ، السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ٥[1] اس آیت کے لحاظ سے حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ (جبریل امین نے) عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں، اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔ اللہ نے حضور کو اوّل کیا، تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا ــــــ اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا ــــــ اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہ کی مجال نہیں ــــــ اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا۔ آفتاب اور جملہ انوار انھیں کے پرتو ہیں۔ آفتاب میں شک ہو سکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجیے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں، جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو؛ اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں، کوئی کرۂ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق وصحیح ہے، اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں؟

سے نتیجہ حاصلہ قوت یا ضعف مع تعین مرتبہ نکالتے ہیں) اس کے بعد استخراج اسہام ہے۔جس میں سہم السعادۃ وسہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں۔اس کے بعد احکام بکنے کا وقت آتا ہے، جو محض جہل وجزاف ہے۔ **قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ** آپ کی خوشی کے لیے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویۃ البیوت کرکے میں بھیج سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اورموضع ولادت کے طول وعرض کا علم ضروری ہے، اس سے اطلاع دیجیے۔اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت خاص کے لیے استخراج کرکے مجھے بھیج دیجئے کہ اس کی جانچ کرلوں۔تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ **مسفر المطالع فی التقویم والطالع** میں ہیں۔سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ:

[۱] المنک میں ہر مہینہ کے ص چہارم خانہ اول سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اس کا لوگارثم بعد (کوکب) اٹھائیے، پھر ختم جداول سال للنیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے۔المنک حال میں ص۱۴۶ سے جدول عطارد ہے۔ص۱۵۴ سے جدول زہرہ، وہٰکذا۔اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول (کوکب) بمرکزیت شمس، وعرض کوکب بمرکزیت شمس، ولوگارثم بعد کوکب اٹھائیے۔یہ اسی ترکیب پر لکھے ہیں۔پھر تقویم شمس پر ۶ برج بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھئے۔مفروق منہ کم ہو تو اس پر ''دور'' بڑھالیجئے، زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دور (۹۰) سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظ رکھئے، محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجئے۔

[۲] عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثمی لیجیے۔پھر علویات یعنی زحل، مشتری، مریخ میں اس'' **لوجم**'' کو **لو**(۳۶) بعد کوکب میں جمع کرکے **لو**(۳۶) بعد شمس اس سے تفریق کیجئے، اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں **لو**(۳۶) بعد شمس سے اس

آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ وبارک وسلم۔

اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت بطون کا سبب ہے ــــــ اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔معرفت الٰہی وہ معرفت محمد ﷺ ہے۔جس کو ان کی معرفت زائد ہے،اس کو معرفت الٰہی بھی زائد ہے۔صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں، ان سے ارشاد فرمایا: یاابابکرلم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابوبکر! جیسا میں ہوں،سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔ باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں؛ اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ، ہر ذرہ، شجر، حجر، وحوش وطیور حضور کو جانتے ہیں، یہ کمال ظہور ہے۔صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں۔ جبرئیل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔انبیا ومرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق۔باقی رہا، حقیقتاً ان کو پہچاننا،تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔تبارک وتعالیٰ ان کا بنانے والا، ان کا نوازنے والا،ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلاتشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے، وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔اللہ تعالیٰ تمام جہان سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے۔

حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں: **ان سعدا لغیور وانااغیرمنه واللّٰه اغیر منی** سعد غیرت والا ہے، اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو، جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے۔ جیسا میں ہوں، میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ ہم تو

ع **قوم ینام تسلوا عنه بالحلم**

ہم تو سوتے ہیں، خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔

دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے: **الناس نیام فاذاماتوا انتبهوا** لوگ سوتے ہیں، (جب) مریں گے، جاگیں گے۔ خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی، اور کچھ نہ تھا، اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے: **وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○** خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں ﷺ: **من رانی فقد را الحق فان الشیطان لایتمثل بی** جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر لوگ مختلف احوال واشکال میں دیکھتے ہیں۔ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یونہی بیداری (میں) جتنے دیکھنے والے تھے۔ سب اس آئینہ حق نما میں

اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے۔ ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے، آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں، اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو، احتراق میں کہلاتا ہے ——— تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی، نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے، نہ جمالِ انور حضور اقدس کو جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— حضور انور ﷺ نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا، وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا، کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے۔ اور یہ رویت لامکاں میں ہوئی تھی۔

بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں۔

ابوجہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ ع: زشت نقشے کز بنی آدم شگفت

حضور فرماتے ہیں: صدقت تو سچ کہتا ہے۔

ابوبکر صدیق آ کر عرض کرتے ہیں: حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا، حضور بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی و غربی۔

ارشاد فرمایا: صدقت تم سچ کہتے ہو۔

صحابہ نے عرض کی: حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔

ارشاد فرمایا: ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست

ترک و ہندو در من آں بیند کہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک وتعالیٰ کا اُجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابوجہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے، اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔ اور ابوبکر سب سے بہتر ہیں، انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم ـــــ لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور وکمال بطورن ہے۔

ظہور کسی شئی کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے، وہ شے نظر آتی ہے، اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب اُفق سے نکلتا ہے، سرخی مائل کچھ بخارات وغبارات میں ہوتا ہے، ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے، غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے، اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں، خیرہ ہو کر واپس آجاتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا، جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔ آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا۔ وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لیے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے، اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے، حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و صحبہ و بارک وسلم

اس سبب سے نام اقدس ﷺ میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کیے گئے ـــــ اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا۔ یہ تو شان ہے غایت ظہور کی۔

اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا، یعنی ایسے ظاہر ہیں

کہ مستغنی من التعریف ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی ـــــ تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لیے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل، اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام شرف الدین بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

منزہ عن شریك فی محاسنه　　فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت و استغراق نا متصور۔ اور عہد فرع معرفت ہے، اور ان کو ذاتاً و حقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے، لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح 'الی' جر کرتے ہیں۔ 'کاف تشبیہ' بھی جر کے لیے آتا ہے۔

ذات الٰہی کمال تنزیہہ کے مرتبہ میں ہے؛ اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہہ ہے اس کی ذات و صفات کے لیے؛ اور تشبیہہ ہے تجلیات کے لیے۔ دونوں کو اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا۔ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْئٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْئٌ ○ کوئی شی اس کے مثل نہیں۔ یہ تنزیہہ ہے۔ اور وھو السمیع البصیر وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔ یہ تشبیہہ ـــــ جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا، تشبیہہ نہ تھی۔ جب عالم بنایا، تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں، بلکہ عالم تمثیل میں۔ تجلی تدلی کے لیے ایک تشبیہہ پیدا ہوئی، جو عبارت ہے، ذات اقدس سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارك وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تشبیہہ سے۔ ہاں! پہلی تجلی جو فرمائی ہے، اسی کا نام ہے محمد ﷺ۔ اور اس تجلی کی

اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام۔ جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے: الرحمن الرحیم..

مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے۔

الرحمن ـــــ الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمن کہ رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ـــــ پھر فرمایا گیا: الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔

رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ آئینہ ہے جس سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا۔ (اس لیے) القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا: الرحمن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے۔

یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے، جس میں صفات قہر یہ بھی آ کر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں۔ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔ اولین کے لیے رحمت، آخرین کے لیے رحمت، ملائکہ کے لیے رحمت، تمام مومنین کے لیے رحمت، یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین، مشرکین، منافقین، مرتدین کے لیے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۝ اللہ اس لیے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کی رحمت عالم تم ان میں ہو۔ اسی لیے ادریس علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ اختیار نہ فرمایا۔ حالانکہ ان کے غلام و اہل محبت کی نعش تک

آسمان پر اُٹھالی گئی ہے۔ سیدی عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکابر اولیا جمع ہیں، مگر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا؟ کہا امام کا انتظار ہے۔ ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا، جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں، جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں، وہ امام ہوئے۔ سب نے ان کی اقتدا کی۔ نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہوگیا۔ جب نماز ختم ہوئی، نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اوڑے چلے گئے۔ انہوں نے پوچھا یہ اہل محبت ہیں۔ ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی ـــــ مگر حضور اقدس ﷺ نے یہیں پر تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لیے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے، دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں ـــــ جنت کا رحمت ہونا ظاہر کہ حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے ـــــ دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔

اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لیے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ انعام ملیں گے، یہ رحمت ہے۔

تیسرے: فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے، ان کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے، اگر اطاعت نہ کرو گے تو زنداں میں بھیجے جاؤ گے۔

وہ انعام تو عین رحمت ہے، ظاہر ہے۔ اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے، اس لیے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں ـــــــ تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی، رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر شی کی، اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تصرف باضدادھا اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو! اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے، ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔ وللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم اللھم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وصحبہ الکرام اجمعین۔

حضور تمام جہاں کے لیے رحمت ہیں۔ رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ۔ تو رحمت کے لیے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے۔ اور دوسرے خیر ـــــــ اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی ﷺ پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی، نہ خیر پانے والا۔ تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا، مگر وجود نبی ﷺ میں ـــــــ تمام نعمتیں، تمام کمالات، تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر، اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر، تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو، خواہ نبی،

یارسول، جس کو جو نعمت ملی، حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نعمۃ اللہ ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا: اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا ۝ کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: نعمة الله محمد صلی الله علیه وسلم نعمۃ اللہ محمد ﷺ ہیں۔ ولہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امرالٰہی۔ قال تعالیٰ: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔ یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت غرض ہر وقت، ہر جگہ، ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے، اور ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد آخر وہی شی ہے، جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ مجلس مبارک کی حقیقت، مجمع مسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بُندیا، رقعہ بانٹنا، طعام و شیرینی کی تقسیم، اس کا جزء حقیقت نہیں، نہ ان میں کچھ جرم۔

اول: دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ ۝ اس سے زیادہ کس کی بات اچھی، جو اللہ کی طرف بلائے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں: من دعی الی هدی كان له الا جر مثل اجور من تبعه ولا ينقص ذلك من اجورهم شيئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا بلانا قبول کریں،

ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بر وصلہ واحسان وصدقہ ہے۔ اور یہ سب شرعاً محمود۔

ان مجالس کے لیے ایک تمہیں نہیں، ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں۔ جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی۔ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ! یہاں تمہارا مطلوب ہے۔ پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں، تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو، ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے، وہ بھی ایسی عام کہ نامستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ **هم القوم لايشقى بهم جليسهم** ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

"مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی، اور کرتے رہے۔ اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی، کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں، اول روز سے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب ومحبوب کا ذکر کیا کرو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔ جس کے لیے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پتلے میں داخل کی گئی۔ آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے، لکھا دیکھتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔۔

عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے، جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے؟

مجموعہ **لوجم ولو** بعد کوکب کو تفریق کیجیے۔ بہر حال جو بچے اسے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کر کے قوس حاصل سے ۴۵ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثمی لیجیے۔
[۳] اس ظل لوگارثمی میں لو (۳۶) ظل محفوظ کو جمع کر کے جدول لوگارثمی میں مقوس کیجیے۔ قوس حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجیے، اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق۔ اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دور تقف (۱۸۰) سے کم ہے (تو) تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کر لیجیے، ورنہ تقویم شمس وزاویۃ الارض کو جمع کر لیجیے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجیے۔ جب دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی، تعدیل ما بین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہو جائے گا۔

تنبیہ:- یہ ہم نے جو دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتداء وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا، اسے تطویل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ بہت تخفیف مؤنت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یوں تقویم شمس و **لو** بعد شمس وتقویم کوکب بمرکزیت شمس، وعرض کوکب بمرکزیت شمس، و **لو** (بعد) کوکب بعینہا لکھے ملیں گے، ورنہ پانچوں میں تعدیل ما بین السطرین کرنی ہوگی۔

(۲) دو نصف النہار مکتنف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا راجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لیے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

ارشاد ہوا: وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے۔ وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء اسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا، اگر وہ نہ ہوتا، نہ تجھے پیدا کرتا، نہ میں زمین وآسمان بناتا۔ تو کنیت اپنی ابو محمد کر صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا، پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا، وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا، ہمشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے، جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا، شیث علیہ الصلاۃ والسلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہوگا، عماد التقوی وعروۃ وثقی کو نہ چھوڑنا۔ العروۃ الوثقی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم عروۂ وثقی محمد ہیں ﷺ۔ جب اللّٰہ کو یاد کرے، محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا۔ فانی رایت الملئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت، ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔ اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا، پچھلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؕ جب عہد لیا اللّٰہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی، جو تمہارے ساتھ ہیں، تو تم ضرور ان پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیائے کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا:

کیاتم نے اقرار کیا، اوراس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے، وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام نے سنا، اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر۔ تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا: ثُمَّ جَآئَکُمۡ رَسُوۡلٌ ٥ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس مجلس انبیا ہے۔ علیہم الصلاۃ و السلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت و تشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء و مرسلین آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و زکریا علیہم الصلاۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری، ستھری، پاک بتول کا بیٹا، جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا، نشانی سارے جہاں کے لیے، یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لایا۔ فرماتا ہوا: مُبَشِّراً بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ٥ میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں، جن کا نام پاک احمد ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ، اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے، اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ اُدھر سے گوروں (انگریزوں) کا گزر ہوا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں۔ مسجد میں گھسے، ادھر اُدھر گھوم آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔

یہ کرامت حضرت کی اس معجزۂ صادقہ نبویہ ﷺ کی تصدیق ہے کہ شب ہجرت کفار کے مجمع میں سے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور اُن کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۲۲ سورۂ یٰس رکوع ۱) حضور باہر تشریف لے آئے اور وہ لوگ کھڑے دیکھا کیے، مگر حضور اقدس ﷺ کسی کو نظر نہ آئے۔

علامہ محمد حسن صاحب علمی جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ شہر تو شہر، دیہات تک مساجد میں وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ حضرت ہی کے شاگرد و مرید تھے، اور یہ خطبہ ان کی نظر انور سے گزرا ہوا ہے۔ اور آج تک جو خطبہ علمی چھپتا ہے اس کے اخیر میں مصنف کی یہ عبارت ضرور ہوتی ہے۔

اس مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری عزاسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ انّک علیٰ

خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیان اور فیضان توفیق واحسان کے عزت بخشے۔ اور ہمارے مرشد ومولیٰ، عالم علم ربانی، مقبول بارگاہ سبحانی، مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشف استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر امتنان، مولانا ومخدومنا، لوذعی زمان، مولوی رضا علی خان کو بیچ دونوں جہان کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یارب العلمین (ق ۶،۴)

مولانا نقی علی خاں : حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے صاحبزادہ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی آل رسولی ہیں۔ جن کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ **جواھر البیان فی اسرار الارکان** مطبوعہ مطبع حسنی محلہ سوداگران میں مُحَرَّرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز حسب ذیل ہیں:-

وہ جناب، فضائل مآب، تاج العلماء، رأس الفضلا، حامی سنت، ماحی بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وفی اعلیٰ غرف الجنان بوّاہ سلخ جمادی الاخرہ یا غرّہ رجب ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم، حبر معظم، فضائل پناہ، عارف باللہ، صاحب کمالات باہرہ وکرامات ظاہرہ، حضرت مولانا مولوی رضا علی

خاں صاحب روح اللہ روحہ و نور ضریحہ سے اکتساب علوم فرمایا۔ بحمداللہ! منصب شریف علم کا پایہ ذروۂ علیا کو پہنچا۔

ع راست می گویم و یزداں نہ پسندد جز راست

جو دقت انظار و جدت افکار، فہم صائب و رائے ثاقب، حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی، ان دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا، وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد، دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علو ہمت، کرم و مروت، صدقات خفیہ، میراث جلیہ، بلندی اقبال، دبدبہ و جلال، موالات فقرا، امر دینی میں عدم مبالات بہ اغنیا، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت، وغیرہ ذالک فضائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے، جس نے اُس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔

ع ایں نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس ذات گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ کی غلامی و خدمت، اور حضور اقدس ﷺ کے اعدا پر غلظت و شدت کے لیۓ بنایا تھا۔ بحمداللہ! اُن کے بازوئے ہمت و سطوتِ صولت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا۔ کوئی اتنا نہ رہا کہ سر

اُٹھائے یا آنکھ ملائے ۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسمّٰی بنام تاریخی 'اصلاح ذات بین' طبع کرایا، اور سوائے مہر سکوت یا عار فرار، وغوغائے جہال، و عجز و اضطرار کے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنۂ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا، اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اُس کے اطفا پر عرق ریز وگرویدہ، اُس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ! سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے ۔ خود اُس کے نام سے جلتے ہیں۔ مصطفیٰ ﷺ کی خدمت ، روز ازل سے اُس جناب کے لیے ودیعت تھی، جس کی قدرے تفصیل رسالہ **تنبیہ الجھال بالھام الباسط المتعال** میں مطبوع ہوئی ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

تصانیف

تصانیف شریفہ اُس جناب کی سب علوم دین میں، نافع مسلمین، دافع مفسدین، والحمدللہ رب العلمین۔ ازاں جملہ **الکلام الاوضح فی تفسیر شرح الم نشرح** کہ مجلد کبیر ہے، علوم کثیرہ پر مشتمل ۔ **وسیلۃ النجاۃ** جس کا موضوع ذکر حالات سید کائنات ہے ﷺ مجلد وسیط ۔ **سرور القلوب فی ذکر المحبوب** کہ مطبع نول کشور میں چھپی ۔ اور یہ کتاب مستطاب **جواھر البیان فی اسرار الارکان** جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق

رکھتی ہے۔

ع ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

فقیر غفر اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمّٰی بہ **زواھر الجنان من جواھر البیان** ملقب بنام تاریخی **سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ** تالیف کیا۔ **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** جس میں وہ قواعد ایضاح وثابت فرمائے، جن کے بعد نہیں، مگر سنت کو قوت اور بدعت نجدیہ کو موت وحسرت۔ **ھدایة البریة الیٰ الشریعة الاحمدیہ** کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع صبح صادق سیتاپور میں مطبوع ہوئیں۔ **اذاقة الآثام لمانعی عمل المولد والقیام** انشاء اللہ العزیز عنقریب شائع ہوگی۔ **فضل العلم و العلماء** ایک مختصر سا رسالہ کہ بریلی میں طبع ہوا۔ **ازا لة الاوھام** ردنجدیہ **تزکیة الایقان** ردتقویت الایمان کہ یہ عشرۂ کاملہ زمانہ حضرت مصنف قدس سرہ میں تبیض پا چکا۔ **الکواکب الزھراء فی فضائل العلم و آداب العلماء** جس کی تخریج احادیث میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ **النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب** لکھا۔ **الروایةالرویہ فی الاخلاق النبویہ** ـــــ **النقاوة النقویة فی الخصائص النبویہ** ـــــ **لمعة النبراس فی آداب الاکل واللباس**

— التمکن فی تحقیق مسائل التزین — احسن الوعا فی آداب الدعاء — خیر المخاطبة فی المحاسبة والمراقبه — هدایه المشتاق الیٰ سرالانفس والآفاق — ارشاد الاحباب الیٰ آداب الاحتساب — اجمل الفکر فی مباحث الذکر — عین المشاهده لحسن المجاهده — تشرق الاوّاه الیٰ طریق محبة اللّٰه — نهایة السعاده فی تحقیقٰ الهمة و الارادة — اقوی الذریعه الیٰ تحقیق الطریقة والشریعة — ترویح الارواح فی تفسیر سورة الانشراح ان پندرہ رسائل مابین وجیز و وسیط کے مسودات، موجود ہیں۔جن کے تبییض کی فرصت حضرت قدس سرہ نے نہ پائی۔فقیر غفر اللہ لہ کا قصد ہے کہ انھیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرادے۔ انشاء اللہ تعالیٰ:

ع کہ حلوا بہ تنہا نہ بایست خورد

ان کے سوا اور تصانیف شریفہ کے مسودے، بستوں میں ملتے ہیں،مگر منتشر،جن کے اجزاء اول یا آخر یا وسط سے کم ہیں۔ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔غرض عمر اس جناب کی ترویج دین، وحمایت مسلمین، ونکایت اعدا، وحمایت مصطفیٰ ﷺ میں گزری۔ جزاہ اللہ عن

الاسلام و المسلمین خیر الجزاء! آمین۔(ق ۸،۶)

بیعت و خلافت: پنجم جمادی الاخرہ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، سید الواصلین، سند الکاملین، قطب اوانہ، امام زمانہ، حضور پرنور(۱)، سیدنا ومرشدنا، مولانا وماوانا، ذخرنی لیومی وغدی، حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا وافاض علینا من برکاتہ و نعمانہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت واجازت جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا۔ والحمد للہ رب العلمین۔ (ق ۸،)

حج وزیارت: ۲۶ رشوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت وقوت ضعف، خود حضور اقدس ﷺ کے خاص طور پر بلانے کے سبب کہ **من رانی فی المنام فقد رانی** رواہ الامام احمد والبخاری والترمذی عن انس رضی اللہ عنہ عزم زیارت وحج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب وخدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے، آئندہ سال پر ملتوی فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: 'مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے' دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی۔ بلکہ وہ مرض خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک

آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ **من رانی فقد رأی الحق** رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ حدِ منع پر نہ رہا۔ وہاں حضرت اجل العلماء، اکمل الفضلا حضرت سیدنا احمد زین دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔ (ق ۹،۸)

وصال: سلخ ذیقعدہ روز پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ ہجریہ قدسیہ کو اکیاون برس پانچ مہینہ کی عمر میں بعارضۂ اسہال دموی، شہادت پاکر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی انا للہ وانا الیہ راجعون!

روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی، اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا، اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ 'اللہ' تھا وبس۔ اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بسم اللہ الرحمن

الرحیم تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

بعدہٗ فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رؤیا (خواب) میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الامجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ اولفظا ھذا معناہ۔ فرمایا: 'آج سے یا اب سے ہمیں رہا کریں گے' رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

ذهب الذين يعاش في اكنافهم

وبقيت في الناس كجلد الاجرب

ليهن دعاء الناس وليضرح الجهل

فبعدك لا يرجو البقاء من له عقل

اللّٰهم ارحمهما و ارض عنهما و اكرم نزلهما و افض علينا من بركاتهما آمين برحمتك يا ارحم الراحمين و صلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا و مولٰينا محمد و آله و اصحٰبه اجمعين.. آمين!

فقیر غفرلہ نے چند سجع اس جناب کی تواریخ ولادت باسعادت، و وصال خیر مآل، ملہم غیب سے پائے، جن میں التزام ہے کہ باوجود انتظام سلسلۂ عبارت، ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو، جو کسی طرف سے تعلق عطف بھی نہ رکھتا ہو، جس کے سبب جو مادّہ چاہیے، تنہا محل تاریخ میں سنائیے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا۔ بعض مادّے یہاں

قرطاس پر جلوہ فزا۔

تواریخ ولادت: جاء ولی نقی الثیاب علی الشان ۔ ـــــ فیہ اشارۃ الی اسمہ قدس سرہ والثیاب الاعمال قال تعالیٰ وثیابک فطھر رضی الاحوال بھی المکان ـــــ ھواجل محققی الافاضل ـــــ شھاب المدققین الاماثل ـــــ قمر فی برج الشرف ـــــ بری من الخسوف والکلف ـــــ افضل سباق العلماء ـــــ اقدم حذاق الکرماء ـــــ!

تواریخ وفات: کان نھایۃ جمع العظماء ـــــ خاتم اجلۃ الفقھا ـــــ امین اللّٰہ فی الارض ابدا ـــــ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم العالم امین اللّٰہ فی الارض اخرجہ الامام ابو عمر فی کتا ب العلم ـــــ ان موتۃ العالم موتۃ العالم ـــــ وفات عالم الاسلام ثلمۃ فی جمع الانام ـــــ وفی الخبر موت العالم ثلمۃ فی الاسلام لاتنسد الیٰ یوم القیمۃ او کما ورد واللّٰہ تعالیٰ اعلم ـــــ خلل فی باب العباد لاینسد الیٰ یوم القیام ـــــ یا غفور ـــــ کمل لہ ثوابک یوم النشور ـــــ امنحۃ جنۃ اعدت للمتقین ـــــ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ واھلہ اجمعین ـــــ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی السنی الحنفی

القادری البرکاتی البریلوی غفر الله له و حقق امله. (ت ۱۰۰۹)

حالات: 'تذکرۂ علمائے ہند' فارسی مطبوعہ مطبع نولکشور میں اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد صاحب قدست اسرارہما کے مختصر حالات درج ہیں۔ عام فہم ہونے کے لیے اس جگہ اس کا اردو ترجمہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیلکھنڈ غرہ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی، اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ ذہن ثاقب و رائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو عقل معاش و معاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا۔ علاوہ شجاعت جبلی کے حضرت صفت سخاوت، تواضع، استغنا سے موصوف تھے۔ اپنی تمام قیمتی عمر اشاعت سنت و ازالۂ بدعت میں صرف فرمائی۔ پھر مسئلہ امتناع نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی **اصلاح ذات البین** ۲۶ رشعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا، اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم ﷺ میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا رد فرمایا۔ جس کا مفصل بیان رسالہ مبارکہ **تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال** میں طبع ہو کر شائع ہو چکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرہ مطہرہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، اور جملہ سلاسل جدیدہ و قدیمہ،

وسند حدیث شریف اور خلافت سے معزز و ممتاز ہوکر ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے، اور حضرت سیدی زین دحلان و دیگر علمائے حرمین شریفین سے اجازت وسند حدیث حاصل فرمائی۔ سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، اور حیات شیریں، جاں آفریں کے سپرد فرمائی۔ اور روضۂ رضوان میں آرام و اطمینان وسکون حاصل فرمایا۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس کے بعد ان پچیس تصنیفات کا ذکر ہے، جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لیے دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔ (ق۱۰،۱۱)

شجرۂ آباء واجداد : عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن الالقاب شاہ سعید اللہ خاں صاحب قندھاری بزمانۂ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب ششش ہزاری پر فائز ہوئے۔ ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضعات، جو زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے، یہ مواضعات ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا، جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔ اُن کے ایک صاحبزادہ تھے، جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر دولت تھے۔ جن کو سلطان سے کچھ مواضعات ضلع بدایوں کے معافی میں ملے تھے۔ وہ اب تک انہیں کی نسل میں موجود ہیں۔ ان کا نام سعادت یار خاں تھا۔ اُن کی نرینہ اولاد تین تھی۔ بڑے شاہزادہ والا تبار محمد اعظم خاں صاحب ہیں، اور یہی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں۔ یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ (ق ۱۴،۱۳)

سعادت یار خاں صاحب کے دو فرزند اور تھے۔ ایک شاہزادہ معتصم خاں صاحب۔ ان کی اولاد میں مولوی بخش اللہ خان صاحب وغیرہ ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ مکرم خاں صاحب۔ اُن کی اولاد نرینہ اب نہیں ہے۔ البتہ ان کی نسل (میں) ان کی نواسیوں کی اولاد ہے۔ (ق ۱۴)

اعظم خاں صاحب نے دو عقد کئے۔ پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

حافظ کاظم علی خاں صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔ انھوں نے تین شادیاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے تین اولادیں۔ دولڑکے (امام العلماء مولانا رضا علی خاں، رئیس الحکماء حکیم تقی علی خاں) اور ایک لڑکی (زینت عرف موتی بیگم)۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں (بدر النساء، صدر النساء، قمر النساء ہوئیں) اور تیسری بیوی جو حرم تھی اُس سے ایک لڑکا مسمّیٰ بہ جعفر علی خاں (ہوا) جس کی نسل ختم ہوگئی۔ (ق ۱۴)

حضرت امام العلما مولانا رضا علی خاں صاحب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے جد مکرم ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے دو عقد کئے۔ پہلی بیوی سے رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت، اور ایک صاحبزادی جو رئیس الحکماء کے بڑے فرزند مہدی علی خاں صاحب کو منسوب تھیں۔ اور دوسری جس کا

نام مستجاب بیگم تھا، وہاب علی خاں صاحب آنولوی سے بیاہی گئیں اور لاولد فوت ہوئیں۔ (ق ۱۴، ۱۵)

رئیس الحکما حکیم محمد نقی علی خاں یہ امام العلما کے حقیقی بھائی تھے۔ بہت بڑے قوی ہیکل، بہادر اور فن طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے دہلی کے خاندان اطبا کے سرپرست حکیم محمد واصل خان صاحب کی صاحبزادی سے عقد کیا تھا۔ یہ مہاراجہ جے پور کے یہاں طبیب خاص تھے۔ ابتداء ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالے کے لڑکے حکیم محمد سلیم خاں صاحب کو، جو جے پور کے مشہور اطبا سے ہیں اور 'بہرے حکیم' کے نام سے مشہور خاص و عام ہیں، متبنیٰ کیا تھا۔ ریاست جے پور سے تین لاکھ سالانہ منافع کی جائداد رئیس الحکما کو انعام میں ملی تھی۔ جو رئیس الحکما نے کمال فراخ دلی سے اپنے متبنیٰ حکیم محمد سلیم خان صاحب کو دیدی تھی۔ حالانکہ اس وقت اپنی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ جائداد حکیم صاحب موصوف کے نواسوں کے پاس ہے، اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کو حکیم واصل خان صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے چار لڑکے ہوئے۔ مہدی علی خان صاحب، حکیم ہادی علی خان صاحب، فتح علی خان صاحب، فدا علی خان صاحب۔ ان میں بڑے صاحبزادے مہدی علی خان صاحب کا عقد رئیس الاتقیا کی ہمشیرۂ حقیقی سے ہوا۔ ان کی اولاد میں احمد حسن خان صاحب تھے۔ دوسرے فرزند حکیم ہادی علی خاں صاحب کا عقد ریاست ٹونک میں جناب عبدالعلیم خاں صاحب کی لڑکی سے ہوا اور چار اولادیں ہوئیں۔ ہدایت علی خاں، سردار ولی خاں، محبوب علی خاں

صدیق النسا بیگم،اورتیسرے فرزند فتح علی خان صاحب کی اولاد تین لڑکے، بابو حاجی فرحت علی خاں، امرادوں خاں، اصغر علی خاں اور چار لڑکیاں ہیں ۔اور چوتھے فرزند فدا علی خاں کی اولاد، فراست علی خاں، مصاحب بیگم، قادری بیگم، حیدری بیگم ایک اور لڑکی پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ (ق ۱۵، ۱۶)

حافظ کاظم علی خاں کی صاحبزادی زینت، جن کو موتی بیگم کہتے تھے، ان کی شادی محمد حیات خاں سے ہوئی یہ یوسف زئی سے ہیں ۔(ق ۱۶)

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی شادی اسفندیار بیگ کی بڑی صاحبزادی (حسینی خانم) سے ہوئی، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں ۔ (۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان (۲) مولانا حسن رضا خاں (۳) مولانا محمد رضا خاں (۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں (۵) احمدی بیگم زوجہ شاہ ایران خاں (۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں ۔(ق ۱۷)

ولادت باسعادت (اعلیٰ حضرت)
اور
بزرگوں کی پیشن گوئیاں

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا، جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے، اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے خواب بیان فرمایا۔ حضرت ممدوح نے فرمایا: "یہ مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا"۔ (ق،۲۲)

ولادت باسعادت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب کی آپ کے شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں، کہ پہلے وہی آپ کا آبائی مکان اور حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہ کا قیام تھا، ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت کو ہوئی۔ (ق،۱)

جناب علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت

پیدا ہوئے تو میرے والدان کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے۔ دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا، اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ (ق،۲۱)

(اعلیٰ حضرت کا) تاریخی نام المختار ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آیۂ کریمہ سے استخراج فرمایا ہے۔

أُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الا یمَانَ وَ اَیَّدَ ھُمْ بِرُوحٍ مِّنْہُ ○ط حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا، جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ولنعم من قال ؎

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (ق،۱)

ملفوظات حصہ سوم میں ہے: ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا اس پر ارشاد فرمایا:-

> بحمد اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیۂ کریمہ میں ہے:
> أُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الا یمَانَ وَ اَیَّدَ ھُمْ بِرُوحٍ مِّنْہُ ○ط جس کا ترجمہ یہ ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ اور اس کا صدر یہ ہے:
> لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْآ اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ○ط

(مجادلہ ۲۲/۵۸) نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ اُن کے باپ یا اُن کی اولاد یا اُن کے بھائی یا اُن کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

اسی کے متصل فرمایا: اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الایمانَ ○ط

بحمد اللہ تعالیٰ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الایمانَ ○ط بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ ﷺ ـــــ اور بحمد اللّٰہ تعالیٰ ہر بدمذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ پورا فرمائے:

وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ط اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (ترجمہ رضویہ مسمّی بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ۵۸ رکوع ۳)

• پھر فرمایا: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد ﷺ کی۔ قرآن

عظیم میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اُس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۰) اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ باپ اُن کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں، تو یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔

بچپن کے حالات

مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں اُن سے گفتگو کی۔ اُس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (ق،۲۲)

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی عمر شریف تقریباً ۶/۵ سال ہوگی، اس وقت صرف ایک بڑا کرتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے کہ سامنے سے چند طوائف زنان بازاری گزریں۔ آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرہ مبارک کو چھپالیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان میں کی ایک طوائف بول اٹھی: 'واہ صاحب! منہ تو چھپالیا اور ستر کھول دیا'۔ آپ نے برجستہ اس کو جواب دیا: 'جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے'۔ ——— یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہوگئی۔ (۲) (ق،۲۳)

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ محلہ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا۔ پھر فرمایا:

تم رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: 'میں اُن کا پوتا ہوں' فرمایا: 'جبھی' اور تشریف لے گئے۔ (ق ۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا، جیتے رہو۔ اس پر حضور نے عرض کیا: یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے، اور بہت دعائیں دیں۔ (ق ۲۴)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں۔ ایک روز کسی نے دروازہ پر آواز دی۔ اعلیٰ حضرت (کہ اُن کی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: آؤ! آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔ (ق ۲۲)

ملفوظات حصہ اول میں ہے:-

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جا رہا تھا۔ میری عمر اس وقت جیلانی (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی برخوردار ابراہیم رضا خان سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش، نہایت شکیل، وجیہ تشریف لائے، اور مجھ سے فرمایا: سنتا ہے بچے آج کل عبدالعزیز ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی

رشاد آفندی) اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت تک ان بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔ (ق،۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت حاجی منتھن خاں صاحب جن کا اسم گرامی حاجی محمد شاہ خاں صاحب تھا محلّہ سوداگران میں جاروب کشی فرما رہے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کو یہ پہلا اتفاق دیکھنے کا ہوا، برادرم قناعت علی صاحب کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک بزرگ ہستی جو نہ صرف ایک معمر، دین دار، اہل علم ہیں، بلکہ معقول زمینداری بھی رکھتے ہیں، وہ جاروب کشی کریں، اور میں کھڑا دیکھتا رہوں۔ اس لیے بڑھ کر اس خدمت کو خود انجام دینا چاہا۔ مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے، صاحبزادے! یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانۂ عالیہ کی جاروب کشی کروں (۳) میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا۔ تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے۔ انہیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔ (ق،۲۵)

(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا:۔

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی اُن کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے، مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا اُن کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور

پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا، تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں اُن کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے، اور چار پائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے، لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اُن سے خود ہی پوچھا، کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے: ''نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؈'' بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔ (ق، ۲۳)

تقریب روزہ کشائی : سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے

رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کے لیے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اُسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھالو۔ میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی

دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمانِ مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔ (ق،۲۴)

تعلیم

بسم اللہ خوانی و سلسلۂ تعلیم : صحیح طور پر نہ معلوم ہو سکا کہ حضور کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی۔ مگر وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضور کے استاد محترم نے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** کے بعد الف، با، تا، ثا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ جب لام الف (لا) کی نوبت آئی، اُستاذ نے فرمایا: کہو، لام الف۔ حضور خاموش ہو گئے، اور نہیں کہا، اُستاد نے دوبارہ کہا: کہو میاں! لام الف۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں۔ لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا: بیٹا! اُستاذ کا کہا مانو، جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی، اور اپنے جد امجد کے چہرے کی طرف نظر کی۔ حضور نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے، اب اس میں ایک مرکّب لفظ کیسے آیا؟ ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا، اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا۔ مگر 'ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات' حضرت جد امجد نے

نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے۔ اس لیے ابھی سے اسرار ونکات کا ذکر اُن کے سامنے مناسب جانا اور فرمایا: بیٹا! تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقۃً وہ ہمزہ ہے، اور یہ درحقیقت الف ہے۔ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا نا ممکن۔ اس لیے ایک حرف یعنی لام، اول میں لاکر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ حضور نے فرمایا: تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا، اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال، سین، بھی اول لا سکتے تھے۔ حضرت جدامجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا، اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً سیرۃً مناسبت خاص ہے۔ ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے۔ **لا**۔۔۔یا۔۔۔لا اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے، یعنی یہ اُس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں گویا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کہنے کو حضور کے جدامجد نے اس لام الف کو مُرکّب لانے کی وجہ بیان فرمائی، مگر باتوں بات میں سب کچھ بتا دیا، اور اسرار و حقائق کے رموز واشارات کے دریافت وادراک کی صلاحیت و قابلیت اُسی وقت سے پیدا کر دی، جس کا اثر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم ہیں، تو طریقت میں حضور پرنور (۴) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب اکرم ہیں

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔(ق،۳۱)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانۂ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیۂ کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے،مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔وہ زبر بتاتے تھے، اور آپ زیر پڑھتے تھے۔یہ کیفیت حضور کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلا لیا،اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اُس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی،زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا،اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہوگیا تھا،یعنی جو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا،وہی صحیح تھا۔حضور سے حضرت جد امجد ﷺ نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اُس طرح پڑھوں،مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب،اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا،اور دل سے دعا دی۔پھر اُن مولوی صاحب سے فرمایا: یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا،حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرمادی۔(ق،۳۲)

اعلیٰ حضرت خود فرماتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا،جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے،ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا،جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا

جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی ۔ (ق ۳۲)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ جناب والدہ ماجدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی پڑھنے میں ضد نہیں کی ۔خود سے برابر پڑھنے کو تشریف لے جایا کرتے ، جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے کو جائیں ، مگر والد صاحب کے منع فرمانے سے رک گئے ، اور سمجھ لیا کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت کی وجہ نہیں پڑھنا چاہیے ، باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں ۔ (ق ۲۶)

نواب وحید احمد خاں صاحب رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت خلیق ، بے لوث اور حد درجہ دین دار تھے ، جامع مسجد بریلی میں محض لوجہ اللہ درس حدیث بعد نماز ظہر دیتے تھے ، اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف ، ورد و وظائف میں گزارتے تھے ۔انھوں نے فقیر کو جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا ۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں نماز پنج گانہ ادا کرنے لگا ۔ یہ فقیر انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں پڑھتا تھا ، تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے تھے ۔مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب ﷫ کی بابت استفسار کیا ۔تو مولوی صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی ، اور فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں ۔شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ

حال تھا کہ استاد سے کبھی ربع (چوتھائی) کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی۔ایک ربع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔(ق،۳۵)

درسیات سے فراغت: جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے، تو تمام درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ سے تمام فرمائی اور تیرہ سال دس مہینہ کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغ پایا۔زبر و بینات سے تعویذ تاریخ فراغت ہے۔اور اس میں صاف بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ حضور کو دشمنوں کے شر سے پناہ میں رکھے گا۔اور دوسرا مادہ تاریخ غفور ہے۔اس میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور اور حضور کے وابستگان دامن کے لیے غفور ہے ؎

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (ق،۳۳)

اساتذہ: ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں، تو میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔(ق،۳۲)

اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ: جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پیر و مرشد برحق سے حاصل کیا۔۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا، تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری

اپنے ابن الابن ولی عہد وسجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت وعلم تکسیر،علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔(ق ۳۴)

الغرض!اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں۔

1. اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔
2. جناب مرازا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
3. جناب مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
4. حضرت سلالۂ خاندان برکاتیہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس اللہ سرہ العزیز
5. اور والد ماجد۔

پیرومرشد قدست اسرارھم کو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا۔مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل وکرم اور آپ کی محنت و خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم وفنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں۔اور علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام ومعتقدین کا تو کہنا کیا! مخالفین مخالفتیں کرتے،اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے،مگر ساتھ ساتھ ٹیپ کا یہ بند ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا

احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا، نہ موافق کو ضرورت افزائش، نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ (ق،۳۵)

شادی واولاد

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی (ارشاد بیگم) صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے۔ان کے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سات اولادیں ہوئیں۔دو شاہزادے (۱) حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب ملقب بلقب حجۃ الاسلام (۲) حضرت مولانا شاہ مفتی مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم۔ پانچ صاحبزادیاں، بڑی مصطفائی بیگم، ان کی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب حاجی شاہد علی خاں سے ہوئی۔ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی عزولی بی، جو مولوی سردار علی خاں سے منسوب ہوئیں۔یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں فوت ہوگئیں۔دوسری صاحبزادی کنیز حسن ،جن کو منجھلی بیگم کہتے تھے،ان کی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوئی۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں،عتیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رفعت جہاں بیگم۔ تیسری صاحبزادی کنیز حسین ،جن کو سنجھلی بیگم کہتے تھے،جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں صاحب سے منسوب ہوئیں، ان کے تین لڑکے ہوئے (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس خاں ،امام اہل سنت کے وصال سے اکیس دن بعد اُن کا انتقال ہوا۔چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم ان کی شادی مولوی حسنین رضا خاں صاحب (ابن استاذ زمن مولانا حسن

رضا خاں) سے ہوئی، ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی شمیم بانو، جو جرجیس میاں کو منسوب ہوئیں۔ پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو، مجید اللہ خاں پسر خرد جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے رئیس میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو لڑکیاں مجتبائی بیگم، مقتدائی بیگم ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی۔ ان کے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں، مولوی حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں، اور چار لڑکیاں، ام کلثوم زوجہ ثانیہ حکیم حسین رضا خاں، کنیز صغریٰ بیگم زوجہ تقدس علی خاں، رابعہ بیگم عرف نوری زوجہ مشہود علی خاں، سلمٰی بیگم زوجہ مشاہد علی خاں۔

جیلانی میاں کا عقد مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔

نعمانی میاں کا نکاح جناب سید حسن صاحب محلہ ملوکپور کی صاحبزادی سے ہوا۔

جیلانی میاں کی پانچ (نرینہ) اولادیں ہیں، (۵) اور نعمانی میاں کی تین۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کی شادی چھوٹے چچا جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب کی اکلوتی صاحبزادی

سے ہوئی۔اسی لیے مولانا محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا، اور شادی کے بعد ان کا رہنا سہنا سب چچا جان کے مکان پر رہا۔اوراس وقت تک وہیں قیام فرما ہیں۔ان کی سات صاحبزادیاں ہیں۔ایک لڑکا ہوا تھا جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے کر راہی ملک بقا ہوا۔جس کا نہ صرف والدین بلکہ پورے خاندان بلکہ جملہ متوسلین اور اہل قرابت کو صدمہ ہوا۔

سلسلہ اولاد اعلیٰ حضرت

(۱)مولانا حامد رضا خاں (۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳)مصطفائی بیگم (۴)کنیز حسن (۵)کنیز حسین (۶)کنیز حسنین (۷)مرتضائی بیگم

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں

(۱)ابراہیم رضا خاں (۲) حماد رضا خاں (۳)ام کلثوم (۴) کنیز صغریٰ (۵) رابعہ (۶) سلمیٰ

مولانا ابراہیم رضا خاں

(۱)ریحان رضا خاں (۲)تنویر رضا خاں (۳)اختر رضا خاں (۴)قمر رضا خاں (۵)منان رضا خاں (۶)سرفراز بیگم (۷)سرتاج بیگم (۸)دلشاد بیگم۔

حماد رضا خاں

(۱)مسرت بی بی (۲)نصرت بی بی (۳)حمید رضا خاں

مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا خاں

(۱)صاحبزادہ مرحوم (۲)نگار فاطمہ (۳)انوار فاطمہ (۴)برکاتی بیگم (۵) رابعہ بیگم (۶)ہاجرہ بیگم (۷)شاکرہ بیگم۔

سلسلہ اولاد مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت

(۱)حکیم حسین رضا خاں (۲)مولوی حسنین رضا خاں (۳)فاروق رضا خاں

حکیم حسین رضا خاں

اززوجۂ اولیٰ (کنیز حسین) صاحبزادی اعلیٰ حضرت

(۱)مرتضیٰ رضا خاں (۲)ادریس رضا خاں (۳)جرجیس رضا خاں۔

اززوجہ ثانیہ صاحبزادی حضرت حجۃ الاسلام

(۱)غوثیہ بیگم زوجہ خلیق میاں (۲)یونس رضا خاں

مرتضیٰ رضا خاں

(۱)بلال رضا خاں (۲)ادریس رضا خاں (۳،۴)صاحبزادیاں

مولوی حسنین رضا خاں

اززوجۂ اولیٰ بنت اعلیٰ حضرت

(۱)شمیم بانو زوجہ جرجیس میاں

اززوجۂ ثانیہ

(۱)تحسین رضا خاں (۲) سبطین رضا خاں (۳) حبیب رضا خاں (۴) صاحبزادی۔

مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں (برادر خرد) اعلیٰ حضرت

(۱)فاطمہ بیگم زوجہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم۔

مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت

بیعت جس غرض سے کی جاتی ہے اور اس کی جو شرعی حیثیت ہے اس کے بیان کی نہ یہاں ضرورت اور نہ ہی اس کی حاجت، وہ اپنی جگہ پر مدلل ہے، اور زمانہ حضور اقدس ﷺ سے الیٰ زماننا ھٰذا نیکوکاروں کا تعامل رہا ہے۔ بلاشبہ خلیفہ مجاز سے بیعت کرنے والے آیہ کریمہ: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ○ط (پ ۱۱، سورۂ توبہ) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (کنز الایمان) اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ○ط (پ ۲۶، سورۂ فتح) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (کنز الایمان) کی رو سے اپنی جان و مال کو اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیع کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بیعت میں ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے اور بمضمون لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ○ط (پ ۲۶، سورۂ فتح) اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ (کنز الایمان)۔ وہ لوگ رضائے الٰہی کی بشارت پائے ہوئے ہیں۔ اسی آیہ کریمہ کے بموجب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۲۹۵ھ میں بمعیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہوکر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی شرف بیعت سے

مشرف ہوئے۔

اللہ اکبر کیسی نظر کیمیا اثر پیر و مرشد کی تھی اور کس درجہ قلب صافی لے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسہ میں پیر و مرشد برحق نے تمام سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرما کر خلیفہ و مجاز بنا دیا، اور تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عامہ تامہ عطا فرمائی۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہری فرماتے ہیں کہ مولانا بدایونی (حضرت تاج الفحول علامہ عبدالقادر علیہ الرحمہ) کے ہمراہ مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجدید غسل اور کپڑے بدلنے کیلیے پہلے مارہرہ میں سرائے میں جاکر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں یکہ سواری کا الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے نہا دھو کر کپڑے پہنے، اور سب خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے، اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ مدرسہ جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے دروازے کے سامنے تھا، اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے، میں فروکش ہوئے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرھما بھی ان دنوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر، حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر کے والد حضرت سید شاہ محمد صادق اور میاں صاحب (حضرت نوری

میاں) بھی ہمراہ گئے۔ حضرت خاتم الاکابر نے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا۔ اور اسی جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ سلاسل و اسناد و تبرکات خاندان عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد ان سب حضرات نے کچھ عرصہ تک فقیر کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور اسی دوران میں مولانا تاج الفحول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت سے بیعت ہو جانا، ان کے لیے بھی اچھا ہوا، اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔

تدریس

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس وافتا وتصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ابتدا میں تدریس کی طرف توجہ بہت زائد تھی۔بریلی شریف میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔اس لیے فقط اعلیٰ حضرت کی ذات مرجع طلبہ وعلما تھی۔جن کو علمی چشمہ سے فیضیاب ہونا ہوتا ،وہ اعلیٰ حضرت کا قصد کرتے ،اور کامیابی حاصل کرتے۔(ق ۲۱۱)

الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس وتعلیم کا بڑے زوروشور کا گزرا ہے۔جس میں دور دور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے ،اور اس چشمہ علم ونظر سے فیضیاب ہوتے۔چنانچہ اسی زمانہ کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف تھن خاں صاحب بیان فرماتے تھے۔کہ ایک دن تین طالب علم نئے آئے ،اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں،اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟ وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے،وہاں سے گنگوہ گئے ،اس کے بعد یہاں آئے ہیں۔میں نے کہا کہ یوں تو طلبہ کو نسہ خیرا کا مرض ہوتا ہے،یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے۔اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں، بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں ۔مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے،جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے۔لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو،

اور اس وجہ سے یہاں کے مشتاق ہو کر تشریف لائے ہوں۔ بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اختلاف مذہب و اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔ مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا، پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے۔ یہی دیوبند میں سنا، اور یہی گنگوہ میں بھی۔ تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہئے، جن کے مخالفین فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔ والفضل ما شہدت به الاعداء (ق ۲۱۱، ۲۱۲)

مشاهیر تلامذہ: اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا، (۴) جو رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام معلوم کیا جائے، یا فارغ التحصیل طلبہ ہی کا نام رجسٹر فارغ التحصیل سے حاصل کیا جا سکے۔ اس لیے حضور کے شاگردوں میں جو مشہور ہوئے، اور تصنیفات وغیرہ سے دینی خدمت کی۔ ان میں بعض لوگوں کے اسمائے گرامی اس جگہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ فقہ سے توغل اور تصنیفات کی طرف توجہ اور وعظ و تقریر کا رنگ ضرور موجود ہے۔

- ✠ جناب مولانا مولوی نواب سلطان احمد خان صاحب محلہ بہاری پور۔
- ✠ جناب مولانا مولوی سید امیر احمد صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔
- ✠ جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت
- ✠ جناب مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خرد اعلیٰ حضرت۔
- ✠ جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب حجۃ الاسلام صاحبزادہ اکبر
- ✠ جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب محلہ ملوک پور بریلی۔

- جناب مولانا مولوی حافظ سید عبدالکریم صاحب محلّہ ذخیرہ بریلی۔
- جناب مولوی منور حسین صاحب بریلوی۔
- جناب مولوی حاجی سید نور احمد صاحب چاٹگامی۔
- جناب مولوی واعظ الدین صاحب مصنف 'دفع زیغِ زاغ'
- جناب مولوی سید عبدالرشید صاحب عظیم آبادی۔
- جناب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی۔
- جناب مولوی عبدالاحد صاحب سلطان الواعظین پیلی بھیتی (صاحب زادہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ)
- حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی۔
- حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم و فیوضہم

ملفوظات حصہ اول میں ہے ۔ایک روز حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے ہوئے تھے، رخصت کے وقت انہوں نے عرض کی کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں، حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں ۔ارشاد ہوا: ضرور تشریف لائیں، یہاں فتویٰ لکھیں، اور مدرسہ میں درس دیں۔ ردو ہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے ۔ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے، اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا ،اور اس کی تائیدات مع تنقیح

آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ وہی جملے اب تک کانوں میں پڑے ہوئے ہیں، اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ خودستائی جائز نہیں۔ مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ و السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا: اجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ زمین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دیجئے بیشک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔ بفضل و رحمت الٰہی پھر بعون و عنایت رسالت پناہی ﷺ افتا اور رد وہابیہ کے دونوں کامل فن، دونوں نہایت عالی فن یہاں سے اچھا ان شاء اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ میں تو ہر شخص کو بہ طیب خاطر سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انھیں کے جد امجد (یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا صدقہ و عطیہ ہے۔ آپ یہاں کے موجودین میں 'تفقہ' جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سناتے ہیں اور جو کچھ میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ اسی طرح علم توقیت بھی ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں۔ حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے۔ علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا، اور کب غروب؟ بہت سی عمر گزر گئی، تھوڑی باقی ہے۔ جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کرلیں سلونی قبل ان تفقدونی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ

تعالیٰ وجہہ کا ارشاد ہے۔ اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا قول بالکل صحیح ہے:
'قدر نعمت پس از زوال' پھر لینے والے کو یہ چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے، تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو، اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے، اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا، تو کچھ پائے گا۔ اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا تو

ع: اناء یکہ پر شد دگر چوں برد

بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جا سکتی۔ اور آج کل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا، اس میں ایک زینہ ہے، جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔ اس زمانہ میں ایک مدرس صاحب کے ھدایہ اخیرین پر دھوا۔ یہ کوئی آسان کتاب نہیں۔ جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا، تو مجھ سے پڑھنا چاہا۔ مگر شرط یہ کہ اس باہر کے زینہ سے چھت پر مجھے بلا لیا جائے، اور وہاں تنہائی میں پڑھا دیا کیجئے، کسی کو معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا مولانا! ہدایہ اخیرین کا سبق کوئی سرقہ نہیں، جو لوگوں سے چھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

ایک صاحب یہیں کے، فتویٰ نویسی کرتے تھے وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز ان سے کہا گیا: مولانا! یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا، مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ بعد عصر اپنے لکھے ہوئے فتووں پر اصلاح

لے لیا کریں۔انہوں نے کہا: اُس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ غلط لکھا، وہ غلط لکھا، اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔اس بندۂ خدا کے نام افریقہ، امریکہ تک سے استفتے آتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا، تو لوگ انھیں کے نام استفتے بھیجتے۔اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے ایک عالم جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل خلیل حافظ کتب حرم رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔مکہ معظمہ سے صرف ملاقات فقیر کے لیے کرم فرمایا تھا۔ان کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا۔فرمایا: ایسا شخص برکت علم سے محروم رہتا ہے۔یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے۔اب بی۔اے پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت ﷺ کے در دولت پر جاتا، اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے۔تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ہوا خاک اور ریتا اڑا کر مجھ پر ڈالتی۔پھر جب حضرت زید کاشانۂ اقدس سے تشریف لاتے۔فرماتے: اے ابن عم رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا: مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لیے بہتر تھا۔اور اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔(سورہ حجرات ۵/۴۹)

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ اے ابن عم رسول اللہ ﷺ! انہوں نے کہا: ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا، اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

ہارون رشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اجلہ علما و قراء سبعہ میں سے ہیں) عرض کیا۔ فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے مکان پر آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہوجایا کرے گا، مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا، بلکہ جو پہلے آئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاق ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں، اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہوکر اترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا: او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیئے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال، دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ ضریر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لیے لائی گئی تو چلمچی خدمتگار کو

دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے ،اور کہا کہ آپ نے جانا،کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا نہیں ۔کہا ہارون۔کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ، ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا۔اسی دعا کے حاصل کرنے کے لیے یہ کیا تھا۔

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے ،بادشاہ ان کی تعظیم کے لیے سر وقد کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا۔ یاامیر المومنین !رعب سلطنت جاتا ہے۔جواب دیا اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے،تو جانے ہی کے قابل ہے۔یہی وجہ تھی کہ ان کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم تھا۔سلاطین نصاری ان کا نام لیتے تھراتے تھے۔

تخت قسطنطنیہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی ،اور وہ ہر سال خراج ادا کرتی ،جب وہ مرگئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج حاضر نہ کیا۔ادھر سے خراج کا مطالبہ ہوا،تو اس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک ایلچی کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی۔

وہ عورت مرگئی جو خود پیادہ بنی تھی ،اور آپ کو رخ بنایا تھا۔

یہ تحریر لے کر جب ایلچی دربار میں حاضر ہوا ،وزیر کو حکم ہوا ،سناؤ۔ وزیر نے اسے دیکھ کر عرض کی ،حضور مجھ میں تاب نہیں جو اُسے سنا سکوں۔فرمایا: لا مجھے دے۔اور اس تحریر کو پڑھا۔بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا ، جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔صرف وزیر اور وہ ایلچی رہ گئے۔وزیر کو حکم ہوا ، جواب لکھ ۔اس نے

اردہ لکھنے کا کیا، مگر رعب شاہی اس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھرتھرانے لگا، اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: لا مجھے دے۔ اور یوں لکھا

یہ خط ہے خدا کے بندے امیر المومنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو، کہ اوکافرہ کے جنے، جواب وہ نہیں جو تو سنے جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا۔

یہ فرمان ایلچی کو دیا۔ اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ایلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس بادشاہ عیسائی کو گرفتار کرلیا۔ اس نے بہت گریہ وزاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خراج دینے کا وعدہ کیا۔ چھوڑ دیا، اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی کہ پھر اس نے سرتابی کی۔ فوراً واپس گئے، اور پھر فتح کیا، اور اسے گرفتار کیا۔ پھر اُس نے ہاتھ جوڑے، اور خوشامد کی۔ پھر چھوڑ دیا۔ ایسے جبار بادشاہ کی علماء کے ساتھ یہ طرز تعلیم تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم (ق ۲۱۴، ۲۱۷)

حج و زیارت (اول)

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین طیبین زاد ھما اللہ شرفا و تعظیما سے شرف افتخار و امتیاز حاصل فرمایا۔ اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث وفقہ واصول وتفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی، کہ بعدِ نماز، امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: **انی لا جد نور اللّٰہ فی ھٰذا الجبین** بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔ اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ اور فرمایا: کہ تمہارا نام ’ضیاء الدین احمد‘ ہے۔

اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔ نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمال اللیل موصوف اُن کی تصنیف لطیف **جوھرہ** مفید مناسک حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا۔ اور ایک شرح دو دن میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام **النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ** رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمال اللیل کی خدمت میں پیش کیا، حضرت شیخ بہت خوش ہوئے، اور بہت تعریف فرمائی۔ اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی

صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔ اثنائے طعام مسئلہ افضلیتِ مدفونینِ بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مدفونینِ بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمان غنی ﷺ ہیں۔ اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کیے۔ آخر مولانا نے فرمایا: دونوں قول صحیح اور موجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا عین اسی وقت عصر کی اذان حرم شریف میں ہوئی۔ ختم اذان پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ غرض جلسہ برخاست ہوا، اور سب لوگ نماز کے لیے حرم شریف میں پہنچے۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی؛ اور مغفرت کی بشارت سے مبشر ہوئے۔

حج و زیارت (دوم)

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری غفرلہٗ عرض کرتا ہے کہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادرِ اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو حضور جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے، جو سیدھا بمبئی جائے گا۔ اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا۔ زیارت سے مشرف ہو چکے تھے صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آ گئی جس کا مطلع ہے ؎

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

وائے محرومی قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہِ زوّارِ مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے ؎

پھر اٹھا ولولہ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

اسی وقت حج وزیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم ﷺ کا قصد مصمم فرمایا۔ لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا، اس لیے اُن کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے ،اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی تو مطمئن ہوئے ۔ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا: اور روانہ ہوئے۔حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیر و خوبی انجام پایا۔اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے ؎

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: **انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی** عام طور پر بھی زبان زد ہے 'جیسی نیت ویسی برکت' یہ سفر اعلیٰ حضرت کا چونکہ خاص حضور اقدس ﷺ کی زیارت پاک کے لیے تھا، اس لیے ویسا ہی ہوا۔

(ق ۴۲، ۴۳)

بیداری میں زیارت نبوی : مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپورتھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا تھا۔کہ جب جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارت نبوی ﷺ کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ،شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے

یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے، اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ✠ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا۔ فرماتے ہیں ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی، اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے(۱)۔ رزقنا اللّٰہ و جمیع المسلمین زیارۃ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ببرکتہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ و عن جمیع علماء الاسلام و المشائخ الکرام والمنتمین الیہ الیٰ یوم القیام اٰمین۔ (ق۴۳،۴۴)

عادات و اوصاف

حضور اس قدر سادہ وضع میں رہتے کہ کوئی شخص یہ بھی نہیں خیال کر سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کی شہرت شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک ہے یہی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور کی شہرت سن کر تشریف لائے تھے، ظہر کا وقت تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے، سادی وضع تھی، خالتہ دار پائجامہ، ململ کا چھوٹا کرتا، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے، مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے، اور السلام علیکم کہا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت کیا کہ احمد رضا خاں صاحب کی زیارت کو آیا ہوں، وہ کہاں ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ احمد رضا میں ہی ہوں۔ انھوں نے کہا: میں آپ کو نہیں، میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ملنے آیا ہوں۔

یہ اس لیے کہ آپ کبھی قیمتی لباس، قیمتی عبا، قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ خاص مشائخانہ انداز، خانقاہ، چلہ حلقہ وغیرہ یا خدام کا مجمع۔ (از جلد چہارم)

جناب ذکاء اللہ خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ خادم نے حضرت کی حیات ظاہری میں اندازاً بارہ یا چودہ سال خدمت کی یا اس سے زائد۔ حضرت کی

عادت کریمہ تھی کہ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف رکھتے تھے۔ بعد نماز مغرب مکان میں تشریف لے جاتے، اور روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں تشریف رکھتے۔ علوم وفیوض وبرکات کے دریا جاری ہوتے، اور حضارِ آستانہ عوام اہل سنت وعلمائے اہل سنت مستفیض ہوا کرتے۔ البتہ موسم سرما میں عصر مغرب کے درمیان مسجد ہی رہتے، تمام حاضرین بھی تکانف کے ساتھ مسجد شریف ہی حاضر خدمت رہتے اور وہیں تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری رہا کرتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے، یہ حضرت کا معمول تھا۔ علاوہ اس کے حضرت پانچوں وقت نماز میں تشریف لاتے، اور ہمیشہ نماز با جماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ اگر کوئی صاحب کسی کام کے لیے شہر سے آتے یا کسی دوسرے شہر سے حضرت کی ملاقات کو تشریف لاتے، اطلاع ہوتے ہی حضرت باہر تشریف لے آتے۔

ایک صاحب جن کا نام حاجی کفایت اللہ صاحب ہے وہ حضرت کے خاص خادم تھے اور حضر، سفر میں برابر سایہ کی طرح ساتھ رہتے۔ ایک سید صاحب مدنی حضرت سے علم جفر سیکھنے کی غرض سے مدینہ شریف سے تشریف لائے تھے، اور بہت عرصہ تک قیام کر کے علم جفر حاصل کیا۔ جب مدنی صاحب کلکتہ جانے لگے تو حضرت سے فرمایا: میرے ساتھ کوئی شخص ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے حاجی کفایت اللہ صاحب کو ہمراہ کیا، اور حاجی صاحب نے مجھ خادم سے کہا کہ میں کلکتہ جاتا ہوں، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور حضرت سے بھی یہی عرض کیا۔ حضرت نے مجھے خدمت کے لیے قبول فرمایا۔ (ق ۲۵،۲۶)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ توسیع مسجد شریف کے لیے غسل خانہ، کنواں، طہارت خانہ مسقّف کرنا تھا۔ چنانچہ مستری علی حسین قادری رضوی مرحوم نے ستونوں کی تعمیر شروع ہی کی تھی کہ ظہر کے وقت حضور نے دیکھ کر فرمایا: بھائی علی حسین! یہ ستون تو کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں، خوبصورت بنائیے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی دخل نہیں دیا۔ البتہ الماریوں کے لیے ضرور کہا تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ کتابیں محفوظ رہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ کبھی حضور کے چلنے میں پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں سہ دری کے اندر کام کر رہے ہیں، اور حضور کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے، اور پورا صحن بیرونی نشست گاہ طے فرما کر خود تقدیم سلام فرمائی، تب خبر دار ہوئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے میں بہ ہمراہی شاہ زادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا خان صاحب مدظلہ الاقدس بعد مغرب وہاں پہونچتا ہوں۔ شاہ زادہ ممدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں، ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور تشریف لانے والے ہیں، تقدیم سلام سرکار ہی فرماتے ہیں۔ اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے قریب جلوہ فرما ہیں۔

انھیں کا بیان ہے کہ حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربہ بکری کا بغیر مرچ کا، اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا، اور وہ بھی روزانہ نہیں،

بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہوتا تھا۔(ق ۲۶، ۲۷)

ایک روز حکیم عبدالسبحان صاحب جو بمبئی سے علم جفر سیکھنے کے لیے آئے تھے۔ اور مقیم آستانہ شریف تھے۔ ایک چھوٹی سی شیشی میں رقیق دوا آنکھوں میں ڈالنے کے واسطے پیش کرتے ہیں۔ حضور نے اس کے اجزا دریافت فرمائے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا: حضور استعمال تو فرمائیں، اور بہت کچھ تعریف کی۔ حضور نے فرمایا: میں بغیر تحقیق اجزا کوئی دوا استعمال نہیں کرتا ہوں۔ حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے یہی کہا کہ اس میں کوئی شی مضر نہیں ہے۔ انشاء اللہ ایک بار کے استعمال سے حضور فائدہ محسوس فرمائیں گے، اسی وقت اجزا بھی بتادوں گا۔ غرض حکیم صاحب کے اطمینانی الفاظ کو باور کرتے ہوئے مکان میں جاکر جس وقت دوا کے قطرات آنکھوں میں ٹپکائے، ناقابل برداشت تکلیف پیدا ہوگئی۔ حضور دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے باہر تشریف لائے، اور بے تابانہ حکیم صاحب سے فرمایا:۔ اب تو اجزا بتادیجئے، مجھے سخت تکلیف ہے۔ حکیم صاحب نے من جملہ دیگر ادویات کے عرق لیمو کا بھی نام لیا۔ جسے سن کر حاضرین چونک پڑے۔ حضور نے فرمایا: آنکھ میں اور نیبو کا عرق؟ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم**۔ پھر فرمایا: حکیم صاحب آنکھ جیسی نازک چیز اور ایسا تیز عرق۔(ق ۲۷)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سہ شنبہ کو ملبوسات شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر پنج شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی ﷺ آکر پڑے، تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔ یا شنبہ کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں، تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے۔ ان دونوں تقریبوں

کے علاوہ سوا یوم معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔حتیٰ کہ جیلانی میاں سلمہ کے ختنہ کی تقریب ایسے روز ہوئی کہ تبدیل لباس کا دن نہ تھا، وہی لباس زیب تن رکھا، تبدیل نہ فرمایا۔اگرچہ بعض اقرباواعزہ ورؤسائے شہر مکلف لباس پہن کر آئے تھے۔مگر حضور اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریک تقریب رہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ امام کو نماز میں سہو سے مطلع کرنے کے لیے اللہ اکبر نہ فرماتے۔مثلاً تیسری رکعت میں قعدہ کرنا چاہتا ہے،تو سبحان اللہ فرمایا کرتے۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔اگر کسی حدیث کی ترجمانی فرمارہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا،تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔

ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے طریق نشست عرض کردوں۔چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا اس لیے گاؤ تکیہ پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے۔اس سے پیشتر کہ یہ مرض نہ تھا، کبھی گاؤ تکیہ استعمال نہ فرمایا۔کتب بینی یا لکھتے وقت پاؤں مبارک سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے، ورنہ سیدھا زانوئے مبارک اکثر اٹھا رہتا،اور دوسرا بچھا رہتا۔اور کبھی بایاں زانو ضرورتاً اٹھاتے،تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے۔ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے انتہا تک ادباً دوزانو رہا کرتے،یوں ہی وعظ فرماتے چار پانچ گھنٹے کامل دوزانو ہی منبر شریف پر رہتے۔

اخیر عمر شریف میں پان چھوڑ دیا تھا۔ورنہ پہلے پان بہت کثرت سے بغیر

زردہ کے استعمال فرماتے۔ مگر بوقت وعظ پان مطلق ملاحظہ نہ فرماتے، بلکہ ایک چھوٹی صراحی شیشہ کی پاس رکھی جاتی، اس سے خشکی رفع فرمانے کے لیے غرارہ کرلیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض عادات کریمہ یہ تھے۔

- بشکل نام اقدس (محمد) ﷺ استراحت فرمانا۔
- ٹھٹھا نہ لگانا۔
- جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبالینا، اور کوئی آواز نہ ہونا۔
- کلی کرتے وقت دست چپ ریش مبارک پر رکھ کر خمیدہ سر ہوکر پانی منہ سے گرانا۔
- قبلہ کی طرف رخ کرکے بھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرنا۔
- نماز پنج گانہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
- فرض نماز باعمامہ پڑھنا۔
- بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرنا۔ یوں ہی لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا۔
- خط بنواتے وقت اپنا کنگھا و شیشہ استعمال فرمانا۔
- مسواک کرنا۔
- سر مبارک میں پھلیل ڈلوانا۔ (ق ۲۷،۲۹)

انھیں کا بیان ہے کہ حضور ے ایک مرید نبن نامی فٹن چلایا کرتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر رہتے تھے۔ انھوں نے نئی گاڑی بنوائی تھی،

اسے قبل ظہر حضور کے پھاٹک پر لاکر کھڑا کیا۔ تھوڑی دیر میں حضور نماز کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے دست بوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے یہ نئی گاڑی بنوائی ہے، اس پر ابھی کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ پہلے حضور اس میں تشریف رکھیں۔ چنانچہ حضور نے کچھ پڑھا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ مسجد شریف پر جو تیس چالیس قدم کے فاصلے پر تھا، اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

نبیرۂ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ نانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمة فرماتے ہیں کہ (سخت گرمیوں میں) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مسجد سے فارغ ہوکر پھاٹک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتار کر بغل میں دبا لیا کرتے تھے اور نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ نگاہیں اکثر نیچی رہا کرتی تھیں، مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فخری بریلوی موجد طلسمی پریس تحریر فرماتے ہیں کہ آج ۱۴؍شوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۴۷ء کو میری عمر دو ماہ کم ۷۴ سال کی ہے۔ میں نے ابتدائی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نقل فتویٰ کی خدمت چند سال ۱۳۱۲ھ تک انجام دی ہے۔ پھر مجھے بیس سال کی عمر میں حکما میرٹھ بھیجا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں وہابیت بہت زیادہ تھی۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا بزرگ تھے۔ اپنا وقت کبھی بے کار صرف نہیں فرماتے

تھے۔ ہمہ وقت تالیف وتصنیف وفتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے زنان خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنج گانہ نماز کے لیے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ یا اتفاقیہ کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت۔ البتہ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھاٹک میں تشریف رکھتے۔ اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ (ق ۳۱،۲۹)

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی، جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے الاسدالاسدالاشد الارشد سے مخاطب فرمایا تھا، اور جناب مولانا احمد اللہ صاحب پشاوری بھی دولت کدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم بھی دن کا کھانا مہمانوں کی وجہ سے باہر ہی ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ صدرالشریعہ حکیم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریک طعام ہیں۔ بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا، اس پر ارشاد فرمایا کہ:

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے قرآن عظیم میں جا بجا بندوں پر منت رکھی، اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی: اَفَرَاَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ؕ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ۔ (واقعہ ۵۶/۷۰) کیا تم نے دیکھا یہ پانی، جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے؟ (بلکہ تو ہی اے رب ہمارے) ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کردیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ (تیرے وجہ کریم کے لیے ہمیشہ حمد ہے اے رب ہمارے)

حضور سرور عالم ﷺ نے کبھی کھانے، پینے، پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب

نہ فرمائی۔مگر ٹھنڈا پانی دو بار طلب فرمایا،ایک بار فرمائش کی:'رات کا باسی لاؤ'۔

میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا،خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں (لگنوں) میں پانی بھر کر رکھ دیتے ہیں۔گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو،اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔اگر خنکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا حلق سے اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شیرینی،وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ایسا شیریں میں نے کہیں نہیں پایا۔تیسری خنکی،یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے ـــــ میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جاں فزا پانی مسجد کریم میں۔لہٰذا کھانے میں پانی نہ پیتا کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیت اعتکاف حاضر ہوتا،اور اس عطیہ سرکاری سے دل و جاں سیراب کرتا۔اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے،پانی کے لیے اعتکاف نہ ہوتا تھا۔بلکہ اس کی منفعت یہ ہے۔(ورنہ) غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔(ق،۲۰۰)

اطاعت والدین: حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی،صوری و معنوی بنایا تھا۔اوصاف و کمالات میں جس کو لے کر دیکھئے مولانا کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا

انتقال ہوا، اپنے حصہ جائداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ ومتصرفہ تھیں۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی، تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔ (ق ۴۲)

تعظیم اکابر : اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق تھے اسی طرح رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علمائے اہل سنت کی عزت وقدر ایسی کرتے کہ باید وشاید۔ خصوصاً حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔ قصیدہ آمال الابرار وآلآم الاشرار میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے۔

اذا حلوا تمصرت الابادی ● اذا راحوا فصار المصر بید

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانہ میں اُترتے ہیں تو اُن کے دم قدم سے وہ پُر رونق شہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

جس زمانہ میں میں محض برکت کے لیے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (عربی اشعار کے زیر وزبر دیے ہوئے ہیں ہر شعر کے نیچے اُس کا ترجمہ کیا ہوا خاص خاص باتیں حاشیہ میں چھپی ہوئی ہیں اس میں پڑھنے کی کیا حاجت؟) جب اس شعر پر پہنچا میں نے کہا یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ

جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق چہل پہل ہو جاتی۔ اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔

اس عزت وتوقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا، اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہوکر پھر اتفاق بھی ہوجاتا تھا۔ حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک باران دونوں حضرات میں مسئلہ عینیت وغیریت صفات باری تعالیٰ پر بحث ہوئی۔ مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے۔ آخر یہ ٹھہری کہ سیتاپور چلیے اور وہاں حضور جدامجد سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب 'آئین احمدی' کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے۔ اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں۔ اُن میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً 'آئین احمدی' کی جلد عقائد سے کتاب زبدۃ العقائد مؤلفہ حضرت احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں، مولانا عبدالقادر صاحب نے نکال کر دکھائی۔ اُسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے۔ اس لیے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔

اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔(٦) لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں۔اس لیے اپنے مرشدان عظام کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیے دیتا ہوں۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں جب بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا:۔ حضرت صاحبزادہ صاحب! انگوٹھی اور چھلے مجھے دیدیجئے۔تو میں نے اُتار کردے دیا، اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔(یہ دونوں طلائی تھے) اور والا نامہ میں مذکور تھا شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔

یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر

(جامع حالات) فقیر رضوی کہتا ہے: اور ساتھ ساتھ اکابر و مشائخ کی تعظیم وتوقیر۔(ق۴۴تا۴۶)

تواضع وانکسار: حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جد امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ایک زمانہ میں میرے والد ماجد صاحب قدس سرہ نہایت اہتمام وانتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔اس میں بارہا

حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا۔ مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے: میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں۔ ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کردینا حکم شریعت ہے، میں ظاہر کردوں گا۔ فقیر قادری غفرلہ عرض کرتا ہے اتنا سن کر حاضرین سے کوئی صاحب حسب حال سوال کر دیتے حضور پرنور اپنی تقریر دلپذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرما دیتے۔

حضرت سید صاحب موصوف قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مزار صاحب البرکات قدس سرہ پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مؤلفہ مولود شریف سرور القلوب فی ذکر المحبوب بھی پڑھا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے۔ تواضع وانکسار کی یہ حد ہے۔ اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم اُن کا اردو میں میلاد کی چند کتابیں، مگر اُن کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کرلیا اور اسی کو زبانی جا بجا پڑھا کرتے ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی

سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لا کر بچھادی۔ ارشاد فرمایا: 'یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے'۔ جتنی دیر تک وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۲۰ رتاریخ سے اعتکاف کیا۔ اعلیٰ حضرت مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں۔ مگر فرصت نہیں ملتی۔ آخر ۲۶ رماہ مبارک کو فرمایا: آج سے میں بھی معتلف ہی ہو جاؤں۔ اعلیٰ حضرت بعد افطار پان نوش فرماتے، شام کو کھانا کھاتے میں نے کسی دن نہیں دیکھا۔ سحر کو صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، وہ نوش فرمایا کرتے۔ ایک دن میں نے دریافت کیا حضور فیرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا: نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے اس لیے یہ چٹنی آتی ہے۔ ایک دن شام کو پان نہیں آئے۔ اور یہ بہت پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے خاموش رہے۔ مگر چونکہ پان کے از حد عادی تھے ناگواری ضرور پیدا ہوئی۔ مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا۔ حضرت نے اُسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا۔ بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے باہر دروازہ پر تشریف لائے، اس وقت رحیم اللہ خاں ملازم اور میں دو شخص مسجد میں تھے۔ فرمایا: آپ صاحبان میرے کام میں مخل نہ ہوں۔ میں گھبرایا اور عرض کی حضور ہم تو خدام ہیں، مخل ہونا کیا معنی؟ بعدہ اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا، اور فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی، جو تمہارے چپت ماری۔ دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا۔ لہٰذا تم میرے سر پر

چپت مارو۔ اور ٹوپی اتار کر اصرار فرما رہے ہیں۔ ہم دونوں بہت مضطرب اور دم بخود پریشان اور وہ بچہ بھی بہت پریشان اور کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور! میں نے معاف کیا۔ فرمایا: تم نابالغ ہو، تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ تم چپت مارو۔ مگر وہ نہ مار سکا۔ بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو۔ مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا۔ حضور میں نے معاف کیا۔ آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اُس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔ (ق ۴۰ تا ۴۲)

مساوات اسلامی : جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی اُن کے یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ اُن کے محلّہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی، جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اُٹھکر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی، مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں

بھائی بھائی ہیں۔ اور اُن صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر اُن صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے، اور فوراً اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا، تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا: میں بھی ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (ق ۴۰)

اصاغر پر شفقت: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قرولان حلوہ سوہن فروخت کیا کرتے تھے۔ ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوہن خرید فرمایا۔ اور یہ واقعہ پیلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے۔ میں اور برادرم قناعت علی شب کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے، تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے، اٹھا لایئے۔ یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے۔ حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے، میں اور ہٹا، اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ میں دالان کے گوشہ میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا: حلوہ سوہن ہے۔ میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کئے ہوئے عرض کیا: حضور! بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا: شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفیٰ (یعنی حضور مفتی اعظم) ویسے تم۔ سب بچوں کو حصہ دیا گیا، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لیے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھکر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا، اور دست بستہ عرض کیا: حضور! میں نے یہ جسارت اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح

لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا۔ بعدہٗ ہم لوگ دست بوسی کر کے مکان چلے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا۔ اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ کہتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے، اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا۔ اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے، جس کی حد نہیں، اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے۔ اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین

جملہ اللہ تعالیٰ کا سمہ ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا، تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے، مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کو پاوی عظیم آبادی ـــــ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف ـــــ مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوانی ـــــ مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری ـــــ مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو علیٰ قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، اسی لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب وحسب وفضل وکمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو ازحد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت وجماعت منظر اسلام کی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا۔ آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات۔ چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی، اور ان لوگوں کی

حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا۔آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: بریانی ،زردہ، فیرنی، کباب، میٹھاٹکڑہ وغیرہ۔ بہاریوں کیلیے پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ غرض ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا تھا۔ وہ کرتا، پائجامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہوگیا، تو اس کو تبرکاً رکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ سہسرام میں مدرس ہوا، اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب مخلص محترم حامی دین متین جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجنے لگا۔ اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نذر کردیا، جو مجھ سے دبلے پتلے تھے۔ اوران کے ٹھیک آ گیا۔اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینا نہ چاہئے تھا۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانہ طالب العلمی کے ہیں۔ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ یہ مولانا ظفرالدین صاحب کی محبت وخلوص ہے، جو انہوں نے مجھے عنایت فرمایا، جو قیمتی ہونے کے علاوہ تبرک ،اور عزیزی مولوی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

۱۳۲۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ میں مدرس اول تھا۔ رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیأت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے، اور میں اُسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا، پٹنہ واپس ہوں گا۔ لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے، اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جایئے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا، اور اسٹیشن جانے کے لیے سواری آ گئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے، اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ امسال عید میں آپ یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لیے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لیے بھی بنواؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں، اس لیے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں۔ میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تأمل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ

ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے ؎

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے ● اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس کی مفصل کیفیت اسی زمانہ میں حاجی عبدالرحمٰن مارواڑی کے نام سے رسالہ 'گنجینہ مناظرہ' میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ کلکتہ کے قیام میں میں نے اس رسالہ مبارکہ کو جس کا نام تسهيل التعديل ہے، صاف کر کے اصل و نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت بصیغہ رجسٹری روانہ کر دیا۔ جس کی رسید بنام حاجی لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی۔

جناب سید محمود علی خاں صاحب کا کسی مریض کے زخم و آپریشن کی مفصل کیفیت بیان فرمانے پر، سید قناعت علی صاحب اپنی قلبی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا اثر نہ ہوا۔ جب اعلیٰ حضرت نے ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنا رومال ڈالا، فوراً ہوش ہو گیا، آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت کے زانوئے مبارک پر سر دیکھ کر جلد اٹھنا چاہا، مگر ضعف کی وجہ سے نہ اُٹھ سکے۔ حضور نے از راہ شفقت فرمایا: لیٹے رہیے لیٹے رہیے۔

یہ شفقت علی الاصاغر کی بہترین مثال ہے۔

جناب مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ نے فرمایا کہ میرے طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا۔ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے، جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور

حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد نقش مجھے عطا فرمایا۔ اور فرمایا کہ سونے کے پتر پر شرف آفتاب میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑا کر پہننا تسخیر واکسیر ہوگی۔ خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے، اس قدر سونے کا بھی سامان ہوگیا۔ رہا شرف آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ اس فن میں کامل ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا۔ اور دریافت کیا کہ امسال شرف آفتاب کب ہے، اور کس وقت سے، اور کب تک رہے گا؟ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے، تو بریلی سے ٹونک شرف آفتاب ختم ہو جانے کے بعد خط ملتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر عقل والا اندازہ کرسکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا۔ اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف وصدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نو بجے سے شروع ہوگا، اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا۔ اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں، اعلیٰ حضرت

کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انہوں نے کس درجہ خیال کیا۔ ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناس آدمی جوابی خط لکھتا تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی، نہ کہ اپنے پاس سے تار دینا۔ اور یہ خیال کرنا کہ وقت گذر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا؟ واقعی بڑوں کی بڑی بات ہے۔ (ق۴۶، ۵۰)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشا کے لیے خلاف معمول حضور کو بہت دیر ہوگئی۔ اکثر لوگ نماز پڑھ پڑھ کر چلے گئے صرف میں (ایوب علی) اور برادرم قناعت علی اور دو چار دیگر حضرات انتظار کرتے رہے،حتیٰ کہ حضور تشریف لے آئے، جماعت قائم ہوئی، حضور نے امامت فرمائی۔ اور بعد سلام ہم سب کی طرف نظر کرم سے دیکھتے ہوئے فرمایا:۔ **جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا لجزاء فی الدنیا والآخرۃ** پھر سب کو شمار کیا، پھر فرمایا: نماز باجماعت کے لیے آپ حضرات کو بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ اور فرمایا: انتظارِ نماز بھی داخل عبادت ہے۔ (ق۷۹/۱)

اخلاق کریمہ

میں نے علمائے کرام و مشائخ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور معززین دنیاداروں کو دیکھا اکثر ایسا ہی پایا کہ اُن کی تعریف کیجئے تو بہت خوش، اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اس درجہ خفا ہوئے کہ اُس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے اول نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا، وہ ذات گرامی صفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف من احب للّٰہ وابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے، تو اللہ ہی کے لیے، مخالفت کرتے، تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو جو کچھ دیتے، تو اللہ ہی کے لیے، اور کسی کو منع کرتے، تو اللہ ہی کے لیے۔ جیسا خود ایک رباعی میں فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن

نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کا صیغہ معمول تھا کہ تصنیف و تالیف، کتب بینی، اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز، با جماعت ادا فرمایا کرتے۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے تشریف لاتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آکر مٹی کے

لوٹے سے، اُتر طرف کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ مسجد کے لوٹے عموماً متوسط درجہ کے ہوا کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت وضو و غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ خاص طور پر خیال کر کے ایک ایک عضو کو تر کیا کرتے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہر جگہ سے سیلان آب ہو جائے۔ اس لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔ اور اگر کثرت مصلیوں کی وجہ سے لوٹے فارغ نہ ہوتے تو ایک لوٹے پانی سے وضو شروع فرماتے، جب تک کوئی لوٹا خالی ہوتا، پھر اس میں پانی لا کر دیا جاتا۔ وضو کے بعد سنت و نوافل قبلیہ مسجد ہی میں پڑھتے۔ وقت جماعت ہو جانے پر فرض نماز باجماعت پڑھنے کے بعد سنت بعدیہ مسجد ہی میں ادا کر کے مکان تشریف لے جایا کرتے۔ سوائے عصر کے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے، اور چاروں طرف کرسیاں رکھدی جاتیں۔ زائرین تشریف لاتے، کرسیوں پر بیٹھتے۔ جب کرسیاں باوجود کثرت تعداد ناکافی ہوتیں، تو چند بنچ و تخت سائبان میں رہتے، وہ صحن مکان میں کھینچ لیے جاتے۔ بقیہ لوگ اس پر بیٹھتے۔ زائرین حاجتیں پیش کرتے، اُن کی حاجتیں پوری کی جاتیں۔ حقہ پان سے ہر ایک کی تواضع کی جاتی۔ پان کا طریقہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ہم لوگوں کے پوربی طریقہ کے بالکل خلاف تھا۔ یہاں کھلی لگانے کا دستور ہے، اور وہاں پان پر نصف میں چونا اور دوسرے نصف میں کتھا لگاتے ہیں اور پھر اُسے موڑ دیتے ہیں کہ چونا اور کتھا علیحدہ علیحدہ رہتا ہے۔ چھالیا الگ ترشی ہوئی رہتی ہے۔ ہر ایک شخص ایک ایک پان اور چھالیا حسب خواہش لے لیا کرتا۔ اعلیٰ حضرت زردہ نہیں استعمال فرماتے تھے، اسی لیے پان کی تھالی میں زردہ نہیں رکھا جاتا۔

حقہ عام طور پر لوگ، بپاس ادب، اعلیٰ حضرت کے سامنے نہیں پیا کرتے تھے۔ البتہ بعض بوڑھے یا سادات کرام، حضرت کے سامنے بھی حقہ نوش کرتے۔ ان کے سامنے حقہ بڑھا دیا جایا کرتا تھا۔

اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا اس خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں۔ حاجی کفایت اللہ صاحب (۷) ساکن محلہ بہاری پور خادم خاص اعلیٰ حضرت نے ایک خوبصورت بکس ٹین کا بنوا کر رنگ کرا آویزاں کر دیا تھا، جس میں ڈاکیہ خطوط، پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس میں برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ کنجی اس کی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب باہر آ کر تشریف رکھتے تو کنجی مجھے عنایت فرماتے۔ بکس کھول کر اس روز کی ڈاک سب لا کر حاضر کر دیتا، اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا۔ اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا، اعلیٰ حضرت خود رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔ تعویذات کے متعلق ہوتا، تو میرے یا حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالہ کیا جاتا۔ استفتا ہوتا، تو حسب مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی ــــــ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری ــــــ راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی ــــــ مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب ــــــ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالہ فرماتے۔ بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا، خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے۔ فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادر اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔ مدرسہ کے متعلق جو خط ہوتا،

حضرت حجۃ الاسلام کے پاس بھجوایا جاتا۔ مطبع کے متعلق خطوط بھی میرے حوالہ کیے جاتے۔ غرض تعویذات واستفتا حسب حصہ رسدی اور مطبع کا سب کام میرے ذمہ تھا۔

ان سب قسموں کے علاوہ بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزندان روحی ومعنوی ہیں، جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ و رسول جل و علا و ﷺ کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا، اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کرلیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا ورسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا، اور تقریراً و تحریراً اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہو سکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جوبات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، از ناب اسے کیا بناتے۔ آخر اسی غم میں مار دم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھاتے، دل ہی دل میں جلتے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ جب غصہ تاب سے باہر ہو جاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے۔ اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنمایاں کیا۔ غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا، کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علاحدہ رکھ دیا۔ اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اُٹھالیا، اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے،

لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اُس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تا کہ دوسروں کے لیے ذریعۂ عبرت ونصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھیے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام جاگیر وعطیات سے مالا مال کر دیجیے، پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام واکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے، تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچایئے۔ کُلُّ امْرِیٔ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ۔ (۸) (ق ۶۶،۷۰)

جناب سید ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کمسن صاحبزادے

نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی۔ میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ مجھے دعوت میں کیا کھلایئے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ کہنے لگے، دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں۔ حضور نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا۔ میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن آئیں گے۔ اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ یہ ہے حدیث شریف **لو دعیت الی کراع لأجبته** کی تعمیل۔ دوسرے دن وقت متعین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا: چلئے۔ انھوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا: ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے۔ آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! ملوک پور میں ہے۔ اور ساتھ ہو لیے۔ جس وقت مکان پر پہنچے، تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے۔ ارے لو مولوی صاحب آگئے۔ اور مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہو کر حضور انتظار فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکاب میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی۔ اور کہنے لگے: لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا:۔

بہت اچھا! کھاتا ہوں۔ ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئے۔ ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ حضور یہ سن کر کبیدہ ہوئے، اور طنزاً فرمایا: ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا۔ اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے۔ حضور نے دریافت فرمایا: آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ حضور! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کر لی تھی۔ اب صرف یہ لڑکا ہے، جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے الحمدللہ کہا، اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھو کر شریک طعام ہو گئے۔ مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی۔ اور اس پر ماش کی دال۔ کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے۔ وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانہ میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔

محلہ بانسمنڈی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔دوسرے دن گاڑی آئی، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: مولانا آپ بھی چلیں۔گرمی کا زمانہ تھا، اور بعد مغرب کا وقت۔مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان صاحب منتظر تھے۔باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔اندر مکان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی، اور اس پر دری تھی۔چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالباً گائے کے گوشت کا تھا۔یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی، نگاہ اوپر اوٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر پڑا۔سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لیے اس سے جو ہو سکا حاضر کیا۔لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔اگر شوربہ دار ہوتا، تو شوربے ہی پر اکتفا فرماتے۔میں اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ **بسم اللہ الذی لا یضرمع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھوا لسمیع العلیم**۔پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھا لے، ہرگز ضرر نہ دے گا۔میں سمجھ گیا کہ میرے شبہہ کا جواب ہے۔میزبان صاحب میرے ملاقاتی تھے۔جب کھانے کے بعد میں ہاتھ دھونے لگا، تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کے دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تاکہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچے، نان نمک جو کچھ ہو سکے حاضر خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دعا فرمائیں، تو گھر کا دلدر دور ہو، اور خوشحالی آئے۔اور

برکات دین ودنیا حاصل ہوں۔

ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانہ میں حسن میاں والے مکان میں تشریف رکھتے تھے ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا۔ خادم ہمراہ گیا، واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔ فرمایا: ذرا ٹھہریے گا۔ یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لیے سینی میں کھانا لیے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، اور مجھ سے فرمایا: کھایئے۔ میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دست مبارک سے لے لیا، اور کھالیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کا لڑکا یعقوب علی عرف جیلانی میاں بیان کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کچھ ہلکی سی صورت یاد ہے۔ ایک واقعہ میں مجرم کی حیثیت سے حضرت کے سامنے، میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ والدہ اپنے ساتھ مجھ کو اور میری خالہ زاد بہن کو جو میری ہم عمر تھیں، لے گئی تھیں۔ اس کو میں بلاّ کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑھایا، اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت لے کر حضرت قبلہ کے پاس گئی کہ دیکھئے حضرت! جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ فرمایا: بلاؤ جیلانی کو۔ وہ سمجھے کہ ان کے پوتے جیلانی میاں نے یہ شرارت کی ہے۔ مگر جب مجھے حاضر کیا گیا، میری بہن نے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے، تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا۔ بھئی! تم نے کیوں مارا؟ میں نے کہا حضرت یہ بلا ہے اس لیے مارا ہے۔ اس پر حضرت نے اپنے ہاتھ سے ہم دونوں کو ایک نوالہ کھلایا

اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ کھا کر بھاگ آئے۔ اللہ اللہ مہمان کی کتنی خاطر داری ملحوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی، اور بکری کا قورمہ تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے، ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں، اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں۔ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا، اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا، لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام

نہ کر سکتا تھا، اس لیے انھیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے، جسے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے **الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلاً** جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔ الحمد اللہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں، اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے۔ مجھے نوعمری میں اکثر آشوب چشم ہو جایا کرتا تھا، اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ رسال کی عمر ہوگی کہ رامپور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی، جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہیں ہوا۔ اسی نماز میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی۔ دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی وہ بھی صاف ہوگئی، مگر درد، کھٹک، سرخی، کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ افسوس اس لیے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ سے حدیث ہے۔ تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کھجلی، کہ اس سے امراض جلد یہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔ آشوب چشم، نابینائی کو دفع کرتا ہے۔ اس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا۔ ایک اور مرض پیش آیا۔

جمادی الاولیٰ ۱۲۰۰ھ میں، بعض اہم تصانیف نے جب ایک مہینہ

باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھتا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا۔ اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا، تو وسط شئی مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شئ کا جتنا حصہ ہوا۔ وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاج چشم میں بہت سر برآوردہ تھا۔ سنڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۹) نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے، علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کہ کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست آ گئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھئے۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے۔ فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے، بیس برس بعد (خدا ناکردہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب ﷺ کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔ کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس بعد کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد، چار برس کہے۔

مجھے محبوب ﷺ کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذاللہ متزلزل ہوتا۔ الحمدللہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گذر چکے ہیں، اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے گا، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے دائم و باقی معجزات ہیں، جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کہ منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے، تو ایک دفتر ہو۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی: اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں، لوگ باری باری میرے لیے جاگتے تھے۔ اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اُسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں۔ غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منھ کھولا، اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دبا لیا۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف و اذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمداللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منھ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔ (ق ۸۸ تا ۹۳)

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے غالباً ۱۲۹۵ھ یا ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں اور حافظ عبد الکریم صاحب قضاوقدر کے مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے مولانا لائق علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں گئے، اور دریافت کیا۔ حضرت ممدوح نے اس کا جواب دیا۔ جس سے اس کے متعلق پھر کچھ سوال کیا، تو وہ برافروختہ ہوئے۔ ہم دونوں اٹھ کر مولانا یعقوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ دوبارہ دریافت کرنے پر وہ بھی خفا ہوگئے۔ تو اعلیٰ حضرت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے، اور وہی سوال کیا۔ اول حضور نے بھی وہی جواب دیا، دوبارہ دریافت کرنے پر اس قدر سمجھایا کہ خوب اطمینان ہوگیا۔ اور انتہا درجہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ہم دونوں حاضر ہوا کرتے تھے اور بے حد فرحت ومسرت حاصل ہوتی تھی، بلکہ جب کبھی راحت میں کسی طرح کا انتشار یا فکر ورنج ہوتا تھا، تو اس کی دفع کی تدبیر وہاں کی حاضری ہی ہوتی تھی۔ حضور کے فیض وبرکت سے وہ فکر ورنج، فرحت وسرور سے بدل جاتے تھے۔ (ق ۱۳۹)

کرم و سخاوت : جناب ذکاء اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعد مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف لاکر سب لوگوں کو رخصت کررہے تھے۔ خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رزائی نہیں ہے؟ خادم خاموش ہوگیا۔ اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھے تھے، خادم کو اُتار کر دے دی، اور فرمایا کہ اوڑھ لیجیے۔ خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی،

اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رزائی اوڑھ لی۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رزائی مجھے عنایت فرمائی، اُس کے دو تین دن کے بعد حضرت کی نئی رزائی تیار ہو کر آ گئی۔ نئی رزائی اوڑھے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب رات کے وقت آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رزائی اُن مسافر صاحب کو عطا فرما دی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے: میرے والد علیل تھے۔ عسرت کی حالت تھی، حضور نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ میں آپ کو نہیں دیتا ہوں، بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لیے دے رہا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالت ترشح ہوا کرتی تھی۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی، اور اپنے ہی پاس رکھ لی کہ جب حضور کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے، تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا، حضور نے فوراً چھتری حاجی صاحب سے دلوا دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب (برادر خورد اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ) نے حضور کے واسطے خاص طور پر ایک فرد تیار کرا کر پیش کی۔ حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال

فردیں تیار کرا کے غربا کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔اس سال کی سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی۔ حضور نے بلا تاخیر اپنی وہ فرد جو حضرت ننھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اُس کو اوڑھا تھا، اُتار کر دے دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ علامہ شیریں زبان واعظ خوش بیان مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرمین طیبین سے واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی

وہ لعل پرضیا تم ہو وہ دُرِّ بے بہا تم ہو

عرب میں جا کے اِن آنکھوں نے دیکھا جسکی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیرالاتقیا تم ہو

جلال و ہیبتِ فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر اک حربۂ تیغ خدا تم ہو

اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرّائیں وہی شیر وفا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

وَفِی اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پراُس کے شہا تم ہو

جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا: مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمت تھا۔ فرمایا) اگر اس عمامہ کو پیش کروں، تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہّ ہے، وہ حاضر کئے دیتا ہوں؛ اور کاشانۂ اقدس سے سرخ کاشانی مخمل کا جبہّ مبارکہ لاکر عطا فرمادیا، جوڈیڑھ سوروپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا ممدوح نے سروقد کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا۔ آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سرپر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی کو جبہ عطا فرمانے پر ایک واقعہ مجھے اپنا بھی یاد آ گیا، جو حضور کے جودوسخا اور اس فقیر پر نظر شفقت ومہربانی کی بین دلیل ہے۔ ۱۳۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچارکھا تھا، اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لیے بریلی شریف بھیجا۔

مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کیے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے، اور وہابیہ کو شکست دیجیے۔ میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لا کر مجھے عنایت فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اُسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبۂ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لیے آئے تھے۔ اُن میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکہ معظمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے، اور اسی بنا پر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ ادھر سے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے، دونوں طرف کے عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں، عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے؟ لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین مرتبہ فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں، کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے۔ والناس می فهمند مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری نے فوراً ٹوکا۔ مولانا! یہ تو فصیح عربی نہیں ہوئی، فصیح عربی والناس می سمجهند ہے۔ کیا ایسی ہی عربی مکہ معظمہ سے سیکھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست قہقہہ پڑا، اور مولوی صاحب

کھسیانے سے ہو گئے۔ اُس کے بعد بقیہ تقریر اُردو میں کی۔ پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اردو ہی میں ہونے لگیں۔ جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سبھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ تقاضے پر تقاضے ہوتے، مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹتا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے۔ آخر ثالث وحکم صاحب نے کہا۔ مولانا! کچھ تو بولیے، تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے۔ آخر مجبوراً اُن لوگوں نے بھی اعلان کیا۔

صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے، ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا، اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے، اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں۔ ورنہ کس دن کے لیے اُٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب ومولوی شاہ ارشاد علی صاحب ومولانا مولوی ظفر الدین صاحب ومولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علما کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیے۔ چنانچہ اُن چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے۔ الحمد لله علی ذلك۔ جب بخیر وخوبی کامیابی کیساتھ ہم لوگ بریلی شریف

واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی، اور اُن لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں، وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام 'یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ' رکھا۔ اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام 'شکست سفاہت' رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (ق ۵۴، ۵۶)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے تَوَکُّلاً عَلَی اللہ مہینے مقرر تھے۔ اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ پچاس روپے روانہ کرنے تھے، اتفاق وقت کہ حضور کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار! میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمہ مقرر کر لیے ہیں۔ اگر کل منی آرڈر پچاس روپیہ کا روانہ ہو جائے گا، تو ڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گا، ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصباح ایک سیٹھ صاحب حاضر آستانہ ہوئے، اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعہ مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کیئے۔ اس وقت حضور پر بہت رقت

طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ ارشاد ہوا: یہ یقیناً سرکاری عطیہ ہے۔ اس لیے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کے لیے فیس منی آرڈر بھی تو چاہئے۔ چنانچہ اُسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا، اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر کر دیا گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں، اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لیے رکھے تھے۔ اگر آپ فرمائیں تو حاضر کر دیئے جائیں۔ حالانکہ آج ڈاک سے ایک منی آرڈر ڈھائی سو روپئے کا آیا تھا، اور وہ سب تقسیم کر دیے گئے۔ پہلے سے آپ آجاتے، تو آپ کو بھی مل جاتا۔ اُن بیچارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی، اور حضور نے وہ ساڑھے تین آنے اُن کے حوالہ کر دیئے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ نہ اس خیال سے کہ عوام مخیّر جانیں، نام و نمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ حقیقۃً یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے، اسی لیے بعض لوگوں کے وسوسہ رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اسے اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہری قدس سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶۔۱۷۔۱۸ ذی الحجۃ الحرام کو کرتے۔ قل شریف کے بعد نذر کی رقم خدام وغیرہ

پر تقسیم ہونا شروع ہو جاتی، اور اسی وجہ سے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب مدظلہ العالی فقیر سے بعجیل مصارف عرس کا حساب تیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ اور خود فقیر بھی جلد تر تعمیل ارشاد کرتا۔ مگر پھر بھی کافی رقم تقسیم ہو جایا کرتی تھی، اور بالآخر دست گرداں رقوم کے مطالبات خود اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی موقع پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدار نصاب ان کے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے گیا۔ ع:

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے (ق۔۵۰۔۵۴)

۱۳۳۴ھ کے سردی کا موسم ہے، میں ایک دن مرادپور چھینٹ دیکھنے کے لیے گیا۔ ایک دکان پر سبز زمین پر بہترین چھینٹ نظر پڑی، اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تھان دیکھا، جو بیر بیدار چھینٹ تھی، ان دونوں تھانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اس کپڑے کی دولائی بنوائی جائے، اور یہ بیل اُس میں لگائی جائے تو بہت بہتر دولائی ہو۔ چند احباب ساتھ تھے، انہوں نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ واقعی یہ دولائی بہت ہی نفیس اور بہتر ہوگی، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ بہتر ہی شخص کے لیے بنے، اور میں نے ارادہ مصمم کر لیا کہ تیار کرا کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بصیغہ رجسٹری پارسل روانہ کردوں گا۔ احباب نے کہا کہ استر کے لیے یک رنگا ہی خرید لیجیے۔ میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے لیے

صندلی رنگ کا استر مناسب ہے۔ چنانچہ گفش ململ لے کر مراد پور ہی میں صندلی رنگنے کو دے دیا۔

الغرض جیسا میں چاہتا تھا بہتر سے بہتر وہ دلائی سل کر تیار ہوئی۔ میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دی اور اُس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھ دیا۔ ع

سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف ماموں میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا، اس وقت میں بھی حاضر خدمت تھا۔ سیل و مہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی۔ اعلیٰ حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور جتنے لوگ اس وقت کا شانہ اقدس میں موجود تھے، سب نے بہت پسند کیا، اور بہت تعریف کی۔ اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابل تعریف تھی۔ اعلیٰ حضرت نے سب کے اصرار سے اُسے اوڑھا، اور مسہری پر تشریف فرما ہوئے کہ میری زبان سے بے اختیاری میں یہ فقرہ نکلا۔ واقعی بہت عمدہ دولائی ہے، جوانوں کے لائق ہے۔ یہ سنتے ہی اعلیٰ حضرت نے وہ دولائی مجھے عطا فرما دی کہ تم اسے اوڑھو، حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے باصرار مجھے عنایت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے جود و سخا کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ (ق ۵۸،۵۹)

قناعت و توکل: مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں

صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے، اسلیے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سو یا دوسو (صحیح مقدار یاد نہیں) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی، جسے مولانا صاحب نے وصول کر لیا اور رسید بھی آ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت کا منی آرڈر آیا۔ جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنے ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے، اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی، اور میں اپنی ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے، وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں، تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرۂ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد بریلی جانا ہوا، اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:-

> "مکہ معظمہ سے ایک صاحب کا والا نامہ آیا کہ میری دو لڑکیوں کی شادی ہے، اس کے لیے آپ امداد کیجئے۔ میں نے خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کے لیے ایک ہزار کی رقم کافی ہوگی۔ اسی مقصد کے لیے شجرۂ زر کا عمل کیا۔ عمل کا چالیسواں دن تھا کہ میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ حامد رضا آئے، اور ایک بندھا ہوا رومال دیا، اور کہا کہ ایک صاحب

ملنے کی خاطر آئے تھے۔ میں نے کہا، اس وقت بالا خانہ پر معمول میں مشغول ہیں۔ دوسرے وقت تشریف لائیے گا۔ وہ صاحب یہ رومال دے کر چلے گئے۔ میں نے جب وہ رومال کھولا اس میں ایک ہزار سے زیادہ رقم تھی۔ خیال کیا کہ زیادہ کیوں ہے؟ معاً ذہن میں آیا کہ مکہ معظمہ تک پہنچنے کے مصارف ہیں۔ میں نے فوراً اس عمل کو ہٹا دیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔ (ق ۲۲،د ۵۸)

اتباعِ شرع و تقویٰ

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی خیرآباد گئے۔ مولانا عبد القادر صاحب نے مولوی عبد الحق صاحب خیرآبادی سے ملنے کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کہہ کر ہمراہ جانے سے عذر کیا کہ مولوی عبد الحق صاحب خیرآبادی کے متعلق مسموع ہوا کہ وہ فقہائے کرام، علمائے اعلام کے خلافِ شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں۔ مجھ سے اس کی برداشت نہ ہوگی اور مجلس میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں، اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش صاحب خیرآباد میں فقیہ تھے اور حضرت چھوٹے مخدوم صاحب حضرت مخدوم الہ دیا خیرآبادی قدس سرہ کی اولادِ امجاد میں تھے۔

انہیں کا بیان ہے کہ سیتاپور میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں لفظ حسین اور زاھد بھی ہے۔ مولانا نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا: حسین صیغہ تصغیر ہے اور زاھد اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانے میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہم چاری صاحب آئے

ہوئے ہیں، اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد بدایوں میں وعظ فرمائیں گے۔ ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا، میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں چل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی سنیں گے۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور میں جامع مسجد جانے لگے، تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مولانا بدایونی صاحب سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کرلیں، اس لیے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قراءت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان وقصور مسموع ہوا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضۂ فجر ادا کرنے کے لیے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی۔ نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانۂ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے۔ اس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں۔ مگر قربان اس ذات کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا، تو سیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، اور اسی پر بس نہیں، ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی۔ یہاں تک کہ محراب میں مصلے پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے بینی پاک کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔ چنانچہ عمامہ مبارکہ کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہوتے، عمامہ مقدسہ کی بندش اس طور پر ہوتی

کہ بائیں دست مبارک میں گردش اور داہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

ایک روز جناب سید محمود جان صاحب نوری مرحوم ومغفور نے حضور کے عمامہ باندھنے پر عرض کیا کہ حضور عمامہ باندھنے میں الٹا ہاتھ کام کرتا ہے۔فرمایا: اگر سیدھا ہاتھ ہٹالیا جائے ،تو الٹے ہاتھ سے باندھ تو لیجئے۔ اصل بندش تو سیدھے ہی ہاتھ سے ہوتی ہے۔

اگر کسی کو کوئی شی دینا ہوتی، اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا۔فوراً اپنا دست مبارک روک لیتے اور فرماتے، سیدھے ہاتھ میں لیجئے ،الٹے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

اعداد بسم اللہ شریف '۷۸۶' عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں،تو ابتدا '۷' سے کرتے ہیں۔ پھر '۸' لکھتے ہیں، اس کے بعد '۶' ۔مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے '۶' تحریر فرماتے ، پھر '۸' تب '۷'۔

یونہی نقش کے خطوط سیدھی ہی جانب سے کشش فرماتے، اورتہ فرمانے میں بھی اس کا لحاظ تھا کہ نقش کے سیدھے رخ کی طرف یعنی جس طرف ۷۸۶ ہے ادھر سے نیچے کی طرف تہ کرتے ہوئے لاتے ،پھر سیدھی جانب سے فلیتے تعویذی صورت میں کر دیتے۔

یہاں ایک ضروری ارشاد عرض کروں ،وہ یہ کہ ہر وہ تعویذ جس پر موم جامہ کرنا ہو پہلے اس پر خوشبو لگالی جائے یا لوبان کی دھونی دی جائے ، اس کے بعد سادہ کاغذ لپیٹ کر (کاغذ رول دار نہ ہو) پاک کپڑے کی تہ دے کر

موم جامہ کیا جائے۔ یہ احتیاط اس لیے ہے کہ موم جامہ سیاہی کو جلد چاٹ لیتا ہے۔تو جب نقش ہی نہ رہا، ظاہر ہے کہ اثر کیا ہوگا؟ مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔اس لیے حضور اس موقع پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصہ پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے، پھر الٹے میں۔ بیت الادب میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا فرما کر جاتے۔شاید اس میں دو مصلحت مضمر تھیں۔ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے، دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا۔ بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے۔اس لیے احتیاط ملحوظ رکھتے۔والحمد للہ۔ (ق۱۷۶،۱۷۸)

انہیں کا بیان ہے کہ نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے، فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے۔ اور اسی پر بس نہیں، بلکہ جس درجہ میں ورود مسعود ہوتا، تقدیم سلام ہوتی جاتی۔ اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر درجہ میں وسط در سے داخل ہوا کرتے، اگرچہ آس پاس کے درون سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو۔ نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً وجنوباً پڑھا کرتے۔ مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی (۱۰) ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ، اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہورہی تھی۔ حضور کو نماز عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود، مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف،

گدے کی چارتہ کر کے اس پر وضو کیا، اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی، اور اس پر بادو باراں کا طوفان، یونہی جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ حضور نے نیچی نظر کرلی۔ انہوں نے کچھ عرض کیا۔ حضور نے بغیر نظر اٹھائے، جواب دیا۔ چونکہ ہم خدام حضور سے سنے ہوئے تھے کہ ناف سے زانو تک مرد کا جسم عورت ہے، اور اس کا چھپانا واجب ہے، اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے، فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیئے۔ اس کے بعد حضور نے نظر ملا کر کلام فرمایا۔

نبیرۂ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کررہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمال غیرت علیٰ احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا کوئی ہوتا، تو بگڑ جاتا، لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال بے نفسی وحق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت بریلی تشریف لے جانے لگے،

تو شاہ جی میاں صاحب ﷫ اسٹیشن تک پہونچانے گئے، اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا کہ مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔ یہ تھے ان حضرات کے مابین وَنَزَعْنَامَا فِی صُدُوْرِھِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ○ کے جلوے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وللہ الحمد

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے جماعت کا وقت تھا مسجد کے کنوے پر ایک بہشتی کا لڑکا پانی بھر رہا تھا جلدی کی وجہ سے اسی لڑکے سے پانی طلب فرمایا، اس نے کہا کہ مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور نہیں دیا مولانا کو غصہ اور فرمایا کہ ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں اس نے کہا کہ مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نابالغ ہوں مولانا کو اور غصہ آیا جماعت ہو رہی تھی اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے فرمایا: آخر تو جہاں جہاں پانی دیتا ہے ان کا وضو کیسے جائز ہو جاتا ہے اس نے کہا وہ لوگ تو مجھ سے مول لیتے ہیں۔ اور غصہ آیا مگر اس نے نہیں دیا آخر کار خود بھرا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے تو غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ بہشتی کا لڑکا از روئے فقہ صحیح کہتا تھا۔ دیدار علی! تم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباع شریعت کا فیض ہے یہ خیال آ کر بہت شرم آئی اور پھر ادب و عقیدت سے اعلیٰ حضرت سے ملے اور پھر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ﷫ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (ق ۱۷۹، ۱۸۱)

احتیاط فی الدین : جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات صلاۃ خمسہ فقیر استخراج کرتا ہے، اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کاشانہ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے۔ جو دس پندرہ منٹ میں واپس آجاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم کہ اس کے اخیر میں لفظ (خیر) تحریر فرمایا تھا۔ اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (×) بنادیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہوگیا۔ جو سکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا۔ اگرچہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا، مگر غلطی تو تھی، اس لیے بجائے صحیح کے لفظ (خیر) ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک و متبرک و بے مثل محتاط، صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر منیر اور تقریر دل پذیر کا کوئی جملہ، کوئی لفظ، کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے، نقشہ اوقات صلاۃ خمسہ ماہ مبارک کا تیار ہو چکا ہے۔ حضور نماز عصر اپنی جیبی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا، اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم یا بیش کر کے میرے اور برادرم قناعت علی کے حوالے فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ شہر سے باہر بلند مقام پر پہونچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو، اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے؟ حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے۔ یہ منظر دیکھنے کے لیے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خان صاحب اور نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تار گھر سے ملی ہوئی اور تھی۔ نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب

ہم چاروں شخص کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا باریک کنارہ جھلک دے رہا ہے، تو وقت میں بھی سکنڈ باقی ہیں، یہاں تک کہ ادھر وقت پورا ہوا، اور اُدھر آفتاب نظروں سے اوجھل تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا۔ اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا، حضور کے روبرو صحیح ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں یہ وقت تھا۔ حضور نے تبسم فرمایا، اور فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نقشہ کے مطابق غروب ہوا۔

انہیں کا بیان ہے کہ برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے۔ جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔ اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی چلانے کا حکم تھا۔ اس زمانے میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بدبو نکلتی تھی۔ لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی، کہ ایک لالٹین میں معمولی چار شیشہ لگوا کر کپی میں انڈی کا تیل ڈالا، اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی۔ ارشاد فرمایا: حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! اس میں انڈی کا تیل ہے۔ فرمایا: راہ گیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں انڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا

بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ، اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں۔ ہاں! اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں رانڈی کا تیل ہے، اس لالٹین میں انڈی کا تیل ہے، تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اگر چہ اس لالٹین میں شرعاً مضائقہ نہ تھا، مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا کہ: **اتقوا مواضع التُّھم** بچو اعتراض کے مواقع سے۔ یعنی اگر چہ وہ بات درست ہو مگر لوگوں کو خواہ مخواہ طعن و تشنیع کا موقع اس سے ملتا ہو، اس سے احتیاط کرو۔ نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عامہ مخلصین و معتقدین اس لالٹین کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہوا سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہی ہوگا۔ یہ ہے نشان امامت اہل سنت و غلامی سرکار رسالت کا جلوہ۔

وللہ الحمد

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دُکھنے آگئی تھیں۔ اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا، اور فرمایا: سید صاحب! دیکھیے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے؟ ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا خیال فرماتے کہ

عام لوگ نہیں، بلکہ اکثر علما اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ایک سال میں بیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں معتکف ہوا۔چھبیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت نے بھی اعتکاف فرمایا۔ایک دن قبل اعتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا۔تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا: آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔انہوں نے کہا کہ حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں، اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔انہوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجئے، وہ پڑھ رہے ہیں۔میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا، سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ارشاد فرمایا کہ قعدۂ اخیرہ میں سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا۔صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی۔یہ بزرگ پیر عبدالحمید صاحب بغدادی ہیں۔بڑودہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔بعدہٗ معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے؟ تب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گیا۔اعجاز قرآنی کے سلسلے میں فرمایا:

میں ایک مرتبہ ایران گیا، وہاں آتش پرستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا ہے، اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ کے لیے، لوگوں نے میرا نام لے دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ جسے پوجتے ہیں، اسی سے پوچھ لو۔ یعنی آتشکدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے؟ لوگوں نے اسے محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ، وقت معین کر کے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا، چلیے۔ اب گھبرایا اور رُکا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکا، تو محض دھمکی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے تنہا اس آتش کدہ میں چلا گیا اور پورے بیس منٹ آگ میں کھڑا رہا۔ بعدہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کہ بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ میں نے اپنے ضعف ایمانی کی وجہ سے ان سے مکرر پوچھا کہ آپ کیسے آتش کدہ میں چلے گئے؟ فرمایا: قرآن مجید لے کر، یہ سمجھ کر چلا گیا۔ جب ہم کو قرآن نارِ جہنم سے بچائے گا، تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا؟ اس واقعہ سے حضرات ناظرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوتِ ایمانی کا اندازہ لگائیں۔ ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سنا۔ دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی اور فرمایا: آج پوری رات روتے گذری۔ یہی کہتا رہا کہ خداوندا! تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں، جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (ق ۱۸۱، ۱۸۴)

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی۔ اور باوجودیکہ بے حد حارمزاج تھے۔ مگر کیسی ہی

گرمی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگر کھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت جس قدر احتیاط سے نماز پڑھتے تھے، آج کل یہ بات نظر نہیں آتی۔ ہمیشہ میری دو رکعت ان کی ایک رکعت میں ہوتی تھی اور دوسرے لوگ میری چار رکعت میں کم سے کم چھ رکعت بلکہ آٹھ رکعت۔

ہر شخص حتیٰ کہ چھوٹی عمر والے سے بھی نہایت ہی خلق کے ساتھ ملتے، آپ اور جناب سے مخاطب فرماتے۔ اور حسب حیثیت اس کی توقیر و تعظیم فرماتے۔ (ق ۳۰، ۳۲)

صلابت مذہبی و حق گوئی : حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا۔ یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیر ہوگیا، اور جناب مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا: آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا، اور مولانا عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا کہ مولانا! ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجیے۔ جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان پر بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا:

'مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ انہیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں وعظوں میں جانا چھوڑ دیا' اور حضرت شاہ علی حسین صاحب پھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے عرس حضرت صاحب البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا کو طلب کرلیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرماتے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متمول رنڈی کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضہ شریف کی سیڑیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی، سازندوں نے ساز لگائے تھے۔ تو مولانا کی نظر پڑ گئی اور بے اختیار ہوکر حجرہ سے باہر تشریف لاکران سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگاہ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں، فوراً یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کردیا۔

جناب حاجی کفایت اللہ صاحب جناب حاجی خدا بخش صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے پڑھی۔ جب حضرت نماز پڑھ چکے، تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا۔ وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی۔ انہوں نے خواہش کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت تمہاری داڑھی حد شرع کے

مطابق ہوجائے گی، اس وقت میں وظیفہ وغیرہ بتادوں گا۔ وہ صاحب اس کے متعلق ایک بزرگ کا سفارشی خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتادیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: جب تک تم داڑھی حدشرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے، اس وقت تک تم کسی کی سفارش لاؤ، تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب داڑھی تمہاری حدشرع کے مطابق ہوجائے گی، میں خود ہی بتادوں گا، اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔

رسالہ مبارکہ 'دربار حق وہدایت' میں حضرت مولانا ابو المساکین شاہ ضیاء الدین صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی مدیر تحفہ حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس علمائے اہل سنت وجماعت پٹنہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۷رجب المرجب لغایۃ ۱۳رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ شرکت فرماتے ہیں۔ جلسہ مذکورہ کے اخیر روز ایک شاعر آزاد، نیچری وضع، داڑھی صفانے، جن کے ساتھ اسی وضع کے آٹھ دس حضرات اور بھی تھے، خدمت اقدس حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضر ہوکر اپنا ایک فارسی ترکیب بند، تین بند کا مدح جلسہ مبہمہ (جس سے کچھ بھی واضح نہ ہوتا تھا کہ کس جلسہ کی تعریف ہے) اس اظہار کے ساتھ کہ میں نے اس مجلس مبارک علمائے اہل سنت وجماعت کی مدح میں لکھا ہے، اس جلسہ میں پڑھ کر فخر حاصل کرنے کی اجازت مانگتا ہوں، پیش کیا۔ حضرت والا نے فرمایا: مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس لے جایئے، انہیں سنا بھی لیجیے۔ اگر وہ بعض الفاظ کی تبدیلی کو کہیں بدل دیجیے، اور انہیں سے اجازت لیجیے۔ آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آئے،

اپنی نظم دکھائی۔ حضور نے بعض الفاظ مخالف شرع میں اصلاح دی۔ آزاد صاحب نے قبول کی۔ حضور نے ان کی وضع قطع وترکیب سے سراپا نیچری اور داڑھی منڈی دیکھ کر فرمایا: آپ مولوی سید اعظم شاہ صاحب کو اجازت دیجئے کہ وہ آپ کی طرف سے جلسہ میں پڑھ دیں۔ کہا میں ایرانی لہجہ میں پڑھوں گا۔ شاید مولوی صاحب نہ پڑھ سکیں۔ مولوی اعظم شاہ صاحب نے فرمایا: عربی، مصری، ایرانی جیسا لہجہ کہیے، میں پڑھ دوں۔ پھر ایک بند ایرانی لہجہ میں پڑھ کر سنایا۔ آزاد صاحب نے پسند کیا، اور بظاہر راضی ہوئے کہ یہی پڑھ دیں۔ مولانا مولوی سید عبد الصمد صاحب سہسوانی کا وعظ ہو رہا تھا، اس کے ختم کا انتظار ہے کہ حافظ عبد المجید صاحب رئیس موضع اندھوس تشریف لائے، اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا۔ کچھ ضروری عرض ہے، دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیے۔ ارشاد فرمایا: جلسہ وعظ سے اٹھ کر جانا کیا مناسب ہے؟ اگر کوئی ایسی ہی شدید ضرورت ہو تو خیر! ورنہ ختم وعظ کا انتظار کیجیے۔ کہا: اس وقت کی ضرورت ہے۔ حضور اٹھے، اور ایک خالی کمرہ میں، جہاں صرف مولوی سید شاہ بشیر صاحب الہ آبادی تشریف رکھتے تھے، جاکر بایں الفاظ تمہید شروع کی کہ یہ آٹھ دس نیچری جو اس داڑھی منڈے کے ساتھ آئے ہیں، سب ندوی تھے۔ اس داڑھی منڈے نے انہیں ہدایت کرکے ندوہ سے بیزار کیا، اور جلسہ اہل سنت کا طرف دار بنایا ہے۔ حضور نے فرمایا: اگر ایسا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے۔ اس وقت مقصود کیا ہے؟ کہا۔ اس کی نظم جلسہ میں دوسرا پڑھے، اس میں اس کی سخت دل شکنی ہے۔ اجازت دیجئے کہ یہی پڑھے، اور اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ یہ پورا سنی ہے۔ یہاں تک کہ ندوہ کا بھی مخالف ہے۔

آپ اس کی نیچری وضع پر نہ جائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا، اور مولوی سید شاہ بشیر صاحب سے بھی حافظ صاحب نے سفارش چاہی تو حضور نے فرمایا: بہت اچھا یہی پڑھیں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ کھڑے ہوکر برسر جلسہ اعلانیہ فرمائیں۔ صاحبو! میں سنی صحیح العقیدہ ہوں۔ نیچریوں، وہابیوں، رافضیوں، غیر مقلدوں، سب گمراہوں سے جدا ہوں۔ اس وضع کو بھی خلاف شرع شریف جانتا ہوں۔ میں نے اپنے علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں کچھ نظم عرض کی ہے، اسے سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد پڑھ دیں، ہمارا حرج نہیں۔ حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہوگئے۔ وہاں سے جاکر یہ شرط آزاد صاحب سے بیان کی۔ یہ انہیں منظور نہ ہوئی۔ حافظ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ مجھ سے حلف اٹھوالیں کہ یہ داڑھی منڈا سنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب وہ برسر جلسہ اعلان کردیں گے، آپ کے حلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کہنے لگے کہ آپ اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اس نے اتنے لوگوں کو ندوہ کا مخالف بنادیا ہے۔ اس پر حضور نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ قُلْ لَا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰاکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت فرمائی اگر تم سچے ہو۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ اعلان کردیجئے کہ میں سنی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا سنی ہونا یہاں سے حرمین محترمین زادھما اللہ شرفا وتکریما تک آفتاب سے زیادہ روشن ہے، میری تصنیفات تمام ہندوستان میں شائع ہیں، جو میری سنیت پہ شاہد عدل ہیں۔ اور بیان کو کہیے تو رات چار گھنٹے تک فقیر نے یہی بیان کیا کہ میں سنی ہوں،

اور بحمد اللہ نیچریہ، وہابیہ، رافضیہ، وغیر مقلدین، وندویہ وغیرہم سب بدمذہبوں سے بیزار ہوں۔ اور جب تک زندہ رہوں گا، بعونہ تعالیٰ تقریراً تحریراً یہی بیان واعلان کرتا رہوں گا۔ فقیر پر بحمد اللہ کسی تہمت واحتمال کا وہم نہیں، جس سے تبریہ کی حاجت ہو۔ حافظ صاحب ساکت ہوکر گئے۔ مگر آزاد صاحب بہت گرم ہوتے ہوئے تشریف لائے کہ مجھ پر وجہ احتمال وتہمت کیا ہے؟ مولوی سید اعظم شاہ صاحب نے آزاد صاحب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ ہے! کہا ترک داڑھی منڈاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس سے جواز کیوں کر ثابت ہوا؟ یہ جلسہ ندویہ کی سنگت نہیں، جس میں سب کی کھپت ہے۔ یہاں آکر اگر اپنی نظم سنانا چاہتے ہیں، تو پہلے وہ اعلان کرنا ضرور ہوگا، ورنہ اجازت نہ ہوگی۔ آزاد صاحب وحافظ صاحب وجملہ نیاچرہ خفا ہوکر چلے گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ یہ پورے آزادی پسند اور ندوہ کے خادم اور پابند ہیں۔ اسی جلسہ ندوہ میں ان کی اردو نظم مدح ندوہ میں چھپ چکی ہے۔ جو انہوں نے ندوہ کے جلسہ میں پڑھی۔ اس مہمل ومبہم ترکیب بند کے سنا دینے میں یہ حکمت تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہوگی کہ مجلس علمائے اہل سنت میں بھی ایسے حضرات لکچراری کرتے ہیں، مگر اہل سنت کا حافظ وناصر اللہ عزوجل ہے، وللہ الحمد

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کی سب سے چھوٹی صاحب زادی مرحومہ کی شادی عنقریب ہونے والی تھی کہ بمبئی سے تار آیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی حج کے ارادہ سے آئے ہوئے ہیں، اور مسافر خانہ میں مقیم ہیں۔ حضور نے فوراً تار کا جواب تار پر دیا کہ تحقیقی تار آنے پر

میری آمد کا تار ملنے پر، جہاز کا ٹکٹ خرید لیا جائے، اور تیاری شروع کر دی۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو اکثر بندگان خدا جنہیں مقدور تھا اور پہلے سے منتظر تھے، آمادہ ہو گئے۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ نے بھی اپنے جذبۂ شوق میں عرض کر ہی دیا کہ حضور نے میرے لیے جو سامان مہیا فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلیے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمالیا۔ میں اور برادرم قناعت علی بھی عرصہ مدید سے حسب گنجائش پس انداز کر رہے تھے، اور جس کا ایک موقع پر حضور کو علم ہو گیا تھا، اس لیے حضور نے ایک روز ہم دونوں سے دریافت فرمایا۔ ہم لوگوں نے مقدار جدا جدا عرض کی اور وہ اس قدر تھی کہ مجموعی رقم ایک شخص کے لیے کفایت کرتی۔ حضور یہ معلوم کر کے خاموش مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ خطوط لکھ کر فرمایا: انہیں پڑھ کر ڈاک میں ڈال دو' اور اندر تشریف لے گئے۔ ان خطوط میں تحریر فرمایا تھا کہ میرا ارادہ حرمین طیبین حاضری کا ہے، میرے ساتھ چند بندگان خدا جانا چاہتے ہیں، اگر آپ کے امکان میں حج بدل کا انتظام ہو سکے تو ذریعہ تار مطلع کیجیے، اور میرے تار کے جواب میں تار پر روپیہ روانہ کیجیے۔ چنانچہ ان خطوط کا جواب فوراً تار پر آیا' روپیہ کا انتظام ہے صرف حضور کے تار کا انتظار ہے' یہ تار ملنے پر حضور نے ہم دونوں سے وعدہ فرمالیا۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت مکرمی جناب حکیم علی احمد خاں صاحب نے جو حضور کے بھانجے تھے اور جن کے سپرد تعویذات کا کام تھا، مجھے اور قناعت علی کو اپنی ڈیوڑھی میں بلا کر اندر سے ایک عرضی لا کر دکھائی، جو انہوں نے حضور کی خدمت میں بایں مضمون پیش کی تھی کہ حضور! مجھے اپنے ہم رکاب لے چلیے،

اور حج بدل کی کوشش فرما دیجیے۔اس پر حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے دو بندگان خدا سے وعدہ کرلیا ہے، پہلے وہ مستحق ہیں۔اس کے بعد اگر کہیں سے اور آ گیا تو آپ کو بھی ساتھ لے لوں گا۔حکیم صاحب کا مقصود اس درخواست کے دکھانے سے یہ تھا کہ ہم لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ وہ دو شخص کون ہیں، جن سے حضور نے وعدہ فرمالیا ہے؟ ہم دونوں نے عرض کیا کہ وہ دونوں شخص ہم دونوں ہیں۔مختصر یہ کہ اب بمبئی سے تھانوی کی نقل وحرکت پر تار یکے بعد دیگرے آنے لگے۔اب مسافر خانہ سے سامان بندرگاہ جا رہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان روانہ ہو گئے، اب جہاز پر سامان بار ہو رہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان جہاز پر سوار ہونے لیے جا رہے ہیں، اس کے بعد آخری تار آیا کہ تھانوی اپنے بعض عزیزوں کو روانہ کرنے کے لیے آئے تھے، خود نہیں گئے۔لہٰذا حضور نے بھی ارادہ ملتوی فرما دیا۔

یہاں ناظرین کرام پر اتنا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے اس سفر مبارک کو تھانوی کی روانگی پر کیوں منحصر کیا تھا؟ وجہ یہ تھی کہ وہابیہ کی عیاریاں، مکاریاں، کیا دیاں اس دیار پاک میں کوئی نیا فتنہ نہ پیدا کریں کہ اس گندے بروزے کے اثرات ہندوستان کی فضا کو خراب کریں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضرت ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدر آباد دکن سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آ رہا ہے۔تالیف قلوب کے لیے اس سے بات چیت کر لیجئے۔کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل

اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطبہ نہ فرمانے سے اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لیے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا:۔ میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا: ''امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷛ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں۔ راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کاشانۂ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو کھانے لانے کے لیے حکم فرماتے ہیں، خادم کھانا لاتا ہے، اور دستر خوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بد مذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔ خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔ خود حضور سید عالم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا: **اخرج یا فلاں انک منافق** اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ بدایونی مقدمہ کی فتح یابی پر مبارک بادیوں کا سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ سرکار مارہرہ کے عرس سراپا قدس کا زمانہ آ گیا۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشیں دامت فیوضہ، اعلیٰ حضرت قبلہ کو عرس شریف میں شرکت کرنے کے لیے مدعو فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اہالیان بدایوں میں اکثریت آپ کے موافقین کی ہے۔ انہوں نے یہ طے کیا ہے

کہ جس روز اعلیٰ حضرت بدایوں اسٹیشن سے گذریں گے، اس روز شہر کے کسی باغ میں پھول باقی نہ رکھیں گے ۔اس قدر کثرت سے گل ریزی کرنے کا انتظام ہورہا ہے، اور لوگ نہایت ہی مشتاق ہیں ۔اس پر حضور نے فرمایا. میں خود ہی ارادہ کررہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے، ضرور حاضری کا قصد رکھتا ہوں ۔غرض یہ خبر مشتہر ہوتے مخلصین نے ہمراہ چلنے کے واسطے اپنے یہاں کی تواریخ تقریبات ہٹادیں۔عوام وخواص جس کو دیکھئے مارہرہ شریف چلنے کا سامان کررہا ہے۔لہٰذا اس کثرت کو دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا: بہتر ہوگا، اگر اسپیشل کا انتظام کرلیا جائے۔

حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے ادھر تو اعلیٰ حضرت قبلہ کو دعوت شرکت عرس کی دی، اور ادھر نواب حامد علی خان والی ریاست رامپور کو بھی (۱۱) عرس شریف کی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ بھی امسال عرس شریف کے موقع پر تشریف لائیں گے ۔چونکہ نواب رام پور برسوں سے حضور کے علم جفر کا کمال دیکھ کر زیارت کا مشتاق اور کوشاں تھا، اس موقع کو غنیمت جان کر دعوت منظور کرلیتا ہے۔اور اظہار نیاز مندی وخوش اعتقادی کے لیے بہت کچھ سازوسامان ریاست سے مارہرہ شریف پہونچ جاتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے بستی تک سڑک کے دونوں جانب روشنی کے لیے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگادیے گئے، اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کے لیے ریاست کی موٹر اور ہاتھی، جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں، گشت لگا رہے تھے۔جب ریاست کی طرف سے سازوسامان

مارہرہ شریف پہونچ گیا، اور والی ریاست نے یہ طے کردیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے، میں بھی اسپشل سے روانہ ہوجاؤں گا۔ اس وقت حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ نے مزید رجسٹری کرنے کے لیے ایک خط حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجا کہ:۔

میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرہ آنے کے بارے میں کسی سے کہا ہے کہ میں تو پیشاب پھرنے کو بھی وہاں نہ جاؤں گا۔

جس وقت یہ خط یہاں آیا، حضور فوراً باہر تشریف لے آئے، چہرہ سے اثر جلال نمایاں تھا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جس لیے میاں نے یہ خط بھیجا ہے۔ لکھتے ہیں کہ 'میں نے کسی سے کہا ہے کہ میں پیشاب پھرنے کو بھی مارہرہ نہیں جاؤں گا' یہ فقرہ محض اسی لیے دماغ سے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے جواب میں یہ لکھ دوں کہ آپ کو یہ کسی نے غلط باور کرایا ہے میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے رجسٹری کرانا مقصود ہے تاکہ نواب کو دکھانے کے لیے ہوجائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چہار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں، اسے کیا خبر ہوگی؟ میں جانتا ہوں، کہ میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپشل روانہ ہوجائے گا، جو بالکل تیار کھڑا ہے۔ چونکہ وہ خط اعلیٰ حضرت نے اتنا ہی پڑھا تھا، اس لیے آگے پڑھنے کو مصطفیٰ میاں سے فرمایا، جس میں لکھا ہوا تھا: 'یہ سن کر میرا دل پاش پاش ہوگیا' فرمایا: جس کا دل پاش پاش ہوجائے، وہ خط لکھنے پر قادر ہوسکتا ہے۔ بس اب نہ جاؤں گا ـــــ اور نہ تشریف لے گئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نواب رام پور نینی تال جارہے تھے،

اسپیشل بریلی شریف پہونچا، تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذرانہ اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں، کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی، تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا سلام عرض کیجیے، اور یہ کہیے گا 'یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں، واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں، اور نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلابت مذہبی کو دین و شرع سے ناواقف لوگ شدت وغلظت طبیعت یا متقضائے قومیت (یعنی پٹھان ہونے) پر محمول کریں گے۔ لیکن درحقیقت یہ خالص اتباع شریعت ہے، اور علمائے کرام کا معمول تھا۔ چنانچہ رسالہ 'عرصہ ظہور' مصنفہ سید شاہ ابو الخیر محمد نور الحسن صاحب رحمانی میں ہے۔

> بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بعد ازاں اعلیٰ وادنیٰ جو آیا، سب کی تعظیم فرماتے رہے۔ بادشاہ جب وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی، اور جو کوئی آیا، اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

کی خدمت میں آیا، آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کا وزیر بھی آیا، تو کوئی تعظیم نہ فرمائی۔ بعد ازاں چوبدار شاہی سامنے آیا، اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ متعجب ہو کر مستفسر ہوا کہ اس اشکال کو حل فرمایئے، اور ہر جگہ کا دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید وجود میں ہیں، لہٰذا سب میں جلوۂ یاران کو نظر آتا ہے، اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہود کا غلبہ ہے، لہٰذا مشاہدہ عظمت الٰہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے، اور فقیر پابند شرع ہے، تم اولوالامر ہو تمہاری تعظیم لازم ہے، اور یہ وزیر رافضی ہے، لہٰذا قابل تعظیم نہیں، اور چوبدار تمہارا حافظ قرآن ہے، اس واسطے میں نے تعظیم کی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت جو عالم باعمل کی شان ہونی چاہئے، یہ تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے، اور جو کچھ زبان سے فرماتے، اسی پر آپ کا عمل تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز، کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلاف، شرع اور اپنی تحقیق کے، نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے۔ اور رعایت، مصلحت کا وہاں گذر ہی نہ تھا۔ جس طرح دیگر علمائے مشاہیر کے یہاں اس کا رواج تھا۔

مولوی سلیمان صاحب ندوی 'حیات شبلی' صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں:-

یہی زمانہ ہے جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر مسلسل ایک مضمون لکھنا چاہا، جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین میں چھپا۔ مگر چوں کہ یہ آورد تھا

آمد نہ تھا، اس لیے وہ ناتمام ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء میں جب رکن وفد خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا، تو پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے، میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا تھا۔

اس میں قطع نظر اس سے کہ جو شبلی صاحب کا خیال تھا، وہ حق تھا یا جو سرسید کا عقیدہ تھا، درست تھا، اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب ترکی سلطان کو خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین جانتے تھے۔ مگر سرسید کے کہنے سے ان کی خلافت کے خلاف مضمون لکھا، اور اس کو علی گڈھ میگزین میں چھپوایا۔ اگر چہ درحقیقت اس مسئلہ میں سرسید کا عقیدہ درست تھا کہ سلطان ترکی قریشی نہ ہونے کے سبب خلیفۃ المسلمین نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ کی پوری توضیح وتحقیق اپنے رسالہ مبارکہ دوام العیش فی الأئمۃ من قریش میں فرمائی ہے۔

یوں ہی جس طرح قلب وزبان میں یگانگت واتفاق کلی تھا، اسی طرح زبان وعمل میں بھی۔ مثلاً اپنے کو وہ محمدی سنی حنفی قادری فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا۔ تو آپ پورے محمدی سنی تھے، کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی، جس طرح دوسرے مشاہیر کیا کرتے ہیں۔ سلیمان صاحب ندوی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۵ پر شبلی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں ''بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شدید حنفی تھے (اور میرا بھی یہی خیال ہے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا ان کے رد میں کتاب لکھنا اس پر دال ہے)۔ پھر بھیندوی صاحب نے

صفحہ ۲۸۷ پر شبلی صاحب کے سفر روم کے واقعہ میں لکھا۔ جہاز پر
دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا، پھر مسٹر آرنلڈ
کے کہنے پر کہ جہاز پر جانوروں کی گردن مروڑی نہیں جاتی، بلکہ ذبح
کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے گئے، اور اس ذبح کو خلاف مذہب
حنفی جانتے ہوئے اس کو کھایا، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر چہ حنفیوں کے
یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں، لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لیے شافعی
بن گیا تھا۔ (سفرنامہ صفحہ ۱۵)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ منشی شوکت علی صاحب سابق
محرر چونگی ساکن محلّہ ذخیرہ، حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ کے مرید
ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے از حد معتقد، کہ اکثر لوگ انہیں حضور ہی کا
مرید جانتے ہیں۔ محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں
سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ان پر نظر پڑتے ہی ارشاد ہوتا ہے۔

منشی جی عشرہ محرم تک تین رنگ کا کپڑا پہننا نہیں چاہیئے ایک سبز کہ علم
داروں کا لباس ہے، دوسرا سرخ کہ خوارج پہنتے ہیں، جنہوں نے
شہادت امام عالی مقام پر خوشی منائی تھی۔ تیسرا سیاہ یہ روافض کا لباس
ہے۔ آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے۔

یہ سنتے ہی منشی جی نے فوراً ٹوپی اتار لی، اور برہنہ سر بیٹھ گئے۔ ارشاد
فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور تشبہ اختیار کر لیا اور فوراً حکم ہوا کہ 'اندر
مکان سے میری ٹوپی منگا لو' یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی ٹوپی
اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی ہمیں ملے گی منشی جی کو پیش کرنے لگا۔ مگر کیا وہ

اس بات کونہیں سمجھتے تھے؟ انہوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی، اور اتنی دیر یوں ہی بیٹھے رہے، جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کرلی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں رؤیت ہلال سے پہلے روئی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا۔ اسکے کپڑے میں یہ تینوں رنگ موجود تھے یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں پتیاں سبز تھیں۔ اگرچہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا تشبہ نہ تھا اس لیے کہ ہر ایک جدا جدا تینوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے، مگر میں نے احتیاطاً اس مرزئی کو اتار دیا۔ (ق ۱۸۴، ۱۹۵)

ماہ جمادی الاخرہ ۱۳۰۰ھ میں مُفضّلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور، وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا۔ اور سبھوں نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی مصنف **تنسیق النظام فی مسند الامام و حاشیه هدایه** وغیرہ کو امیر جماعت و مناظرہ کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے۔ ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اُس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کر دیں گے۔ اور اگر ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج صاحب منع کردیں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا۔ لیکن جسے خداوند عالم سربلند کرے اُسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً چیلنج مناظرہ منظور فرمالیا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے، اور مناظرہ سے انکار کر کے

بچنا مقصود نہیں۔ آخر اُسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سر گروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کردئے۔ مولانا موصوف کی دیانت کہ بمجرد سوالات دیکھنے کے فرمایا: ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ہے، اور اسی وقت ریل میں سوار ہوکر مکان تشریف لے آئے۔ اُس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسمّیٰ بہ **نظم الفرائد** تحریر فرمایا۔ جس میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و تائید کی۔ دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر **من سکت سلم** پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ **فتح خیبر** میں اُسی زمانہ میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ اُن لوگوں کو دعوت مناظرہ دی، مگر ادھر سے صدائے برنخاست۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم**۔ (ق۱۲،۱۳)

خودداری: حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا فضل رسول صاحب بدایونی **رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** کے عرس میں، میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خان صاحب اور بریلی کے ایک مرزا جی کو، جن کا نام اس وقت خیال سے اترا ہوا ہے (۱۲)، اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا، اور خوش آواز آدمی تھے، نعت شریف نور کا قصیدہ پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس زمانہ عرس میں آبیٹھتے تھے۔ مولوی حامد رضا خاں صاحب پڑھ رہے تھے، کہ مولانا تشریف لے آئے، مگر یہ دیکھ کر کہ مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مرزا جی ساتھ مل کر اشعار نعت شریف پڑھ رہے ہیں۔

فوراً ہی اٹھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کو بھی بلوالیا۔ مجھے خیال گزرا کہ کہیں مولوی حامد رضا خاں صاحب پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کر کے انہیں مولانا کے خیمہ میں بھیجا۔ مولوی حامد رضا خاں پہونچ چکے تھے اور مولانا عبدالقادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں علما کے لیے اس طرح ایسے مواقع پر عوام کے ساتھ آوازیں ملا کر نغمہ وترنم سے نعت شریف پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا، اور مجھے صاحب زادہ صاحب (یعنی نقیر کے بڑے لڑکے سید غلام محی الدین نقیر عالم) سے بھی مثنوی شریف کے ساتھ اس طریقے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا نامناسب معلوم ہوا تھا ــــــــ (نقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبدالقادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے)۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کہ کیسے تکلیف فرمائی؟ انھوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟ انھوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور، محض مزاج پرسی کے لیے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا: عنایت ونوازش۔ اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا: کچھ فرمایئے گا؟ انھوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد پھر حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوادی۔ اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے

کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھئے۔ اور اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر کہ یہ کام انھیں کے متعلق تھا، ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی۔ جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمایا: 'اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جایئے، میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے' انھوں نے بہت کچھ معذرت کی، مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بے چارے اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے جہاں گیر خان صاحب قادری رضوی ساکن محلہ چھپی ٹولہ قلعہ سے فرمایا کہ مجھے ایک پیپا مٹی کے تیل کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ تیل فروخت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک پیپا تیل لے کر حاضر ہوئے۔ حضور نے قیمت دریافت فرمائی۔ انھوں نے اس وقت جو قیمت تھی اس کا اظہار بایں الفاظ فرمایا: 'ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر حضور کچھ کم کر کے اتنی دے دیں' اس پر حضور نے فرمایا: مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا نہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا: میں علم نہیں بیچتا ہوں اور وہی عام بکری کے دام خان صاحب کو دیے۔ (ق،۲۹)

محبت وعزت علما: حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بمضمون أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ٥ جس قدر کفار ومرتدین پر سخت تھے، اسی درجہ علمائے اہل سنت کے لیے

ابرکرم سراپا کرم تھے۔ جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی، دیکھ کر باغ باغ ہوجاتے، اوران کی ایسی عزت وقدر کرتے کہ وہ خود اپنے کواس کا اہل نہ خیال کرتے۔خصوصاً مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا احمد رضا خان صاحب میں جو اخلاص ومحبت واتحادووداد کے تعلقات تھے، دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کومولانا عبدالقادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے تھے۔اپنا قوتِ بازو خیال فرماتے۔اور مولانا احمد رضا خان صاحب بھی ان کواپنا بزرگ بھائی جانتے، ان کے اعزازواکرام میں مافوق العادۃ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے۔حتیٰ کہ ان کے سامنے حقہ نہ پیتے، پان نہ کھاتے۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ آمال الابرار وآلام الاشرار اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہونچا ؎

اذا حلوا تمصرت الایادی ● اذا راحو فصار المصر بید

جب وہ تشریف فرما ہوتے تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہوجاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہوجاتی، درودیوار روشن ہوتے، انوار وبرکات کی بارش ہوتی۔اور جب واپس تشریف لے جاتے،

باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ، محلہ والے، سب کے سب رہتے، لیکن عجیب اداسی اور ویرانیت چھا جاتی۔

دولہا گیارہ گئے براتی (ق ۱۹۶، ۱۹۷)

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت ومشائخ کرام وداعیان دین وملت ودیگر حضرات اہل سنت وجماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر ومدارات حسب مرتبہ کی جاتی۔ اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کے مسرت کی جو حالت ہوتی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ خصوصاً

◁ حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی۔
◁ حضرت ابوالوقت شیر بیشۂ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی
◁ حضرت مولانا سراج الدین ابوالزکا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری
◁ حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری
◁ حضرت مولانا شاہ ریاست علی خاں صاحب شاہ جہاں پوری
◁ حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبدالسلام جبل پوری
◁ حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہ آبادی
◁ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی
◁ اور ان کے صاحب زادہ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب
◁ جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی

- محمد عمر الدین صاحب ہزاروی نزیل بمبئی
- حضرت مولانا سید شاہ دیدار علی صاحب الوری ثم الملاہوری
- جناب مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی
- مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب میرٹھی
- حضرت استاذ مولانا شاہ عبید اللہ صاحب الہ آبادی ثم الکانپوری
- مولانا مشتاق احمد صاحب کان پوری
- مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڈھی
- مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی
- مولانا سید شاہ عبد الغنی صاحب سہرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی

تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے۔ ان میں حضرت محدث سورتی اکثر وبیشتر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ المسلول جناب مولانا شاہ ہدایت الرسول صاحب جب تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے وعظوں کی دھوم پڑ جاتی اور جگہ جگہ (وعظ) ہونے لگتے اور مہینہ دو مہینہ سے کم قیام کی نوبت نہ آتی وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا شہر بھر میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دوران قیام میں، ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ منجملہ اور متوسلین ومعتقدین کے خود

حضرت محدث صاحب ممدوح پیادہ پا پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا۔ اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ نعلین شریفین در بغلین کر لیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت واستعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہوگیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ برہنہ پا پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم فرمایا: پالکی یہیں رکھ دو۔ اور فرمایا: مولانا! یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف تو رکھیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور ہیں، اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے، تب میں پالکی میں بیٹھوں گا۔ ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا، تب پالکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔

حضرت محدث سورتی کہ اصول وفروع کسی ایک مسئلہ میں بھی اعلیٰ حضرت سے خلاف نہیں۔ صاحب ورع وتقویٰ، عالم باعمل، حق گوئی کی یہ شان کہ ہر وقت ہر حال میں حق بات دوٹوک اور فیصلہ کن کہتے ہیں۔ اصلاً پس وپیش نہ کیا، اس لیے اعلیٰ حضرت جب کبھی ان کو خط تحریر فرماتے، آداب والقاب

اس طرح لکھتے: الاسد الاسد الاشد الارشد کنز الکرامۃ حبل الاستقامۃ ' ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔اسی لیے شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوتا کہ پیلی بھیت سے بریلی تشریف لاکر اعلیٰ حضرت سے ملاقات نہ کرتے ہوں۔ ان دونوں علم و عمل، دین و دیانت، رشد و ہدایت کے شمس و قمر کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔پیلی بھیت سے اکثر محدث سورتی صاحب صبح کی گاڑی سے تشریف لاتے کہ دن بھر قیام کرکے شام کے وقت واپس ہوجائیں گے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہیے یا حضرت محدث صاحب کا جذب محبت، اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا کہ جس وقت حضرت محدث صاحب تشریف لاتے، کسی نہ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت باہر ہی تشریف رکھتے اور آتے ہی ملاقات ہوجاتی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت باہر نہیں ہوتے تو اطلاع ہونے پر باہر تشریف لے آتے۔جس وقت ان دونوں کی نظریں دوچار ہوتیں۔ پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے، اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے۔ پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا، ورنہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اکٹھا ہوجاتے، جس کی قدر علما کرتے، عوام اس سے بے شمار فائدے اٹھاتے۔

ایک مرتبہ کسی ضروری فتویٰ کے لیے تشریف لائے۔اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ تصنیف و تالیف، تحریر مضامین، جواب استفتا وغیرہ زنانہ مکان میں تحریر فرماتے۔حضرت محدث سورتی صاحب ہی کی خصوصیت تھی کہ

ان کی تشریف آوری کے وقت زمانہ قیام تک حضرت بھی باہر ہی تشریف رکھتے، اور جو کچھ تحریر فرمانا ہوتا، باہر ہی تحریر فرماتے۔ چنانچہ اس استفتا کا جواب باہر ہی بیٹھے لکھ رہے تھے، کہ حقہ بھرنے کو خادم گیا۔ اس وقت حضرت نے لکھنا چھوڑ دیا۔ عادت کریمہ تھی کہ جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے، چشمہ لگائے رہتے۔ جب لکھنا موقوف فرماتے، عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائڈ تھی۔ یعنی دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی۔ جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے، اسی لیے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگایا کرتے، اور فارغ وقتوں میں وہ چشمہ خارج ہو جاتا، اوپر چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی، چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا۔ کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے، اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے۔ چشمہ کی تلاش شروع کی، مگر چشمہ نہ ملا۔ اتنے ہی میں اتفاقیہ منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آرہا (۱۳) غرض چشمہ پیشانی پر چڑھا کر حضرت نے فتوی اسی وقت تحریر فرما دیا، مگر پیلی بھیت جانے کی اجازت نہ دی۔

تعظیم و اکرام سادات

علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت وتعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس ﷺ سے نسبت و اضافت ہے، اس کی تعظیم وتوقیر کرنا۔ اوران میں سادات کرام جزءِ رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر وتعظیم ہیں۔ اوراس پر پوراعمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا۔ اس لیے کہ کسی سید صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد ونظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم وتوقیر کی جائے، سب درست وبجا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے قصیدۂ نور میں عرض کرتے ہیں ؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے۔ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں۔ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شئے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

انھیں کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عیدالفطر بعد نماز دست بوسی کے لیے عوام نے ہجوم کیا۔مگر جس وقت قناعت علی دست بوس ہوئے، حضور پرنور اعلیٰ حضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ چوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا، تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دورانِ مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔غالبًا آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

توشۂ غوث پاک : انھیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے کسی مراد کے لیے حضور کے فرمانے پر، حضور پرنور سیدنا غوث پاک حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ﷺ کا توشہ شریف مانا تھا۔جس کا نسخہ یہ ہے ——— توشہ حضور برائے قضائے حاجات ونیل مرادات (تیر) بہدف ست باید کہ این توشہ اگر توفیق رفیق باشد پیش از حصول مقصود ادا نماید۔

میدہ گندم شکر روغن زرد (گھی) مغز بادام پستہ

۵ مار (ماشہ) ۵ مار ۵ مار امار امار

کشمش ناریل قرنفل الائچی سفید دارچینی

امار امار ۲ چھٹانک ۲ چھٹانک ۲ چھٹانک

ایں ہر سہ پنج چھٹانک ہر ہمہ را یکجا کردہ حلوا پزد، و بہ صلحا بخوراند اصل نسخہ ہمیں قدر ست و در کم وبیش نمودن ایں توشہ مختار ست بقدر میسر بعمل آرد۔(الفوز بالامال فی الاوفاق والاعمال)

مذکورہ بالا نسخہ کی نسبت حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں قرنفل اور دارچینی ہے، فی زمانہ لوگ کھانے میں تکلیف (محسوس) کرتے ہیں۔ لہذا ان کے بدلے چرونجی کیوڑا وغیرہ شامل کردیں۔ مصارف میں تخفیف کی نیت نہ ہو۔ ہاں خوش ذائقہ کرنے کے لیے اضافہ ہو جائے، تو حرج نہیں۔

راقم الحروف اوراس کے احباب کے یہاں نسخہ مندرجہ ذیل مروج ہے۔

سوجی	شکر	روغن زرد	ناریل	کشمش	پستہ
۵/مار	۱۰/مار	۵/مار	ا/مار	ا/مار	ا/مار

مغز بادام	الائچی سفید	چرونجی	زعفران	کیوڑا
ا/مار	۶/چھٹانک	ا/مار	۲/ماشہ	نصف بوتل

خیر آمدم بر سر مطلب کہ جب ان کی مراد حاصل ہوئی تو وہ توشہ تیار کرا کے آستانہ عالیہ ہی پر حضور سے فاتحہ دلانے کے لیے لے آئے۔ لہذا ایک کمرہ میں فرش بچھایا گیا۔ حضور نے فرمایا: سب حضرات وضو فرمالیں اور خود بھی تجدید وضو فرمایا۔ حلوہ کا دیگچہ سامنے رکھا گیا۔ حضور بغداد مقدس کی جانب کہ سمت قبلہ سے ۱۸/درجہ شمال کو ہے، رخ کر کے کھڑے ہوئے، اور حاضرین سے فرمایا: سب صاحب بسم اللہ شریف کے بعد سات بار درود غوثیہ **اللھم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم و الہ و بارک وسلم**، ایک بار الحمد شریف، ایک بار آیۃ الکرسی شریف، اور سات بار قل ھو اللہ شریف، پھر تین بار درود غوثیہ شریف پڑھ کر سرکار بغداد کی نذر کریں۔ الغرض بعد فاتحہ جنھوں نے توشہ کیا تھا، دسترخوان بچھایا، اس پر کچھ اشعار جابجا لکھے تھے،

جسے حضور نے اٹھوادیا اور سادہ دستر خوا منگوا کر بچھوایا، اور فرمایا: تحریر پر کوئی شے نہ رکھنا چاہئے۔ دستر خوان پر ظروف طعام کے علاوہ کھانا اتارنے والے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں مطلق احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا قدم کہاں پڑتا ہے؟ اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشتریوں میں حلوہ رکھا گیا اور سب نے بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ جب سب لوگ کھا چکے فرمایا: ابھی ہاتھ نہ دھوئے جائیں، بلکہ صف بستہ رو بہ عراق ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایئے۔ حاضرین صفیں درست کرنے لگے، فرمایا: جس قدر سادات ہیں، وہ صف اول میں سب سے آگے رہیں گے۔ یہاں تک کہ خود بھی پیچھے کھڑے ہوئے۔ بعدہ فرمایا: سلپچی میں سب لوگ باحتیاط ہاتھ دھوئیں، اور مستعمل پانی محفوظ جگہ پر ڈلوادیا جائے اور کلی کرنے کی جگہ تھوڑا تھوڑا پانی سب لوگ پی لیں۔ اس کے بعد دعا کی گئی۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا۔ اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔

ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو خلاف معمول اکہرا حصہ یعنی دو تشتریاں شیرینی کی بلاقصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا: سید صاحب تشریف رکھئے۔ اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی، اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ابھی ایک سینی (خوان) میں جس قدر آسکیں بھر کر لاؤ۔ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی، سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا۔ ہاں! قلب کو ضرور تکلیف ہوئی، جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا: سید صاحب! یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی، ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی۔ اور قاسمِ شیرینی (تقسیم کرنے والے) سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو، جو اس خوان کو مکان پر پہنچا آئے۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل آئس کریم بمبئی کے برادر خورد مولوی نور محمد صاحب کی آواز جو بسلسلہ تعلیم مقیم آستانہ تھے، باہر سے قناعت علی قناعت علی پکارنے کی گوش گزار ہوئی۔ انہیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو؟ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا؟ مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے نظر نیچی کر لی۔ فرمایا: تشریف لے جایئے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ شریف مکہ کے زمانہ میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاشی کرتے تھے۔ ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔ صبح ہوتے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

'مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کے بددعا کرنے کو رہ گئی تھی؟' پھر فرمایا: سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ خیال کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی ہے، اسے دھو رہا ہوں۔

مکتوب مولانا سید شاہ عبد المنان منعمی : محبی مخلصی حامی دین متین مولانا مولوی سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان صاحب قادری چشتی فردوسی ابوالعلائی منعمی مفتی وصدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق معلوم ہو تو تحریر کر کے مجھے عنایت کریں۔ اگرچہ میں نے اخبار ہمدرد دہلی و دبدبہ سکندری رامپور میں اس کے متعلق ابھی اعلان بھی کر دیا ہے۔ لیکن خاص حضرات کو خصوصیت کے ساتھ بذریعہ خط یا ملاقات ہو جانے پر زبانی بھی فرمائش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا: جو بہت جامع ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے۔ اس لیے اس جگہ درج کرنا انسب معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

محبی محترمی .... السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مجھے اخبار ہمدرد میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی خدمت اور اہم کام جو مسلمانانِ عالم کے لیے مفید اور کارآمد ہوگا، اپنے سر لیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت حامی سنت ماحی بدعت مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا قاری حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب ﷺ کے سوانح حیات جمع کر کے منظر عام پر لائیں اور ان کی پاکیزہ زندگی کو سنی مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کے لیے عموماً مشعل ہدایت بنائیں۔ پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالاتِ اعلیٰ حضرت علیه الرحمه

معلوم ہوں، وہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ جناب کی کاوشوں اور انہماک کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ طریقت جو جناب والا نے اختیار فرمایا ہے، تدوین حالات کے لیے ازبس مفید ثابت ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہے۔ دنیا کا کون سا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانی سے محروم رہا ہو۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا۔ سچ ہے۔

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

علمائے عصر و فضلائے دہر خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں، آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے۔ ہندوستان تو ہندوستان علمائے مکہ و مدینہ زاد ھما اللہ شرفاً و تعظیماً و روم و شام و مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا۔

مجھ فقیر کو بھی ۱۳۳۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا۔ یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ، تحریرات انیقہ دیکھا کرتا تھا۔ اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس کا قائل بھی تھا، اور درحقیقت یہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر جب یہ فقیر درس نظامیہ کی تکمیل کر رہا تھا، اور تعلیم کا آخری سال گزار رہا تھا، تو برسوں کی تمنائے دلی برآئی، بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں پہنچا۔ حضرات اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، اور دلی تمناؤں کے اظہار کا موقع ہاتھ آیا۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو

کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض درجت میں پہنچایا، اور میری پوری رہبری کی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تحریک خلافت وترک موالات اپنے پورے شباب پر تھی، اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ بناءً علیہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقتاً فوقتاً مجھے مل جایا کرتی تھیں، اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور ابوالکلام (آزاد) کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا، اور ایک قسم کی دل میں خلش پیدا ہوگئی تھی، جس نے بریلی شریف پہنچانے میں معاونت کی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو، اور مسائل حاضرہ بھی سمجھ لوں۔ چنانچہ جیسا سنا کرتا تھا، اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علمی تبحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، اور اخلاق نبویہ ﷺ کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے بتمام وکمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے، تو آپ نے بڑی عزت بخشی، اور جملہ شکوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرمادیا گویا کہ شکوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا، اور ان دو دنوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کیے۔ پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ کچھ نقد روپے جوالہ آباد کی آمد و رفت میں صرف ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ زائد ہی تھے، مرحمت فرمائے۔ فقیر نے پہلے تو انکار کیا، لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں،

اسے لے لیجیے، تو فقیر نے وہ رقم لے لی، اور واپسی کے بعد ان تحریکات سے کلیۃً علیٰحدگی اختیار کرلی۔

پھر بعد وصالِ اعلیٰ حضرت ﷺ، چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیات نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔ وللہ الحمد والصلاۃ و السلام علی رسولہ الکریم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

فقیر الی المولیٰ تعالیٰ سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری چشتی فردوسی منعمی ابوالعلائی غفرلہ الباری مفتی وصدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سیٹی ۷رد سمبر ۱۹۴۷ء یوم یکشنبہ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عفرلہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت، جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا۔ عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرما تھیں، اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا۔ اسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی، بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا، مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے،

بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی، جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہوگئیں۔ ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہوگیا ہے۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا۔ اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے۔ کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے، اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے، جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے، اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب خِفّت کے مارے خاموش رہے، پھر معذرت کی، اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقازادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا، ان کو کھلایا۔ جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت کے نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے۔ عجیب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحم اللہ خاں خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا، جو سید صاحب کو مکان کے زنانہ ہو جانے کی خبر دیتا۔ جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو

خود مجھ سے بیان فرمایا، اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے، مگر ہمارے پٹھان نے وہ عزت وقدر کی کہ دل خوش ہو گیا۔ واقعی حب رسول ہو تو ایسا ہو۔

دوسرا واقعہ بھی اس سے کم نہیں۔ ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لیے سوال کیا کرتے تھے۔ مگر سوال کی شان عجیب تھی، جہاں پہنچتے، فرماتے: دلواؤ سید کو۔ ایک دن اتفاق وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے، اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی: دلواؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجاتِ علمی یعنی کتاب، کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لیے دو سو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہو، صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، اور ان کے روبرو لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

الغرض! جناب سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو! سید صاحب کو آئندہ سے آواز دیجے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے۔ فوراً حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔

سبحٰن اللّٰہ وبحمدہ! تعظیم سادات ہوتو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو

جونذر لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف کی روایت سے تحریر فرمایا کہ جب میں بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجیے۔ میں نے فوراً اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے واپس مارہرہ آیا، تو میری بیٹی فاطمہ نے کہا کہ ابا! بریلی مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔ یہ دونوں طلائی تھے۔ والا نامہ میں تحریر تھا۔ شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا سادات اور پیرزادوں کا احترام جزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ (ق ۲۰۱، ۲۰۹)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسم بارش میں شب کے وقت جناب سید محمد جان صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ ساکن محلّہ گڑھی حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں، حضور! جو میں مانگوں عطا فرمادیں۔ ارشاد فرمایا: سید صاحب! اگر میرے امکان میں ہوا تو ضرور حاضر کروں گا۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے امکان میں ہے۔ فرمایا: تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ فرمایا: کیا درکار ہے؟ سید صاحب نے عرض کیا: صرف ۲۲ رگز کپڑا کفن کے

لیے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی ۲۲ رگز نین کلاتھ منگوا کر سید صاحب کے نذر کر دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادرم قناعت علی سخت پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش! اس وقت اعلیٰ حضرت رضوی منزل کے سامنے مل جاتے تو ہمارے زخمی دلوں پر مرہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضوی منزل کے سامنے سے اسٹیشن پیادہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ برادرم قناعت علی عالم از خود رفتگی میں بے تابانہ حضور کی طرف دوڑے، مگر چند قدم چلے تھے کہ پیر ڈگمگائے، اور چت لب سڑک گر کر مدہوش سے ہو گئے۔ میں نے بعجلت بیٹھک بند کی اور قناعت علی کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست بوسی کی، اور خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے ہو لیے۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ بغیر سواری کے کیسے آ گئے؟ اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہمراہ نہیں ہیں۔ صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لالٹین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مبہوت ہو رہے تھے کہ کلام کرنا تو درکنار اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ مولانا کے ہاتھ سے لالٹین اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ غرض یوں ہی خاموشی کے ساتھ چوپلہ تک پہونچ گئے، دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رام پور کو اس وقت چھوٹتی تھی، جا رہی ہے۔ ادھر سواریاں بھی یکہ تانگا وغیرہ میں برابر شہر کی

طرف آرہی تھیں۔اس وقت مولانا امجد علی صاحب نے حضور سے عرض کیا: معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں (حضرت مہدی میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رام پور والی چھوٹ گئی، جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آچکیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی۔غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلہ قرولان میں آکر اس راستہ سے جو سنگھوں کی گھیر والی مسجد کے سامنے سے بہاری پور کی بزریہ میں پہونچتا ہے، اسی راستے سے مکان تشریف لائے۔اس وقت مولانا امجد علی صاحب سے پتہ چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے حضور کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے آرہا ہوں، اور رام پور جارہا ہوں کسی کو اسٹیشن بریلی جنکشن بھیج دیا جائے۔چنانچہ حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرمادیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا۔انھیں خیال نہ رہا یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے، اور ویسی ہی پھاٹک میں آکر دریافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تنہا اندھیرے میں پا پیادہ حضور چل دیئے۔میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لالٹین لے کر دوڑا، اور کچھ دور چل کر حضور کے ساتھ ساتھ ہولیا اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنا قصہ مولانا نے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔لہٰذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے تھے، مگر بباطن ہم لیواؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی و تشفی کرنا تھی، اس لیے آپ کی بھی زبان بند رکھی جاتی ہے کہ آپ بہاری پور کی بزریہ میں یہ نہیں کہتے کہ رضوی منزل کی طرف سے مسافت زائد ہوگئی۔(از جلد چہارم)

تعظیمِ حجاج و زائرینِ مدینہ

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے، پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا، فوراً ان کے قدم چوم لیتے۔ اور اگر نفی میں جواب ملا، پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے۔ نہ التفات فرماتے۔ ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے، چنانچہ حسب عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی؟ وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ ہاں حضور! مگر صرف دوروز قیام رہا۔ حضور نے قدمبوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا: وہاں کی تو سانسیں بھی بہت ہیں، آپ نے تو بحمداللہ دو دن قیام فرمایا۔

انہیں کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینہ منورہ وسط شوال ۱۳۶۵ھ میں فقیر سے چند ہندی حجاج قیام گاہ پر ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، جن میں مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ مسجد نیاریان بھی آتے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے درمیان جناب صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی مراجعت حرمین طیبین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ تاریخ آمد پر بنفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا، اور یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی۔ جس کو سنکر تمام مجمع عجیب پرکیف حالت میں تھا۔ اس کے اختتام پر حضرت صدر صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خواہرزادہ اعلیٰ حضرت) کو بغرض شیرینی دی۔ اور مداح الحبیب علیہ الرحمہ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا: مجمع کافی ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیرینی آنے پر قیام ہوا۔ دیر زائد ہوگئی تھی، عوام فاتحہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے۔ لہٰذا حضور نے فرمایا: نیت پر مدار ہے، یونہیں تقسیم شروع کر دو۔ (ق۲۰۹، ۲۱۰)

مزاح وظرافت

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جدی سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے، اس سفر میں ان کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی۔ اس نے جواب دیا ہم پٹھان ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو۔ انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا، تم کون سے پٹھان ہو؟ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن دناواقفی جواب نہ دے سکتا تھا، اور بار بار کے سوال سے چڑھ گیا۔ اس نے کہا میں کون پٹھان؟ چمر پٹھان ہوں۔ اس پر مولانا نے ازراہ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی ہیں، اور اپنے کو چمر پٹھان بتاتے ہیں تو یہ آپ کی اِل آج معلوم ہوئی کہ آپ چمر پٹھان ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد سے تشریف لا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک بازی گر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے، اور پانی کا بھرا ہوا کٹورا ایک ڈورے کا سرا ڈال کر اسے اٹھا رہا ہے۔ حضور نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اتار کر اس کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا کہ تو اسے تو لوٹ دے۔ بھلا وہ کیا ٹس سے مس کرتا۔ آخر پہن کر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ جیلانی میاں سلمہ کی تقریب ختنہ بہت دھوم دھام

سے منائی گئی تھی۔ اعزہ واقربا اور شہر کے رؤساوعام وخاص سب شریک تقریب تھے۔ جس مکان میں ختنہ ہونے والا تھا، سب کو وہاں چلنے کے لیے کہا گیا۔ سب لوگ روانہ ہوئے، تو کسی نے حضور سے بھی تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں، اپنی دفع میں مجبوری تھی۔ (ق۳۹،۴۰)

ادبی لطیفے

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حد احصا سے فزوں ہیں، ادبی لطیفے بھی اپنی شان میں خاص جدت رکھتے ہیں۔ اگر سب قلم بند ہو جاتے، تو شائقین ادب کے لیے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا۔ مگر جو کچھ یاد ہیں، لکھے جاتے ہیں۔

کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی، اور اس کا نام 'آریہ دھرم پرچار' رکھا۔ جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ پر اس کا رد حاشیہ پر لکھا، اور اسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے 'پرچار' کے بعد 'حرف' بڑھا دیا۔

(اس طرح کتاب کا نام 'آریہ دھرم پرچار حرف' ہو گیا۔ ۱۲ رضوی)

ایک رافضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جانتے اس میں بہت لحاظ کیا، اور صنائع و بدائع کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام 'جناس الاجناس' رکھا، اور ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے دیا کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے۔ اب جو میں اس کا نام پڑھتا ہوں، تو 'انجاس الخناس' ہے۔ حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا ہے؟ جب غور سے دیکھا، تو 'جناس' کے اول 'ان' بڑھا ہوا ہے، اور جناس کو ملا کر 'ن' کا شوشہ غائب ہو گیا۔ دوسرے لفظ سے لاکر سیاہی سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا۔ 'ج' کے اوپر 'الخ' بڑھا دیا، خاصہ 'انجاس الخناس' ہو گیا۔

مولوی خرم علی صاحب بلہوری مشہور وہابی ہیں۔ ان کی ایک کتاب مشہور مشرک گر ہے، جس کا نام **نصیحۃ المسلمین** ہے۔لیکن باتیں وہی ہیں، جو 'تقویۃ الایمان' میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح ملا کر لکھا خرمعلیٰ۔ میں نے جس زمانے میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا، ایک کتاب دیکھی جس کا نام **فضیحۃ المسلمین** ہے ،اور مصنف کا نام 'خرِ' معلیٰ' دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کتاب مذاق کی ہے، اس لیے نام ہی ایسا ہے، اور مصنف کا نام بھی ویسا ہی ہے۔اب جو غور کر کے دیکھتا ہوں، تو 'نصیحۃ' کے نون کو سرے کر'ف' بنا دیا گیا، اور'ص' پر نقطہ بڑھا ہوا ہے، اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق مسمیٰ قرار دیا ہے، اور مصنف کا نام کاتب نے بد املا لکھا، خرم کے'م' کو 'علی' میں ملا کر'معلیٰ' کی شکل کا لکھا۔اعلیٰ حضرت نے اس پر اعراب لگا دیا ہے۔

تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی معروف ومشہور کتاب ہے کہ شروع سے اخیر تک شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔اس کے 'ق' کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا، اور بجائے **تقویت الایمان**، **تفویت الایمان** اسم با مسمیٰ ہو گیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس ﷺ کی توہین آمیز کتاب کا نام **حفظ الایمان** رکھا۔اعلیٰ حضرت نے 'ف' کو اس طرح بنا دیا کہ 'ب' کا شوشہ معلوم ہو، اور'ح' کو'ب' کو نقطہ دے کر (ظ کے نقطہ کو مٹا دیا اور اس) کا صحیح نام **خبط الایمان** کر دیا۔

جب مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کو زندہ کیا۔

(کہ یہ اذان حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، بلکہ ہشام کے زمانہ تک بیرون مسجد ہوا کرتی تھی۔ اور باوجود تصریحات فقہائے کرام، کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے، لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہوگئے ہیں) اور خلاف شرع رسم ورواج کی اصلاح چاہی۔ بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کا خلاف کیا۔ اس میں پیش پیش جناب مولانا عبد الغفار خان صاحب رام پوری تھے، کہ باوجود افہام وتفہیم اپنی ضد پر اڑے رہے۔ جس کا مفصل حال ان رسائل سے معلوم ہوگا، جو اس مبحث میں تحریر ہوئے، اور چھپ کر ملک میں بکثرت شائع ہوئے۔ اخیر میں مولانا عبد الغفار خان صاحب رام پوری نے انتہائی کد وکاوش سے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام رکھا حبل اللہ المتین لهدم آثار المبتدعین مگر یہ دائرہ میں اس طرح لکھا۔ حبل اللہ المتین

لهـــــــــدم

آثار المبتدعين

اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ پہونچا، اولین نگاہ میں فرمایا: مولانا عبد الغفار خان صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے۔ لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: مولانا نے اس کا نام آثار المبتدعين لهدم حبل الله المتين رکھا ہے۔ اس لیے کہ جو نام دائرہ میں لکھا جاتا ہے، اس کے پڑھنے کا یہی قاعدہ ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کا نام آثار المبتدعين لهدم حبل الله المتين ہے۔

جب حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے اس رسالہ کا رد لکھا، تو اس میں ان کے رسالہ کا یہی نام تحریر فرمایا۔ اور حاشیہ میں یہی وجہ لکھی۔ جب رسالہ چھپ کر شائع ہوا، اور جناب مولانا عبدالغفار صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا، تو انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ کہا کہ مولانا کا ظلم دیکھئے میرے رسالہ کا نام انہوں نے **آثار المبتدعین** قرار دیا، اور ہم لوگوں کو مبتدع بنا دیا۔ مخلص مولانا مقبول احمد خان صاحب دربھنگوی بہاری سابق مدرس حدیث مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حال ناظم وصدر مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: جناب! مبتدع تو پہلے آپ ہی نے ان کو بنایا۔ رسالہ کا نام **حبل اللہ المتین لھدم آثار المبتدعین** رکھا، انہوں نے اس کو لوٹ دیا۔ عطائے تو بلقائے تو، رہا نام کا بدل دینا۔ یہ خود آپ کے مطبع کی غلطی تھی۔ نام دائرہ میں لکھ کر انہوں نے خود اس کا موقع دیا۔ مولانا پر کیا الزام ہے؟۔

فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ بعض حضرات جن میں دینی تصلب نہیں، وہ ان ناموں کے تبدیل سے شاید خوش نہ ہوں گے، بلکہ سمجھیں گے کہ نامناسب بات ہوئی۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ برے ناموں کو بدل دینا خود حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی۔ اور خلاف واقعہ بات سے کون سی بات بری ہوگی۔ خلاف واقعہ نام بالکل اس مصرع کا مصداق ہے:

ع: کار شیطاں می کند نامش ولی

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا؛ اور اس کا نام رکھا: **سبیل الرشاد** غالباً مطبع مجتبائی میں طبع ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جب وہ رسالہ آیا، اس کو ملاحظہ فرما کر ٹائٹل پر اس کے نام کے اوپر بڑھا دیا قَالَ فِرْعَوْنُ مَاأُرِيْكُمْ اِلَّامَاأَرٰى وَمَا أَهْدِيْكُمْ. الا تو سب مل کر فرعون کا مقولہ ہو گیا، جو سورۂ مومن (۲۹/۴۰) میں ہے: قَالَ فِرْعَوْنُ مَآأُرِيْكُمْ اِلَّامَآأَرٰى وَمَآأَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ. فرعون بولا، میں تو تمہیں وہی سجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے، اور تمہیں نہیں دکھاتا ہوں مگر سبیل الرشاد ۔(ق ۵۹، ۶۲)

ایک مرتبہ دیوبند سے ایک رسالہ کسی نے بھیج دیا، اس کا نام تھا القاسم اعلیٰ حضرت نے قلم سے وہیں لکھ دیا۔ محروم یہ قصہ شہر میں مشہور ہوا، تو ایک بہت بڑے وہابی نے بڑے تأسف کے ساتھ کہا کہ رسالہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اور رکھا گیا تھا، تو اعلیٰ حضرت تک کیوں پہنچایا گیا؟ ۔(ق ۶۵)

حاضر جوابی

پیلی بھیت میں ایک دعوت میں حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے۔ دستر خوان بچھانے سے پیشتر میزبان نے آفتابہ وتشت لیا کہ ہاتھ دھلایا جائے۔ حضرت محدث صاحب نے عام عرفی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ:۔

> آپ محدث ہیں اور اعلم بالسنۃ ہیں، آپ کا یہ فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے، اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، تاکہ بزرگ کو ہاتھ دھونے کے بعد دوسرے کے ہاتھ دھلنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، اور کھانا ختم ہوجانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے ـــــ میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں، لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہوگی۔

مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی کا بیان ہے کہ اس دستر خوان پر میں بھی حاضر تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر حضرت محدث صاحب کا ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچنا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، اور اعلیٰ حضرت کا مسکراتے ہوئے چہرے سے فرمانا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف عمل درآمد آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ دلچسپ اور خوشگوار نقشہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے بھی اس کا لطف تازہ ہوجاتا ہے۔ (ق۶۲،۶۵)

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودھواں سال تھا، تا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب ﷺ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ، جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں، ان کو دے دیجیے، جواب لکھ دیں گے

وہ کمرہ میں گئے اور آکر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاجزادہ صاحب ہیں۔

فرمایا: انہیں کو دے دیجیے، وہ لکھ دیں گے۔

انہوں نے کہا: حضور میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں، انہیں کو دے دیجیے ــــــ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا؛ اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اُس کی تصدیق وتصویب فرمائی۔

پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر اُنہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔

جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا۔ آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا،

اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے، حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے، نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔

حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھیے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے، جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علماء نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا؛ اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی، ورنہ حق وہی ہے، جو انہوں نے لکھا ہے ـــــ یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔ (ق ۱۴۳،۱۴۴)(۱)

جناب شیخ افضل حسین صاحب اعلیٰ حضرت کے خسر افسر ڈاکخانہ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں، یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں؟

جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا: وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رامپور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے، اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے۔ جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں، اور مُصدِّق جناب مولانا نقی علی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں۔ تو نواب صاحب نے فرمایا

کہ آپ اپنے خویش کو بلوایئے، ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں ــــــ چنانچہ حسب طلب و دعوتِ جناب شیخ صاحب، اعلیٰ حضرت قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے۔ چونکہ دُبلے پتلے تھے۔ نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھالیا، اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے۔ اسی درمیان میں نواب صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ ماشاء اللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں، بہتر ہو کہ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جناب والد ماجد صاحب نے اجازت دی تو تعمیل ارشاد کی جائے گی ــــــ اتفاق وقت کہ اس درمیان میں جناب مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی بھی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا، اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

جس طرح بعض متمول صاحب صرف مالدار ہی نہیں ہوتے بلکہ مال ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ اسی طرح بعض علما بھی صرف عالم ہی نہیں ہوتے، بلکہ علم ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ ایسے لوگ دوسرے علما کی کوئی وقعت و عزت کرنی جانتے ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے کی شان میں بلاوجہ توہین و تحقیر آمیز کلمات و الفاظ استعمال کرنا شان علم خیال کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے علامہ خیرآبادی نے دریافت کیا ــــــ منطق کی

کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ــــ قاضی مبارک!

یہ سن کر علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا ــــ تہذیب پڑھ چکے ہیں؟

جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا ــــ آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟

یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لیے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا ــــ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟

فرمایا ــــ تدریس، افتا، تصنیف۔

فرمایا ــــ کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ــــ جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردوہابیہ میں۔

علامہ خیر آبادی مرحوم سنی تھے، مگر سنی گر نہ تھے۔ خاص حمایت دین کا کوئی شوق و ولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، فرمایا ــــ آپ بھی ردوہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا۔

اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی کو زیبا تھی یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو، اس لیے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

کے شاگرد رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت ان کی حمایت دین ونکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ اس لفظ کو سنکر بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا ـــــ جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے والد ماجد نے کیا۔ اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ مستقل کتاب مولوی اسمٰعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔

یہ سن کر مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا ـــــ اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ـــــ آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین وتحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا، تب حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ دنوں رامپور میں قیام فرمایا، اور جناب مولانا عبدالعلی صاحب ہنیاتی سے شرح چغمینی پڑھی، (۱۴) پھر مکان واپس تشریف لائے۔ (ق ۱۳۵، ۱۳۶)

قوت حافظہ

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا۔ میں نے سحر کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی۔ حضرت آرام فرمارہے تھے، مگر بیدار تھے۔ مجھے وہ غلطی بتائی۔ میں نے دوبارہ پڑھا۔ فرمایا: اب مجھ سے سنو! وہی رکوع پڑھا۔ کچھ دیر کے بعد صبح کی نماز میں بے تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشیں کر لینا ہے۔ اور اسی روز سے دور شروع فرمادیا۔ جس کا وقت غالباً عشا کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لیے کہ پہلے روز کاشانۂ اقدس سے آتے وقت سورۂ بقرہ شریف تلاوت میں تھی۔ اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا، جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کرلیا، اور یہ اس لیے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے۔ میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا۔

معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے، ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے، اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں مقیم ہیں، اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے، مجھے پتا بتا دیا۔ جب میں پہونچا تو دیکھا کہ کوٹھی کا دروازہ بند ہے، دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے۔ جب وہاں سے اجازت ملی، تب آکر دروازہ کھولا۔ دیکھا بڑا امکان ہے، اور صرف دو ایک آدمی ہیں۔ نماز پڑھ کر حضرت اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے، ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے بعدہ چار صاحب پہونچے۔

① مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب۔
② صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب۔
③ جناب مولوی حشمت علی خان صاحب۔
④ ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں، ان پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خطوط کی مولانا امجد علی صاحب کو دے کر فرمایا: آج تیس خط آئے تھے، ایک میں نے کھول لیا ہے۔ یہ انتیس گن لیجئے۔ انہوں نے انتیس گن کر ایک لفافہ کھولا، جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب سنائے۔ حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرمادیا۔ وہ لکھنے لگے، اور لکھ کر عرض کی: حضور! حضرت نے اس کے آگے کا ایک فقرہ فرمایا۔ وہ لکھ کر پھر حضور! کہتے۔ وہ سلسلہ وار اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا کرتے۔ اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا۔ جب یہ حضور! کہتے، وہ رک جاتے۔

اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے، تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا، اور ان کو بھی انکے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا، وہ ارشاد فرما دیا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور! کہتے۔ اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے۔ اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے جتنا وقت بچتا، اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور حضور حضور کے درمیان جو وقت بچتا، اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر مجھے حقیقۃً پسینہ آ گیا۔ اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے، اسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھے، جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا، اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے۔ (میں نے اپنی عمر میں ایسے حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا) اسی طرح وہ انتیس خط پورے کئے گئے، اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے۔ اس کا یہ اہتمام تھا، اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی شخصوں کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا، اور شب کو اسی طرح کام کیا جاتا تھا۔ (ق ۳۶،۳۷)

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی کا بیان ہے کہ جب دار الافتا میں کام کرنے کے سلسلے میں، میرا بریلی شریف میں قیام تھا، تو رات دن ایسے واقعات

سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتا آیا، دارالافتا میں کام کرنے والوں نے پڑھا، اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا، اور جواب جزیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا، فقہا کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے رد المحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاویٰ ھندیہ میں، خیریہ میں، یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر، اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل وکمال نے علما کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔

ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سید محمد صاحب نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی، اور آنہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے، لہٰذا یہ مناسخہ انہیں کے سپرد کیا گیا۔ مولانا سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخہ کے حل کرنے میں لگ گیا۔ شام کو اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتاوے پیش کیے جانے لگے۔ تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا ہوا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی داد لوں گا۔ پہلے استفتا سنایا۔

فلاں مرا، اور اتنے وارث چھوڑے، اور پھر فلاں مرا، اور اتنے چھوڑے۔غرض پندرہ موت واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا تھا۔مرنے والے تو پندرہ تھے، مگر زندہ وارث کی تعداد پچاس سے اوپر تھی۔استفتا ختم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا حصہ دیا۔

اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی لغت ظاہر نہیں کر سکتی۔علوم اور معارف کی یہ غیر معمولی حاضر جوابیاں جس کی کوئی مثال سننے میں نہیں آئی۔(ق ۶۵،۶۶)

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ میرے بریلی قیام کے زمانہ میں حضرت کا ماء الجبن ہوا۔جس میں بیس مسہل ہوتے ہیں۔مگر کام مسلسل جاری رہا۔عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا، مگر نہ مانے۔انھوں نے طبیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، اور قریب بیس مسہل ہوں گے۔آنکھوں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔طبیب صاحب نے بہت سمجھایا تو یہ ارشاد فرمایا: اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا، دوسروں سے لکھوالیا کروں گا، اور غیر مسہل کے دن میں خود لکھوں گا۔طبیب صاحب نے کہا۔اس کو غنیمت سمجھو۔اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں۔مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے، اور صرف دن میں، دروازہ بند کر دیا گیا۔اب جو فتویٰ لکھانا ہوتا، اس پر کچھ مضمون لکھا کر مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی کئی جلدوں میں تھیں، مجھ سے فرماتے، اتنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے، اسے نقل کر دو۔

میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا، اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن گن کر رکھے گئے تھے۔ غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں **عقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیه** کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجودکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک **عقود الدریه** منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجیے گا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا، اور کتاب لاکر حاضر کر دی۔ مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجیے گا۔ اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں۔ میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے **عقود الدریه** کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔

جب اسباب درست کیا جانے لگا تو **عقود الدریہ** کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرمارہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا، وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لیے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ فرمایا: (تم کتاب لیے میرے ساتھ واپس چلو) میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے (اعلیٰ حضرت سے) فرمایا کہ میرے اس کہنے کا ''جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا'' ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا، اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہو گی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔ (ق ۳۸،۳۹)

تبحر علمی

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار بزمانۂ عرس حضرت جدی شاہ برکت اللہ قدس سرہ درگاہ معلٰی میں، میاں جی صاحب کے مکتب کے متصل کوٹھری میں، جہاں ہماری ہمشیرہ والدہ مسعود حسن کی اب قبر ہے، مولانا تشریف فرما تھے۔ ہم نے مولانا عبدالمجید صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھایا، اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی میں درود شریف میں لکھ دیجیے۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلم دان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کیے ہوئے، ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوش خط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع صیغۂ درود شریف میں شجرۂ قادریہ برکاتیہ جدیدہ تحریر فرمایا، اور پھر اسے حضرت میاں صاحب بھائی کی کتاب پر بھی نقل فرمادیا۔

فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ اس شجرۂ صلاتیہ کی نقل بیعت وارشاد کے ضمن میں جہاں شجرۂ طیبہ کا ذکر ہے، ثبت ہے۔ یہ واقعہ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ روز جمعہ کا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری رضوی سلطان پوری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا، حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کے ذکر مبارک پر انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ ہستی ہے کہ علما ہر باب میں ان کے محتاج ہیں۔ علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں، اور چار منشی لکھنے کو بیٹھ جائیں، تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کرسکیں گے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک درود میں لفظ حسین وزاھد تھا۔ آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ نہایت لطافت کے ساتھ اسے وہاں اس طرح استعمال فرمایا ہے کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس ﷺ کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ درود شریف کی عبارت یہ ہے۔ اللھم صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا ومولانا محمد ن المصطفیٰ رفیع الشان، المرتضیٰ علی الشان ، الذی رجیل من امته خیر من رجال السابقین وحسین فی زمرته حسن من کذا وکذا (۱) ، حسنا من السابقین

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا کو علم تکسیر کی تشویق وتحریک کا سبب میں ہوا۔ اس کے بہت تذکرے کرتا، کتابیں دکھاتا، ایک بار کسی خاندانی کتاب میں ایک نیا وفق ’سپر مرتضوی‘ نظر سے گذرا، مولانا کو بھی دکھایا، اس کے قاعدے کی تشریح وتوضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی، اور ایک دو روز کے بعد ایک مفصل رسالہ میں اس وفق کے بہت سے صُور اور اس کے لیے کئی ضابطے کا یہ مفصل ومشرح (رسالہ) تحریر فرما کر مجھے دے دیا، جو میرے پاس بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت بھی محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ کی نقل فن تکسیر میں مہارت کے بیان میں ہوگی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں،

اور اعلیٰ حضرت کی خداداد قابلیت و جامعیت کا اندازہ کریں۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔**

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے ایک بار کسی نماز کی دو رکعتوں میں آخر سورہ کی چند آیتیں پڑھیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا کہ مولانا یہ مکروہ ہے۔ اس وقت خاموش رہے، پھر فرمایا: بے شک فلاں کتاب میں یہ صورت مکروہ ہے۔ مگر فلاں فلاں معتمد نے اسے جائز غیر مکروہ بتایا ہے۔ کتابوں کے نام مولانا نے بتائے تھے، مجھے یاد نہ رہے۔ (ق ۱۳۱،۱۳۲)

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے ایک بہت بڑے رئیس اور بڑے دین دار، جنھوں نے ۱۱ حج کیے، جناب حاجی علاء الدین صاحب نے اپنی کوٹھی میں بالاخانہ بنایا، اور اس دیوار پر جو کوٹھی میں مسجد کی جانب تھی، دیوار بلند کی۔ بعدہٗ یہ خیال ہوا کہ یہ دیوار کہیں مسجد کی نہ ہو۔ یہاں کے علما سے تحقیقات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت سے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ان کا تعارف نہیں ہے۔ آپ میرے ہمراہ چلئے۔ میں ان کے ہمراہ بریلی گیا، وہ اسٹیشن پر ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے، اور شب کو وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت بعد عشا کچھ دیر تشریف رکھتے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں۔ حالانکہ (۲؍) میں لفافہ آتا ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضور ۲؍ کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہونچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ پھر حاجی صاحب نے

ایک مسئلہ ہیئت کا دریافت کیا۔ فرمایا: ان سبھوں میں جو سب سے پہلی قسم ہے، اس کی بیس قسمیں ہیں۔ پہلی کا نام یہ ہے، دوسری کا نام یہ، تیسری کا یہ، اسی طرح بیسوں کا نام نمبروار بتایا۔ پھر فرمایا: ان بیس میں جو سب سے پہلے ہے، اس کی چالیس قسمیں ہیں۔ اتنا سن کر حاجی صاحب نے عرض کیا، میں سب کو معلوم نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس ترتیب سے بتانے پر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ گویا یہی مسئلہ ملاحظہ فرما کر تشریف لائے تھے۔ پھر مسجد کی دیوار کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ اس دیوار میں کوٹھی کی جانب طاق ہیں، یا مسجد کی جانب؟ حاجی صاحب نے فرمایا: کوٹھی کی طرف۔ فرمایا کہ یہ دیوار کوٹھی کی ہے۔ مگر اس پر دیوار بلند کرنے میں مسجد کے منارے دب گئے ہوں گے، ان کو بلند کرنا چاہئے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے آتے ہی بلند کرا دیئے۔ (ق ۱۴۰)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار امام اہل سنت مسلم الثبوت مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا۔ جو رئیس الاتقیا صاحب نے صاحب مسلم الثبوت پر کیا تھا، اور اس کا جواب دیا تھا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا: احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو، بلکہ تم مجھ کو پڑھاتے ہو۔ پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے

فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں، بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔ (ق ۱۳۷)

جامع حالات۔ فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مسلم الثبوت کا قلمی نسخہ مُعَرّیٰ، جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں محشی کیا تھا۔ اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۲۴ھ میں جب میں اپنے استاد محترم جناب مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڈھی تلمیذ رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڈھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا، میرے مطالعہ میں رہتا تھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں مسلم الثبوت محشی مطبع مجتبائی دہلی کے علاوہ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم مسمیٰ بہ فواتح الرحموت شرح مسلم علامہ عبد الحق خیر آبادی شرح مسلم مولانا بشیر حسن مسمیٰ بہ کشف المبہم بھی تھی، بلکہ ان سب سے مزید مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عقدیہ اور حواشی بردی وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی، جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے۔ یہ سب کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی۔ اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری محشی بحاشیہ سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری، بلکہ شروح بخاری میں عینی، فتح الباری ارشاد الساری، سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا، اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں معرّیٰ سے محشی کیا تھا۔ اس کے مضامین وافادات ونکات کی لطافت کا رنگ ہی اور تھا۔

اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا، سب ذہن رسا کی جودت وجدت تھی۔ عام محشین کی طرح نہیں، کہ عنایه، بنایه، نهایه، کفایه، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ، شرح وقایه (پر) حاشیہ لکھ ڈالا۔ اگر چہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ ومدرسین کی بہت شکر گزاری کا باعث ہے، مگر ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مجھے شیر بیشہ اہل سنت، ناصر دین وملت، سیف اللہ المسلول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمة الله تعالی علیه کا مقولہ نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت محشیِ کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ فرمایا: میاں ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال وہی ہے 'بیٹھا بنیا کیا کرے اِس کوٹھی کا دھان اُس کوٹھی میں، اُس کوٹھی کا دھان اِس کوٹھی میں' کسی کتاب کی چند شرحیں، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اِس سے کچھ اُس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں، حاضرین کا مجمع ہے، لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں، حضور جواب دیتے جا رہے ہیں۔ اس وقت جناب سید محمود خان صاحب قادری برکاتی نوری علیه الرحمة عرض کرتے ہیں۔ حضور! میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی نوک زبان پر ہے، کبھی کسی مسئلہ کی نسبت حضور کو یہ فرماتے نہ سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور کسی قدر آبدیدہ ہوئے، اور ارشاد فرمایا: سید صاحب! قبر میں مجھ سے ہر مسئلہ کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟

تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔ (ق ۱۳۷، ۱۳۸)

ریاضی دانی : مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے وائس چانسلر، جنھوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا، ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق، اس لیے قصد کیا کہ جرمن جاکر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جاکر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجیے، وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں، اور حل نہیں کر سکا؛ اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جو غیر ممالک تو کجا، اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہوسکتا ہے؟ دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا۔ پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا، اور سفر یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے پھر ان سے فرمایا، تو غصہ بھرے لہجہ میں کہا کہ مولانا! عقل بھی کوئی چیز ہے، آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا: آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ سیدھی گاڑی جاتی ہے، کئے گھنٹے کا سفر ہے؟ آپ ہو تو آئیے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۳۲۹ھ کے قبل، ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبدبہ سکندری اعلیٰ حضرت کے یہاں آتا تھا، اور مدیران اخبار مذکور کو جو خلوص وعقیدت اعلیٰ حضرت اوران کے وابستگان کے ساتھ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔ خیر! بہرکیف اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا، اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لیے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ الموہبات فی المربعات نقل کررہا تھا، اس لیے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا، تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی تھے، اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، اور علی گڈھ میں اپنے احباب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ ہرگز مت جایئے۔ وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں۔ اور آپ ہیں علی گڈھی، داڑھی منڈے۔ مولانا آپ سے بات بھی نہ کریں گے۔

لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری سے (کہ بڑے زبردست سنی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال وہم عقیدہ عالم اس زمانہ میں وہاں پروفیسر دینیات تھے) مشورہ کیا۔ انھوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ دیا، بلکہ بہت زور دیا، اور فرمایا کہ ضرور جایئے۔ مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو مشہور کرر کھا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں، تیز مزاج ہیں۔ آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے، اور ان کا اخلاق دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ مشورہ دے کر ایک خط احتیاطاً حضرت صاحب زادہ اکبر مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ "ڈاکٹر سرضیاء الدین صاحب ایک مسئلہ ریاضی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، ان کی حسب شان خاطر داری ہونی چاہیئے"۔ جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس غرض سے جاتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالیہ میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی، مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے، حل کردوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر چار مثالیں بھی حل کرادیں۔

اس کے بعد ہی ایک خط جناب سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڈھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات

حاصل کئے ہوئے ہیں، عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ چونکہ ایک جنٹل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں، اس لیے آتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہنچیں، تو انھیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور نے مولانا صاحب کو جواب دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں، فقیر منتظر رہے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آ گیا، ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا۔ شاید نماز عصر ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا، اور موزوں پر مسح کیا، مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوایا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے، ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے، اور بالآخر فرمایا: میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے، مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔

شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو؟ مصطفےٰ پیارے ﷺ کی سرکار سے یہ تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت ﷺ کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے۔ اس پر حضور نے میرے اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں۔ انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں، یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصطلاحات میں حضور نے دیا۔ جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔

(۱۵) ہاں! جو مثال بیان فرمائی، وہ یہ تھی کہ:۔

کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہونچتی ہو، تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے۔ یعنی سر نیچے، پاؤں اوپر۔ اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجیے۔

حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا: حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا:

ہاں! نظر آرہا ہے۔ فرمایا: ذرا اور پیچھے ہٹ آئیے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا: اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: اب نظر آنے لگا۔ فرمایا: اور دو قدم پیچھے کو آجایئے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا، روپیہ پھر نمایاں تھا ــــــ بعدہٗ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا۔ پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔

اور فرمایا: میرے یہاں کالج کی لائبریری میں ایک کتاب عربی میں ہے۔ جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔ یعنی ایک تو میرے یہاں، اور ایک ایک جلد انگلینڈ، گرینج، بھوپال، ریاست رام پور میں، اور ایک نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جاتا۔ لہٰذا اگر حضور فرمائیں تو میں ایک مولوی صاحب کو وہ کتاب دے کر خدمت والا میں بھیج دوں۔ تاکہ وہ حضور سے آکر سمجھ لیں۔ پھر ان سے میں سمجھ لوں گا۔

حضور نے فرمایا: بہتر ہے ــــــ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے۔ حضور نے کچھ مٹھائی تازہ موٹر میں رکھوادی۔ چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کے فرستادہ مولوی صاحب وہ کتاب لے کر آئے، اور حضور سے پڑھنا شروع کیا۔ ہماری آنکھیں شاہد ہیں کہ حضور اس کمیاب بلکہ نایاب کتاب کو بغیر دیکھے بے تکلف مولوی صاحب کو اس طرح سمجھاتے جاتے، جیسے حضور نے اس کو بارہا پڑھایا ہے۔

یہ بھی دیکھا کہ مولوی صاحب پڑھ رہے ہیں، اور حضور پیش پیش فرماتے جاتے ہیں کہ اس کے بعد یہ ہونا چاہیے، اس کے بعد یہ باب ہوگا۔ اور وہی نکلتا مگر حضور کے سمجھاتے وقت معلوم ایسا ہوتا تھا کہ خالی ہاں ہاں کہنے کے سوا سمجھ میں ان کے کچھ بھی نہیں آرہا ہے۔غرض مشکل سے تین چار روز رہ کر واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیچارے کے سمجھ میں کیا آیا ہوگا؟ اور اگر کچھ ذہن میں آیا بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ بریلی کے اسٹیشن تک۔علی گڈھ پہنچتے پہنچتے بالکل کورے ہی ہوں گے۔ پھر فرمایا: ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے، ایک قسم کا خیال آتا تھا کہ انہوں نے اس علم کے حصول میں اپنی زندگی صرف کردی ہے، نہ معلوم کیا کیا سوالات کریں گے؟ بخلاف اس کے یہاں تو صدہا مصروفیتیں ہیں، خدا جانے میں جواب بھی دے سکوں گا یا نہیں؟ مگر الحمد للہ پروردگار عالم نے ان کی پوری تشفی کرادی، اور وہ بہت مسرور گئے۔

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہونچے اور وہاں سے والا درجت جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشیں مارہرہ شریف پیرزادہ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف پہنچے۔اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم وتوقیر شایان شان فرمائی؛ اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بوجہ سیادت تعظیم کی، جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا

کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ارشاد ہوا: فرمایئے۔انہوں نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے، جسے میں اتنی جلدی عرض کردوں۔فرمایا: آخر کچھ تو فرمایئے۔غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کردیا۔اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔یہ سن کر ان کو حیرت ہوگئی، اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول اٹھے' میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئ ہے، آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے، سنتے ہی فی البدیہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا——اور بہت شاداں وفرحاں علی گڈھ واپس ہوئے۔

(میں) ۱۳۲۹ھ ہی میں برادر دینی منشی عزیز الدین صاحب قادری رضوی بریلوی مقیم شملہ کی کوشش سے شملہ چلا گیا تھا۔ (اس لیے ذاتی مشاہدہ نہیں) کہ ڈاکٹر صاحب کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ تاہم سید ایوب علی صاحب۔ کا بیان زیادہ قابل وثوق ہے کہ ڈاکٹر صاحب نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے، اور ایک وقت خاص پر حاضر ہوئے، اور سوالات کئے، اور تشفی بخش جوابات پائے۔

(بہر حال) ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب کا مسئلہ ریاضی کی تحقیق میں بریلی شریف آنا اور اعلیٰ حضرت سے وہ مسئلہ دریافت کرنا اور اس کا تشفی بخش جواب پانا مسلم، جس میں اصلاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

(کیوں کہ میرے قیام شملہ کے دوران ہی) وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے، اور اسپیشل ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ میں وہاں گیا، اور ان سے ملا، اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں، فرمایا: کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟ فرمایا: بہت ہی خلیق و منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے۔ باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاحل تھا، ایسا فی البدیہ جواب دیا، گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اور جاننے والا نہیں ہے۔

بریلی سے واپس ہونے پر پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پورے پابند ہوگئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ (ق ۱۵۰، ۱۵۷)

ہیئت و توقیت وغیرہ میں کمال: اوپر بیان ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳ر سال ۱۰ر ماہ کی عمر میں کتب درسیہ مروجہ سے فاتحہ فراغ حاصل فرمایا۔ اس عمر میں انسان کی جیسی عقل ہوتی ہے، جیسی محنت عام طلبہ کرتے ہیں، خصوصاً ایک رئیس کبیر کے صاحب زادے سے جس محنت کی توقع کی جاسکتی ہے، اس کے مقابلہ میں حضور کی لیاقت، فنی قابلیت جو دیکھی جاتی ہے، تو سوا اس کے کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا علم کسبی نہ تھا، بلکہ محض وہبی، لدنی (تھا) اور کوئی چارہ کار نہیں۔ اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا بھی میرے گمان میں یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے

حضور نے اپنے فتاویٰ شریف کا نام **العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه** رکھا تھا۔ ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم اسی لیے نہ صرف فقہ اور دینیات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے شعر کو سچ کر دکھایا اور حقائق و دقائق کے دریا بہا دیئے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

علم ہیئت میں اعلیٰ حضرت نے شرح چغمینی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رامپوری سے پڑھی۔ لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ تصریح شرح چغمینی پر حاشیہ لکھا۔ اس کے مغلق مقامات کو حل فرمایا پھر اعلیٰ حضرت کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا علمائے معاصرین کی طرح نہ تھا کہ کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے نقل کیا اور کسی ایک کتاب پر چسپاں کر دیا بقول شخصے ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا　　　بھان متی نے کنبہ جوڑا

بلکہ جو کچھ تحریر فرماتے، اپنے علم اور فیضان الٰہی سے۔ علم ہیأت کو اگر دیکھا جائے، تو سوا چند اصطلاحات جاننے کے فقط اس سے کوئی کار آمد نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہیات کے ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اگر چہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ کبھی اس کو اہمیت نہ دی۔ پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر فن کو اعلیٰ حضرت کی بات ماننی پڑی۔

ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی

موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے، جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے، اور فرمایا.......... مولوی! سنتے ہو (۱۶) 'لاہور فتح، دہلی پر دھمک'

اعلیٰ حضرت نے فرمایا .... یہ کیسے؟۔

انہوں نے ایک زائچہ پیش کیا، جو تیار کر کے لائے تھے، اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا۔

حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا.......... یہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔

انھوں نے کہا.......... ہاں! یہی ہوگا، جو میں نے حکم لگایا ہے.

اعلیٰ حضرت نے فرمایا.......... مجھے اس سے اتفاق نہیں، اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔

یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے، اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان تشریف لے گئے۔ پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے۔

اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا.......... کہئے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی؟

انھوں نے کہا.......... آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا۔ کہاں تبدیل سلطنت ہوئی؟

ارشاد فرمایا.......... سلطنت تو بدل گئی، پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں، ان کا خاندان دوسرا ہے۔ دادیہال سے خاندان لیا جاتا ہے، نہ نانیہال سے۔

شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے، نہ ماں کی جانب سے۔

تب مولوی غلام حسین صاحب خاموش ہوگئے۔

ایک اور واقعہ انھیں کا ہے۔ ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا ـــــ فرمایئے! بارش کا کیا انداز ہے، کب تک ہوگی؟

انھوں نے ستارا کی وضع سے زائچہ بنایا، اور فرمایا ـــــ اس مہینہ میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھادیا۔

اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا ـــــ اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو۔

انہوں نے کہا ـــــ یہ کیسے ہوسکتا ہے، آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے؟

حضرت نے فرمایا ـــــ میں سب دیکھ رہا ہوں، اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

(پھر اس مشکل مسئلہ کو کس قدر آسان طریقہ پر سمجھادیا) سامنے کلاک لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا ـــــ وقت کیا ہے؟

بولے ـــــ سوا گیارہ بجے ہیں۔

فرمایا ـــــ ۱۲/ بجنے میں کتنی دیر ہے؟

بولے ـــــ پون گھنٹہ۔

حضرت نے فرمایا ـــــ اس سے قبل؟

کہا ـــــ نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔

اعلیٰ حضرت اٹھے، اور بڑی سوئی کو گھما دیا۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا ــــ آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک پون گھنٹا بارہ بجنے میں ہے۔

بولے ــــ آپ نے اس کی سوئی کھسکا دی، ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے ہی بعد ۱۲ بجتے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ــــ اسی طرح رب العزۃ جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے، پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ، ایک دن کیا؟ ابھی بارش ہونے لگے۔

اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف گنگھور گھٹا آ گئی، اور پانی برسنے لگا۔

غرض اعتقاد علم نجوم پر اس قسم کا تھا، ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، مگر اصل فاعل مختار حضرت عزوجل شانہ کو جانتے تھے۔ ستاروں کی وضع اور رفتار بدلنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں سلمہ کی ولادت کا زائچہ بنایا، اور فن کے اعتبار سے اس پر احکام ثبت فرمائے، جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں خود دست مبارک کا لکھا ہوا، کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے اوپر تحریر فرمایا: الغیب عند اللہ۔

ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا۔ یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ علما نے جستہ جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب

اس فن میں نہ تھی۔اس لیے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری ـــــــ مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی ـــــــ مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی ـــــــ حضرت حجۃ الاسلام صاحب زادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی ـــــــ مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی، جس کو ہم لوگ پڑھتے۔اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے، اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، صبح صادق، عشا، ضحوۂ کبریٰ، عصر نکالتے۔ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہم لوگوں کی کاپیوں میں لکھے رہے۔پھر میں نے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کے ساتھ مع مثال بلکہ امثلہ لکھ کر اس کا نام **الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت** معروف بہ **توضیح التوقیت** رکھا۔الحمدللہ کہ یہ رسالہ مطبع نعیمی مرادآباد میں چھپ کر شائع ہوگیا ہے۔اور اس سے بہت لوگوں نے اس علم کو حاصل کیا۔

اسی زمانہ میں مجھے بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا، تو ایک نسخہ گرامی جناب محبت مکرم مخلص محترم جناب حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب کے لیے لیتا گیا۔انھوں نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اور مولوی صاحب بھی فارسی زبان میں اس فن میں تصنیف فرما رہے تھے۔وہ رسالہ مجھے دکھایا کہ میں نے اس طرح لکھنا شروع کیا تھا۔لیکن اب **توضیح التوقیت** کے بعد اس کی ضرورت نہیں

معلوم ہوتی ہے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ہرگز ایسا خیال نہ فرمائیں، آپ اس کتاب کو ضرور مرتب کرڈالیے۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فیض اور ان کے علم کی اشاعت ہے۔

ع: ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست

یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ کتاب ان کی زندگی میں چھپ گئی تھی یا نہیں؟ اور اب ان کے صاحب زادوں کا ان کی تصنیفات کی طباعت واشاعت کے متعلق کیا خیال ہے؟ غرض یہ تو اعلیٰ حضرت کے اس فن میں علمی کارنامے ہیں۔ یعنی قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کرلینا کہ کس وقت آفتاب طلوع کرے گا، اور کس وقت غروب وغیرہ؟

ساتھ ساتھ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت اس قدر زبردست تھی کہ مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پہلی بھیتی نبیرہ مولوی عبد اللطیف صاحب برادر خورد حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب قدست اسرارھما کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملالیا کرتے تھے۔

فقیر عبید الرضا غفرلہ نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے، اور دیکھے ہیں۔ اور بالکل صحیح وقت ہوتا۔ ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر قادری برکاتی معینی قدس سرہ العزیز کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول

امامت فرماتے۔ جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی، تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلی کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت کی، اور قرات اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہوگیا۔ مسجد سے نکل نکل کر لوگ آفتا ب کی جانب دیکھنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہوگئے۔

مولوی سید عبد العزیز صاحب قادری سہوانی حال مقامی بریلی شریف محلہ ملوک پور مسجد شاہ معشوق اللہ صاحب قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت تاج الفحول میں غایت درجہ محبت تھی گویا دونوں ایک ہی تھے۔ پھر بھی مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی فجر کی نماز ابتدائے اسفار میں پڑھتے تھے جب کبھی حضرت تاج الفحول بریلی تشریف لاتے تو حسب عادت سویرے نماز پڑھا کرتے؛ اور اگر کوئی کہتا کہ اعلیٰ حضرت دیر کر کے پڑھتے ہیں تو فرماتے کہ وہ ہیئت وتوقیت جانتے منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں ان۔ کے لیے اس قدر اسفار زیبا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری۔ نے لکھا کہ مکرمی حاجی عبد الجامع صاحب جامی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی تشریف لے گئے۔ رات زیادہ ہوجانے کے سبب مولانا کو خبر نہیں کی، فجر کی نماز کے لیے سویرے ہی اذان کہی اور تھوڑی دیر انتظار کر کے نماز شروع کردی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور اسفار میں نماز فجر ادا فرمائی۔

علم تکسیر میں مہارت: علم تکسیر بھی اس زمانہ میں انہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبہ میں ایک یا دو شخص ہوں گے۔ عوام کو اس سے کیا دلچسپی، علما کو اس سے کیا غرض؟ مشائخ کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے، سیکڑے میں اسّی ایسے ملیں گے، جو اپنے مشائخ کے مجموعۂ اعمال یا مجربات یا نافع الخلائق سے نقوش اسے سیدھے باقاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ۱۸-۱۹ فی صدی نقش مثلث یا مربع قاعدہ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں۔ اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار یا پانچ سو میں دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔

عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ تشریف لائے اور محب محترم حامی دین، واقف علوم عقلیہ ونقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب دربھنگوی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے۔ اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا انداز برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دو پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا، اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈینگ بہت بڑھی، تو ایک دن بہت بھولی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں، وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خان صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں؛ اور اسی وجہ سے ایسے زبردست

معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔جب انھیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں ،ایک شخص فن تکسیر جانتے ہیں،تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کرادیجیے گا۔انھوں نے کہا: اچھا! وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں،اور چار بجے دریاپور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اوران کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں۔میں سمجھ گیا۔میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کراور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں،جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم ومفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے؟ میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے،کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ہاں اس فن سے یک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا ـــــ جناب مربع کتنے طریقہ سے بھرتے ہیں؟

بہت فخریہ فرمایا ـــــ سولہ طریقہ سے۔

میں نے کہا ـــــ بس۔

اس پر فرمایا ـــــ اورآپ؟

میں نے کہا ــــــ گیارہ سو باون طریقے سے۔

بولے ــــــ سچ؟

میں نے کہا ــــــ جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی؟

کہا ــــــ میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟

میں نے کہا ــــــ ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔آج چار بجے میرے ساتھ دریاپور تشریف لے چلیں۔مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کروں گا۔ایک ہی نقشہ ہے جو اتنے طریقے سے بھرا ہوا ہے، جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔

پوچھا ــــــ کن سے سیکھا؟

میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا۔

حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہو گیا مگر پوچھا ــــــ اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟

میں نے کہا ــــــ تیئیس سو طریقے سے۔

کہا ــــــ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟

میں نے کہا ــــــ وہ تو علم کے دریا نہیں، سمندر ہیں۔جس فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی کو سیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے۔ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں؟

آخر ۴ بجے وہ میرے ساتھ دریاپور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے، اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہو کر بعد مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔ خیر بہر کیف۔

جملہ علوم و فنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے۔ بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کے ثبوت میں ایک تحریر نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ جس کو حضرت عظیم البرکت سیدنا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مدظلہ العالی نے میری طلب پر روانہ فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل فی الوفق الوحاوی

فقیر احمد رضا قادری بریلوی غفرلہ القوی در مجموعہ سیدنا نور العارفین حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ مدظلہم العالی نقشے بریں صورت دیدہ بود، اما او را قاعدۂ مضبوطہ و ضابطۂ مطردہ نیافتہ۔ ناچار بجائے خود فکرے کردم و سہ ضابطہ برآوردم۔ و ایں نقش را ہم ہر دو ضلع تمام شود ضلعے قائم و ضلعے معترض۔ وفق وحاوی نام نہادم و سیر او را دریں بیت انضباط دادم ؎

چو خواہی بہ نقش وحاوی سیر دو رخ درمیان دو فرزیں بگیر

چوں چہاردہم ماہ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ شرف خاک بوسی آستانۂ عالیہ

برکاتیہ بتقریب عرس سراپا قدس حضور صاحب البرکات ؓ دست داد، ذکر ایں نقش باصاحب زادہ والا احترام حضرت سید شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ بمیاں آمد۔ عرض داشتم کہ من فقیر ایں وفق را چند ضابطہ بروئے کار آوردہ ام۔ ارشاد فرمود کہ بفرست۔ ۱۵ر ماہ مذکور بوطن رسیدم، طرح فکرے تازہ انداختم۔ درساعت قلیل ہفت ضابطہ دیگر روئے نمود، تا آنکہ ثلث عشرۃ کاملۃ شد۔ و باعتبار وجوہ طریق رخت از حدِ نہایت برد۔ فقیر اولاً آں سہ قاعدہ پیشیں می نویسم، پس آں ضوابط آخر ذکر خواہم کرد و باللہ التوفیق۔

(ضابطہ اولیٰ) شش طرح و بر سہ تقسیم واز حاصل آغاز وکسر یک در بیت چہارم و دوم در سوم کہ بیت القطب ست و ہمین ست نظم طبعی واقل ما یجری فیہ تسمۃ وسیر از ہر چہار بیت آتشی و بادی و آبی و خاکی ممکن ست۔ و راہ یمین و یسار ہر دو کشادہ۔

فمن الناری

	١	
٢	٣	۴
	۵	

	١	
۴	٣	٢
	۵	

ومن الہوائی

	۴	
۵	٣	١
	٢	

	٢	
۵	٣	١
	۴	

ومن المائی

	٢	
١	٣	۵
	۴	

	۴	
١	٣	۵

ومن الارضی

	۵	
۴	٣	٢
	١	

	۵	
٢	٣	۴
	١	

وهٰذا من عشرة فا لكسر واحد

	١	
٢	٣	٤
	٦	

وهٰذا من احد عشر فالكسر ا ثنان

	١	
٢	٤	٥
	٦	

نقش بست در بست

	٤	
٥	٧	٨
	٩	

(ضابطہ ثانیہ) برطبق مصاریہ کہ عدد اسم مطلوب یا آیت مقصودہ دو بلی قطب نویسند و حاصل جمع ضلع سہ مثل اعداد مطلوبہ باشد و حاجت تکسیر نیفتد۔

ایں صورت از سہ تا فوق ممکن وھذا وفق ح

	١	
٢	٣	٤
	٥	

نقش بست در بست

	١٨	
١٩	٢٠	٢١
	٢٢	

(ضابطہ ثالثہ) کہ خانۂ قطب بہرِ کتابتِ مقصود، تہی ماند۔ قانونش آنکہ سہ طرح و مقسوم علیہ، و کسر در چہارم

واقل ما یجری فیه خمسة

	۱	
۲	مطلب	۳
	۴	

وھذامن ستة

	۱	
۲	مطلب	۴
	۵	

نقش بست در بست

	۸	
۹	مطلب	۱۱
	۱۲	

وایں جا قاعدۂ مصاریہ جاری نتواں کرد کہ بیت قطب ندارد۔ وایں سہ قاعدہ۔ ست کہ بنگاہ اولیں پردہ ازروئے مقصود کشود۔ حالا ضوابط باقیہ برنگارم۔

(**ضابطہ رابعہ مشتمل بر طرق غیر متناهیہ**) درنظم طبعی طرح ۶ بود، وسیر برنسق اعداد یک یک فزودن۔ وترا می رسد کہ از اضعاف ستہ ہر قدر کہ خواہی طرح کنی وبحساب آں در زیادت افزائی مثلاً اگر ۱۲ طرح کنی، بہر خانہ دوگاں افزائی۔ ودر طرح ۱۸ سہ گاں۔ ودر اسقاط ۲۴ چہار گاں۔ وہم چنیں الی مالا نہایہ لہ پیدا است کہ چوں تضاعیف ستہ را نہایت نیست، طرق ایں ضابطہ را نیز پایاں نباشد۔ وتقسیم دائماً برسہ واز حاصل شروع ووطیرۂ کسر ہمان ست کہ در نظم طبعی گزشت ونذکر **امثلة بعض الطرق**۔

(**طریقه اولی**) طرح ۱۲ وزیادت دوگاں واقل مایجری

فیہ خمسۃ عشر ھٰکذا

	۱	
۳	۵	۷
	۹	

وھذا من ۱۶ فالکسر واحد

	۱	
۳	۵	۸
	۱۰	

نقش بست در بست فالکسر اثنان

	۲	
۴	۷	۹
	۱۱	

(طریقہ دوم)
طرح ۱۸ وزیادت سہ گان واقل ما یجری فیہ ۲۱

	۱	
۴	۷	۱۰
	۱۳	

نقش اسم ذات

	۱۶	
۱۹	۲۲	۲۵
	۲۸	

نقش نام پاک محمد ﷺ فالکسر اثنان

	۲۴	
۲۷	۳۱	۳۴
	۳۷	

(طریقہ سوم)
طرح ۲۴ وزیادت چہارگان واقل ما یجری فیہ ۲۷

	۱	
۵	۹	۱۳
	۱۷	

(طریقہ چہارم) طرح ۸۰۷ کہ یک صدوی ضعف ستہ است وزیادت برخانہ ۱۳۰ التعویذ تسمیہ

	۱	
۵	۹	۱۳
	۱۷	

وعلیٰ ھٰذا القیاس ازیں ضابطہ طرق غیر متناہیہ تو ان برآورد کمالایخفیٰ۔

(**ضابطہ خامسہ ایضا مشتمل بر طرق غیر متناھیہ**) از سہ تا غیر متناہی ہرقدر کہ خواہی طرح نمائی، تقسیم بر ۲ و تا بیت قطب سیر بر نظم طبعی۔ وبعد ازاں کہ بیت چہارم ست از عدد مطروح ہرقدر کہ باشد سہ کم نمودہ سیر نمائی۔ وظاہرست کہ دریں صورت کسر نیستند مگر یک، آنرا در بیت چہارم بیفزائی مثلاً

(**طریقہ اولیٰ**) چوں طرح سہ کنیم در بیت چہارم از عدد مطروح کہ سہ بود سہ کاستیم، ہیچ نماند۔ آنجا صفر نہند، ودر پنجم یک۔ **واقل ما یجری فیہ خمسۃ ھٰکذا**

	۱	
۲	۳	۰
	۱	

نقش بست در بست

	۸	
۹	۱۰	۱
	۲	

توضیحش آنکہ از بست سہ تفریق شد، ۱۷ ماند۔ بر دو قسمت کردیم، ہشت صحیح برآمد، وکسر یک۔ ہشت را بخانہ اول نہادہ تا قطب سیر نمودیم۔ در بیت چہارم از مطروح سہ کاستیم، فانی شد، صفر می بایست۔ اما کسر یک کہ بدست بود، افزودیم۔ یک دریں خانہ آمد، ودو در بیت پنجم۔

(**طریقہ دوم**) طرح ۴ ودر خانۂ چہارم وپنجم یک ودو **واقل مایجری فیہ ستۃ ھٰکذا**

	۱	
۲	۳	۱
	۲	

نقش بست در بست بلا کسر

	٨	
٩	١٠	١
	٢	

ایں بعینہٖ مثل اول برآمد۔ امافرق در طریقہ ست آنجا سہ طرح کردہ بودیم، و کسری ماند، وایں جا چہار انداختیم و بے کسر یافتیم۔

نقش اسم ذات

	٣١	
٣٢	٣٣	١
	٢	

اسم ذات پاک احمد ﷺ اعدادش ۵۳

	٢٤	
٢٥	٢٦	٢
	٣	

(**طریقہ سوم**) طرح ۵ ایں جا در خانۂ چہارم ۲ و در پنجم ۳ آید کمالا یخفی واقل

مایجری فیہ سبعۃ

	١	
٢	٣	٢
	٣	

نقش بست در بست

	٧	
٨	٩	٣
	٤	

(**طریقہ چہارم**) طرح ۸۴ کے تعویذ تسمیہ

	١	
٢	٣	٧٨١
	٧٨٢	

وہم چنیں الیٰ مالانہایۃ لہ

(**ضابطہ سادسہ ایضا مشتمل بر طرق غیر متناھیہ**) ایں ضابطہ ہیچ طرحے و کسرے محتاج نیست، و ہیچ گونہ نظامے وسیاقے نمی خواہد۔ ہر عددے کہ

خواہی بہر نہجے کہ خواہی سہ پارہ کنی وآں پارہ ہا را در بیوت ثلثہ اولین تا بیت القطب نہی۔ چوں بہ بیت چہارم رسی باز از سر آغاز کنی۔ بعدہٗ از عدد خانہ اول بالترتیب نوشتن گیری۔

مثلاً بست را پارہ کردیم ۵، ۷، ۸

	۵	
۷	۸	۵
	۷	

یا ۱، ۱۶، ۳،

	۱	
۱۶	۳	۱
	۱۶	

یا ۱۰، ۴، ۶

	۱۰	
۴	۶	۱۰
	۴	

وھکذا ایں جا اگر اختلاف بیوت در عدد خواہند، البتہ در کم از سہ جریان نیابد فان اقسامہا ۱، ۲، ۳ ولا یمکن اقل من ذالک مختلفات ورنہ در سہ نیز ممکن ست کما لا یخفی۔

(ضابطہ سابعہ) پنج طرح کنی وباقی را نگاہ داری وسیر مطلقاً از یکے نمائی۔ چوں بہ بیت چہارم آئی، جمیع باقی ماندہ را نہی ودر پنجم برآں یک افزائی کما ھو مقتضی السیر۔

واقل ما یجری فیہ ستۃ

	۱	
۲	۳	۱
	۲	

بلکہ در خمسہ نیز ممکن ست کہ چوں بعد طرح پنج از پنج ہیچ نماند، حصۂ بیت چہارم صفر آمد، در رنگ آنچہ کہ در ضابطۂ خامسہ گزشت۔

وھذہ صورتہ

	۱	
۲	۳	۰
	۱	

نقش بست دربست

	۱	
۲	۳	۱۵
	۱۶	

نقش اسم ذات

	۱	
۲	۳	۱۶
	۶۲	

(**تنبیہ**) ایں ضابطہ رالعبارت آخرہم تعبیر تواں کرد۔ مثلاً

تعبیر دوم آنکہ ہر بیت آنست کہ درو ے رقمے ازارقام ہندسیہ باشد واقل آنہا یک ست۔ حالا از ہر عدد کہ خواہی شش طرح کنی، وباقی رانگاہ داشتہ تابیت قطب از یک تاسہ برنظم طبعی رفتہ، درچہارم جمیع باقی را بایک کہ اقل حقوق بیوت ست جمع کنی۔ مثلاً ازبست بعد طرح شش ۱۴ باقی ست، در بیت چہارم ۱۵ نوشتیم ودر پنجم ۱۶ کمار ائیت۔

تعبیر سوم آنکہ ۹ مطروح وتابیت القطب از یک تاسہ سیر طبعی، ودرچہارم برمقتضائے نظم طبعی کہ عدد ۴ ست جمیع باقی رااضافہ۔ مثلاً درنقش بدوح بعد طرح ۹ باقی ۱۱ چوں با ۴ جمع کردہ شد، ۱۵ برآمد، ومثل مامرہ شد۔ لہٰذا بحقیقت راجع بہماں طرح ۵ وکتابت جمیع باقی در بیت چہارم است۔ فرق این است کہ آن شامل ترست کہ ہم ازخمسہ جریان آغاز می کند، ولہٰذا قاصر وناقص۔ باز درو ے قلت وسہولت عمل علاوہ، پس ہمون مختار اُفتاد۔ وبرینہا تنبیہ کردیم تامتروک راند ہول عنہ گمان نہ برند۔

(ضابطہ ثامنہ) عدد مطلوب را بر ۹ قسمت نمائی و کسر از یک تا ہشت ہر چند کہ باشد محفوظ داری، وحاصل قسمت را در خانہ مفتاح نہادہ در بیوت باقیہ ہماں حاصل بر حاصل افزودہ باشی۔ مثلاً در ۹ حاصل قسمت یک ست بہر خانہ یگاں یگاں افزائی۔ و در عدد ۱۸ حاصل ۲ است، بہر بیت دوگان زیادہ کنی۔ و در ۲۷ حاصل ۳ ست، بہر بیت سہ گان اضافہ کنی۔ و ہکذا۔ و کسر ہر قدر کہ باشد با ایں حاصل در بیت چہارم جمع نمائی۔

واقل مایجری فیہ تسعۃ

	١	
٢	٣	۴
	۵	

من ۷ افالکسر ۸

	١	
٢	٣	١٢
	١٣	

من بدوح فالحاصل ۲ والکسر ۲

	٢	
۴	۶	١٠
	١٢	

من اجل فالحاصل ۳ والکسر ۷

	٣	
۶	٩	١٩
	٢٢	

من اسم محمد ﷺ فالحاصل ۱۰ والکسر ۲

	١٠	
٢٠	٣٠	۴٢
	۵٢	

	٨٧	
٢٧٤	٢٦١	٢٥١
	٤٣٨	

من التسمیة فالحاصل ٨٧ والکسر ٣

(ضابطه تاسعه) ذوالکتابة در ہر سه خانه ضلع غنی حروف اسم یا کلمات آیت ہر چه خواہی نویسی، واعداد آنہا را زیر آنہا نگاری، ودر مفتاح از عدد بیت دوم ہر چه که باشد یک کم نہی، ودر مغلاق بر عدد بیت چہارم ہر قدر که باشد، یک بیفزائی۔ نقش مراد بر کرسی سه اذشیند۔ مثلاً

من محمد رسول اللهﷺ

	٢٥	
الله ٦٦	رسول ٢٩٦	محمد ٩٢
	٩٣	

من التسمیة

	٢٨٨	
الرحیم ٢٨٩	الرحمن ٣٢٩	بسم الله ١٦٨
	١٦٩	

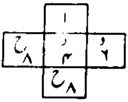
من اسم الحفیظ

	٨٩٩	
ظ ٩٠٠	فی ٩٠	ح ٨
	٩	

واز لطائف این ست که جز اسمے که کم از سه حرف داشته باشد که تقسیم او بر بیوت ثلثه ممکن ست، ودر ہر اسم وعبارت جاری ست، تا آنکه در اسم سه حرفی که حرف آخرینش الف باشد، نیز راست می آید۔ حالانکه بریں تقدیر در خانه دوم الف افتد، وممکن نباشد که در بیت اول از وے چیزے کم کرده بنویسند۔ اما این جا کم کردن آنست که صفر ماند مثلاً نام پاک خدا جل جلاله

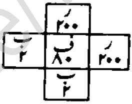
	٠	
اُ	ہُم	خ ٦٠٠
	٦٠١	

(فائده) لمظهر والمضمر چنانکه در مربع نویسند، آنجا خود واضح ست۔ زیرا کہ بوجہ زوجیت عدد بیوت تکرار واعادہ حروف واعداد بروجہ کمال ممکن ست۔ اینجا عدد بیوت فرد یعنی پنج ست، چگونہ تکرار کامل صورت بندد۔ اماایں قدر ممکن ست کہ اسم را سہ جز کردہ در بیوت سہ گانہ پیشیں نویسند، وباز از بیت چہارم تکرار نمودہ تا دو ثلث اعادہ نمایند، یک ثلث باقی می ماند لانعدام المحل مثلاً از اَحد



حاصلش راجع ست بضابطہ سادسہ کہ ذکرش گزشت۔ آرے جائیکہ دو پارہ اولین معنی مناسب دارد، خالی از لطف نیست۔

مثلاً از رَبِّی



کہ رَبِّی رَب ایں عبارت را بطور جملہ اسمیہ ہم تو ان خواند، بہ تنوین رَبٌّ یعنی پروردگار من پروردگار ست۔ نیز بکسر بائے رَبِّ برحذف یائے متکلم یعنی پروردگار من پروردگار من ست۔ نیز رَبِّ یعنی پروردگار من پرورد۔ ہم جملہ ندائیہ تواں گفت۔ ہر دو جا بتقدیر حرف ندالیش ندا مکرر باشد۔ یعنی اے پروردگار من اے پروردگار من۔ یا۔ رَبِّ امر از تربیت گیرند، پس دعا باشد۔

اے پروردگار من تربیت فرما۔ رَبْ بفتح با خوانند، یعنی پروردگار من پرورد۔ پنج توجیہ متصورست ــــــــ و از رحمٰن ایں چنیں باشد رحمٰن رحم بترکیب عجمی دعائے رحمت باشد یعنی ای رحمٰن رحم کن۔

	ر ۲۰۰	
حم ۴۸	ب ۸۰	ر ۲۰۰
	حم ۴۸	

(**فائدہ**) ازیں ضابطہ تاسعہ قاعدۂ دیگر تو ان فہمید بے آنکہ ذوالکتابۃ باشد وہمونست۔

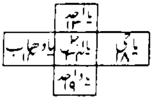
(ضابطہ عاشرہ) کہ ہر عددے را کہ خواہی بہرطور کہ خواہی سہ اقسام متساویہ یا غیر متساویہ متناسبہ یا غیر متناسبہ برآوردہ در سہ خانہ ضلع عرضی نہی۔ و در خانہ اول، از دوم یک کم، و در پنجم، بر چہارم یک بیش۔ و ایں نیز بر تقدیر رعایت اختلاف بیوت فی الاعداد۔ و در کم از شش جاری نشود ورنہ سہ بسند ست۔

	۰	
۱	۱	۱
	۲	

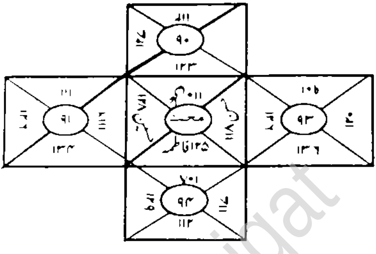
نقش بست در بست

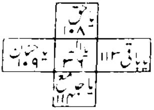
	۳	
۴	۹	۷
	۸	

(**فائدہ**) دریں طریقہ لطفے آن ست کہ از اعداد بیوت اسمائے دیگر برآوردن سہل و آسان ست۔ چوں عنان تقسیم بدست خودست، عدد مطلوب را بہر نہجے سہ پارہ کنند کہ ہر ایک از آنہا عددے از اسمائے طیبہ لطفیہ یا قہریہ علی حسب الحاجۃ باشد۔ وممکن کہ عدد مفتاح و مغلاق نیز مساعدت کند، و باعداد اسم دیگر موافق آید۔ مثلاً اعداد اسم ذات را بر ۱۸، ۳۴، ۱۴ قسمت کردیم کہ اعداد حی و اجل و وھاب است۔ وھاب در خانہ دوم آمد، و خانہ اول را ۱۳ ماند کہ عدد احد ست، و پنجم را ۱۹ کہ عدد واحد ست، نقش چناں راست کردم۔



وفق پاک اسم رحیم ایں چنیں عددش ۲۵۸





(فائدہ) نقش محیط الاسرار خود ظاہرست کہ در جمیع اقسام اوفاق میرست چہ او نباشد مگر جمع کردن چند نقوش در نقش واحد بہ تقسیم کردن ہر بیت بر حد اول بیوت عدید ہ، وہم بر طبق مصاریہ ممکن، وہم بر وفق نظم مشہور، ایں جا نقش وحاوی محیط الاسرار از اسمائے حضرات پنجتن پاک صلوات اللہ وسلامہ علیہم بر طور مصری می نویسم۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ دس ضابطے نقش 'وحاوی' کے ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ تک غور وفکر کا نتیجہ تھا۔ جب رسالہ مبارکہ **اطائب الاکسیر فی علم التکسیر** پر میرے پڑھنے اور علم تکسیر سیکھنے کے زمانہ میں نظر ثانی فرمائی، تو چھیالیس ضابطے استخراج فرمائے۔ اور اگر کچھ اور

غور و تامل فرماتے تو ۵۰ تک پہونچا دیتے، بلکہ اس سے بھی زائد فرما دیتے۔ اور واقعی علم لدنی وہبی کی شان یہی ہوتی ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

: ایک دن نواب وزیر احمد خان صاحب ایک کتاب جس میں انھوں نے تعریفات اشیا لکھی تھیں، اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کو بغرض اصلاح سنا رہے تھے۔ علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائرجہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں منظوم عربی زبان بحر طویل اور حرف 'ل' کی 'روی' میں آتا ہے، اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، مقطع نہیں آتا۔ جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی، نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس ﷺ خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا، ورنہ نہیں۔ میں نے تین چار روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا۔

ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔
حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں،
جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں
سے حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے
ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا، اور اس پر
سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے، جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے
اذن اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔
جس سے میں نے یہ مطلب نکالا۔

اس کا حاصل کرنا ھذیان فرمایا جاتا ہے۔

اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا۔ ہ کو بطور صدر موخر آخر میں رکھا، اس کے عدد ۵ رہیں، اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آگئی، اور

پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے، یعنی پچاس، جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا، مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا، اس فن کو چھوڑ دیا کہ ھذے کے معنی ہیں فضول بک۔

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ کسی نے عرض کیا: قیامت کب ہوگی، اور ظہور امام مہدی کب؟

ارشاد فرمایا: قیامت کب ہوگی، اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے رسول ﷺ۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے ملاحظۂ احادیث سے حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز ھذہ الامۃ الالف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ سبحان اللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت، اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں، مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ

شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی ظہور فرمائیں۔

کسی نے دریافت کیا کہ حضور نے علم جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد ہوا: ہاں! اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا: آم کھایئے پیڑ نہ گنیے۔ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں وقت ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا، سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔

اللہ اکبر کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا۔ مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ اخیر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزرا ہوں گے، رموز میں سب کا مختصر ذکر فرما دیا کہ زمانہ کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرما دیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اسی تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایقظ فرمایا اور صاف تصریح فرما دی کہ لا اقول ایقظ الهجرية بل ایقظ الجفرية۔

میں نے **ایقظ جفریه** کا حساب کیا، تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں، اور انھیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ میں ظہور امام مہدی کے سن اخذ کئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی ؎

اذا دار الزمان علي حروف　　ببسم الله فالمهدى قاما

ویخرج فی الحطیم عتیب صوم　　　الافاقرء من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر اذا دخل السین فی الشین ظہر قبر محی الدین جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام میں میری قبر ہے سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوادیا جو زیارت گاہ عام ہے۔

(پھر فرمایا:) چند جداول ۲۸ ۔ ۲۸ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے، اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔

ملفوظات حصہ دوم سفر حج کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے، اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں، ممکن کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ ایک صاحب معلوم ہوئے جفر میں مشہور ہیں۔ نام پوچھا، معلوم ہوا مولانا عبد الرحمٰن دھان، حضرت مولانا احمد دہان مکی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ نام سنکر اس لیے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دہان کہ اب قاضی مکہ ہیں، مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبد الرحمٰن کو بلایا، وہ تشریف لائے۔ کئی گھنٹے خلوت رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جو ان کے پاس ناقص تھا، اس کی تکمیل ہوگئی۔

اسی کے مثل سرکار مدینہ میں واقع ہوا، وہاں بھی ایک صاحب عبد الرحمٰن

نام ہی کے ملے، یہ عبدالرحمن عربی مکی ہیں، اور وہ عبدالرحمن آفندی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے، اور دیر تک بیٹھ کر جاتے۔ ہجوم حضرات اہل علم ومعززین کے سبب انھیں بات کا موقع نہ ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی، کہا: تنہائی میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لیے وقت نکالا۔ کہا: میں جفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے فرمایا: یہاں نہ اب میرا زیادہ قیام ہے، نہ تیرا۔ میں خاص اس کی تحصیل کے لیے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا۔

وہ تو نہ آئے، مگر مولانا سید حسین صاحب مدنی صاحب زادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا، اور علم اوفاق وتکسیر سیکھے۔ انھیں کے لیے میں نے اپنا رسالہ **اطائب الاکسیر فی علم التکسیر** زبان عربی میں املا کیا۔ یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے، اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علم جفر میں اتنی دست گاہ ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کرلیا تھا۔ اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اسی کے لیے اتنی دور سے سفر کرکے آئے ہیں۔ اگر چند مہینے اور رہتے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالتے ــــــ میں نے جو جداول کثیرہ اس فن کی تسہیل جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انھیں نذر کردیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا، جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی، جس کا مذہب سنی نہ تھا۔ انھوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتہم کے ذریعہ سے سوال کرایا۔ جواب نکلا۔

'سنیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں'

اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے، بلا رو رعایت صاف کہہ دیا جائے۔ میں نے یہی لکھ بھیجا ــــــ یہ منظور نہ ہوا، اور مرض بڑھتا گیا۔

اب حضرت ہی کے ذریعہ سے یہ سوال آیا کہ موت کب اور کہاں ہوگی، اپنے شہر میں یا نینی تال میں؟ کہ اس وقت تبدیل آب و ہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا ــــــ یہ سوال ۸؍شوال المکرم ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا۔

'محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی'

اور کہاں ہوگی؟ اس کے جواب میں، میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد **ق** اور اس کے بعد **۲** کا ہندسہ اور آگے لفظ **خویش** لکھ دیا۔

وہاں کے جفار بلائے گئے کہ اس معمہ کو حل کریں۔ انھوں نے حرف نام شہر سے تو شہر مراد لیا، اور قاف سے قلعہ، اور آگے نہیں چلتا ــــــ حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا۔، اور قاف سے قریب، اور ۲ سے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے۔ یعنی موت نینی تال میں نہیں ہوگی، بلکہ اپنے شہر میں، مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خویش، دوسری جگہ میں۔

جب اس جواب کا شہرہ ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے خط ذی قعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی، اور ابھی نہیں ہوئی۔

میں نے کہا بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا۔ نہ کہ اس کی صحت کے لیے ابھی سے موت تلاش کر رہے ہو۔

اسی قسم کی طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کر لیا کہ یہ جواب غلط ہوا، تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذنہ تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو ـــــــ یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمال اخفا مقصود۔ جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین و معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں، ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب تو کچھ کہتی ہے، اور ناظر کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے؟ اور وہ بھی مجھ جیسے کے لیے، جس نے نہ کسی سے سیکھا، نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا۔ صرف ایک قاعدہ بدوح میں کہ مزدوجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۴ھ میں تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور و رائج ہیں، ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا، اس نے ان پر نہایت تشنیع کی اور کہا 'یہ سب مہمل و باطل اور جلانے کے قابل ہیں' صرف دو کتابوں کی مدح کی، جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں۔ جن میں ایک حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔

وہ دونوں کتابیں مولیٰ عزوجل نے مجھے بہم کرا دیں۔ انھیں مطالعہ کیا، جہاں تک بزور مطالعہ انکشاف ہوا، ہوا۔ اور جہاں مطلب حضرات مصنفین نے ذہن میں رکھا تھا، اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہو لیا تھا، اس سے سوال کیے، اس نے مطلب بتایا، ایک قاعدہ اور حل ہوا۔ اب جو آگے الجھا، اس سے پوچھا۔

اس نے بتایا، اور حل ہوا۔ اس طور پر اس فن کی قدرے ابجد معلوم ہوئی۔ میری کتاب سفر السفر عن الجفر بالجفر انھیں مباحث میں ہے، جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں۔ یعنی جفر سے جفر کو واضح کرنے کی کتاب۔

اس نے ایک دوسرے علم زائرجہ کے ایک عظیم سرِمکتوم کو بھی واضح کیا، جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر ﷺ کے رسالہ زائرجہ میں ہے کہ زمانہ سیدنا شیث علیہ الصلاۃ والسلام سے اس راز کے اخفا کا حلفی عہد (ہے)۔ رسائل فن میں نہایت غامض چیستاں کی طرح اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ خاتم آدم میں ہے۔ میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدۂ جفر سے سوال کیا۔ اس نے روشن طور پر بتا دیا۔ اب جو ان بارہ پہیلیوں کو دیکھوں، تو سب خود بخود منکشف ہو گئے۔

خیال ہوا کہ اس فن کی طرف بھی توجہ کروں کہ اس کا راز پنہاں تو کھل ہی گیا ہے۔ اس پر اقدام کا ائمہ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسما تلاوت کئے جاتے ہیں۔ مدت موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ زیارت جمال جہاں آرائے حضور انور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوتا ہے، اگر سرکار اقدس ﷺ سے فن میں اشتغال کا اِذن ملے، مشغول ہو۔ ورنہ چھوڑ دے ـــــ میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کئے، پہلے ہی ہفتہ میں سرکار کا کرم ہوا۔ جسے شاید میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس سے اذن کا استنباط ہو سکتا تھا۔ مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا۔

غرض جفر سے جو جواب نکلے گا، ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے،

اہل بیت عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مگر اپنی غلط فہمی کچھ اچنبا نہیں۔

تو اگر یہ جواب غلط گیا، کافی محنت کروں گا اور صحیح اترا تو اس فن کا اشتغال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور الٹے اعتراضوں کی دقت کون سہے؟ جواب بحمد اللہ پورا صحیح اترا (۱۷) اور میں نے اشتغال چھوڑ دیا۔

وہ طبع زاد جداول کہ تدقیق تام سے بنائی تھیں اور جنھوں نے اس فن کے بہت اعمال مشکلہ کو آسان کر دیا تھا چلتے وقت حضرت سید (حسین مدنی) صاحب موصوف کے نذر کر دیں۔

ان سے پہلے مولانا عبد الغفار صاحب بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انھوں نے حیدر آباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام خطوط سے نہیں ہو سکتا، خود آئیے۔ وہ مارہرہ شریف آئے۔ اتنے میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے، ماشاء اللہ کمال متقی و صالح و عالم تھے۔ وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انھیں خیر و خوبی سے رکھے۔ حضرت قدس سرہ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ سیکھیں، ان کو بتاؤ۔

میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کر سکا کہ اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت کے خلاف کیوں کر کروں گا؟ آٹھ مہینے تک انھیں سکھایا۔ ایام سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے، وہ عالم پورے تھے

قواعد خوب منضبط کر لیے۔ آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اُجلا باضابطہ مرتب فرما لیتے، اور جواب تلاش کرتے۔ نہ ملتا، مجھے دکھاتے۔ میں گزارش کرتا، دیکھیے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا؟ میں گزارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم کے متعلق تھی، وہ آپ کو پوری آگئی۔ رہا جواب، وہ القائے ملک ہے۔ اگر القا نہ ہوا اپنا کیا اختیار؟ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لیے انھیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے، اور چلتے وقت فرما گئے: میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔

ان کی محبت وصلاح وتقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ جزیرہ سنگاپور سے ایک خط ان کا آیا تھا، اس کے بعد سے کچھ پتہ معلوم نہیں۔ سید حسین مدنی سا کوئی سبز چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں۔ حضرت سید اسماعیل مکی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا، تو وہ فرماتے: زہے سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تمہارے قلب میں ہے۔ اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیوں کر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے؟ یہاں سے ملک چین کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ ان کا کوئی خط گیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے، وہ اس زمانہ میں قازان کو گئے ہوئے تھے کہ ملک روس میں ہے، اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سید احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بہت پریشان ہیں، سید حسین کہاں ہیں؟ یہاں کسے پتہ معلوم تھا؟ اب سنا گیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ یہ سید صاحب محمد مدنی بیان ہے،

جو پارسال تشریف لائے تھے۔

: عالم الغیب والشہادۃ علیم وخبیر جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کو جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں، بروجہ کمال جمع فرمادیا تھا۔ جس وصف کمال کو دیکھئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے، اور اس میں کمال پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض موہبت عظمیٰ و نعمت کبریٰ ہے۔ ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی صرف نہیں فرمائی۔ ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے۔ ان میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت اتنے ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمادیا کرتے تھے، جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا، جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گذرے گا۔ اس جگہ چند واقعات تاریخ گوئی اور بعض قطعات تاریخ ناظرین حالات کی خدمت میں پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

۱۲۸۶ھ میں کہ حضور کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا۔ ایک صاحب حاضر خدمت اقدس ہوئے، اور عرض کیا: ایک صاحب نے امام باڑا بنایا ہے، چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو، تو دروازہ پر کتبہ کردیں۔ حضور نے فی البدیہ فرمایا: ان سے کہیے بدر رفض [۱۲۸۶ھ] رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑہ گذشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور دوسرا لفظ فرمائیں گے،

جس میں لفظ رفض نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا: تو دار رفض [۱۲۸۵ھ] رکھیں۔ یہ سن کر بہت چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۸۴ھ ہی میں کی تھی، اس لیے اسی سن کا نام ہونا مناسب۔ ارشاد فرمایا: تو در رفض [۱۲۸۴ھ] رکھیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ پنج شنبہ کا دن ہے اور صبح کا وقت، حضور حجام سے خط بنوا رہے ہیں۔ میں قریب ہی تپائی پر بیٹھا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ مکرمی جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام مدظلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا اس میں ممدوح نے فرزند ارجمند کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے سنتے ہی فی البدیہ فرمایا: نام تو مختار الدین (۱۳۳۶ھ) ہونا چاہئے۔ اور دیکھیے تو سید صاحب! شاید تاریخ ہوگئی۔ میں نے جو شمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے، اور یہی سن ولادت تھا۔

انھیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ حاضرین کا چاروں طرف مجمع ہے ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ اسم اعظم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسم اعظم جدا ہے۔ اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر دپورہ فرماتی ہے، اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے ہیں۔ یہ تمہارے لیے اسم اعظم ہے، یہ تمہارے لیے اسم اعظم ہے۔ چنانچہ فقیر سے فرمایا: **یا لطیف یا اللہ** پڑھا کرو۔ پھر آخر میں فرمایا کہ ہر ایک صاحب کے نام میں جو حروف ہیں ان کے باقاعدہ ابجد جو مجموعی تعداد ہے اس کے

ہم عدد اسمائے الٰہیہ میں ایک اسم ورنہ دو اسم دوگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں، یہ اس کے لیے مفید ہے۔(۱۸) اس مجمع میں صرف برادرم قناعت علی کا اسم اعظم نہیں فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ برادرم مذکور اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے اور بار بار یہ امید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ اس وقت حضور شمالی فصیل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض مکبر نے تکبیر کہی حضور حی علی الفلاح پر وہاں اٹھتے ہیں اور مصلیٰ پر سیدھا قدم رکھا اس وقت برادرم قناعت علی بالکل مایوس ہو گئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج یہ پہلی مثال نظر آ رہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔ حضور فوراً اس وسوسہ کو معلوم فرماتے ہیں اور قبل تکبیر تحریمہ ان کی جانب رخ انور کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ سید صاحب! آپ کے لیے اسم اعظم **یا خالق یا اللہ** ..

ناظرین کرام! اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کو تاریخ گوئی میں کس درجہ ملکہ تھا۔ یعنی الفاظ تاریخی گویا نوک زبان پر تھے، جبھی تو نظر کے ساتھ ساتھ برجستہ ہر ایک کا اسم اعظم فرما دیا۔ پھر یہ کہ فیوض و برکات کی بارش نام لیواؤں پر ہر جلسہ میں عام ہوا کرتی تھی۔ نیز شان روشن ضمیری بھی نمایاں ہو رہی تھی، اور اس مسئلہ کا بھی انکشاف فرمایا جا رہا ہے کہ نماز با جماعت کی تکبیر اقامت کے وقت بیٹھا رہے، اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو ـــــ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ذات قدسی صفات کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا غرض کوئی فعل اتباع سنت سے خالی نہ تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مولوی حکیم

سید شاہ ابوالحسن صاحب ابن جناب سید شاہ مظفر حسین صاحب ساکن ضلع پٹنہ کہ میرے مخلص دوستوں میں ہیں، مجھ سے ملنے کو بریلی شریف تشریف لائے۔ میں اس زمانہ بریلی میں نہ تھا، بلکہ ایک مناظرہ میں رنگون گیا ہوا تھا۔ سید صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمانہ وسادات نوازی کی وجہ سے کئی دن قیام کیا۔ ایک روز انھوں نے بھی خیر و برکت کے لیے کوئی وظیفہ اور اسم اعظم دریافت کیا، حضور نے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے اسم اعظم **یا محسن** ہے۔ پھر فرمایا کہ اس اسم سے غفلت نہ کیجیے یہ آپ کے لیے تسخیر ہے، اکسیر ہے۔

یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ھ میں جب سید صاحب موصوف یتیم خانہ خادم الاسلام پٹنہ سٹی میں منیجر کی حیثیت سے قیام فرماتے، تو ایک دن مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا فرمانا لفظ بلفظ ٹھیک پاتا ہوں۔ افسوس کہ بلاناغہ اس پر عمل نہیں ہوتا، مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں، اکسیری و تسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ **مواقع النجوم** مصنفہ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہے، جو مطبع گلزار حسنی بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقش بندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجیب اتفاق کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہوگیا، اس لیے اخیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال مستخرج اعلیٰ حضرت قدس سرھما شامل کردی گئی ہے،(۱۹) جس کے ہر ہر مصرع سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ میں اس جگہ اس پوری عبارت کو نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکۃ، عمدۃ الکاملین، زبدۃ الواصلین، العارف الجلیل مولانا المولوی محمد اسماعیل القادری النقشبندی الشاذلی علیہ رحمۃ اللہ العلی، از افادات امام البلغا، مقدام الفصحا، تاج الفقہاء والمحدثین، سراج العلماالمحققین، فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی -

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم حمدا لہ وصلاۃ علی محمد الحکیم [۱۳۱۷ھ] رقعۃ التاقیت [۱۳۱۷ھ] عام وفاۃ العلیم الثبت [۱۳۱۷ھ] الفاضل الکامل الحسن الجلیل[۱۳۱۷ھ] الرضی الاجل اسمٰعیل [۱۳۱۷ھ] مهایمی الحل شاذلی الحسب [۱۳۱۷ھ] قادری القدر اجل الرتب[۱۳۱۷ھ] افاض الودود علیہ احسانہ الجسیم [۱۳۱۷ھ] والسق اسمٰعیل بخدمۃ ابرٰهیم [۱۳۱۷ھ] ....

لاسمٰعیلَ اسمٰعیلَ سُنّه	اَخامیٔ حَالہ مِنْ کُلِّ فِتْنَه	[۱۳۱۷ھ]
لاسمٰعیل اسمٰعیل صدق	اَرَادَعَ کُلُّ مَیْنٍ عَنْ فِطْنَه	[۱۳۱۷ھ]
لاسمٰعیل اسمٰعیلُ حقٌ	اَتَاکَ الْحَقُّ نَکَبَ کُلَّ مِحْنَه	[۱۳۱۷ھ]
لاسمٰعیل عِنْدَ اللّٰہِ اَنْشَا	ءَمَوْعِدَۃً بِمَکْرُمَۃٍ وَ مِنَّه	[۱۳۱۷ھ]
اَلَا لَا یُنْکِیَنَّ قَتْلُ سَعْدٍ	اَیُنْتَمُ رَجْعُ نَفْسٍ مُطْمَئِنَّه	[۱۳۱۷ھ]
رَوَاحُ الرُّوحِ مِنْ کَنَفٍ لِسُنّیْ	کُمُزْنَتِهٖ انْجَلٰی مِنْهَا ابْنُ مُزْنَه	[۱۳۱۷ھ]

سَنَاهُ وَ نَفْعُهُ بَاقٍ بَهِيًا فَقَطْرُ دُجْنِهِ وَقَيْرُ دُجْنَه [۱۳۱۷ھ]

يُزَفُّ اِلىٰ جِنَانِ حَنَانِ عَفْوٍ لِأَنْوَارٍ وَّ أَطْيَارٍ مُّرِنَّه [۱۳۱۷ھ]

يَحُفُّ بِهٖ مَلٰئِكَةٌ أَعِزَّهْ بِأَجْنِحَةٍ كَسُحُبٍ مُرْثَعِنَّه [۱۳۱۷ھ]

وَاِنْ أُسْئَلْ لِاسْمٰعِيلَ مِنْهُمْ أُجِبْ ثِقَةً بِنَوْلِ اللّٰهِ اِلٰه [۱۳۱۷ھ]

لِاسْمَاعِيْ لِاسْمَاعِيلَ مَدْحاً حَلَاهُ هَجَانَةٌ وَّخَلَاهُ هُجْنَه [۱۳۱۷ھ]

فَنَحْنُ بِمَنِّهٖ وَهِبَاتِ يُمْنِه نَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ يُمْنَةِ اَنْ يُمُنَّه [۱۳۱۷ھ]

اِلٰهِ أَعْطِنَا حُسْنَ الرِّضَاء وَأَوَّلَ غَدَاةَوَهْفِ الْأَوَّلِ يُمْنَه [۱۳۱۷ھ]

[۱۳۱۷ھ]

تاریخ آخر

عَدَتْ أُمُّ ظِلٍّ شَوْطَهَا أَمْ أَظَلَّتِ ❖ بِبَطْنٍ بَطِيْنٍ وَالظِّلَالُ اَقَلَّتِ

فَمَالِى أَرَىٰ بِاللَّيْلِ طُوْلا كَأَنَّهَا ❖ بَرَامُ تَرُوْمُ الْجُفْرَ أَوْفِيهِ حَلَّتِ

اَنَكَّسَهَا أَتْبَاعُ غَالٍ مُغَرِّبٍ ❖ لِرَبْتِهَافِى السَّيْرِأَمْ هِىَ ضَلَّتِ

أَمُشْرِقَةٌ كَانَتْ مُشَرِّقَةَ الْكَلَلْ ❖ مُكَلَّلَةً فِيْهَا النَّوَاظِرُ كَلَّتِ

ارْجِعَا وَلَاتَذْكِيْرَ أَمْ دَارُ مَعْهَدٍ ❖ بِصَهْبَافَبِالصَّهْبَاءِ اِياكَ عَلَّتِ

بَلىٰ لَيْلُ ذِىْ هَمٍّ طَوِيْلٌ سَيِّمَا ❖ هُمُوْمٍ عَلىٰ أَهْلِى مُهَائِمَ جَلَّتِ

وَلَا غَرْوَ اِنْ ضَلَّتْ فَاِنَّ طَرِيْقَةً ❖ تَلىٰ كَالَّتِى فِى وَجْهِهَا بَلْ هِىَ الَّتِىْ

يُقَاطِرُ صِفْرٌ نَفْسَه وَكَذَا الْاَلِفُ ❖ فَمَا بَيْنَ بَطْ وَالْجِيْمِ ظُلَمٌ اَضَلَّتِ

اَلَاكُلُّ رُزْءٍ فِى دُنْيَاكَ مُنْتَهٍ ❖ وَكُلُّ مِحَاقٍ مُسْفِرٌ عَنْ اَهِلَّةٍ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابَةً ❖ فَتُسِيْلُ حجما انحوت انثجلت

وتزهر ام الزاهرات اذا ثنت ❖ تدلت تولت اذعلت انتعلت
سوى الموت بل عن كل موت خليقة ❖ ولاخلف عن فقد غر أجلة
شمال عبيد الله جلت جليلة ❖ وشمليل اسمعيل بالتلو صلت
قضى بخير قوم نحب وننتظر ❖ ترجى وتخشى من شرور اضلت
مضوو بقينا خلفت لم يك بيننا ❖ تراء ولاعين بروياً تسلت
وذات خير ما نرجوه ان كان وكنا ❖ لخالص دين الله من دون علة
تحاببهم فى الله ان شاء موصل ❖ منابر من نور بمغبط جلة
وموعدنا ان من حوض نبينا ❖ ومكرمنا الاتى بأكرم ملة
هنابالمحيا والمحيا لقينا ❖ مخيا حبيب فى حميا خضلة
قضى الله فى جناته جمع شملنا ❖ وبوأنا فى روضة مخضئلة
فنحن به منه اليه له فان ❖ يمن فهل بحر يغيض ببلة
حبا الله اسماعيل فضلا ورحمة ❖ وأكرم مثواه بمنزل خلة
فلم يك فيما جاء نا يغتدى ولا ❖ يروح سوى فى خلة اى خلة
صيانة دين أواهانة بدعة ❖ ابانة حق أو اعانة خلة
نوال مريد أو نكال مريدة ❖ نزال مزل أونضال مضلة
ذلك الردى بالردع عن هوة الهوى ❖ يرى من كلامى جملة بعجلة
وعين الرضا عن كل عيب كليلة ❖ فان يك لم تنظر وان ترغلت
ولكن عين السخط تبدى المساويا ❖ كمن دخل البستان مختل جلة
حياة مواتى حى طبعا بسعيه ❖ فحياه حى لايموت بهلة

مَضیٰ وَهُوَ تَوّاقٌ الیٰ الأمنِ وَالعُلیٰ + فَنَالَ العُلیٰ وَالأمنَ فِیمَا مَحَلَّةٍ

وَغَسَّلَهٗ صَوبُ الصَّوَابِ بِهَلَّةٍ + وَکَفَّنَهٗ ثَوبُ الثَّوَابِ بِحُلَّةٍ

وَشَذوُ شُذُوذِ الشَّاذِلِیَّةِ حَنَّطَه + وَرِفعَةُ قَدرِ القَادِرِیَّةِ صَلَّتِ

یُنَمِّقُ فِی تَارِیخِ رِحْلَتِهِ الرِّضَا + سَحَائِبُ مَیْعِ السُّفحِ مَثوَاکَ بَلَّتِ
[۱۲۹۷ھ]

بِأوفیٰ نَوَالِ فَوزُ أفضَلِ مَنزِلٍ + وَأشرَفِ نُزُلِ حَوزُ أوفَقِ تَلَّةٍ
[۱۲۹۷ھ] [۱۲۹۷ھ]

وَقَتکَ مَرَاقِیَ اللُّطفِ کُلَّ کَرِیهَةٍ + سَقَتکَ سَوَاقِیَ الرَّأفِ ارَجَ طَلَّةٍ
[۱۲۹۷ھ] [۱۲۹۷ھ]

وَمُنهَمِرَاتُ السُّحبِ مِن صَلَوَاتِهٖ + عَلیٰ المُصطَفیٰ وَالصَّحبِ عَلَّتْ بِهَلَّةٍ

تُدِیمُ مُدَاماً شَامِلاً لِعَبِیدِهٖ + وَأبعَدَکُم لَو نَدٌّ لَم یَتَقَلَّتِ

وَأرضِ الرِّضَا انْ لَم یُصِبْ وَابِلٌ فَطَلٌّ + نَدیٰ مِنکَ لِی کَالدِّیمَةِ المُستَهِلَّةِ

الٰهِی الَیکَ بِالحَبِیبِ تَوَسُّلِی + بِهٖ فَاغفِرِ اللّٰهُمَّ ذَنبِی وَزَلَّتِی

حضرت مولانا نقی علی صاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ " جواهر البیان فی اسرار الارکان " کے اخیر میں درج فرمائے ہیں۔ اسی میں تواریخ ولادت اور تواریخ وصال بھی ہے جن سے اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ وھی ھذہ.........

(تواریخ ولادة)

جاء ولی نقی الثیاب علی الشان [۱۲۲۶ھ] رضی الاحوال بهی المکان [۱۲۲۶ھ] وهو اجل محقق الافاضل [۱۲۲۶ھ] شهاب المدققین الاماثل [۱۲۲۶ھ] قمر فی برج الشرف [۱۲۲۶ھ]

بری من الخسوف والکلف [۱۲۲۶ھ] افضل سباق العلماء [۱۲۲۶ھ] اقدم حذاق الکرما[۱۲۲۶ھ]

(تواریخ وفات)

کان نهایة جمع العظماء [۱۲۹۷ھ] خاتم اجلة الفقهاء [۱۲۹۷ھ] امین الله فی الارض ابدا [۱۲۹۷ھ] ان موتة العالم موتة العالم [۱۲۹۷ھ] وفات عالم الاسلام ثلمة فی جمع الانام [۱۲۹۷ھ] خلل فی باب العباد لاینسد الی یوم القیامة [۱۲۹۷ھ] یاغفور [۱۲۹۷ھ] کمل له ثوابک یوم النشور [۱۲۹۷ھ] امنحه جنة اعدت للمتقین [۱۲۹۷ھ] صلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد واله واهله اجمعین[۱۲۹۷ھ]۔

۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا، جس میں تاریخی نام کے لیے عرض کیا تھا۔ بہ واپسی ڈاک جواب آیا، جس میں مبارک باد تھی، اور بچی کے لیے دعائے خیر اور تاریخی نام 'زرینہ خاتون' [۱۳۲۹ھ] تحریر فرمایا تھا۔ اسی طرح رجب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو 'ولیہ خاتون' [۱۳۳۳ھ] زبروبینات سے تاریخی نام تجویز فرمایا۔ پھر عزیزی مختاری الدین سلمہٗ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سہسرام میں لڑکی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کے لیے حضور نے 'ربیع خاتون' [۱۳۳۹ھ] تاریخی نام تجویز فرمایا۔

غرض یہ کہنا بالکل بلا مبالغہ ہے کہ جس طرح ہر پڑھے لکھے کے نزدیک لفظ کے تصور یا تلفظ کے ساتھ اس کے معنی ذہن نشین ہو جاتے ہیں، اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نزدیک لفظ کے تصور کے ساتھ اعداد ذہن میں آجاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلہ میں کتاب مستطاب انوار آفتاب صداقت مصنفہ مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لدھیانہ مصدقہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و دیگر علمائے کرام حامیان دین وملت قدست اسرارھم کے صفحہ ۴۶۳ سے اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ مع استفتا نقل کرنا افادہ وافاضہ سے خالی نہ ہوگا۔

استفتا و فتویٰ الہامی

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیہ کریمہ **ان من المجرمین منتقمون** کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں، اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ **بینوا توجروا۔**

المستفتی قاضی فضل احمد لدھیانوی ۲۱ رصفر ۱۳۲۹ھ

الجـــــــــــــــــــــواب

روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و پا، در ہوا، ہے۔

اولاً:- ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے (عدد) اسمائے کفار سے۔ کہ اسما میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً: امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحب زادوں کے نام

ابوبکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو اِدھر پھیرا، کوئی ناصبی اُدھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: **أرونی ابنی ماذا سمیتوہ** مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں، وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مشبر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنیٰ۔

اس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں۔ لہٰذا ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہم رکھے۔

ثالثاً: رافضی نے اعداد غلط بتلائے۔ امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو عدد ۱۲۰۱ ہیں، نہ کہ دو۔

۱):- ہاں او رافضی!

بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں؟۔ ابن سبا رافضیہ کے۔

۲):- ہاں او رافضی!

بارہ سو دو عدد ان کے ہیں، ابلیس یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق،

کلینی ابن بابویہ، قمی، طوسی، حلی۔

۳):- ہاں اور افضی!

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (انعام ۶/۱۶۰) بے شک جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔ اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں، اور یہی عدد ہیں، روافض، اثنا عشریہ، شیطنیہ، اسمٰعیلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں، روافض، اثنا عشریہ، ونصیریہ، واسماعیلیہ کے۔

۴):- ہاں اور افضی!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (رعد ۱۳/۲۵) ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر۔ اس کے عدد ۶۴۴ ہیں اور یہی عدد ہیں، شیطان، الطاق، طوسی، حلی کے۔

۵):- نہیں اور افضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ (حدید ۵۷/۱۹) وہی اپنے رب کے وہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ اس کے عدد (۱۴۴۵) ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سعید کے۔

۶):- نہیں اور افضی!

بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید ۵۷/۱۹) وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں

ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ اس کے اعداد (۱۷۹۲) ہیں، اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمن، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے۔

۷):- نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید ۱۹/۵۷) جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ آیہ کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمن بن عوف کے۔

الحمد للہ آیہ کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا، اور حضرات عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی سب آ گئے۔ جس میں اصلا تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔

کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب و اسمائے اشرار، وآیات مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی۔ مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم

اس فتویٰ کو نقل کر کے مولوی صاحب موصوف کتاب مذکور کے ص ۴۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا۔ اب مجال دم زدن نہیں۔

فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ

امام اہل سنت و جماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات واعداد کی مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گذر چکی تھی، واللہ باللہ عدد اخیار واشرار کے اسما بلا سوچے اور بے تامل کئے فرمادیئے کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔ اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے، متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاً بلا غور و تامل کے یوں فرمایا: جناب نے فرمایا کہ لکھو۔ فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی۔ آیت قرآنی:

1. اَهۡلَكۡنٰهُمۡ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ○ کے اعداد (۱۲۶۸) جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے۔
2. لَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ ○ (توبہ۹/۷۴) کے اعداد (۱۲۶۴) ہیں جو برابر ہیں اشرف علی صاحب تھانوی کے۔
3. شَيۡطَانًا مَّرِيۡدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ (نساء۴/۱۱۸) کے اعداد (۸۴۷) ہیں اور وہی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب نونوتوی کے۔

سبحان اللہ وبحمدہ کیا قدرت الٰہیہ کا تماشہ اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کے حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ جو بندگان رب العلی اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرما سکتے ہیں، اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

فتویٰ نویسی

جناب سید ایوب علی صاحب نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے ۸ر سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض تحریر فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی، جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امن میاں (۲۰) نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھادے تو میں جانوں۔(ق،۱۳۷)

بتاریخ ۱۴ر ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن یک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد وطبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا۔

پہلا فتویٰ : ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے۔ شخص نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا۔

اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا: ''مونھ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔'' یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ

وقت ظہر مطابق ۱۴/جون ۱۸۵۶ء ۱۱/جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳/برس دس مہینہ چار دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہ ہی خدمت دین لی جا رہی ہے۔ والحمد للہ (قلمی حیات اعلیٰ حضرت)

کمال فتویٰ نویسی : مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودھواں سال تھا۔ افتا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجیے جواب لکھ دیں گے وہ کمرہ میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں۔ فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں فرمایا: انہیں کو دے دیجیے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور! میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں۔ انہیں کو دے دیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اُس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر اُنہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی و جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب کی خدمت میں

وہ فتویٰ پہنچا، آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علما کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھئے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا، اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی۔ ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا ہے۔ (ق ۱۳۳،۱۳۴)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ فقیر کے پیش نظر فتاویٰ متقدمین و متاخرین سب ہیں۔ متقدمین میں فتاویٰ ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے، جسے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کچھ نسبت دی جا سکتی ہے۔ ورنہ اس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کے فتاویٰ کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کوئی بھی نسبت ہو۔ یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاویٰ چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دو سو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے۔ اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تقطیع کلاں، ہدایہ و ترمذی سائز پر ۱۲ رجلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے۔ اور باعتبار کیفیت و نفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاویٰ کا کوئی جوڑ نہیں۔

فتاویٰ جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد آٹھ سو اسی صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر ۱۱۴ رفتویٰ

اور حقیقۃً ہزار ہا مسائل ہیں، اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔ الحمد للہ کتنے معرکۃ الآرا مسائل کہ بوجہ کثرت اختلافات و اضطرابات آج تک نامنقح، اُلجھے ہوئے تھے، بفضلہٖ عزوجل ایسے صاف و منقح ہوئے، جس کی قدر اہل ایمان وانصاف ہی جانیں گے۔ وللہ الحمد۔ اس جلد میں ۲۸ رسائل ہیں۔ اور ۳۵۳۶ (تین ہزار پانچ سو چھتیس)

اقول: یعنی خاص افادات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت۔ اور ۱۹۴۵ تطفل و معروضہ ورد۔ علامہ قاضی زادہ روم متوفی ۹۸۸ھ نے **نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر** میں اپنے تین ہزار ابحاث گنائے، جن میں بکثرت شارحین پر لفظی مواخذے ہیں۔ اور پھر وہ کتاب الوکالۃ سے آخر تک اکتیس کتب فقہ میں ہیں، اور اِس میں کتاب الطہارۃ بھی پوری نہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ابحاث خاصہ مصنف ہیں، کہ اکثر تنقیح مسائل و تحقیق دلائل سے متعلق ہیں۔ وللہ الحمد حاسدین جب اپنے اساتذہ و آباء و اجداد میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پاتے، ناچار بدگوئی و یاوہ سرائی سے کام لیتے ہیں۔ اور اللہ حسیب اور حساب قریب ہے۔ مگر الحمد للہ کہ زمانہ اہل انصاف سے خالی نہیں۔ انشاء اللہ العزیز وہ کہ حاسدوں کی آنکھ میں خار ہے، حق پسندوں کی نگاہ میں نور، اور دل میں انشراح وسرور ہوگا۔ واللہ المستعان

خوش خطی

علمائے کرام جس درجہ علم وفضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسااوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لیے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے، بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا۔اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا، بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علما و اساتذہ زمان کو دیکھا، مگر خوش خط نہ پایا۔یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا۔جس درجہ علم وفضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے، اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے، اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ **فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین** علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لیے بھیجا تھا، اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم

اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاوی رضویہ کی قلمی مجلد میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے، جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سر مو فرق نہ ہو۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس رسالہ کا نام **مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید** ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ فوٹو کر کے شائع کیا جائے تو بہت بہتر ہو۔ (۲۱)

(ق ۹۳، ۱۹۴)

تبلیغ و ھدایت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جس طرح اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور حضور اقدس ﷺ تبلیغ و ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے، اور علمائے کرام ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر بھی یقین کامل رکھتے تھے کہ علماء کے ذمہ دو فرض ہیں، ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا، دوسرا فرض مسلمانوں کو ان کی دینی باتوں سے واقف بنانا، ان پر مطلع کرنا۔ اسی لیے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے، فرض تبلیغ بجالاتے، اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مناظرہ کے اصول: ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی اور مولوی احمد علی صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب ناظم انجمن اہل سنت و مدرس اہل سنت مولانا امجد علی صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت و مہتمم مطبع اہل سنت وغیرہم حضرات علماء کرام حاضر خدمت تھے۔ انجمن آریہ ناریہ کے مقابل جلسے ہور ہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسہ مناظرہ سے مظفر و منصور واپس آئے تھے۔ رام چندر مناظر آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہو رہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے۔

اس پر ارشاد فرمایا: سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو۔ اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائے گا، جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مقرر ہے، برابر جواب دئے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کردے۔

بے حیا کفار اللہ عزوجل کے حضور نہ چوکیں گے، وہاں بھی زبان چل ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ مونھ پر مہر فرمائی جائے گی، اور اعضا کو حکم ہوگا بول چلو۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ٥ تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری مناظرہ ہونا چاہیے، کہ مکرنے، بدلنے، مچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکا ہوتا ہے (کیوں) کہ وہابیہ، وغیر مقلد، وقادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فرعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انھیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے، ان سے یہی کہا جائے کہ پہلے تم اسلام کے دائرہ میں آلو، اپنا اسلام تو ثابت کرلو، پھر فرعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔ (ق ۲۳۶، ۲۳۷)

ایک غیر مسلم کا ایمان لانا : جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔

فرمایا کہ کلمہ پڑھوا دیا ہے؟

انھوں نے کہا کہ ابھی نہیں۔

حضور نے بلا تاخیر و تساہل عجیل غیر مسلم کو پڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ تلقین فرمائے۔

> لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا، میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ اس کے سوا جتنے معبود ہیں، سب جھوٹے ہیں، اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے، جلانے والا ایک اللہ ہے،

مارنے والا ایک اللہ ہے، پانی برسانے والا ایک اللہ ہے، روزی دینے والا ایک اللہ ہے، سچا دین اسلام ہے، اور جتنے دین ہیں سب جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد مقراض سے سر کی چوٹی کاٹی، اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا، باقی اسے دیا، اور اس سے جو بچا، وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا، بعدہ جو صاحب لے کر آئے تھے، انھیں فہمائش کی کہ

جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے، فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے کہ اگر کچھ بھی دیر کی، تو گویا اتنی دیر اس کے کفر پر رہنے کی معاذ اللہ رضا مندی ہے۔ آپ کو کلمہ فوراً پڑھا دینا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے۔

ان صاحب نے یہ سن کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔

حضور نے فرمایا: اللہ معاف کرے، کلمہ پڑھ لیجیے ـــــ انھوں نے کلمہ پڑھا، اور سلام کر کے چلے گئے۔

ایک آریہ کا مسلمان ہونا: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ قبل ظہر حضرت استاذ العلما مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مرادآبادی، وحضرت مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی خدمت اقدس میں حاضر ہیں کہ ایک آریہ آتا ہے، اور کہتا ہے: میرے چند

سوالات ہیں۔ اگر ان کے جوابات دے دیئے گئے، تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

چونکہ اذان ہو چکی تھی، نہ معلوم کتنا وقت صرف ہوگا۔ بایں خیال حضور نے فرمایا: ہماری نماز کا وقت ہے، ٹھہر جاؤ، اس کے بعد جو سوال کرو گے، انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ایک سوال تو یہی ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں؟ پرمیشور کی عبادت جتنی بھی کی جائے، اچھا ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے۔ مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا: میرے پاس 'ستیارتھ پرکاش' مکان پر موجود ہے ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں۔ الغرض! طے پایا کہ جب تک کتاب آئے نماز پڑھ لی جائے ——— وہ اتنی دیر پھاٹک میں بیٹھا رہا، بعدہ مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے۔

❶ قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا، ایک دم کیوں نہ آیا؟ جبکہ وہ خدا کا کلام ہے، خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ اتار دیتا۔

❷ آپ کے نبی کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انھیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا؟ وہ تو اسے محبوب تھے۔

عبادت پانچ وقت کے متعلق ''ستیارتھ پرکاش'' کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

مذکورہ بالا سوالات سن کر حضور نے فرمایا: میں تمہارے سوالوں کے

جوابات ابھی دیتا ہوں، مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے، اس پر قائم رہو۔ اس نے کہا: ہاں! میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میرے سوالات کے جوابات آپ نے معقول دے دیئے، تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور بیوی بچوں کو بھی لا کر مسلمان کرادوں گا۔

جب خوب قول وقرار اور پختہ وعدہ کرلیا، تو حضور نے فرمایا:۔

پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شئے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے، اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بتدریج نازل فرمایا۔

پھر فرمایا: انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا۔ اللہ تو قادر تھا بوڑھا ہی کیوں نہ پیدا فرمایا؟

پھر فرمایا: انسان کھیتی کرتا ہے، پہلے پودا نکلتا ہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میں بالی آتی ہے، اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ تو قادر تھا کہ ایک دم غلہ کیوں نہ پیدا فرمایا؟

اس کے بعد 'ستیارتھ پرکاش' آ گئی۔ جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں۔

باب تیسرا (تعلیم) پندرھواں ہیڈنگ ''اگنی ہوتر صبح وشام دو ہی وقت کرے۔

باب چوتھا (خانہ داری) ۶۳ ہیڈنگ ''سندھیا دو ہی وقت کرنا چاہئے۔''

ان عبارات کو سن کر بجز قائل ہونے کے چارہ ہی کیا تھا۔ لہٰذا اعتراف کرتے ہوئے، معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا۔

اس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا:

اسے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کے لیے ایک نائب مقرر کرتا ہے، وہ صوبہ (دار) یا نائب بادشاہ کے حسب منشا خدمات انجام دیتا ہے۔ بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہوکر اپنے پاس بلاتا ہے، اور انعام وخلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے بلا کر معطل کر دیتا ہے اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تشفی فرمادی اور میری سمجھ میں خوب آگیا۔ میں ابھی جاکر بیوی اور بچوں کو لاتا ہوں اور خود بھی مسلمان ہوتا ہوں، ان کو بھی مسلمان کراتا ہوں۔

علم غیب : ملفوظات حصہ اول میں ہے: ایک صاحب نے علم غیب نبی ﷺ کی نسبت سوال کیا (تو) ارشاد فرمایا:-

قرآن عظیم فرماتا ہے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۝ اے عام لوگو اللہ اس لیے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو ـــــــ صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو غیب پر مسلط فرمادیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ علمائے اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ:- جو فضائل اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو

عنایت فرمائے گئے، وہ سب باکمل وجوہ اور ان سے بدرجہا زائد حضور سید عالم ﷺ کو مرحمت ہوئے۔ اور اہل باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ملے، وہ سب حضور ﷺ کے دیے سے، اور حضور کے طفیل میں؛ اور جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم نے روایت کی:-

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی بابت فرماتا ہے:
وَكَذَالِكَ نُرِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ یعنی ایسا ہی ہم ابرہیم کو آسمان و زمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں ــــــ لفظ نری استمرار و تجدد پر دال ہے، جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لیے نہ تھا، بلکہ مستمر ہے۔

تو یہ صفت حضور اکرم ﷺ میں اکمل طور پر ثابت۔ حضور کے دیے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابیہ و بارک وسلم کو یہ فضیلت ملی، اس کا انکار نہ کرے گا، مگر کور باطن۔ اعاذنا اللہ من ھذہ العقیدۃ الباطلۃ ــــــ اور لفظ کذالک تشبیہ کے لیے، جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے۔ اور تشبیہ کے لیے مشبّہ اور مشبّہ بہٖ ضروری ہے۔ مشبّہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ باقی رہا مشبّہ بہٖ وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب! جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں، یوں ہی آپ کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو بھی

ان کا معائنہ کرا رہے ہیں۔

اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ٥ میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں ـــــ یعنی جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں۔ اور ظاہر کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی، تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو، کیا مفاد ہوا؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ٥ ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شئی کا روشن بیان کر دینے کے لیے اُتاری ـــــ تبیاناً ارشاد فرمایا، بیاناً نہ فرمایا کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں بیان اشیا اس طرح پر ہے کہ اصلاً خفا نہیں۔

اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی: حتی کدنا ان نترائی الشمس یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم، اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا ـــــ یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا۔

اس نماز میں عبد درگاہ رب معبود میں حاضر ہوتا ہے؛ اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی۔ قال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلی اس نے فرمایا: اے محمد ﷺ! یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں؟ فقلت لاادری میں نے عرض کی: اے میرے رب! بے تیرے بتائے کیا جانوں؟ فوضع کفه بین کتفی فوجدت برد انا مله بین ثدییّ فتجلی لی کل شی و عرفت تو رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی ——— صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شیئ سے مراد ہر شے متعلق بشرائع ہے۔ بلکہ ایک روایت میں فرمایا: مافی السماء والارض میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا: فعلمت ما بین المشرق والمغرب اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشاد اقدس سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی۔ اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لیے فرمایا کہ کبھی شی معروف ہوتی ہے پیش نظر نہیں، اور کبھی شی پیش نظر ہوتی ہے، معروف نہیں۔ جیسے ہزاروں آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو، وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے، مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوگے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیش نظر بھی ہوگئیں،

اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج۔ والحمدللہ رب العلمین

مسلمان دیکھیں! نصوص میں بلاضرورت تاویل وتخصیص باطل ونامسموع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر چیز کا روشن بیان کردینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی ـــــ تو بلاشبہ یہ رؤیت ومعرفت، جمیع مکنونات قلم ومکتوبات لوح کو شامل ہے، جس میں سب ما کان وما یکون من الیوم الاول الی یوم الاخر وجملہ ضمائر وخواطر سب کچھ داخل۔

وللہذا طبرانی ونعیم بن حماد استاذ امام بخاری وغیرہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانی انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ھذہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے، تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اور حضور کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: وہ مرد نہیں جو دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے ـــــ انہوں نے سچ فرمایا، اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔

ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملۃ والدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔

اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک

اعلیٰ جاہ کفش بردار ہیں، یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ وغوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں: ؎

نظرت الیٰ بلاد اللّٰہ جمعا

کخردلۃ علی حکم اتصال

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا۔ اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہیں، بلکہ علی الاتصال یہی حکم ہے۔

اور فرماتے ہیں: ان بوبوۂ عینی فی اللوح المحفوظ میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے۔

لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُلُّ صَغِيرٍ وَّ كَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ ہر بڑی چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے۔ اور فرماتا ہے: مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۝ ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔ اور فرماتا ہے: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ کوئی تر وخشک ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو ــــــ تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بیشک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔ (ق،ن ۲۲۳ تا ۲۲۷)

ملفوظات حصہ اول ہی میں ہے:-

ایک صاحب شاہجہاں پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور، سید عالم ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں؟ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

اس پر ارشاد فرمایا:-

اس کا فیصلہ تو قرآن مجید نے فرما دیا ہے: فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ —— جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں، جو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، اس کا نام و نشان ہو تو کوئی دکھا دے۔

ہم اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عز وجل فرماتا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝، یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر معالم و خازن میں ہے: یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں —— اور وہابیوں، دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں، بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے۔ اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے۔ اور اللہ کے دیے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا۔

برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے، اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟۔ (ق،ن ۲۲۷)

فرقہ وہابیہ کب وجود میں آیا : ملفوظات حصہ اول ہی میں ہے: کسی صاحب نے عرض کی: حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ وہابیہ تھا؟

ارشاد ہوا: ہاں! یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فہمائش کی اجازت چاہی؛ اور بحکم امیر المومنین تشریف لے گئے، اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آئی؟

انہوں نے کہا: واقعہ صفین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، یہ شرک ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اسی قرآن کریم میں یہ آیت بھی تو ہے: فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ زن وشوہر میں خصومت ہو تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا ۔۔۔۔ دیکھو وہی طریقۂ استدلال ہے، جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔

اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوئے، اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا۔ امام حسن و امام حسین اور دیگر اکابر رضی اللہ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت قرآن میں بسر کرتی ہے، ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں؟ مگر امیر المومنین کو تو عالم ماکان و ما یکون ﷺ نے خبر دیدی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشدت پابند ہوں گے، بایں ہمہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ امیر المومنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور ہوا،

عین معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔امیر المومنین نے فرمایا: واللہ ان میں سے دس اس پار نہ جائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے۔

جب سب قتل ہو چکے۔امیر المومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ وطہارت وتہجد وتلاوت کا وہ خدشہ دفع فرمانے کے لیے فرمایا: تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثدیہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا ـــــ تلاش کیا گیا، (تو) لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔امیر المومنین نے تکبیر کہی، اور حمد الٰہی بجالائے، اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہو گیا۔کسی نے کہا: حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔امیر المومنین نے فرمایا: کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں، کچھ باپ کی پیٹھ میں، جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا، دوسرا سر اٹھائے گا حتی یخرج اخرھم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ، نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا، اور اب اخیر وقت وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا۔ان کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں، سب ان میں موجود ہیں ۔تحقرون صلاتکم عند صلاتھم وصیامکم عند صیامھم و اعمالکم عنداعمالھم تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نماز کو حقیر جانوں گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور ان کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو ـــــ یقرئون القرآن لا یجاوز طراقیھم

قرآن پڑھیں گے، ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا ـــــــ یقولون من قول خیر البریه بظاہرو: بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو ـــــــ یا من قول خیر البریه یعنی بات بات پر حدیث کا نام لیں گے۔ اور حال یہ ہوگا کہ ـــــــ یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیه دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے سیما هم التحلیق ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سر مونڈے ـــــــ مشمری الازر گھٹنی ازاروں والے۔

ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں یہاں تک غلو تھا کہ جو عورت اس کے دین ناپاک میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانہ کفر کے بال ہیں، انہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا: جو مرد تمہارے دین میں داخل ہو ان کی داڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانہ کفر کے بال ہیں۔ اس وقت سے باز آیا ـــــــ اور اب وہابیہ کو دیکھیے ان میں اکثر وہی سر منڈانے اور گھٹنے پائچے والے ہیں۔

اسی حدیث میں فرمایا عزوہ حنین میں حضور اقدس ﷺ نے جو غنائم تقسیم فرمائے، اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا، کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا: اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں؟ (حضور ﷺ نے) فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ (جیسے وہابیہ) پیدا ہونے والے ہیں۔ اور اس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں، تو کون عدل کرے گا؟ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ پر کہ اس سے

زائد ایذادیے گئے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کی ایک اس دن کی عطا سخی بادشاہوں کے عمر بھر کی داد و دہش سے زائد تھی۔ جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں، اور حضور عطا فرما رہے ہیں؛ اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں؛ اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں، یہانتک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لیے، ایک اعرابی نے ردائے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا۔ اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤگے۔۔۔۔۔۔حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور ہی کی عطا ہیں، دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہیں ؎

فان من جودك الدنيا و ضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

بیشک دنیا و آخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں، اور لوح و قلم کے تمام علوم ما کان و ما یکون حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔ صلى الله عليك وسلم وعلى الك واصحابك وبارك وكرم۔

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں، ایک شخص آیا اور کنارہ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔

(حضور نے) فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے، اور جا کر دیکھا، وہ نہایت خضوع و خشوع سے

نماز پڑھ رہا ہے ـــــ صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے، اور سب ماجرا عرض کیا۔

ارشاد فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے، اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔

حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

مولیٰ علی اُٹھے، اور عرض کی: یارسول اللہ! میں۔

فرمایا: ہاں تم! اگر تمہیں ملے، مگر تم اسے نہ پاؤ گے ـــــ یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جب تک جائیں، وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔

ارشاد فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اُٹھ جاتا۔

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے، اس نے مجلس اقدس کے کنارے کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی، اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں ـــــ یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنی نماز و تقدس پر، اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہولے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی۔ والہٰذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو ـــــ تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول ﷺ مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔

یوں عبد اللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو عبد المصطفیٰ ہے، ورنہ عبد الشیطان ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ق،ن ۲۲۷ تا ۲۳۱)

قضا نمازیں ادا کرنے کا طریقہ : ملفوظات حصہ اول میں ہے:

کسی نے قضا نمازوں کی ادا کا مسئلہ دریافت کیا۔

ارشاد ہوا: قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔ نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔ کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ (فجر کے فرضوں کی دو رکعت، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین، عشا کی چار فرض، تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب وزوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کرسکتا ہے، اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشا کی۔ یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے، اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں، تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے، کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے۔ کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو۔ مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہے۔ ہر دفعہ یہی کہے۔ یعنی جب ایک ادا ہوئی، تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے۔ جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں، اس کے لیے صورت تخفیف، اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے، الحمد شریف ۳ بار سبحان اللہ کہے، اگر ایک بار بھی کہہ لے گا، تو فرض ادا ہو جائے گا۔ نیز تسبیحات رکوع وسجود میں صرف ایک بار سبحٰن ربی العظیم،

سبحن ربی الاعلیٰ پڑھ لینا کافی ہے۔تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ، وتروں میں بجائے دعائے قنوت رب اغفرلی کہنا کافی ہے۔طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کرسکتا ہے،اس کے پہلے یا بعد نا جائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں، چھپ کر پڑھے [illegible] کا اعلان جائز نہیں۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا:-

اگر کسی شخص کے ذمہ تیس چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں، اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ، جن کے بغیر گزر نہیں، کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا؛ اور پکا ارادہ کرلیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا؛ اور فرض کیجیے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کردے گا۔قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۝ جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آجائے۔تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا —— یہاں مطلق فرمایا، گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا، اور موت نے آلیا، تو پورا کام اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور کامل ثواب پائے گا۔وہاں نیت دیکھتے ہیں۔سارا دارومدار حسن نیت پر ہے۔(ق ۲۳۴،۲۳۵)

نماز میں منظور کہاں ہو: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز ظہر حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے

سامنے آکر نیت باندھی۔ جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گاہ کو دیکھتے رہے۔ فارغ ہونے پر حضور نے پاس بلا کر دریافت کیا کہ رکوع کی حالت میں اس قدر گردن آپ نے کیوں اٹھائی تھی؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! سجدہ کی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ فرمایا: سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پھر فرمایا: بحالت قیام نظر سجدہ گاہ پر، اور بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر، اور بحالت تسمیع سینہ پر، اور بحالت سجود ناک پر، اور بحالت قعود اپنی گود پر نظر رکھنا چاہئے۔ نیز سلام پھیرتے وقت کا تبیین کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عفرلہ کہتا ہے۔ اسی کے قریب ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تھا۔ حضور کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے، کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوار مسجد کو تاکتے رہے۔ جب رکوع میں گئے، تو ٹھوڑی اوپر اوٹھا کر دیوار مسجد کی طرف دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، اس وقت تک اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے۔ اور فرمایا: بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیے۔

یہ سن کر وہ قابو سے باہر ہو گئے، اور کہنے لگے۔ واہ صاحب! بڑے مولانا بنتے ہیں۔ میرا منہ قبلہ سے پھیرے دیتے ہیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کی سمجھ کے مطابق کلام فرمایا، اور دریافت کیا:

تو سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پیشانی زمین پر لگانے کے بدلے ٹھوڑی زمین پر لگایئے گا؟

یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہو گئے، اور ان کے سمجھ میں بات آ گئی کہ قبلہ رو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کہ از اول تا آخر قبلہ کی طرف منہ کر کے دیوار مسجد کو تا کا کرے۔

اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال : سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اسم جلالت کے ساتھ عوام لفظ میاں لگاتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک اچھا ہے۔

علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال : صرف انبیائے کرام و مرسلین اور فرشتوں کے اسماطیبہ کے ساتھ علیہ السلام خاص ہے، اور یہی معصوم کہے جاسکتے ہیں۔ خلفائے اربعہ یا امامین کریمین یا دیگر صحابہ و بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے ــــــ ص، ع، رض، رح، صلعم ممنوع ہیں۔ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ السلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ لکھنا چاہیے۔

نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے : نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر اتنا بڑھا کہ الوہیت میں پہنچا جاتا ہے، تو مارا گیا۔ اور شمہ برابر تنقیص ہوئی، تو مارا گیا۔

پھر فرمایا: ـــــ وہ الفاظ جو معشوق مجازی کے لیے آتے ہیں جیسے رعنا،

دلربا نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہات تانیثی جیسے لیلیٰ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد) ﷺ اسمائے صفاتی ہوں تو بہتر ہے۔ خصوصاً ندا کے وقت مثلاً یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، ضروری ہے، نام اقدس لے کر ندا حرام ہے۔ اور غیر ندا میں بھی ''ساقی کوثر، یا آفتاب رسالت، شفیع المذنبین' وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔ اسی طرح 'یثرب، کالی کملیا، رشک قمر وغیرہ متروک ہیں۔ تخیلات خلاف واقع یا مبالغات نہ ہونا چاہیے، مثلاً حضور کے فراق میں دن رات روتا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں۔ معاذ اللہ توہین نہ ہونے پائے۔

لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال : جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بجائے عدالت کے کچہری کا لفظ استعمال فرمایا کرتے۔ کسی صاحب علاقہ، یا رؤسا یا امرا میں سے کسی کو کوئی سرکار کہتا، تو کبیدہ خاطر ہوتے، اور فرماتے کہ سرکار نہ کہیے۔ سرکار صرف سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اوپر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت : دست سوال دراز کرتے وقت بعض مفلوک الحال اپنی عسرت کا اظہار کرتے کرتے، اس نواح میں ایک جملہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اوپر خدا ہے، اور نیچے آپ ہیں۔ اس جملہ کو جہاں سائل نے شروع کیا، اعلیٰ حضرت فوراً روک دیا کرتے تھے۔

ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا : ارشاد فرمایا: یہ ایک عام بلا ہے کہ نام عبد الکریم، عبد الرحیم، عبد الرشید، عبد الجلیل، عبد القدیر ہیں۔

مگر زبان زد ہے کریم رحیم ،رشید جلیل ، قدیر، یو ہیں سمیع ، بصیر ،حکیم ، باسط،قادر، رحمٰن ، قیوم ،منان ،حنان ،مبین ۔ اور اس مرض میں جاہل ،کم فہم طبقہ ہی نہیں ، بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبدالرشید ،عبدالشکور ، عبدالمجید،کو رشید صاحب شکور صاحب ، مجید صاحب کہتے ہیں ۔ یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں ،جنھیں عبد و معبود میں امتیاز نہیں؟ عبدالباسط کے معنی یہی تو ہیں، باسط کا بندہ ۔مگر بولا جاتا ہے، باسط صاحب ۔یعنی عبدالباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں ۔تو اس ترکیب کی رو سے عبدالرحمٰن ،عبداللہ جس کے نام ہیں ، انھیں نعوذ باللہ ، رحمٰن صاحب، اللہ صاحب کہتے کیوں زبان لکنت کرتی ہے ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

بعض ناموں کے احکام :محمد نبی ،احمد نبی، نبی احمد، نبی جان ،محمد یسین ، شفیع الدین ،غفورالدین ، رحمٰن احمد، سبحان احمد اسمائے ممنوعہ ہیں ۔ بجائے ان کے محمد نبیہ ،نبیہ احمد ،نبیہ جان ،غلام نبی ،غلام محمد ،غلام یسین ،غریب اللہ ،عبدالرحمٰن ، عبدالسبحان رکھ سکتے ہیں ۔غفورالدین کے معنی ہیں ،دین کا مٹانے والا ۔

آخری چھار شنبه : یہ جو مشہور ہے کہ آخری چہار شنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحت ہوئی یہ بے اصل ہے ۔

بیت الخلاء میں تخیلات نعت کی ممانعت : حضرات نعت گو کو چاہیے کہ بیت الخلا میں تخیلات پر زور نہ دیں ۔ نیز جو شعر نعت میں آ چکا ہو، اس کو من وتو کی طرف منسوب کرنا نہ چاہیے ۔

خطبه کے وقت کی ممنوع چیزیں : خطیب بارادۂ خطبہ

جس وقت منبر کی طرف چلے کلام کرنے کی مقتدیوں کو ممانعت ہے۔ نہ کسی طرح کا اشارہ کرے کہ وہ بھی کلام میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ خطبہ میں اگر نام اقدس سنے، تو دل میں درود شریف پڑھے زبان سے نہیں۔ اکثر ناواقف مقتدی اذان خطبہ کے بعد دست دعا دراز کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ خطبہ ہو رہا ہے، اس وقت سنتیں پڑھنے لگتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔ اور مسلمانوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا، اگلی صفوں میں پہنچنے کی سعی نہ کرے۔ ہاں! صف بندی کے وقت کوشاں ہو، تو حرج نہیں، مگر کسی کو ایذا نہ پہنچے۔

چین اور انگوٹھی کے مسائل: مرد کو ایک انگوٹھی، ایک نگ کی نقرئی (چاندی کی) ساڑھے چار ماشہ سے کم پہننا چاہیے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو منع ہے۔ ہاں بٹن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے۔ گھڑی میں چین مطلقاً چاندی کی یا مغرق ٹوپی یا جوتہ یا کلائی پر باندھنے والی گھڑی کی زنجیر چاندی کی ممنوع ہیں۔

جانوروں کو جلانا منع ہے: جانور موذی ہو یا غیر موذی جلانا نہ چاہیے۔ عام طور سے لوگ چارپائیوں سے کھٹمل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں، یا بروں کے چھتے میں آگ لگا دیتے ہیں یہ نہ چاہیے۔

ماء مستعمل کا ایک مسئلہ: مشہور ہے کہ لوٹے میں بھرا ہوا پانی اگر پانچوں انگلیاں ڈھانکے ہوئے اٹھا لیا تو مکروہ ہو جاتا ہے، یہ غلط ہے۔

اگر کوئی ٹونٹی سے پانی پی لیا، تو مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں! لوٹے کے گلے سے پیا تو مستعمل ہو جائے گا۔

غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے: غسل میت کے لیے جو گھڑا،

لوٹے آتے ہیں، انھیں بعد غسل توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ تضییع مال ہے۔ مسجد میں رکھوا دینا چاہیے۔

وعظ وتقریر

حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا: کہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب وعظ بیان فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کر دیا، لوگ رک گئے۔مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا، مگر جناب مولانا عبد القادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا! لوگ رکے ہوئے ہیں، کچھ بیان فرما دیجیے۔سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کر کے سورۂ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش آیا، اور غالباً یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبد القیوم صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت، موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا، انھوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔

سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔

جب اعلیٰ حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے، دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔مولانا عبد القیوم صاحب نے فرمایا:

تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے، اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پر اثر زبردست وعظ فرمایا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پر از معلومات، پر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا ہے۔یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔

پٹنہ میں رد ندوہ پر تقریر حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔جناب قاضی عبد الوحید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رئیس عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ نے مصلحین ندوہ، اہل سنت و جماعت کا جلسہ بھی وہیں قائم کیا تھا۔اس میں اکثر و بیشتر علمائے اہل سنت و جماعت تشریف فرما تھے۔جب مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان شروع ہوا شب کا وقت تھا۔میں اور مولانا عبدالقادر صاحب جلسہ میں نہ تھے قیام گاہ پر تھے میں سونے کو لیٹ گیا تھا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے مجھے جگا کر فرمایا کہ میاں! مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان ہو رہا ہے، اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوئے ہیں۔اس وقت ہمارے پٹھان کے وار دیکھنے کے قابل ہیں۔چلیے! ہم سب بھی جلسے میں پہنچے، بہت زوردار بیان مولانا فرما رہے تھے، اور یہ معلوم کر کے کہ ندوی ملا نے اپنے کو مخفی کیے ہوئے یہاں موجود ہیں، ندوہ پر اشد کامل رد فرما رہے تھے، جس کو سننے کی صنادید ندوہ کو تاب نہ رہی، اور وہ ایک ایک، دو دو کر کے کھسکنا شروع ہوئے۔

یہ دیکھ کر مولوی ہدایت رسول صاحب نے مجمع کے درمیان بآواز بلند فرمایا: ابھی سے کہاں چلے، ابھی تو پہلا ہی چرکہ ہے؟ ذرا تو ٹھہریے۔

جامع کمالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ یہ تمام وکمال وعظ اسی زمانہ میں روداد مجلس اہل سنت و جماعت مسمّی بہ دربار حق وہدایت میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ دوران جلسہ میں قصیدہ مبارکہ امال الابرار والام الاشرار جناب مولوی حکیم عبد الحمید صاحب پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں پڑھا، جس میں مشہور ترین علمائے اہل سنت، حاضرین جلسہ کے نام ایک ایک کر کے گنائے ہیں۔ اسی طرح رد ندوہ کا جلسہ جو کلکتہ میں ہوا، دھرم تلہ کی مسجد عظیم الشان میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، جس میں مجمع مسجد کے علاوہ تمام سڑکوں پر بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بھی اعیان ندوہ تشریف لائے تو روئے سخن ندوہ کی طرف پھیرا، اور قرآن وحدیث سے بہت زوردار طریقہ پر رد فرمایا کہ کسی کو مجال دم زدن نہ ہوئی۔ اسی جلسہ میں بطور رجز یہ اشعار بھی فرمائے تھے ؎

منم کہ علم بہ نیروے بازوم نازد   منم کہ حملۂ من شیر را بر اندازد
چشیدہ باشی بہ تیر قضا من آنستم   شنیدہ بودی بہ احمد رضا من آنستم

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسۂ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت و جماعت مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور میں۔ دوسرا مجلس میلاد سرور کائنات ﷺ میں، جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲؍ربیع الاول شریف کو

دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے، منعقد ہوتی تھی۔ جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے، اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جملہ شائقین یہیں آکر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ تیسرا وعظ ۱۸ رذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس حضرت خاتم الاکابر، وارث العلم والمجد والفضل کابراً عن کابرٍ حضرت سیدی و مرشدی شیخی جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہری قدس سرہ کے موقع پر، جو اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ اقدس پر انجام پاتا تھا۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض وتمنا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ مگر ان تین جگہوں میں، تین موقعوں پر، بالالتزام حضور کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی۔ افسوس کہ وہ سب مواعظ حسنہ قلم بند نہ کیے گئے، ورنہ بیش بہا معلومات کا ذریعہ اور علمی دریا کے بیش بہا در بے بہا ہوتے۔

بدایوں میں سورہ والضحیٰ پر چھ گھنٹے تقریر : جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سید اظہر علی صاحب ساکن محلہ ذخیرہ، حضور کے مخصوص عقیدت مندوں سے ہیں۔ ممدوح نے خود فقیر سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے۔ وہاں نو بجے صبح سے تین بجے تک کامل چھ گھنٹے، سورۂ والضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا۔

پھر فرمایا کہ اسی سورہ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی (۸۰) جزرقم فرما کر چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔

بریلی میں بسم اللہ پر تقریر: جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے، آستانۂ عالیہ قدسیہ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل، اور انتظامات پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب منجھلے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔ گھر گھر میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ کوئی غسل کر رہا ہے، تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کے لیے حضور کی آمد کا منتظر ہے ہر خورد و کلاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔ غرض مریدین و معتقدین و متوسلین جسے دیکھئے، نئے لباس میں دوڑا چلا آرہا ہے۔ مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جارہی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور کاشانۂ اقدس سے تشریف لاتے ہیں، فریضۂ فجر ادا کیا جاتا ہے۔ اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں، تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہو جائیں، تو دست بوسی کر لی جائے۔ چنانچہ بعد فراغت دست بوس ہوتے جاتے تھے، اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب تر مل کر بیٹھتے جاتے ہیں، اور اس اضطراب کی وجہ سے دراصل یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔ اس لیے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے، مجمع بہت پہلے سے ہو گیا۔

مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آکر ذکر فضائل سید عالم نور مجسم ﷺ اور پر کیف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرمادی، اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد آغاز فرمایا۔ عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۰، ۲۰ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ تشریف آوری پر باہر سے ایک دم ہجوم شائقین کا سیلاب عظیم آجانے سے چپقلش پیدا ہوگئی تھی، اور ایک پر ایک ریلا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہرزادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے باواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درود شریف پڑھتے جایئے، اور آگے بڑھتے جایئے، اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی، اور گنجائش نکالی، مگر پھر بھی دروازہ پر مجمع موجود تھا، تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب دونوں زانو اٹھالیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر دروازہ کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہونا تھا، نہ کم ہوا۔ ہاں ابتداء جیسا شوروغل بڑھا، وہ بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد حضور کے لیے اگلدان اور گلاس پانی کا آیا۔ حضور نے غرارہ فرماکر وعظ مبارک ان الفاظ کریمہ میں شروع فرمایا۔

(نقل تقریر بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ الذی فضل سیدنا و مولانا محمدا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العلمین جمیعا و اقامہ یوم القیمۃ للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعا و صلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ و علی کل من ھو محبوب و مرضی لدیہ صلاۃ تبقی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم و اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ بالھدی و دین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و صحبہ اجمعین و بارک وسلم قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العلمین ۔الرحمٰن الرحیم۔ملک یوم الدین ۔ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم ۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔آمین

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گستردہ فرماتا، اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی، اورخود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام سور قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی۔

اولِ حقیقی اللہ عزوجل ہے: هُوَ الْاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ ○[۱]

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہئے تھی کہ **اللہ الرحمن الرحیم** ــــــ مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔بسم **اللہ** الرحمٰن الرحیم۔

وہ، جو اول حقیقی **اللہ** کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے، اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے؛ اور اس پر 'ب' کا حرف داخل فرمایا ــــــ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت، وحدانیت، وہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال، اس تک نہیں پہنچتا، جس کا نام اللہ ہے۔وہ پاک ومنزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر ووہم کا وصول ہو سکے۔ایسی مخفی وباطن شئے تک وصول کے لیے علامت درکار ہے۔

اور اسم کہتے ہیں، علامت کو، جو دلالت کرے ذات پر۔تو اسم **اللہ** ذریعہ ہوا اس کا۔

اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شئی کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر، ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو، ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ایک ذات ہو، دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو، جو دلالت کرے اس غیر کی اس ذات کی طرف۔وہ ذات، ذات الٰہی ہے۔وہ غیر، یہ تمام عالم مخلوقات۔اور اسم **اللہ** کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے، وہ محمد ﷺ ہیں۔

تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی۔

اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے، اسم اللہ تمام مخلوقات کے لیے۔

تو ازل سے ابد تک (جو شی بھی) وجود میں لائی گئی، ذات اقدس کی طرف دال ہے، اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف حضور ہی نے ہدایت فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام ومرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں۔ تو حضور کے سوا جتنے ہادی (ہیں، وہ) دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے، کہ انھوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی، ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو، ایسا نہیں۔ وہ اگر امتوں کے دال ہیں، تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ﷺ ہی کے لیے ہے۔ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں، جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ، مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا، (وہ) مہدی ہیں، ہادی نہیں۔ یعنی ہادی بالذات نہیں، اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں؛ اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی ومہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے، مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے۔

تو جو ذات الٰہی سے بے علاقہ ہیں، وہ حرف (ہیں) کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ کچھ لوگ وہ ہیں، جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں، فوراً ایک قدم میں بدل گئے، پلٹ گئے۔ ان کو دنیا، آخرت دونوں میں خسارہ ہوا، اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مسند ہے، نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں ——— اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں، مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا، وہ تمام مومنین و ہادین ہیں، کہ مسند ہیں، مگر بالذات مسند الیہ نہیں، وہ فعل ہیں ——— حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں، کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے، اور سب کو ان سے نسبت ہے، اور یہی شان ہے اسم کی۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علی اٰلہ و صحبہ و بارك وسلم

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو اور تعریف کی حد ہے حمد۔ اور حمد کی تکثیر ہے تحمید۔ اور اسی سے مشتق ہے محمد ﷺ یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کیے گئے، حمد کیے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں، مگر حضور اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں، جس کو جو کمال ملا ہے، وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں: ؎

کیف ترقی رقیك الانبیاء ❖ باسماء ماطاولتها سماء

لم یدانوك فی علاك قدحا ❖ لسنامنك دونهم و سناء

انما مثلوا صفاتك للنا ❖ س کمامثل النحوم الماء

انبیا حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پاسکیں۔اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے،حضور کی رفعت وروشنی حضور تک پہنچنے سے انھیں حائل ہوگئی۔وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو لا تعد ولا تحصی ہیں۔ انبیائے کرام غایت الجلا ہیں،مثل پانی کے ہیں،اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں۔صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ و بارك وکرم۔ حمد ہوا کرتی ہے،مقابل کسی صفت کمال کے،اور تمام صفت مخلوقات ئں خاص ہیں حضور کے لیے،باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم واللہ المعطی عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں۔کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے۔کون سی چیز ہے،جس کا دینے والا اللہ نہیں؟ تو جو چیز جس کو اللہ نے دی،تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں۔جو اطلاق وتعمیم وہاں ہے،یہاں بھی ہے۔جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا،ابتدائے خلق سے ابدالاباد تک ظاہر وباطن میں،روح وجسم میں،ارض وسما میں،عرش وفرش میں،دنیا وآخرت میں جو کچھ ہے،اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی ابدالاباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارك وسلم۔

اسم کا خاصہ ہے جر۔اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا ــــــ کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے،وہ کھنچ آئے ــــــ دوسرا مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے،اور یہ کھنچنا نہیں چاہتا ہے۔حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: انتم تتقحمون فی النار کالفراش و انا اخذ بحجزکم ھلم الیّ تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ ــــــ یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔

اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے،اور اسم اللہ کا من حیث الصدور۔ہاں! اجر ان افعال وکیفیات سے ناشی ہوتا ہے،جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں،وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔مثلاً

'ب' کے معنی ہیں الصاق،یعنی ملانا۔یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔

یا 'من' کہ ابتدائے غایت کے لیے ہے،یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لیے۔یاجابران اللہ خلق قبل کل الاشیاء نورنبیک من نورہ۔اے جابر! تمام جہان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وکرم ـ ہر فضل،ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتدا انھیں سے ہے۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

'الیٰ' آتا ہے انتہائے غایت کے لیے۔انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے۔اول الانبیا بھی وہی ہیں،

اور خاتم النبیین بھی وہی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارك وسلم۔
تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبرئیل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی: السلام علیک یا اوّل ، السلام علیک یا آخر ، السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن
رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی: هُوَالْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اس آیت کے لحاظ سے حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ (جبریل امین نے) عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں، اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔ اللہ نے حضور کو اوّل کیا، تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا ــــــ اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا ــــــ اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہ کی مجال نہیں ــــــ اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کرورویں حصہ کو نہیں پہنچتا۔ آفتاب اور جملہ انوار انھیں کے پرتو ہیں۔ آفتاب میں شک ہوسکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجیے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں، جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو؛ اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں، کوئی کرۂ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق وصحیح ہے، اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں؟

آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت بطون کا سبب ہے ......اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔ معرفت الٰہی وہ معرفت محمد ہے۔ ﷺ جس کو ان کی معرفت زائد ہے، اس کو معرفت الٰہی بھی زائد ہے۔ صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں، ان سے ارشاد فرمایا: یاابابکرلم یعرفنی حقیقة غیر ربی اے ابوبکر! جیسا میں ہوں، سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔ باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں؛ اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ، ہر ذرہ، شجر، حجر، وحوش وطیور حضور کو جانتے ہیں، یہ کمال ظہور ہے۔ صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں۔ جبرئیل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔ انبیا ومرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق۔ باقی رہا، حقیقتاً ان کو پہچاننا، تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔ تبارك وتعالیٰ ان کا بنانے والا، ان کا نوازنے والا، ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلاتشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے، وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام جہان سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے۔

حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ ﷛ کی نسبت فرماتے ہیں: **ان سعدا لغیور وانااغیرمنه واللّٰه اغیر منی** سعد غیرت والا ہے، اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں، اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو، جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے۔ جیسا میں ہوں، میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ ہم تو

ع **قوم ینام تسلوا عنه بالحلم**

ہم تو سوتے ہیں، خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔

دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے: **الناس نیام فاذاماتوا انتبهوا** لوگ سوتے ہیں، (جب) مریں گے، جاگیں گے۔ خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی، اور کچھ نہ تھا، اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے: **وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝** خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں ﷺ: **من رانی فقد رأ الحق فان الشیطان لایتمثل بی** جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر لوگ مختلف احوال واشکال میں دیکھتے ہیں۔ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان واحوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یونہی بیداری (میں) جتنے دیکھنے والے تھے۔ سب اس آئینہ حق نما میں

اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے۔ ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے، آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں، اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو، احتراق میں کہلاتا ہے ـــــ تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی، نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے، نہ جمال انور حضور اقدس کو جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ـــــ حضور انور ﷺ نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا، وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا، کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے۔ اور یہ رویت لامکاں میں ہوئی تھی۔

بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں۔

ابو جہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ ع: زشت نقشے کز بنی آدم شگفت

حضور فرماتے ہیں: صدقت تو سچ کہتا ہے۔

ابو بکر صدیق آ کر عرض کرتے ہیں: حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا، حضور بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی و غربی۔

ارشاد فرمایا: صدقت تم سچ کہتے ہو۔

صحابہ نے عرض کی: حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔

ارشاد فرمایا: ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست

ترک و ہندو در من آں بیند کہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک وتعالیٰ کا اُجالا ہوا آئینہ ہوں۔ابو جہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے، اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔اور ابو بکر سب سے بہتر ہیں ،انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہٖ وصحبہ و بارک وسلم —— لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور وکمال بطورن ہے۔

ظہور کسی شئی کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے، وہ شے نظر آتی ہے، اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو وہ نظر نہیں آتی ۔آفتاب جب اُفق سے نکلتا ہے،سرخی مائل کچھ بخارات وغبارات میں ہوتا ہے، ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے،غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے،اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں ،خیرہ ہو کر واپس آجاتی ہیں۔غایت ظہور پر پہنچا،جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا۔ وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لیے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے،اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے،حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و صحبہ و بارک وسلم

اس سبب سے نام اقدس ﷺ میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں ۔محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کیے گئے —— اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا۔یہ تو شان ہے غایت ظہور کی۔

اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا،یعنی ایسے ظاہر ہیں

کہ مستغنی من التعریف ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی ـــــ تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لیے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل، اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام شرف الدین بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

منزه عن شريك فى محاسنه فجوهر الحسن فيه غير منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت واستغراق نامتصور۔ اور عہد فرع معرفت ہے، اور ان کو ذاتاً وحقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے، لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح ''الی'' جر کرتے ہیں۔ ''کاف تشبیہ'' بھی جر کے لیے آتا ہے۔

ذات الٰہی کمال تنزیہہ کے مرتبہ میں ہے؛ اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہہ ہے اس کی ذات و صفات کے لیے؛ اور تشبیہہ ہے تجلیات کے لیے۔ دونوں کو اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ؀ کوئی شی اس کے مثل نہیں۔ یہ تنزیہہ ہے۔ اور وهو السميع البصير وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔ یہ تشبیہہ ـــــ جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا، تشبیہہ نہ تھی۔ جب عالم بنایا، تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں، بلکہ عالم تمثیل میں۔ تجلی تدلی کے لیے ایک تشبیہہ پیدا ہوئی، جو عبارت ہے، ذات اقدس سے۔ صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وصحبه و بارك وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تشبیہہ سے۔ ہاں! پہلی تجلی جو فرمائی ہے، اسی کا نام ہے محمد ﷺ۔ اور اس تجلی کی

اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام۔ جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے: الرحمن الرحیم..

مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے۔

الرحمن ـــــ الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمن کہ رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ـــــ پھر فرمایا گیا: الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔

رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ آئینہ ہے جس سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا۔ (اس لیے) القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا: الرحمن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے۔

یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے، جس میں صفات قہر یہ بھی آ کر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔ اولین کے لیے رحمت، آخرین کے لیے رحمت، ملائکہ کے لیے رحمت، تمام مومنین کے لیے رحمت، یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین، مشرکین، منافقین، مرتدین کے لیے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ○ اللہ اس لیے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کی رحمت عالم تم ان میں ہو۔ اسی لیے ادریس علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ○ اختیار نہ فرمایا۔ حالانکہ ان کے غلام و اہل محبت کی نعش تک

آسمان پر اُٹھالی گئی ہے۔ سیدی عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکابر اولیا جمع ہیں، مگر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا؟ کہا امام کا انتظار ہے۔ ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا، جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں، جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں، وہ امام ہوئے۔ سب نے ان کی اقتدا کی۔ نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہوگیا۔ جب نماز ختم ہوئی نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اوڑے چلے گئے۔ انہوں نے پوچھا یہ اہل محبت ہیں۔ ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی ـــــ مگر حضور اقدس ﷺ نے یہیں پر تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لیے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے، دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں ـــــ جنت کا رحمت ہونا ظاہر کہ حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے ـــــ دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔

اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لیے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے، یہ رحمت ہے۔

تیسرے: فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے، ان کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے، اگر اطاعت نہ کرو گے تو زنداں میں بھیجے جاؤ گے۔

وہ انعام تو عین رحمت ہے، ظاہر ہے۔ اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے، اس لیے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں ——— تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی، رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر شی کی، اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تعرف با ضدادھا اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو! اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے، ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔ وللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم ' اللہم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وصحبہ الکرام اجمعین۔

حضور تمام جہاں کے لیے رحمت ہیں۔ رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ۔ تو رحمت کے لیے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے۔ اور دوسرے خیر ——— اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی ﷺ پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی، نہ خیر پانے والا۔ تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا، مگر وجود نبی ﷺ میں ——— تمام نعمتیں، تمام کمالات، تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر، اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر، تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو، خواہ نبی،

یارسول، جس کو جونعمت ملی، حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نعمۃ اللہ ہیں۔قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا: اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْراً ۝ کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: نعمة الله محمد صلی الله علیه وسلم نعمۃ اللہ محمد ﷺ ہیں۔ ولہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی۔قال تعالیٰ: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ۝ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت غرض ہر وقت، ہر جگہ، ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے، اور ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔مجلس میلاد آخر وہی شی ہے، جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ۝

مجلس مبارک کی حقیقت، مجمع مسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔بُندیا، رقعہ بانٹنا، طعام و شیرینی کی تقسیم، اس کا جزء حقیقت نہیں، نہ ان میں کچھ جرم۔

اول: دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ ۝ اس سے زیادہ کس کی بات اچھی، جو اللہ کی طرف بلائے۔صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں: من دعی الی هدی کان له الا جرمثل اجور من تبعه ولاینقص ذٰلک من اجورهم شیئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا بلانا قبول کریں،

ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بر وصلہ واحسان وصدقہ ہے۔ اور یہ سب شرعاً محمود۔

ان مجالس کے لیے ایک تمہیں نہیں، ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں۔ جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی۔ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ! یہاں تمہارا مطلوب ہے۔ پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں، تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو، ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے، وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ هم القوم لایشقی بهم جلیسهم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

"مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی، اور کرتے رہے۔ اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی، کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں، اول روز سے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب ومحبوب کا ذکر کیا کرو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارك وسلم۔ جس کے لیے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیه الصلوۃ والسلام کے پتلے میں داخل کی گئی۔ آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے، لکھا دیکھتے ہیں۔ لا اله الااللّٰه محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارك وسلم۔۔

عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے، جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے؟

ارشاد ہوا وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے۔ وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء اسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا، اگر وہ نہ ہوتا، نہ تجھے پیدا کرتا، نہ میں زمین و آسمان بناتا۔ تو کنیت اپنی ابومحمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا، پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا، وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا، ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے، جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا، شیث علیہ الصلاۃ والسلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہوگا، عماد تقویٰ و عروۃ وثقی کو نہ چھوڑنا۔ العروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عروہ وثقی محمد ہیں ﷺ۔ جب اللہ کو یاد کرے، محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا۔ فانی رایت الملئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔ اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا، پچھلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی، جو تمہارے ساتھ ہیں، تو تم ضرور ان پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ قبل اس کے کہ انبیائے کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا:

کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے، وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے سنا، اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر۔ تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا: ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ ○ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس مجلس انبیاء ہے۔ علیہم الصلاۃ والسلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت و تشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء و مرسلین آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و زکریا علیہم الصلاۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری، ستھری، پاک بتول کا بیٹا، جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا، نشانی سارے جہاں کے لیے، یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لایا۔ فرماتا ہوا: مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ ○ میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں، جن کا نام پاک احمد ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

یہ ہے مجلس میلاد شریف۔ جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا، تمام ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد، فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی، خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں، جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں۔ علیہم الصلٰوۃ والسلام اس دولھا کا انتظار ہو رہا ہے، جس کے صدقے میں یہ سارن برات بنائی گئی ہے۔ سبع سمٰوات میں، عرش وفرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو! تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو، اب وقت آیا ہے، کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟ وہ عظیم مُقتدِر، جو چھ ہزار برس پیشتر، بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں، یہ قادر علی کل شئی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا؟ شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی، اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں، اور ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ دس بیس کو بچالے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ بحجز کم من النارِ ھلم بی میں تمہارا کمر بند پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔

یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں، قسم اسکی جس نے انھیں رحمۃ للعلمین بنایا، آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کمر پکڑے، اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔

الحمدللہ! کیا حامی پایا۔ اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے۔ تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو، تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کیے گئے تھے، انھیں کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں۔ خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکۂ سبع سموات دھوم مچارہے تھے، عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق، دوسرا مغرب، اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا؛ اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے، اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک، تمام جہان انھیں کی قلمرو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آپہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد، اس کے خیر مقدم کی مبارکباد ہو رہی ہے۔ قادر علی کل شی نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے؟ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی، جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے۔ **اظھر یا سید المرسلین' اظھر یا خاتم النبیین' اظھر یا اکرم الاولین والآخرین۔** جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار! جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم!

جلوہ فرمایئے اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم! یا اور الفاظ ان کے ہم معنی۔ مطلب یہ کہ دونوں جہاں کے دولہا کی برات سج چکی ہے، اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔ **فظهر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كا لبدر المنير** پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(ان لفظوں پر قیام ہوا، اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ درود عرض کیا)

الصلاة والسلام عليك يارسول الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا نبي الله

الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا خير خلق الله

الصلاة والسلام عليك يا سراج افق الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا قاسم رزق الله

الصلاة والسلام عليك يا مبعوث بسرالله ورتق الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا زينة عرش الله

الصلاة والسلام عليك يا سيد المرسلين ❖ الصلاة والسلام عليك ياخاتم النبيين

الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين ❖ الصلاة والسلام عليك يا اكرم الاولين والآخرين

الصلاة والسلام عليك يانبي الانبياء ❖ الصلاة والسلام عليك يا عظيم الرجا

الصلاة والسلام عليك يا عميم الجودوالعطاء ❖ الصلاة والسلام عليك يا ماحي الذنوب و الخطاء

الصلاة والسلام عليك حبيب رب الارض والسماء ❖ الصلاة والسلام عليك يامصحح الحسنات

الصلاة والسلام عليك يا مقيل العثرات ❖ الصلاة والسلام عليك يا نبي الحرمين

الصلاة والسلام عليك يا امام القبلتين ❖ الصلاة والسلام عليك يا صاحب قاب قوسين

الصلاة والسلام عليك يا من زينة الله بكل زين ❖ الصلاة والسلام عليك ياجدالحسن والحسين

الصلاة والسلام عليك يا من نزهه الله من كل شين ❖ الصلاة والسلام عليك يا سرالله المخزون

الصلاة والسلام عليك يادرالله المكنون ❖ الصلاة والسلام عليك يا نورالافئدة والعيون

الصلاۃ والسلام علیك یا سرورالقلب المخزون ❖ الصلاۃ والسلام علیك یا عالم ماکان ومایکون

الصلاۃ والسلام علیك وعلی آلك و صحبك وابنك و حزبك واولیاء امتك وعلماء ملتك وسائر اهل کلمتك

اجمعین دائما ابد الابدین و سرمدا دھر الداھرین آمین والحمد للّٰہ رب العلمین ۔

(نقل تقریر پٹنہ)

الحمد للّٰہ رب العلمین ٭ حمد الشاکرین ٭ وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید المرسلین ٭ خاتم النبیین ٭ اکرم الاولین والآخرین ٭ قائد الغر المحجلین ٭ نبی الحرمین ٭ اما القبلتین ٭ سید الکونین ٭ وسیلتنافی الدارین ٭ صاحب قاب قوسین ٭ المزین بکل زین ٭ المنزہ من کل شین ٭ جدالحسن والحسین ٭ نبی الانبیـاء ٭ عظیم الرجا ٭ عمیم العطا ٭ ماحی الذنوب والخطا ٭ شفیعنا یوم الجزاء ٭ سراللہ المخزون ٭ دراللہ المکنون ٭ عالم ماکان و مایکون ٭ نورالافئدۃ والعیون ٭ سرورالقلب المحزون ٭ سیدنا و مولانا وحبیبنا ونبینا وشفیعنا ووکیلناوکفیلناوعوننا ومعیننا وغوثنا ومغیثنا وغیثنا وغیاثنا سیدنا و مولانا محمد ٭ النبی المبعوث ٭ رحمۃ للعلمین ٭ وعلی الہ الطیبین الطاھرین ٭ وازواجہ الطاھرات امھات المومنین ٭ واصحابہ المکرمین المعظمین ٭ وابنہ الکریم الامین المکین ٭ محی الاسلام والحق والشرع والملۃ والقلوب والسنۃ والطریقۃ والدین ٭ واھب المراد ٭ قطب الارشاد ٭ فرد الافراد ٭ سید الاسیاد ٭ صلح البلاد ٭ نافع العباد ٭ دافع الفساد ٭ مرجع الاوتاد ٭ غوث الثقلین ٭ و

غیث الکونین ' و غیاث الدارین ' ومعیث الملوین ' امام الفریقین سیدنا و مولانا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی الکریم ' وعلی سائراولیاء امته الکاملین العارفین وعلماء ملته الراشدین المرشدین ' وعلینا معهم اجمعین ' یا ارحم الراحمین '

اس خطبہ کے بعد آیہ کریمہ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ آخر سورہ تک تلاوت فرمائی۔ پھر اس کی تمہید تفسیر میں نور والا ظہور حضور سید یوم النشور کا ذکر فرمایا کہ:-

جب حضرت عزت جل جلالہ نے عالم بنانا چاہا، اپنے نور بے کیف سے نور منیر بشیر ونذیر ﷺ پیدا فرمایا۔ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ یا جابر ان اللّٰه خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں سے پہلے تیرے نبی ﷺ کو اپنے نور کریم سے پیدا کیا۔ پھر حضور اقدس ﷺ کے نور سے تمام عالم کو جلوہ ظہور میں لایا۔

تو جس طرح مرتبہ وجود میں صرف اللہ ہے جل و علا: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ○

ع الا کل شئی ما خلا اللہ باطل

حقیقت وجود اسی کی ذات کریم سے خاص ہے۔ جہان و جہانیان کا اس میں کچھ حصہ نہیں، مگر جس پر وجود حقیقی کے آفتاب عالم تاب نے اپنے نور کا پرتو ڈالا، وہ بقدر نسبت وقابلیت تام موجودیت سے بہرور ہوا۔

یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ذات کریم حضور سید المرسلین ﷺ ہے وبس۔

حضور ہی سر الوجود، ومنبع الوجود واصل ہر بود ہیں۔ وجودات عالم ضرور وجود حقیقی کے ظلال و پرتو ہیں۔

مگر اولاً: وبالذات پرتو ذات و ظل صفات، جامع الکمالات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ہے۔

پھر ثانیاً: وبالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اس تجلی نور سے روشن ہے

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

جیسے بلا تشبیہ شب چہاردہ کو اشیا، کہ آفتاب سے حجاب میں ہیں، بذات خود اس سے نور لینے کے قابل نہیں۔ چودھویں رات کا چمکتا چاند متوسط ہو کر خود آفتاب سے نور لیتا، اور اپنے نور سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیتا ہے۔ تو اگر چہ جس قدر چاندنی پھیلی ہوئی ہے، سب روشنی آفتاب ہی کی ہے۔ مگر چاند کے وساطت سے ملی ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ نور حضور اقدس ﷺ کا نور الٰہی سے پیدا ہونا عیاذاً باللہ تجزّی حضرت وحدت سے اصلاً علاقہ نہیں رکھتا۔ ان مجازی فانی انوار میں دیکھیے۔ آفتاب سے چاند روشن ہوا، چاند سے زمین، چراغ سے چراغ جلایا۔ آفتاب و ماہتاب و چراغِ اول کے نور سے کوئی حصہ جدا ہو کر ان مستنیر وں میں نہ آیا، اور انھیں انوار سے ان روشنیوں نے ظہور پایا ـــــ تو جہال وہابیہ کا حدیث پر اعتراض محض جہالت ہے۔

انوار دو قسم ہیں، معنوی و حسی۔ معنوی کہ چشم جسم ان کے ادراک کی قابلیت نہیں رکھتی۔ جیسے نور قرآن، و نور نماز، و نور وضو ـــــ بعضے مریدین بعد وضو اپنے حجرۂ خلوت میں گئے۔ ایک نور عظیم چمکا، بے اختیار پکار اٹھے۔ رایت ربی میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ شیخ نے فرمایا: اے شخص! کہاں تو اور کہاں یہ رتبہ؟ یہ تیرے وضو کا نور تھا کہ یوں چمکا۔

صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ روز جمعہ سورۂ کہف کی تلاوت کی جائے۔ مقام تلاوت سے مکہ معظمہ اور اس جمعہ سے جمعہ آئندہ اور تین روز زائد تک روشن کر دیتی ہے۔ (۱)

حسی کہ لائق احساس بصر ہیں، پھر دو قسم ہیں۔

ظاہر جیسے انوار کواکب، چراغاں۔

اور باطن جیسے حجر اسود، و مقام ابراہیم علیہ الصلاۃ و التسلیم کی روشنیاں ـــــ حدیث میں ہے: یہ جنت کے یاقوتوں سے دو یاقوت ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کا نور نظروں سے چھپا دیا۔ ورنہ دنیا کو روشن کر دیتے۔ مروی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے کعبہ معظمہ بنایا؛ اور حجر اسود آیا اس وقت اس کا نور صرف اس قدر چمکا کہ مکہ معظمہ کے گرداگرد چند میل مختلف تک روشن ہوگیا۔ جہاں تک وہ روشنی پہنچی، وہی حدود حرم قرار پائیں۔ حضور پر نور ﷺ کہ اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں جمیع اقسام نور کے بروجہ اکمل واتم جامع ہیں۔

حضور پر نور ﷺ کہ اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں جمیع اقسام نور کے

بر وجہ اکمل واتم جامع ہیں ۔(۱) حضور پرنور ﷺ کے نور معنوی کو کون جان سکتا ہے؟ انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین واولیاء کاملین و عباد اللہ الصالحین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سب حسب استعداد اسی نور منیر سے روشن ومستنیر ہیں ۔علامہ فاسی مطالع المسرات میں حدیث نقل کرتے ہیں ۔حضور سید عالم ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:
یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی اے ابوبکر! مجھے جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ پہچانا

شعر

ترا چنانکہ توئی دیدۂ کجا بیند بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

حضور اقدس ﷺ کے نور حسی ہی کی جھلک، آفتاب و ماہتاب وجملہ مضیات میں چمک رہی ہے۔ ملائکہ کے چہروں میں اسی کی چمک، انسان کی مردمک میں اسی کی دمک، مستفیض وظاہر ہیں۔ اوراس مفیض کریم پر بجمال رحمت وکمال عظمت ستر ہزار پردہائے ہیبت وجلال ورحمت وجمال ڈالے گئے ہیں کہ چشم عالمیان اس کے ادراک سے دور ومہجور ہے۔ العظمة للہ اگر حجاب اٹھا دیں، عالم کی کیا جان؟ کہ اس کی تجلیات کی تاب لاسکے۔ جہان وجہانیان ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں۔

سلطان الاولیا حضرت نظام الحق والدین سیدنا محبوب الٰہی فرماتے ہیں: جب سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلاۃ والتسلیم بعد تجلی طور واپس آئے کسی کو تاب نہ تھی کہ ان کے جمال مبارک سے نظر ملائے۔ کلیم علیہ الصلاۃ والسلام نے نقاب ڈالا، فوراً جل گیا۔ یہاں تک کہ لوہے کا نقاب بنا کر روئے مبارک پر ڈالا، وہ بھی

خاک ہوگیا۔ آخر بامرالٰہی بعض عاشقان حضرت عزت کے دامن سے نقاب بنایا، وہ قائم رہا۔

ہاں! چہرۂ کلیم مہر سپہر جلال تھا۔ نور آفتاب ہلکا ہونے کے لیے قمر درکار ہے کہ اس کی تجلیوں کا بار اپنے اوپر لے، اور اس سے ٹھنڈی ہلکی روشنی اوروں پر منکشف ہو ــــــ جب جمال کلیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا اس آسان تر تجلی سے یہ حال تھا، تو اس ذات کریم کا کیا پوچھنا، جو نور حقیقی کے مظہر اول اتم واکمل وجامع تجلیات ذات وصفات علٰی اقصی الغایات بلکہ بے حد ونہایات ہے، جسے جمال ازلی نے اپنا خاص آئینہ بنایا۔ جس کے ہر جلوہ میں من رأنی فقد رأ الحق کا دریا لہرایا، اس کے تاب کی کسے تاب؟ ؎

کیا منہ ہے آئینے کا تری تاب لا سکے
خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

تو لازم ہوا کہ نور کریم حجاب رحمت و تعظیم میں رہے۔

وہ حجاب کیا ہے؟ کیا غیر اس کا حجاب ہو سکتا ہے، غیر اسے چھپا سکتا ہے؟ حاشا، بلکہ خود اس کا کمال ظہور ہی اس کا پردۂ نور ہوا ــــــ نور کے لیے ایک حد ظہور ہے کہ جب اس حد تک رہے، نظر اس پر کام کرے اور جب اس سے ترقی کرے، اس کی تابش ہی اس کے لیے حجاب ہو کہ نظر بوجہ خیرگی اس پر کام نہیں کرتی۔ آخر نہ دیکھا کہ آفتاب افق میں حجاب سحاب رقیق سے بروجہ کمال نظر آتا ہے، اور نصف النہار پر روز صاف میں طائر نظر کے پر جلاتا ہے۔ پھر جس قدر ترقی زائد، احتجاب زائد۔

نور کریم کی ترقی بے نہایت کے حضور، ابصار تو ابصار، بصیرت کی وہ حالت ہوگی، جو مہر عالم تاب کے حضور خفاش کی۔ لاجرم غایت ظہور ہی مستلزم غایت بطون ہوئی۔ پھر بھی اس کی خفیف جھلک جس میں نگاہ ظاہر کا حصہ رہا کہ اس بارگاہ کرم سے محروم مطلق نہ رہے، وہ ہے جو حدیث صحیح میں آیا: **کان الشمس تجری فی وجھہ** گویا آفتاب چہرۂ پرنور میں رواں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: جب تو حضور اقدس ﷺ کو دیکھتا گمان کرتا کہ آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ تیسری حدیث میں ہے: **اذا تکلم رئ کالنور یخرج من بین ثنایاہ** جب کلام فرماتے، دندان پیشیں کے درمیان سے نور سا چھنتا نظر آتا۔ چوتھی حدیث میں ہے: **لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأمل رشم** نبی پرنور پر نور کا بُکا بلند تھا، جو غور سے نہ دیکھتا، نبی اقدس کو اس نور کے سبب بہت بلند گمان کرتا۔ پانچویں حدیث میں ہے: **لم یقع مع الشمس الا غلب ضوئہ ضوئھا** حضور اقدس ﷺ جب آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے حضور کا نور آفتاب کی ضیا کو دبالیتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ

عرفان ونورِ ایماں سب اسی نور والاظہور کے پرتو ہیں، بلکہ ایمان صرف حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ومحبت وعظمت کا نام ہے۔ تو جس کے دل میں جس قدر حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ومحبت وعظمت زائد، اسی قدر اس کا ایمان اکمل؛ اور جس قدر کم، اتنا ہی ایمان ناقص؛ اور جس کے دل میں بالکل نہیں، وہ مطلقا کافر ہے۔ **لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین** قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ بیشک جب تک محبت دینی، ایمانی،

اختیاری، ایقانی میں محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہان اور خود اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے، ہرگز مومن نہیں۔

انزال کتب وارسال رُسل، بلکہ تخلیق آدم و عالم، سب اظہار عظمت عظیمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ ابن عساکر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے راوی: حضرت عزت جل جلالہ نے حضور پرنور سید عالم ﷺ کو وحی بھیجی اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمہیں اپنا حبیب کیا؛ اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت وکرامت والا کوئی نہ بنایا۔ ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لما خلقت الدنیا میں نے دنیا مخلوقات دنیا اس لیے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت وعزت تمہاری ہے، ان پر ظاہر فرمادوں، اگر تم نہ ہوتے، میں دنیا نہ بناتا۔ یعنی دنیا وآخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دار الجزاء ہے اور دار الجزاء کو دار العمل کا تقدم ضروری۔ جب دار العمل بلکہ عالمین ہی نہ ہوتے، دار الجزاء کہاں سے آتی؟ ـــــ حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی۔ حضرت عز جل وعلا نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی بھیجی: لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء اگر محمد ﷺ نہ ہوتے نہ میں تمہیں پیدا کرتا، نہ آسمان زمین بناتا۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ (بقرہ، ۲/۱۴۳) ہم نے نہ کیا وہ قبلہ جس پر تم تھے مگر اس لیے کہ علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون براہ غلاز تمہارا اتباع کرتا ہے۔ اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

دیکھو! آیہ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ فرضیت قبلہ صرف اس لیے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم واطاعت کرنے والوں کی پہچان سب کو معلوم ہو جائے۔

آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (طور ۵۲/۵۶) میں نے جن وانسان اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ حدیث مذکور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے منافی نہیں۔ تخلیق جن وانس، عبادت کے لئے۔ اور عبادت سے حضرت عزت جل جلالہ کو نہ کوئی نفع، نہ اس کے ترک سے کوئی ضرر۔ وہ غنی، حمید ہے۔ احکام عبادت کی تشریع اسی لیے ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلامان، مطیع وفرماں بردار، ان کے حکم سے الٹے پاؤں پھر جانے والے نابکار، سب پر ظاہر ہوجائے کہ عبادت الٰہی وتعظیم ومحبت حضرت رسالت پناہی ﷺ متلازمین ہیں۔ متلازمین میں ایک کا ذکر دوسرے کا مؤکد ہوتا ہے نہ کہ نافی ومنافی۔

ایمان کے دو رکن ہیں۔ لا الہ الا اللہ - محمد رسول اللہ ﷺ

آیۂ کریمہ رکن اول کو بتاتی ہے ـــــ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اس لیے بنایا کہ میری پرستش کریں۔ یعنی لا الہ الا اللہ۔

اور حدیث شریف رکن دوم کا اشعار فرما رہی ہے: لأعرفهم کرامتک اسی لیے بنایا کہ تمہارا مرتبہ پہچانیں۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ ـــــ والہذا اہل ادب وایمان کے نزدیک تعظیم ومحبت حضور اقدس ﷺ اصل کار واہم فرائض ومناط قبول جملہ اعمال حسنہ ہے۔

اہم فرائض ارکان ہیں، اور اہم ارکان اربعہ نماز، اور تعظیم ومحبت حضور پرنور ﷺ قطعاً نماز سے اہم واعظم۔ غزوۂ خیبر سے پلٹتے ہوئے، حضور اقدس ﷺ نے منزل صہبا میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔

مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا، مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں، محبوب اکرم ﷺ کی خواب راحت میں خلل آتا ہے۔ معہٰذا کیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہو رہی ہو؟ اور اگر بیٹھا رہتا ہوں نماز جاتی ہے۔ آخر وہی تعظیم و محبت کا پلہ غالب آیا، اور اسداللہ الغالب نے حضور اقدس ﷺ کے جگا دینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔ **حتی توارت بالحجاب** یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اب کہ وقت مغرب ہوا، سرکار دو عالم ﷺ کی چشم حق بیں کھلی۔ مولیٰ علی کو مضطرب پایا، سبب دریافت کیا۔

عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی۔

حضور اقدس ﷺ نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے، اور اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

الٰہی! علی تیرے رسول کے کام میں تھا ——— اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔ فوراً ڈوبا ہوا آفتاب اُفق غربی سے حکم کا باندھا ہوا کھنچا چلا آیا، وقت عصر ہو گیا۔ امیر المومنین نے نماز ادا فرمائی، پھر ڈوب گیا۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی

جان کا رکھنا سب سے زیادہ فرض اہم ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابرہ وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو، اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا۔ سفر ہجرت میں جب آفتاب رسالت

دو ماہتاب صدیقیت ﷺ برج ثور بیت الشرف قمر میں اجتماع نیرین کی طرح غار ثور پر جلوہ فرما ہوئے۔ صدیق اکبر نے اپنے محبوب اکرم ﷺ سے عرض کی:

یا رسول اللہ! حضور باہر توقف فرمائیں، پہلے میں اندر جا کر غار کو صاف کردوں کہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے پہونچے ——— غار چند ہزار سال کا تھا، بہت سوراخ تھے، صدیق نے سنگریزوں سے، پھر کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سے بند کیے۔ ایک سوراخ رہ گیا، اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھا، اور حضور اقدس ﷺ کو بلایا۔ حضور نے ان کے زانو پر سر انور رکھ کر آرام فرمایا۔ وہاں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائے دیدار فائض الانوار حضور پر نور سید الابرار ﷺ رہتا تھا، کہ اس نے قرون سابقہ میں علمائے امم سابقہ کو باہم ذکر کرتے سنا تھا، کہ حضور اقدس نبی آخر الزماں ﷺ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت اور غار ثور میں اقامت فرمائیں گے۔ سانپ نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر رگڑا۔ انھوں نے جانا کہ سانپ ہے۔ مگر اس خیال سے کہ جان جائے، مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، پاؤں نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ اس نے کاٹا، صدیق نے بکمال ادب جنبش نہ کی، مگر شدت ضبط کے باعث آنسو نکل کر رخسار محبوب رب العالمین پر پڑے۔ حضور اقدس ﷺ کی چشم جانفزا کھلی، صدیق سے حال پوچھا۔

عرض کی: **لُدغت بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ** یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے سانپ نے کاٹا ——— حضور اقدس ﷺ نے لعاب دہن اقدس لگا دیا، فوراً آرام ہوگیا۔

یہی تعظیم، محبت، جاں نثاری اور پروانہ وارِیٔ شمعِ رسالت بعد انبیا

ومرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہاں پر باعث تفوق ہے۔ جس نے صدیق اکبرکو ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق اللہ، تمام اولیا، تمام عرفا سے افضل واکرم واکمل واعظم کردیا۔ یہی وہ سر ہے، جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابوبکر کو کثرت صوم وصلاۃ کی وجہ تم پر فضیلت نہ ہوئی۔ ولکن بشئ وقرنی صدرہ بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے باعث ارشاد ہوا کہ: لووزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔ ولہذا قرآن عظیم نے اپنے نصوص قطعیہ سے بشکل اول بدیہی الانتاج، افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم فرمائی۔ قال اللہ تعالیٰ عزوجل: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ؕ (حجرات ۱۳/۴۹) تم سب میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ عزوجل کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے۔ اور دوسری آیہ کریمہ میں صاف فرمادیا: اتقیٰ کون ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ قال تعالی: وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ؕ (اللیل ۹۲/ ۱۷-۲۱) قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب سے اتقی جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے پروردگار برتر کا وجہ کریم چاہنا اور قریب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔ بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے، جو افضل واکرم امت مرحومہ ہے۔ اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔

اور تفضیلیہ وروافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

وجہہ الکریم ــــ مگر اللہ عزوجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس وتدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیہ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقیٰ کی تعیین فرمادی، جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ فرماتا ہے: وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰىٓ ۝ اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

حضور پرنور ﷺ خلیفۃ اللہ الاعظم ومحسن ومنعم تمام عالم ہیں ــــ حضور کے احسانات کہ بے حد وغایات ہیں، دو قسم ہیں:-

دینیہ کہ اولین وآخرین حتی کہ انبیاو مرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین۔ جس نے جو نعمت ایمان ودولت عرفان پائی، حضور خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ ہی کے ہاتھوں سے ملی۔ حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی۔ والہذا تمام انبیاو مرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین سے سید عالم ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

اور دنیویہ ــــ پھر یہ دو قسم ہیں:-

اول عامہ باطنہ، کہ حضور اقدس ﷺ بحکم خلافت رب العالمین جل وعلا جملہ نعمتہائے الہیہ کے قاسم ہیں۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما انا قاسم واللّٰہ المعطی بانٹنے والا میں ہوں اور دینے والا اللہ عزوجل۔ روز اول سے آج تک، آج سے روز قیامت تک، روز قیامت سے ابد الآباد تک، جو نعمت جسے ملی، یا ملتی ہے، یا ملے گی، مصطفےٰ ﷺ کے دست اقدس سے بٹی، اور بٹتی ہے، اور بٹے گی۔ جس طرح دین وملت واسلام وسنت وصلاح وعبادت وزہد وطہارت وعلم ومعرفت یہ سب نعمتہائے دینیہ ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں ــــ

یوں ہی مال و دولت، شفا و صحت، عزت و رفعت، امارت و سلطنت، فرزند و عشیرت یہ سب نعم دنیویہ بھی انہیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: أغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝ انہیں غنی کر دیا اللہ و رسول نے اپنے فضل سے۔ اور فرماتا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوْا مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُوْلُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ ۝ (توبہ ۹/۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے ہیں خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

وہابیہ شرک فروش اسنادات حقیقت و تجوز و عطا و تسبب میں فرق نہ کر کے احمد بخش، محمد بخش ناموں کو شرک بتاتے ہیں ـــــ حالانکہ قرآن عظیم میں جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کا حضرت مریم سے فرمانا مذکور إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ (مریم ۱۹/۱۹) میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تاکہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔ دیکھو! قرآن عظیم سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والتسلیم کو 'جبریل بخش' فرما رہا ہے ـــــ یہ عجیب شرک مقبول محمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دوم خاصہ ظاہرہ کہ حضور اقدس ﷺ بکمال رحمت و رأفت ظاہر بشریت کی طرف تنزل فرما کر اپنے غلاموں، کنیزوں سے حسب عرف و عادت باہمی معاملت فرماتے۔ جیسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم سرکار کی روٹی سرکار سے مقرر تھی۔ حالانکہ واللہ تمام جہان کو روٹی سرکار ہی سے ملتی ہے۔ لوگوں کو مانگے اور بے مانگے بیشمار نعمتیں عطا فرمادیں، جن کی بعض تفصیل کتب حدیث میں مذکور۔

حضور اقدس ﷺ کی پہلی دو قسم کی نعمتیں ہرگز اس قسم سے نہیں، جن کا کوئی بدلہ دے سکے۔ نعم دینیہ کا معاوضہ نہ ہوسکنا تو ظاہر، اور نعم عامۂ باطنۂ دنیویہ، بحکم خلافت رب العزت ہیں ــــــ اللہ عزوجل کو کون عوض دے؟ ہاں! قسم سوم ہی کی نعمتیں کہ باہمی معاملات عرفیہ کے طور پر تھیں، صالح عوض ومجازات ہیں۔ صدیق اکبر ؓ پر بعد انبیا ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم حضور پرنور سید عالم ﷺ کے جس قدر احسانات وانعامات قسم اول کے ہیں، تمام عالم میں کسی پر نہیں۔ اور قسم دوم میں صدیق اکبر ؓ اور تمام عالم شریک ہیں۔ مگر قسم سوم، یعنی معاملات باہمی قابل معاوضہ میں ہمیشہ صدیق اکبر کی طرف سے بندگی وغلامی وخدمت ونیازمندی، اور مصطفےٰ ﷺ کی طرف سے براہ بندہ نوازی، قبول وپزیرائی وعطائے سعادت مندی کا برتاؤ رہا۔ یہاں تک کہ خود صدیق اکبر کے مولائے اکرم وآقائے اعظم ﷺ نے فرمایا: **انه لیس فی الناس احدامن علی فی نفسه وماله من ابن ابی قحافه** بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان ومال سے میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا کہ ابوبکر نے۔ اور فرمایا: **مالاحد عندنا ید الا وقد کافیناه بها ماخلا ابابکر فان له عندنا یدا یکافئه الله بها یوم القیامة ومانفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر** کسی کا ہمارے ساتھ کوئی حسن سلوک ایسا نہیں جس کا ہم نے عوض نہ کردیا ہو سوا ابوبکر کے کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں روز قیامت دے گا مجھے کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکر کے مال نے۔ صدیق نے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ والا میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت درخواست عرض کی۔ حضور پرنور نے صغر سن کا عذر فرمادیا۔

فقیر کہتا ہے اس میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی تھی کہ دامادی میں قبول کرنا انھیں دنیاوی احسانات سے ہے، جن میں جزاومکافات جاری۔ حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہدیہ وعطیہ عقد نکاح سے پہلے دیا جائے، وہ عورت کا ہے۔ اور جو بعد کو دیا جائے وہ اس کا ہے جسے دیا جائے۔ یعنی خسر وخوشدامن وغیرہما۔ پھر فرمایا:

واحق ما یکرم الرجل به ابنته اواخته اور آدمی جن ذرائع سے اکرام و نیک سلوک کا مستحق ہوان سب میں زیادہ ذریعہ اس کی بیٹی یا بہن ہے۔ اور اللہ ورسول کو منظور نہ تھا کہ صدیق پر ان کے احسانات ناممکن العوض کے سوا کوئی احسان قابل معاوضۂ دنیویہ ہو، لہذا عذر فرمادیا۔

بخلاف سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کہ ان پر حضور اقدس ﷺ کے بے پایاں احسانات دوقسم اولین کے سوا قسم سوم کے بھی بہت احسان ہیں۔ انھوں نے پرورش ہی مصطفےٰ ﷺ کے مال سے پائی۔ حدیث میں ہے: قبل ظہور نور نبوت مکہ معظمہ میں گرانی ہوئی، حضور پرنور ﷺ نے سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ زمانہ گرانی کا ہے، اور ابوطالب کے عیال کثیر۔ آؤ! کہ ہم ان پر تخفیف فرمادیں۔ یہ فرما کر حضور، اور حضور کے ہمراہ رکاب حضرت عباس، ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور اقدس ﷺ نے مولیٰ علی کو اپنی پرورش میں لے لیا، اور حضرت عباس نے حضرت جعفر یا حضرت عقیل کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر تمیم نعمت کبریٰ، تزویج حضرت بتول زہرا سے ہوئی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا وعلیہا وعلیٰ بعلہا وابنیہا وبارک وسلم

تو آیۂ کریمہ وَمَا لِاَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ٥ سے مولیٰ علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے، بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔ اسی افضلیت مطلقہ صدیقی کے مناشی سے ہے اس جناب کا کمال تشبیہ حضور پرنور سید عالم ﷺ پر ہونا۔

اول ظہور بعثت شریفہ میں جب حضور نے فرمایا تھا: لقد خشیت علی نفسی مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس وقت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کے جو اوصاف کریمہ شمار کیے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو ضائع نہ چھوڑے گا۔ حضور یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں بعینہا وہی کمالات انہیں الفاظ سے ابن الدغنہ نے صدیق کے لیے بیان کیے۔ جب قبل ہجرت بقصد ہجرت تشریف لے چلے ہیں راہ میں ابن الدغنہ ملا، حال معلوم ہوا۔ کہا: کیا آپ جیسا وطن سے جدا کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں۔

یوں ہی جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور مسلمان اس سال مکہ معظمہ جانے سے باز رکھے گئے، یہ امر ان پر، بالخصوص اشدھم فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷜ پر سخت شاق گزرا۔ حضور پرنور ﷺ کو رب عزوجل نے سفر حدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں باامن و امان داخل ہوئے، اور مناسک حج ادا فرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔ جب اس سال واپسی کی ٹھہری، امیر المومنین فاروق اعظم ﷜ خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوئے، اور عرض کی:

یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

عرض کی: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں!

عرض کی: کیا ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رہیں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، اور اس کی نافرمانی نہ کروں گا؛ اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی۔ کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی: نہ۔

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے، اور طواف بجالاؤ گے۔

فاروق اعظم اس تمنا پر کہ شاید صدیق شفاعت کریں، اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد اور بالجبر داخلی کعبہ معظمہ ہے، حاصل ہو جائے۔ خدمت صدیق میں حاضر ہوئے، اور گذارش کی:۔

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

کہا: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں۔

کہا: پھر ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے، اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا۔ ان کی رکاب تھام لے، کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہا: کیا ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

کہا: نہ!

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے ـــــ اور طواف بجالاؤ گے۔

دیکھو بعینہٖ حرف بحرف وہی جواب ہیں، جو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے ـــــ یہ وہی بات ہے کہ قلب صدیقی آئینہ قلب حضور سید الکائنات ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارك وكرم۔ آیۂ کریمہ میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

یہاں سے تفسیرات کی طرف رجوع کی، متعلق تفسیر صرف اس قدر بیان ہوا تھا کہ:-

بآں کہ خطاب مصدقین سے ہے، نہ منکرین سے قرآن عظیم کو اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی تصدیق خواب وتسکین اصحاب میں کس قدر اہتمام ہے کہ اسے طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اول: تو صدق اللہ خود ہی جملہ بدیہی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرت عزت کی طرف واجب الصدق ہے، کذب وہاں محال بالذات ہے۔

امکان کا ماننے والا گمراہ، بدذات ہے۔

ثانیا: 'قد'

ثالثا: 'لام'

رابعا: 'بالحق' سے اس کی تاکیدیں ارشاد ہوئیں ــــــ پھر رؤیا کا بیان اور اس کے متعلق لطائف حکمیہ کا تبیان، اور یہ کہ خواب انبیا وحی ہوتی ہے؛ اور اس پر خواب سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بیان اور اس کے سبب ذبح ولد پر اقدام کہ بے نص قطعی قطعاً حرام۔ تو خواب انبیا ضرور نص قاطع کی طرح مثبت احکام۔

یہی بیان ہو رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ المنان نے آکر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے ہیں معاً عنان عزیمت جانب اظہار مکائد ندوہ پھیری کہ:-

وعدۂ الٰہیہ صادق آیا۔ سال آئندہ کہ مکہ معظمہ فتح ہوا، لوگ فوج فوج دین خدا میں داخل ہوئے۔

اسلام کی ترقیاں، صحابہ کی جانثاریاں، ہجرت کے احوال، نصرت ذی الجلال کا بیان کیا کہ:-

اس وقت ظہور مدد عظیم و فتح مبین کیا محل عجب تھا؟ مولیٰ عزوجل نے اس وقت اپنے محبوب اکرم ﷺ کی وہ نصرت ظاہرہ، باہرہ، قاہرہ، زاہرہ فرمائی، جب ظاہری سامان اصلاً نہ تھا۔ فوج، نہ لشکر، نہ ہتھیار، نہ مقاتلے میں اذن پروردگار، اور ایک جہان برسرِ پیکار۔ جب کفار نے دار الندوہ میں جماؤ کیا، مصطفےٰ ﷺ کے خلاف مشورے ہوئے۔ شیخ نجدی ملعون، پیر مرد بن کر آیا؛ اور اس گمراہ انجمن کا

رکن اعظم بنا۔ مگر انجام کیا ہوا کہ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ○ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرمادیا، اور اللہ ہی کا بول بولا ہے۔ اور ہمیشہ سنت الٰہیہ ہے کہ باطل کے لیے ابتدا میں ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق وکاذب کا امتحان ہو: لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ○ انجام کار ظفر و نصرت نصیبہ اہل حق ہے: قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ ——— وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

اسی کی مثالوں میں اس ندوہ ہالکہ کا پچھلا جانشین اس ندوہ پسیں کا ابتداً خروج اور نیچریوں، رافضیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں کے جرگوں سے اس کا عروج اور جس روز جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام کانپور کے پچھلے دنوں بنائے ندوہ کی پہلی اینٹ رکھی جاتی تھی، علمائے اہل سنت کا اسی وقت خلاف فرمانا۔ مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصد ندوہ کے ضلال مبین ومضر مسلمین ہونے پر اقرار کرنا اور کہنا کہ میں بھی تو صبح سے یہی چھینک رہا ہوں۔ میری کوئی نہیں سنتا۔ پھر جو حالتیں اس کے جلسات پر وارد ہوئیں، جو صریح ضلالتیں اس کی رودادوں میں سال بسال بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت کا ناظم وغیرہ مدعیان سنت کو اولاً بنرمی وخوشامد، پابندی مذہب اہل سنت کی طرف بلانا، پھر بعد جواب صاف علانیہ رد وخلاف فرمانا، ندویوں کا جواب سے عاجز آنا، فتاوی السنہ کا مرتب ہونا، پھلواروی صاحب رکن رکین ندوہ کا بریلی آنا، طعام وکلام دونوں دعوتوں کا دیا جانا، پھلواری صاحب کا دعوت طعام قبول ودعوت کلام سے صراحۃً عدول کر جانا، اور صاف لکھ دینا کہ میں

مرد میدان مناظرہ نہیں۔ پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر نہ آنا، دوبارہ بلایا جانا، دستوں کا بہانہ فرمانا، حالانکہ نئے اور پرانے شہر دونوں میں روزانہ وعظ کو جانا، وہاں اس حال اسہال کا مانع نہ آنا، پھر بعد تقاضائے بسیار وشدت انتظار بمشکل تمام حضرات کا تشریف لانا، مجمع میں فتاویٰ السنہ سنایا جانا، پھلواروی صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا، پھر یہ گفتگو پیش آنا: جب جواب حق ہیں، مہر کیجئے! کہا: اس میں صاف ندوہ کا نام لکھا ہے، لہٰذا مہر نہیں کرسکتا۔ کہا گیا: بہت اچھا، سوالات میں بجائے ندوہ زید وعمر لکھ کر جوابوں کی تصدیق کیجئے، کہا: کتاب لیے جاتا ہوں، پندرہ دن کی مہلت دیجیے۔ ان سوالوں کے بھی جواب خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا۔ فرمایا گیا: پندرہ دن نہیں، مہینہ بھر کی مہلت سہی۔ الحمد للہ کہ آپ کو ان گمراہوں کی ضلالت تو مسلم رہی۔ کہا: مولانا! ضلالت نہ فرمایئے، مداہنت فرمایئے۔ جلسہ تو ان ٹالے بالے پر ختم ہوا، مگر مہینہ نہ سال، برسیں گزریں۔ جواب نہ دینا تھا، نہ دیا۔ ؎

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ☆ تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور ندوے کی ضلالت اقوال وشناعت مقاصد ومفاسد ومکائد کا حال بوضاحت تام بیان کیا۔ (اور) حب وبغض پر کلام میں کہا:-

ندوہ تمام بددینوں، گمراہوں سے وداد واتحاد فرض کرتی ہے کہ اتحاد نہ ہو تو ایمان نہ دارد، اور ایمان نہیں، تو جنت سے کیا سروکار؟ مسلمانان ہند کے سب

گناہ معاف ہو سکتے ہیں، سوا نا اتفاقی کے۔ سب کلمہ گو حق پر ہیں۔ خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ کلمہ گو کیسا ہی بددین، بدمذہب ہو، ان میں جو زیادہ متقی ہے، خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توہین کیجئے، خدا اور رسول پر حرف آتا ہے۔ یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے، جو مقال ہے، ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے۔ سب صریح وشدید نکال وعظیم وبال وموجب غضب ذی الجلال ہیں۔ امیر المومنین مولیٰ المسلمین شیر خدا مشکل کشا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی کے زمانۂ اقدس میں خوارج خذلہم اللہ تعالیٰ نے ظہور کیا، وہ علما تھے، عُبّاد تھے، قراء کہلاتے، راتیں شب بیداری، اور دن تلاوت قرآن وذکر باری میں گذارتے، مگر گمراہ تھے، اہل سنت کے مخالف وبدخواہ تھے۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہ ان کے علم وفضل پر نظر فرمائی، نہ ان سے اخوت اسلامی کی ٹھہرائی، بلکہ ان پر لشکرکشی فرمائی۔ سر اشرار پر برق بار ذوالفقار چمکائی۔ وہ دس ہزار مولویوں کا ندوہ تھا، فقط دو روپے کے ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنتے تھے، بلکہ واقعی علم رکھتے تھے، حدیث جانتے، قرآن پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے شکوک کہ بعینہٖ وہابیہ کے شکوک تھے، رفع فرمائے۔ پانچ ہزار حق کی طرف رجوع لائے، پانچ ہزار ختم اللہ علیٰ قلوبہم رہے۔ ان پر تیغ شرربار اشرار شکار اسد کردگار حیدر کرار چمکی، اور ایک ایک کر کے ہر گردن کشیدہ خاک ذلت

پر فرش کی۔ وہ خبیث قتل ہو رہے تھے، کسی نے آکر خبر دی کہ بھاگ کر نہر کے پار گئے۔ عالم ما کان و ما یکون ﷺ کے نائب اسد اللہ الغالب نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ ان میں سے دس نہر کے پار نہ جاسکیں گے، سب ادھر ہی قتل ہوں گے۔ پھر بہت وثوق کی خبریں آئیں کہ پار بھاگ گئے۔ فرمایا: واللہ وہ ادھر نہ جائیں گے، اسی پار ہلاک ہوں گے۔ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کا، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بالآخر تحقیق ہوا کہ واقعی دس بھی نہ جاسکے، سب اسی طرف کنارۂ آب سے کنارۂ نار میں جاگزیں ہوئے۔ کسی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے زمین کو ان کی نجاست سے پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ! وہ ابھی مردوں کی پیٹھ میں ہیں، عورتوں کے پیٹ میں ہیں، وہ قرن قرن ظاہر ہوتے رہیں گے۔ کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی، دوسری سر اٹھائے گی۔ حتی یخرج آخرھم مع المسیح الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔

اس وعدۂ صادقہ کے مطابق، ایسے مولویوں کی سنگت، ہر زمانہ، ہر قرن میں، مختلف نام مختلف صورت سے ظاہر ہوتی رہی، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں نجدی خبیث ظاہر ہوا، اور مذہب وہابیہ نے کہ خوارج مخذولین کا سچا فضلہ خوار رہے، شیوع کیا۔ ان کے وہی عقائد، وہی مکائد، وہی دھوکے، وہی تلبیس، وہی ادعائے عمل قرآن وحدیث ـــــ ان خبیثوں کا اعتراض تھا کہ مولیٰ علی نے ابو موسیٰ اشعری ﷛ کو حَکَم بنایا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۝ حکم نہیں مگر اللہ کے لیے، یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَابْعَثُوْا حَکَماً مِنْ اَھْلِہٖ وَحَکَماً مِنْ اَھْلِھَا ○ مرد وزن میں خلاف ہو تو ایک حکم اس کے لوگوں سے بھیجو اور ایک حکم اس کے لوگوں سے۔ حدیث میں ہے **ینزل عیسی حکما مقسطا** یعنی عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے ـــــــ یہ وہابیہ، ان خوارج کے شاگرد، کہتے ہیں۔ اہل سنت انبیا و اولیا سے استعانت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ ہم تجھی کو پوجیں ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ○ نکوئی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث شریف میں ہے: **فلیناد اعینونی یا عباد اللّٰہ** یوں پکارے مدد کرو میری اے اللہ کے بندو۔

حقیقت ذاتیہ وعطائیہ میں نہ ان خبیثوں نے فرق کیا، نہ انھوں نے۔ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ○ یہ سب گمراہ فرقے ائمہ ہدیٰ و اکابر محبوبان خدا کے دشمن ہیں ـــــــ رافضیوں کی عداوت تو ہر بچے پر ظاہر۔ اللہ اللہ وہ صدیق، جن کے فضائل سے ایک شمہ سن چکے۔ وہ صدیقہ بنت الصدیق ام المومنین جن کا محبوبۂ سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہا وعلیہا وسلم ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر ـــــــ وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین ﷺ میں حاضر لائیں ـــــــ وہ ام المومنین کہ جبریل امین باآں فضل مبین، انہیں سلام کریں، اور ان کے کاشانۂ عزت وطہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں ـــــــ وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں ـــــــ وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ ﷺ اگر کسی سفر میں بے ان کے

تشریف لے جائیں، ان کی یاد میں واعروساہ! فرمائیں —— وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلاۃ والسلام کی براءت کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے، بتول مریم کا تبریہ روح اللہ وکلمۃ اللہ فرمائے، مگر ان کی براءت وطیب وطہارت کی گواہی میں قرآن کی آیتیں نزول فرمائیں —— وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین ﷺ ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے، حضور پرنور ﷺ اپنے لب ہائے مبارک، خداپسند، وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ یہ اشقیائے ملاعنہ خذلہم اللہ ایسے محبوبان خدااور رسول کے دشمن، ایسوں کے بدگو، ایسوں پر طعنہ زن؛ اور ندوہ مخذولہ ان سب کی دوست، ان سب کی انجمن۔ قاتلہا اللہ من ندیۃ الفتن۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے، اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، برا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا؟ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ مسلمانوں کی مائیں ندوہ مخذولہ کی آنکھ میں یوں بے قدر ہوں کہ ان کی بدگویوں سے اتحاد و وداد فرض ہو، اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد؟ عائشہ وصدیق کی توہین تو خدااور رسول کی توہین نہ ٹھہری، مگر رافضیوں وہابیوں کی توہین، خدااور رسول کی توہین؟ عائشہ وصدیق سے عداوت والوں کا ایمان (تو) بڑے اعلیٰ درجہ کا ہو، ان میں جو اتقی ہے، اللہ کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہو، مگر رافضیوں وہابیوں سے مخالفت (کرنے والوں کا) ایمان ندارد، جنت سے محرومی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

علما فرماتے ہیں۔ اعدائك ثلاثۃ تیرے دشمن تین ہیں:-

عدوك الذی عاداك ایک تو آپ تیرا دشمن۔

وعدو صدیقك اور تیرے دوست کا دشمن۔

وصدیق عدوك اور تیرے دشمن کا دوست۔

رسول اللہ ﷺ کے قسم اول کے دشمن تو کھلے کفار ہیں۔

اور قسم دوم کے دشمن روافض، نواصب وخوارج ووہابیہ کہ محبوبان خدا وائمہ ہدیٰ کے اعدا ہیں۔

اور قسم سوم کے دشمن یہ ندوی حضرات کہ ان دشمنوں کے دوست ہیں۔

اللہ سب دشمنوں کے شر سے بچائے، اور مصطفےٰ ﷺ کی سچی محبت اور ان کے سب دشمنوں سے کامل عداوت عطا فرمائے، اور اسی حب وبغض پر کہ اسے محبوب ومقبول ہے، دنیا سے اٹھائے۔ آمین!

ندوی صاحبوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک بے معنی تحریر روداد میں شائع کی کہ علمائے مکہ معظمہ نے ندوہ کی خوبی وضرورت پر مہر کردی۔

اس تحریر کو دیکھئے تو گنتی کے صرف چند ہندی حضرات ہیں، جو بعض بنام ہجرت اور بعض بقصد حج گئے ہوئے تھے، کوئی کرانے کا، کوئی لکھنو کا، کوئی بریلی کا، کوئی کہیں کا، نام کو ایک شخص عرب کا ساکن بھی نہیں۔ علمائے مکہ ہونا تو بڑی بات ہے ـــــ جب اخباروں، اشتہاروں میں اس بادہ سرائی کا خاکہ اڑا، دماغ میں سمائی کہ علمائے حرمین شریفین کو کچھ دھوکہ دیجیے، کسی طرح تحریر حاصل کیجیے۔ ایک صاحب بظاہر حج کا نام اور باطن میں اسی مفسدے کا احرام کر کے حرمین پہونچے۔ علمائے کرام مکہ معظمہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی محمد عبد الحق صاحب

الہ آبادی مہاجر وغیرہ علما کی معرفت اس ندوہ مخذولہ کی شرارت سے چرچ گئے تھے۔ وہاں دال نہ گلی۔ مدینہ طیبہ میں ہمسایگانِ مصطفےٰ ﷺ کو مغالطہ دینے کی گلی ملی۔ وہاں سوال کیا کہ:۔

ایک جلسہ علمائے اہل سنت نے قائم کیا، کہ اس میں طرز مرب پر تعلیم ہو، مساکین و یتامیٰ کی پرورش ہو، ترد[illegible] دین متین ہو، یہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی تخریب چاہے کیسا؟

اس سوال کا جو جواب تھا، ظاہر تھا۔ ناحق اتنی دور کی تکلیف اٹھائی۔ یہ سوال ہمارے پاس بھیج دیتے، ہم بھی وہی جواب لکھتے، جو اہل مدینہ نے ارشاد فرمایا۔

سوال تو یوں کرنا تھا کہ:۔

ایک جلسہ سنیوں، رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، غیر مقلدوں سب کا جرگہ بنا کر قائم ہوا، جس نے تمام بد مذہبوں سے اتحاد و وداد فرض کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کے مثل بتایا، سب گمراہیوں سے راضی بتایا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں باعتبار عقائد، اسلام و کفر کا فرق مانا۔ تمام بد مذہبوں کو حق پر جانا، دعویٰ مذہب سے عام دست برداری چاہی، مدح و تعظیم کلاب النار حد سے زائد بتائی۔ الی غیر ذالک من الضلالات والدواھی وہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی اصلاح چاہے کیسا؟

پھر دیکھتے علما کیا جواب دیتے ہیں؟ ناچار ضرور ہوا کہ جس طرح علمائے ہند کی مہروں سے **فتاوی السنة لالجام الفتنه** رد ندوہ مخذولہ میں تیار ہوا۔

یوں ہی حضرات علمائے کرام حرمین محترمین زادھما اللہ شرفا وتکریما سے بھی استفسار ہو۔ امر واقعی کا پورا اظہار ہو۔ کتب ندوہ جن میں کلمات ضالہ تحریر ہیں، ساتھ مرسل ہوں کہ عیان وبیان مجتمع ہوکر، جواب مطابق سوال وموافق واقع مکمل ہوں۔ الحمدللہ اعانت الٰہی وعنایت حضرت رسالت پناہی ﷺ سے وہ مقصود حاصل ہوا۔ اہل ریب کا ریب زائل ہوا، مولانا فاضل حاج عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری مکی ومولانا فاضل مطوف شیخ احمد بن ضیاء الدین محمد مکی نے کہ یہ حاجی امداداللہ صاحب کے خلیفہ ہیں، اور دونوں صاحب عربی وارد، دونوں زبانوں سے خوب ماہر ہیں، وہ مسئلہ مع کتب ندوہ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا۔ اور تصدیقات علیہ وتحقیقات جلیلہ اکابر علما حق عزوجل نے حق کو وضوح بین دیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ وہ فتویٰ یہ ہے، جو اس وقت میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ جس کا قدرے خلاصہ حضرات سامعین سے گزارش کرتا ہوں۔

پھر سوال وجواب پڑھے ان کے ترجمے کیے، یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشا پڑھتے ہی شروع ہوا تھا ابتدائی بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہونچا تو دس ہی جوابوں کا خلاصہ ہونے پایا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ وقت گزرا لاجرم بخیال کلفت بعض سامعین ودعا ہدایت واستقامت سنت پر بیان ختم ہوا۔ اور اکثر مسلمین کو دربارہ فتویٰ تکمیل اجتماع کا اشتیاق باقی رہا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین

اسفار

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا کسی جگہ کا سفر کرنا عدم کے حکم میں تھا۔ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے سفر سے اس درجہ کوفت ہوتا ہے۔ جب کسی جگہ سفر کا خیال ہوتا ہے تو دو تین دن قبل سے اس کی پریشانی رہتی ہے، اور سفر سے واپسی سے دو تین دن تک اس کا اثر رہتا ہے۔

اور واقعی اعلیٰ حضرت کا سفر ایک خاص اہتمام چاہتا تھا۔ اس لیے کبھی کہیں بے ضرورت شدید تشریف نہ لے گئے۔ جب کبھی کہیں جانے کی دینی ضرورت پیش آتی، یا مریدین کا اصرار ہوتا، یا کسی دینی مدرسہ اہل سنت میں دستار بندی کا جلسہ ہوتا، اور وہاں کے لوگوں، مدرسہ کے اراکین کی خواہش ہوتی کہ اعلیٰ حضرت ہی کے دست مبارک سے دستار بندی ہو وغیرہا من الضروریات الدینیہ تو البتہ سفر کا ارادہ فرماتے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ تھی کہ چلتی ریل میں نماز درست نہیں۔ نماز کے لیے استقرار علی الارض حتی الامکان ضروری ہے۔ اس لیے قبل روانگی جس گاڑی سے سفر کرنا ہوتا، اور جس سے واپسی کا قصد ہوتا، پانچوں نمازوں کا وقت جس اسٹیشن پر شروع ہوتا، اور جس جس اسٹیشن تک رہتا، ان جگہوں پر نشان اوقات دے دیا جاتا، اور وقتوں کے نام لکھ دیے جاتے۔ اس لیے ضروری تھا کہ ٹائم ٹیبل منگوا کر گاڑیوں کے رکنے کے اوقات و مقامات معلوم

کیے جاتے۔ پھر بقواعد علم ہیئت ان جگہوں کا طول وعرض معلوم کر کے اوقات صلاۃ نکالے جاتے۔ جب اس طرح پورا اطمینان ہو جاتا کہ اس سفر میں سب نمازیں باجماعت وقت پر ادا ہو سکیں گی، تب قصد مصمم فرماتے، اور وعدہ کرتے، اور اسی مقررہ نقشہ کے مطابق ایک دو اسٹیشن پہلے سے وضو وغیرہ کر کے سب تیار رہتے، اور جب وہ اسٹیشن آتا، جہاں نماز کا وقت لکھا ہے، جماعت کھڑی ہو جاتی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز حضر و سفر، صحت وعلالت ہر حال میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری خیال فرماتے تھے۔ خود ارشاد فرمایا کرتے:

> مردوں کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ہونی چاہیے، عورتوں کی نماز علیٰحدہ گھر میں ہوتی ہے۔

سفر کی حالت میں مسجد میں جا کر سب نمازوں کو ادا کرنا دشوار ہے، خصوصاً لمبے سفر میں۔ تاہم اعلیٰ حضرت جماعت سے نماز ادا کرنے کو ضروری خیال فرماتے، اور اس پر سختی سے عامل تھے۔ اگر کسی گاڑی سے سفر کرنے میں اوقات نماز اسٹیشن پر نہیں ملتا، تو اس گاڑی پر سفر نہیں کرتے، دوسری گاڑی اختیار فرماتے، یا نماز باجماعت کے لیے اسٹیشن پر اتر جاتے، اور اس گاڑی کو چھوڑ دیتے، اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد جو گاڑی ملتی، اس سے بقیہ سفر پورا فرماتے۔

اس لیے اخیر سفر حج وزیارت ۱۳۲۳ھ میں اگر گاڑی رذرو نہیں ہوتی تو اسٹیشن آگرہ پر گاڑی بدلنے میں نماز کا وقت چلا جاتا، اور نماز نہیں ملتی۔ لیکن

گاڑی رزرو کرالینے کی صورت میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ سکنڈ کلاس کا وہ ڈبہ ہی کاٹ کر دوسری گاڑی بمبئی جانے والی میں جوڑ دیا جاتا، اور نماز باجماعت مل جاتی، باوجودیکہ حضور تن تنہا تھے، اور گھر کے لوگوں میں کوئی بھی ساتھ نہ تھا کہ وہ سب پہلے ہی بمبئی روانہ ہو چکے تھے۔ صرف ایک خادم حاجی کفایت اللہ صاحب، اور ایک شاگرد مولوی نذیر احمد صاحب جو اس زمانے میں علم تکسیر و جفر سیکھ رہے تھے، ساتھ تھے۔ لیکن دوسو پینتس (۲۳۵) روپے تیرہ آنے میں سکنڈ کلاس کا ایک ڈبہ ہی رزرو کرالیا تھا۔ باوجودیکہ جناب ننھے میاں صاحب نے مخالفت بھی کی، اور حضور اپنے دونوں بھائیوں کو حد سے زیادہ مانتے تھے، اور ان کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے، مگر نماز کے معاملے میں ان کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی، اور اس قدر کثیر رقم صرف کر کے صرف نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے لیے سکنڈ کلاس کا ایک ڈبہ بریلی شریف سے بمبئی تک رزرو کر کے سفر اختیار فرمایا۔ جب آگرہ پہونچے، اور حضور نے باجماعت نماز ادا فرمائی، تو اسٹیشن ہی سے خط تحریر فرمایا کہ الحمدللہ نماز باجماعت ادا ہوئی، میرے روپے وصول ہو گئے، آگے مفت میں جارہا ہوں۔

اگرچہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ آگرہ میں سفر قطع فرمادیتے، اور نماز کے لیے اس گاڑی کو چھوڑ دیتے، پھر کسی دوسری گاڑی سے بمبئی تشریف لے جاتے۔ لیکن اس صورت میں اس جہاز سے جس میں صاحبزادہ صاحب اور گھر کے لوگ جارہے تھے، وہ نہ ملتے، اس طرح نماز باجماعت بھی ادا ہوگئی، اور سب عزیزوں کا جہاز میں ساتھ بھی ہوگیا۔ غرض انھیں

احتیاطوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت سفر بہت کم کرتے تھے گویا نہیں کرتے تھے۔

(جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

پہلا سفر برائے حج وزیارت : اعلیٰ حضرت نے حج و زیارت کے لیے پہلا سفر ۱۲۹۵ھ والدین کریمین کے ساتھ کیا۔ اس کے بعض نہایت مختصر احوال الملفوظ حصہ دوم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین کی ہمراہ رکاب تھی، اس وقت مجھے تیسواں سال تھا، واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا۔ اس کی تفصیل میں بہت طول ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لیے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا: آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کی اطمینان پر کھائی تھی، جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے، میں نے وہ پڑھ لی تھی۔ لہٰذا حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا۔ پھر قسم نکل جانے پر خود مجھے اندیشہ ہوا، اور معاً حدیث یاد آئی: من یتأل علی اللّٰہ یکذبہ حضرت عزت کی طرف رجوع کی، اور سرکار رسالت سے مدد مانگی۔ الحمدللہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے شدید چل رہی تھی، دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی، اور جہاز نے نجات پائی۔

ماں کی محبت و تین شبانہ روز کی تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا: حج فرض، اللہ تعالیٰ نے ادا فرمادیا، اب میری زندگی بھر

دوبارہ ارادہ نہ کرنا۔ (صفحہ۲۰۲)

دوسرا سفر برائے حج وزیارت : اعلیٰ حضرت نے دوسرا سفرِ حج وزیارت ۱۳۲۳ھ میں کیا، اس کے کچھ تفصیلی احوال الملفوظ حصہ دوم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

دوسری بار جب مکہ معظمہ حاضر ہوا، یکا یک جانا ہو گیا، پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا۔ ننھے میاں (برادر خورد) اور حامد رضا خان (خلف اکبر) مع متعلقین بارادہ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہونچا کر میں واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا، ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔

ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا، اور دل وہاں کی حاضری کے لیے بے چین ہوا۔ بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکنڈ کلاس رزرو کرالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انھوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: اسی شب کی دس بجے والی گاڑی سے۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی ہے۔ اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔ بیچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو قریب ہی رہتا تھا مل گیا، اس نے کہا: تم گھبراؤ مت، میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہا کہ یہ تو مجھ سے کل کہہ گئے تھے، میں آپ سے کہنا بھول گیا۔ اس نے ایک سو ترسٹھ روپے پانچ آنہ لے کر سکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کرادیا۔

عشا کی نماز سے اول وقت فارغ ہو گیا، صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا، اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں؟ اور بغیر اجازت والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرما رہی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں، اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے کہا: حضور! مجھے حج کی اجازت دیجیے۔ پہلا لفظ جو فرمایا، یہ تھا: خدا حافظ۔ یہ انھیں دعاؤں کا اثر تھا، میں الٹے پیروں باہر آیا، اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہونچا۔ بعد واپسی معلوم ہوا کہ میں اسٹیشن تک نہ پہونچا ہوں گا، اور انھوں نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی، اسے بلا لو۔ مگر میں جا چکا تھا، کون بلاتا؟ چلتے وقت جس لگن میں، میں نے وضو کیا تھا، اس کا پانی واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کر دیا۔ وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں (اعلیٰ حضرت کے مدظلہ کے منجھلے بھائی) تشریف لا رہے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کا سال آئندہ میں ارادہ تھا۔ میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ غرض دن کے دن تک سب کو تذبذب رہا، اور ادھر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہو گئی۔ آگرہ میں میل نکل گیا، اور ہماری گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کیوں کاٹ کر جدا کر لی؟ کہا: میل رزرو نہ تھا، آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا۔

یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس روز حجاج بمبئی کے قرنطینہ میں داخل ہونے

والے تھے، اور میں اس وقت تک نہ پہونچ سکا۔ اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے، اور میں رہ گیا۔ اب جانا کیوں کر ہوگا؟ یہ دن پنجشنبہ کا ہے، تار آچکا تھا کہ پنجشنبہ کو بھپارہ ہوکر لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے۔ گاڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ میں جمعہ کے دن صبح ۸؍ بجے پہنچا۔ اسٹیشن پر دیکھا کہ بمبئی کے احباب کا ہجوم ہے، حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لیے موجود ہیں۔ سلام ومصافحہ کے بعد پہلا لفظ جو انھوں نے کہا یہ تھا: شہر کو نہ چلیے، سیدھے قرنطینہ چلیے، ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے۔ میں شکر الٰہی بجالایا، اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قرنطینہ ہوا۔ یہ حدیث کی انھیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی۔

میں نے واقعہ پوچھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا: عجیب ہے، اور سخت عجیب ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ پنجشنبہ کو روز موعود پر ڈاکٹر آیا، اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا کہ دفعۃً اسے سخت گھبراہٹ ہوئی، اور کہا کہ باقی کا بھپارا کل ہوگا۔ یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے اب ایک اور دقت پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل ختم ہو چکا تھا، جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے۔ بمجبوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا، اور وہ بھی تیسرے درجہ کا ملا، جس کی حکمت آگے ظاہر ہوگی۔ حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں، ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیوں کر حاضر ہوں گا؟ تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں، جو اکیلے جانے والے ہوں، جنھیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بہیڑی کے ساکن

مل گئے، جنھوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا۔ وہ اس جہاز میں گئے، اور میں بفضلہٖ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا۔ سرکار نے پہلا ٹکٹ تیسرے درجہ کا اسی لیے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے، جن کا ٹکٹ تیسرے درجہ کا تھا، ان سے تبدیل میں مالی نقصان نہ ہو۔ بعد قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہوکر سواسو روپیہ داخل کر کے اول درجے کا ٹکٹ تبدیل کرالیا۔

جب عدن کے قریب جہاز پہونچا، میں نماز عصر پڑھ رہا تھا۔ نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہونچی کہ سمت قبلہ یہ نہیں ہے۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا، اس لیے کہ میں موامرۂ ہندسیہ سے عدن و کامران کی سمت قبلہ نکال چکا تھا۔ وہ اتنی دیر کے میں نے نماز پڑھی، وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو ان سے پوچھا: اس وقت بتایئے، سمت قبلہ کدھر ہے؟ اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی؟ اور حساب لگا کر سمجھایا تو اس سمت قبلہ ہی پر نماز ہوئی، جس کو انھوں نے بھی تسلیم کرلیا۔

کامران میں قیام : جب کامران آیا، قرنطینہ میں داخل ہوئے، وہاں دس روز ٹھہرنا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان ترکی کارکنوں کو جزائے خیر دے۔ حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دنوں بیمار رہتے، اور یہاں کے آرام کا لطف اٹھاتے۔ بمبئی میں کیا مجال تھی کہ کوئی اس احاطہ سے باہر قدم رکھتا۔ احاطہ کے اندر ہر بات کی روک ٹوک تھی، سپاہی قصداً حجاج کو تنگ کرتے تھے۔

یہاں میں نے سنا کہ کامران سے کوئی ایک میل فاصلہ پر کسی بزرگ کا

مزار ہے۔میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ترکی ڈاکٹر سے پوچھا: بکشادہ پیشانی اجازت دی اور کہا: آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے؟ میں نے کہا: دس بارہ۔ان سب کو بھی اجازت دی، اور ہم زیارت سے فارغ ہوکر آئے۔

جہاز اور کامران میں تقریباً روزانہ میرے بیانات ہوتے، جس میں اکثر مناسکِ حج کی تعلیم ہوتی، اور وہ، جو ہمشہ میرے بیان کا مقصود اعظم رہتا ہے، یعنی تعظیم شان حضور سید عالم ا۔ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں تھا،شریک وعظ ہوتا،مسائل سنا کرتا،مگر تعظیم شان اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بشاشت کی جگہ کدورت ہوتی۔ میں سمجھا کہ وہابی ہے۔دریافت کیے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا مرید ہے۔اس روز میں نے روئے سخن رد وہابیہ وگنگوہی کی طرف پھیرا۔جبراً قہراً سنتا رہا،مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا۔میں نے حمد کی کہ جلسہ پاک ہوا۔

اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے،کل جہاز پر جانا ہے۔دفعۃً رات کو میرے سب ساتھیوں کو دردشکم واسہال عارض ہوا۔میرے درد تو نہ تھا،مگر پانچ بار اجابت کو مجھے جانا ہوا۔دن چڑھ گیا،اورڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا،باہر ترکی مرد اور اندر عورتوں کو ترکیہ عورت روزانہ آکر دیکھا کرتے۔میرے بھائی ننھے میاں سلمہٗ کو اندیشہ ہوا، اورعزم کرلیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹر سے کہہ دو۔مجھ سے دریافت کیا۔میں نے کہا: اگر بیمار سمجھ کر روک لیے گئے، اورحج کا وقت قریب ہے، معاذ اللہ وقت پر نہ پہونچ سکے،تو کیسا خسارہ ہوگا؟ کہا: اب ڈاکٹر اور

ڈاکٹرنی آتے ہوں گے۔ اگر انھیں اطلاع ہوئی، تو ہمارا نہ کہنا اخفا میں ٹھہرے گا۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! میں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔

مکان سے باہر جنگل میں آیا، اور حدیث کی دعائیں پڑھیں، اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استمداد کی کہ دفعۃً سامنے سے حضرت سید شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکار بانسہ شریف کہ اولاد امجاد حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے تھے، اور بمبئی سے ہمارا ان کا ساتھ ہوگیا تھا، سامنے سے تشریف لائے، ان کی تشریف آوری فال حسن تھی۔ میں نے ان سے بھی دعا کو کہا، انھوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے، اب جو مکان میں جا کر دیکھا بحمد اللہ سب کو ایسا تندرست پایا کہ گویا مرض ہی نہ تھا، درد وغیرہ کیسا؟ اس کا ضعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ چل کر سمندر کے کنارے پہنچے۔

جدہ میں غیبی نصرت: جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا، حجاج کی بیحد کثرت، اور جانے کا صرف ایک راستہ، جو دو طرفہ ٹٹیوں سے بہت دور تک محدود۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو؟ (جب کہ) زنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی انتظار میں گزر گئے کہ ذرا ہجوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں۔ لیکن اس وقت تک سلسلہ منقطع نہ ہونا تھا، نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دوپہر قریب ہوگیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔ جب بہت دیر ہوگئی، تو ننھے میاں اور حامد رضا خان نے مجھ سے آکر کہا: یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے

رہیں گے؟ میں نے کہا: تمہیں جلدی ہے،تو جاؤ۔ میں تاوقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ اب کسی کی مجال تھی، جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے ،اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا: یا شیخ مالی اراک حزینا کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟۔ میں نے عرض کیا: پریشانی ظاہر ہے۔ ہمارے ساتھ میں مستورات ہیں، اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم ہے، پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہوگئے ،فرمایا: اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو،اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہولیے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ میں ہمارے شانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا، فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہوگئے۔

جدہ پہونچتے ہی مجھے بخار آگیا، اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ محاذات یلملم سے بحمد اللہ تعالیٰ احرام بندھ چکا تھا۔ اس سردی میں رزائی گردن تک اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع ہے، سوجاتا ،آنکھ کھلتی،تو بحمد اللہ تعالیٰ رزائی گردن سے اصلاً نہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدہ میں رہنا ہوا، اور بخار ترقی پر ہے۔ آج چل کر جدہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی، بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکار اقدس ا سے عرض کی۔ بحمد اللہ تعالیٰ بخار معاً جاتا رہا، اور تیرہویں تک عود نہ کیا۔ گیارہویں ذی الحجہ

کو بفضلہٖ تعالیٰ بہت لطف کا طواف نصیب ہوا، طواف زیارت کے لیے، کہ بعد وقوف عرفہ فرض ہے، عام حجاج دسویں ہی کو منیٰ سے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ میرے ساتھ مستورات تھیں، خود بھی بخار اٹھائے ہوئے تھا، گیارہویں کو بعد زوال رمی جمار کر کے اونٹوں پر مع مستورات روانہ ہوا۔ حرم شریف میں نماز عصر ادا کی، آج تمام حجاج منیٰ میں تھے حرم شریف میں صرف پچیس تیس آدمی یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا۔ ہر بار جی بھر کر سنگ اسود شریف پر منھ ملنا، اور بوسہ لینا نصیب ہوتا۔ ایک عربی صاحب کو جنھیں پہچانتا نہیں، مولیٰ تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرمادیا، یہ ہر پھیرے کے ختم پر چند آدمی جو طواف کر رہے تھے انھیں روک کر کھڑے ہوجاتے کہ بہنوں کو سنگ اسود شریف کا بوسہ لینے دو۔ یوں ہر پھیرے پر میرے ساتھ کی مستورات بھی مشرف بہ بوسہ سنگ اسود ہوئیں۔

والحمد لله ونقبل الله

بعد ختم طواف میں دیوار کعبہ معظمہ سے لپٹا، اور غلاف مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی: یا واجد یاماجد لاتزل عنی نعمة انعمتها علی اور بہت پر کیف رقت طاری ہوئی کہ آزادی اور یکسوئی تھی، مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آکر کھڑے ہوئے، اور بآواز چلا کر رونا شروع کیا، ان کے چلانے سے کچھ طبیعت بٹی، پھر خیال آیا ممکن کہ یہ مقبولان بارگاہ سے ہوں، اور ان کے قرب کا فیض مجھ پر تجلی ڈالے، اس تصور سے پھر اطمینان ہوگیا، مغرب پڑھ کر منیٰ کو واپس آئے۔ جب بفضلہٖ تعالیٰ تمام مناسک حج سے فارغ ہولیے، تیرہویں تاریخ بخار نے عود کیا، میں نے کہا:

اب آیا کیجیے، ہمارا کام اللہ رب العزت نے پورا کر دیا۔

مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکّی سے ملاقات : بعد فراغ مناسک کتب خانہ حرم محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہہ وجمیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا، یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوص تام رکھتے تھے، جس کا سبب میرے فتویٰ مسمّیٰ بہ فتاوی الحرمین لرجف ندوۃ المین تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں ردندوہ کے لیے اٹھائیس سوال وجواب پر مشتمل، جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا، بذریعہ بعض حجاج خادمان دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا، اور انھوں نے گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا، اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلمات دعاوثنا کا شرف دیا۔ اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہوکر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہوکر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرۂ بے مقدار کی کمال محبت ووقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی۔ مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا: یہاں کے علما نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا: خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو 'علیہ الفتویٰ' لکھا ہے۔ میں نے کہا: ممکن کہ روایت جواز ہو، مگر 'علیہ الفتویٰ

ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکلا، اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گذارش کی تھی، یعنی اس میں علیه الفتویٰ کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا، یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خان کو بھی نہ جانتے تھے، مگر اس وقت گفتگو انھیں سے ہو رہی تھی، لہٰذا ان سے پوچھا۔ انھوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے، پھر تو بحمد اللہ تعالیٰ وِداد نے کامل ترقی کی۔

اس بار سرکار حرم محترم میں میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی، اس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے۔ وہ حکمت الٰہیہ یہاں آکر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں، جن میں خلیل احمد انبیٹھوی، اور بعض وزرائے ریاست و دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے، اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے، اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علمائے مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ، و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔

حضرت مفتی احناف کی خدمت میں : میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے عزیزی مولوی عبد الاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی، اور دو گھنٹے تک اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا، اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں، ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ

ہمہ تن گوش ہوکر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی، چپکے اٹھے، قریب الماری رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے، اور ایک کاغذ نکال لائے، جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ اعلام الاذکیا کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس ﷺ کو ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیٔ علیم لکھا، چند سوال تھے، اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھالائے۔ مجھے دکھایا، اور فرمایا: تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا، ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکتا۔ میں حمد الٰہی بجالایا، اور فرودگاہ پر واپس آیا۔

مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا، اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں، اور حج کا ہنگامہ، اور جائے قیام نہ معلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے، بعد نماز عصر، میں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا، تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام ومصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفیٰ، اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل، اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت یاد نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا، جس پر علم غیب کے متلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوال تھے جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا، اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرمادیا تھا۔ (مولانا نے) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں، اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ

اس وقت شریف علی پاشا تھے۔ میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گزارش کی کہ قلم ودوات دیجیے۔ حضرت مولانا شیخ کمال، ومولانا سید اسماعیل، ومولانا سید خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لیے قدرے مہلت چاہیے، دو گھڑی دن باقی ہے، اس میں کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ کمال نے فرمایا کہ کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے، ان دو روز میں ہو کر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کردوں۔

الدولة المکیة کی تالیف : میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی اکی اعانت پر بھروسہ کرکے وعدہ کرلیا اور شان الٰہی کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا، اسی حالت تپ میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تبییض کرتے۔ اس کا شہرہ مکہ معظمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجہ کیا ہے، اور وہ جواب لکھ رہا ہے۔ میں نے اس رسالہ میں غیوب خمسہ کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی، اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصد تکمیل۔

شیخ الخطبا کا اشتیاق سماعت : آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطبا، کبیر العلما مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد کا پیغام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے، لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اول ختم ہو چکی تھی جس میں

اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطبا نے اول تا آخر سن کر فرمایا: اس میں علم خمس کی بحث نہ آئی۔ میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو۔ میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا، حضرت موصوف نے باں فضل وکمال و باں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمایا کہ: انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔ یہ میرے حبیب کریم ﷺ کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت؟ میں واپس آیا، اور شب ہی میں بحث خمس کو بڑھایا۔

اب دوسرا دن چہار شنبہ کا ہے، صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید عبدالحی ابن مولانا سید عبدالکبیر محدث ملک مغرب جن کی اس وقت تک چالیس کتابیں علوم حدیثیہ و دینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں، ان کا خادم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدے میں آج ہی کا دن باقی ہے، اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے، عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی دیں کل میں خود حاضر ہوں گا۔ فوراً خادم واپس آیا کہ میں آج ہی مدینہ طیبہ جا رہا ہوں، تبریز ہو چکی ہے یعنی قافلے کے اونٹ بیرون شہر جمع ہو لیے ہیں، ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا۔ اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی۔ وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائی، اور لکھوائی، اور علمی مذاکرات ہوتے رہے، یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی۔ وہاں

زوال ہوتے ہی معاً اذان ہو جاتی ہے۔ میں اور وہ نماز میں حاضر ہوئے، بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہوئے، اور میں فرودگاہ پر آیا۔

الدولة المکیة شریف مکہ کے دربار میں : آج کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا، اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں بعد عشا فضل الٰہی اور عنایت رسالت پناہی انے کتاب کی تکمیل وتبییض سب پوری کرادی۔ الدولة المكية بالمادة الغيبة اس کا تاریخی نام ہوا، اور پنج شنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچادی گئی۔ مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا، اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشا کی نماز وہاں شروع وقت پر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سے نصف شب تک کہ عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں، شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی، اور علی الاعلان فرمایا: اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا، جس کے انوار چمک اٹھے، اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔ حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے۔ ایک احمد فکیہ کہلاتا، دوسرا عبد الرحمٰن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی، شریف ذی علم ہے، مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔ لہٰذا، چاہا کہ سننے نہ دیں، بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا، آگے بڑھے۔ انھوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا، حضرت مولانا نے جواب دیا، اور فرمایا: کتاب سن لیجیے، پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض

بے قاعدہ ہے، ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب ہی میں آئے، اور نہ ہوتو میں جواب کا ذمہ دار ہوں، اور مجھ سے نہ ہوسکا تو مصنف موجود ہے۔ یہ فرما کر آگے پڑھنا شروع کیا، کچھ دور پہونچے تھے انھیں الجھانا مقصود تھا، پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا: یا سیدنا! حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں، اور یہ جا بجا بے جا الجھتے ہیں، حکم ہوتو ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہوتو کتاب سناؤں۔ شریف نے فرمایا: اقرأ آپ پڑھیے۔ اب ان کی ہاں کو کون نا کرسکتا تھا؟ معترضوں کا منہ مارا گیا، اور مولانا کتاب سناتے رہے۔ اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف نے باآواز بلند فرمایا: اللّٰہ یعطی وھؤلاء یمنعون یعنی اللہ تو اپنے حبیب کو علم غیب عطا فرماتا، اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی۔ اب دربار برخواست ہونے کا وقت آگیا۔ شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا: یہاں نشانی رکھ دو۔ کتاب بغل میں لے کر بالاخانہ پر تشریف لے گیے، وہ کتاب آج تک انھیں کے پاس ہے۔

الدولۃ المکیۃ کی اکابر علمائے مکہ میں مقبولیت : اصل سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں، اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا، وہابیہ پر اوس پڑگئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ سب لوہے ٹھنڈے ہوگیے۔ گلی کوچے میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تمسخر کرتے کہ اب کچھ نہیں کہتے، اب وہ جوش کیا ہوئے، اب وہ مصطفیٰ ﷺ کے لیے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا؟ تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے، اس شخص نے کتاب میں

منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔ مولیٰ عزوجل کا فضل، حبیب اکرم ﷺ کا کرم کہ علمائے کرام نے کتاب پر دھوم دھامی تقریظیں لکھنی شروع کیں۔ وہابیہ کا دل جلتا، اور بس نہ چلتا، آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تلف کر دی جائیں، ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ مرداد سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھنا چاہتے ہیں، کتاب ہمیں منگوا دیجیے۔ وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کیا جانیں؟ اپنے صاحبزادے مولانا عبد اللہ مرداد کو میرے پاس بھیجا، یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں، اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبد اللہ مرداد کا لینے کو آنا مجھے شبہہ کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مگر مولیٰ عزوجل کی رحمت، میں اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔ حضرت مولانا اسماعیل کو اللہ عزوجل جنات عالیہ میں حضور رحمت عالم ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے، قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں، نہایت ترشی اور جلال سیادت سے فرمایا: کتاب ہرگز نہ دی جائے گی، جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو۔ میں نے گزارش بھی کی کہ حضرت مولانا ابوالخیر منگاتے ہیں، اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں، اور ان کا تعلق جو فقیر سے ہے، آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا: جو لوگ وہاں جمع ہیں، ان کو میں جانتا ہوں، وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابوالخیر کو انھوں نے دھوکہ دیا ہے۔ یوں اس عالم نبیل سید جلیل کی برکت نے کتاب بحمد اللہ تعالیٰ محفوظ رکھی۔ وللہ الحمد

جب وہابیہ کا یہ مکر نہ چلا، اور مولانا شریف کے یہاں سے ان کا منھ کالا ہوا

ایک ناخواندہ جاہل کہ نائب الحرم کہلاتا اسے کسی طرح اپنے موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانہ میں گورنر مکہ معظمہ تھے، آدمی ناخواندہ مگر دین دار ہر روز بعد عصر طواف کرتے۔ خیال کیا کہ شریف ذی علم تھے کتاب سن کر معتقد ہوگئے۔ یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بڑھک جائے گا۔ ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائب الحرم نے ان سے گزارش کی: ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے، اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیوں کر جمے گی کہ ایک ہندی مکیوں کے عقیدے بگاڑ دے، لہٰذا مجبورانہ اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا کہ اور اکابر مکہ مثل شیخ العلما سید محمد سعید بابصیل، ومولانا شیخ صالح کمال، ومولانا ابوالخیر مرداد اس کے ساتھ ہوگئے۔ مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہ واقعی بات جو اس نے مجبورانہ کہی، اس پر الٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس کی گردن پر جمائی، اور کہا: یاخبیث ابن الخبیث یاکلب ابن الکلب اذاکان ہولاء معہ فھو یفسد ام یصلح ٭ اے خبیث ابن خبیث، اے کلب ابن کلب! جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا؟ اس روز سے مولانا سید اسماعیل وغیرہ اسے ناصب الحرم کہتے، اور احمد فکیہ کو احمق سفیہ اور ایک اور مخالف کو مغصوم۔ مولانا شریف کا دربار مہذب دربار تھا، وہاں وہابیہ کو مہذب ذلت پہنچی، یہ ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا، اسی طریقے کی ذلت پائی۔

دولت مکیہ کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بفضلہٖ تعالیٰ

حسام الحرمین کی کاروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالی شان تقریظات اس پر لکھیں، آپ حضرات کے پیش نظر ہیں۔ ابتدا ہی میں یہ فتوے حضرت مولانا شیخ صالح کے پاس تقریظ کو گیا تھا، ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براھین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ انبیٹھی صاحب کو خبر ہوئی، مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے، اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا: کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا: ہاں! مولانا نے فرمایا: تجھ پر افسوس! تو نے براھین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں؟ میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کتاب تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انبیٹھی صاحب اور ان کے استاد گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے۔

انبیٹھی صاحب نے کہا: حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں افترا ہیں، میری کتاب میں نہیں ہیں۔ فرمایا: تمہاری کتاب براھین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اور میرے پاس موجود ہے۔ انبیٹھی نے کہا: حضرت! کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں، اور براھین قاطعہ انبیٹھی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں، مگر انبیٹھی صاحب رات ہی کو جدہ فرار ہو گئے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسماعیل کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا، اور انھوں نے

بعینہ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا، وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ صبح کو حضرت مولانا شیخ کمال فقیر کے پاس تشریف لائے، اور خود یہ واقعہ بیان کیا، اور فرمایا: میں نے سنا کہ وہ رات ہی میں بھاگ گیا۔ میں نے کہا: مولانا آپ نے بھگا دیا۔ فرمایا: میں نے؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے۔ فرمایا: یہ کیوں کر؟ میں نے عرض کیا: جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی؟ آپ نے کیا فرمایا؟ فرمایا: میں نے کہا: ہوتی ہے۔ میں نے کہا: اسی نے اسے بھگایا، آپ کو یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ کی توہین کرے، اس کی توبہ قبول نہیں۔ فرمایا: واللہ یہ مجھ سے رہ گئی۔ میں نے کہا: تو آپ ہی نے بھگایا۔

دعوتوں کا اہتمام اور علمائے کرام کی تشریف آوری: زمانہ قیام میں علما و عظمائے مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علما کا مجمع ہوتا، مذاکرات علمیہ رہتے۔ شیخ عبدالقادر کردی، مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے، مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا مکان تھا، انھوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار تام پوچھا: تجھے کیا چیز مرغوب ہے؟ ہر چند عذر کیا، نہ مانا۔ آخر گزارش کی کہ الحلو البارد شیریں سرد۔ ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے، ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس الحلو بارد کی پوری مصداق تھی، نہایت شیریں و سرد و خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا: رضی الوالدین اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں، یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔

فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔

1. مولانا شیخ صالح کمال۔
2. شیخ العلما مولانا محمد سعید بابصیل۔
3. مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی،
4. اور کتب خانہ میں مولانا سید اسماعیل کے پاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہِ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں، اور مولانا سید اسماعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے، خصوصاً ایامِ علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی، دن میں دو بار بھی تشریف لاتے، اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا۔ آخرِ محرم میں کہ طبیعت بہت رو بصحت ہوگئی تھی، ایک ضرورت کے سبب دو روز تشریف لانا نہ ہوا، ان دو روز میں میرا ان کی طرف اشتیاق میں ہی جانتا ہوں، میں نے ان سید جلیل کو ایک پرچہ پر یہ تین شعر لکھ بھیجے

هذان يومان ما فزنا بطلعتكم
ولو قدرنا جعلنا راسنا قدما
قالوا لقاء خليل للعليل شفاء
الا تحبون ان تبروا لنا سقما
عودتمونا طلوع الشمس كل ضحى
وهل سمعتم كريما يقطع الكرما

یہ دو دن ہیں کہ ہمیں دیدار نہ ملا، اور ہمیں طاقت ہوتی تو سر سے آتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ لقائے خلیل شفائے علیل ہے، یعنی دوست کا آنا مرض کا جانا ہے۔ کیا آپ ہمارے مرض کی شفا نہیں چاہتے؟ آپ نے ہمیں عادی کر دیا کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے، اور آپ نے کسی کریم کو سنا ہے کہ کرم قطع کرے۔

اس رقعہ کو دیکھ کر سید موصوف کی جو کیفیت ہوئی، حامل رقعہ نے دیکھی۔ فوراً اس کے ساتھ ہی تشریف لے آئے، اور پھر روز رخصت تک کوئی دن خالی جانا مجھے یاد نہیں۔

حضرت مولانا عبد الحق الٰہ آبادی کو چالیس سال سے زیادہ مکہ معظمہ میں گزرے تھے، کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے، قیام گاہ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے، مولانا کا دم بسا غنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے، التزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سید اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبد الحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے، نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا: مجھے حرم شریف میں لے چلو، کئی آدمی اٹھا کر لائے، کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھا دیا، زمزم شریف منگا کر پیا، اور دعا کی کہ الٰہی! حج سے محروم نہ رکھ۔ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے، اور حج ادا کیا۔

مکہ معظمہ میں بنام علم کوئی صاحب ایسے نہ تھے، جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں، سوا شیخ عبد اللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے، اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب، شریف سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالت قدر نے انھیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔

اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سید محمد اسماعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے، میں چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں، مگر اللہ اعلم حبیب اکرم ﷺ کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرۂ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی، فوراً روکا، اور فرمایا: واللہ یہ نہ ہوگا، تمام علما ملنے آتے ہیں، وہ کیوں نہیں آتے؟ ان کی قسم کے سبب مجبور رہا۔ مگر تقدیر الٰہی میں ان سے ملنا تھا، اور نئی شان سے تھا۔

کفل الفقیہ کی تصنیف : اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ انھیں دنوں میں مولانا عبد اللہ مرداد، مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتا کیا تھا، جس میں بارہ سوال تھے، اور میں نے بکمال استعجال اس کے جواب میں رسالہ **کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم** تصنیف کیا تھا، وہ تبییض کے لیے حرم شریف کے کتب خانہ میں سید مصطفیٰ برادر خورد مولانا سید اسماعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں۔
زمانہ سابق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفتی حنفیہ تھے، ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا، اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ علم علما کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔

ایک دن میں کتب خانہ میں جاتا، اور ایک شاندار صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا رسالہ **کفل الفقیہ** مطالعہ کر رہے ہیں، جب اس مقام پر پہنچے

جہاں میں نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیہ کو بیچے تو جائز ہے مکروہ نہیں، بھڑک اٹھے، اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے: این جمال بن عبد اللہ من ھذا النص الصریح حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے؟۔ پھر کوئی مسئلہ دیکھنا تھا، اس کے لیے کتابیں نکلوائیں ان کی عبارتیں نکال کر نقل کرنا چاہتے تھے، اور میں رسالہ کی نقل کی تصحیح کر رہا تھا، اس وقت تک نہ انھوں نے مجھے جانا ہے نہ میں نے ان کو۔ اتنے میں انھوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی، جسے نہ دیکھ رہے تھے، نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے، میں نے ان پر نہ اعتراض، بلکہ کتاب کی تعظیم کے لیے اتار کر نیچے رکھ دی۔ انھوں نے پھر اٹھا کر کتاب پر رکھ دی، اور کہا: بحر الرائق 'کتاب الکراھیة' میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔ میں نے ان سے یہ تو نہ کہا کہ بحر الرائق 'کتاب الکراھیة' تک کب پہونچی؟ وہ کتاب القضا ہی میں ختم ہوگئی ہے۔ ہاں! یہ کہا کہ ایسا نہیں، بلکہ ممانعت کی تصریح فرمائی ہے۔ مگر لکھتے وقت بضرورت مثلاً ورق ہوا سے اُڑیں نہیں۔ کہا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں؟ میں نے کہا: ابھی لکھتے تو نہیں ہو؟ وہ خاموش ہو رہے۔ اور حضرت سید اسماعیل سے مجھے پوچھا: انھوں نے فرمایا کہ یہی اس رسالہ کا مصنف ہے۔ اب ملے مگر خجلت کے ساتھ، اور عجلت کے ساتھ اٹھ گئے۔ حضرت سید اسماعیل نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیسا واقعہ ہوا؟ یہ چہارم صفر ۱۳۲۴ھ تھی۔

علالت: اس سے پہلے محرم شریف میں شدید و مدید دورہ بخار کا رہ چکا تھا،

دوبارہ مسہل ہوئے۔ ایک بار ایک ہندی کی رائے سے اور نفع نہ ہوا، دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک نمک دیا کہ آب زمزم شریف میں ملا کر پی لو، اور پیاس بے پیاس زمزم شریف کی کثرت کرو۔ اس سے بحمد اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوا، اور انھوں نے دوا وہ بتائی جو مجھے بالطبع محبوب ومرغوب تھی یعنی زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا، اور اگر پیوں تو بآنکہ مزاج گرم ہے فوراً زکام ہوجاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سعید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی کو منع کر دیا تھا، جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے، تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منھ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کے سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے، کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں زیادہ باسی بکثرت پیا، اور نفع ہی کیا، زورقین ہر وقت بھری رکھی رہتی تھیں۔ بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی، کلی کر کے زمزم شریف پی لی، صبح وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا، بارہ بارہ زورقیں ایک دن رات میں صرف میرے صرف میں آتیں۔ پونے تین مہینے کے قیام مکہ معظمہ میں میں نے حساب کیا تو تقریباً چار من زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔ حضرت مولانا سید اسماعیل کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ نصیب فرمائے، میری واپسی حج کے چند سال بعد جب ۱۳۲۸ھ میں مجھ سے ملنے آئے ہیں، اور میرے شوق زمزم کا ذکر ہوا، فرمایا تھا کہ ہر مہینے اتنے طنک

یعنی پیسے بھیج دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صرف کو کافی ہوں، مگر یہاں سے جاتے ہی انھیں سفر باب عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیت الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ رحمة اللہ علیہ رحمة واسعة

محرم شریف مجھے تقریباً بخار ہی میں گزرا، اسی حالت میں علمائے کرام کو اجازات لکھی جاتیں، اور اسی حالت میں کفل الفقیہ تصنیف ہوا۔ وہاں پلنگ کا بھی رواج نہیں، بالا خانوں میں زمین پر فرش ہیں، اس پر سوتے ہیں مگر حضرت سید اسماعیل، و حضرت مولانا شیخ صالح کمال رحمہما اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک عمدہ پلنگ منگوادیا تھا، ایام مرض میں میں اسی پر ہوتا، اور علما عظما عیادت کو آتے، اور فرش پر تشریف رکھتے، اس سے نادم ہوتا ہر چند چاہتا کہ نیچے اتروں، میں قسموں سے مجبور فرماتے۔ امتداد مرض میں مجھے زیادہ فکر حاضری سرکار اعظم کی تھی، جب بخار کو امتداد دیکھا، میں نے اسی حالت میں قصد حاضری کیا، یہ علما مانع ہوئے، اول تو یہ فرمایا کہ حالت تمہاری یہ ہے اور سفر طویل۔ میں نے عرض کی: اگر سچ پوچھیے تو حاضری کا اصل مقصود زیارت طیبہ ہے۔ دونوں بار اسی نیت سے گھر سے چلا، معاذ اللہ اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لطف نہیں۔ انھوں نے پھر اصرار اور میری حالت کا اشعار کیا، میں نے حدیث: من حج ولم یزرنی فقد جفانی پڑھی۔ فرمایا: تم ایک بار زیارت شریف کر چکے ہو۔ میں نے کہا: میرے نزدیک حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ عمر میں کتنے ہی حج کرے، زیارت ایک بار کافی ہے، بلکہ ہر حج کے ساتھ زیارت ضرور ہے۔ اب آپ دعا فرمائیے کہ میں سرکار تک پہونچ لوں روضہ اقدس پر ایک نگاہ پڑ جائے، اگر چہ

اسی وقت دم نکل جائے۔ یہ سن کر حضرت مولانا شیخ صالح کمال کا غصہ سے رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ تعود ثم تعود ثم یکون تو روضہ انور پر اب حاضر ہو پھر حاضر ہو پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو جنات عالیہ عطا فرمائے، باآں فضل وکمال کہ میرے نزدیک مکہ معظمہ ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا، اس فقیر حقیر کے ساتھ غایت اعزاز بلکہ ادب کا برتاؤ رکھتے۔ بار بار کے اصرار کے ساتھ مجھ سے اجازت نامہ لکھوایا جسے میں نے ادبا کئی روز ٹالا، جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ تین تین پہر میری ان کی مجالست ہوتی، اور اس میں سوا مذاکرات علمیہ کے کچھ نہ ہوتا۔ جس زمانہ میں قاضی مکہ معظمہ رہے تھے، اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے، حقیر جو بیان کرتا، اگر ان کے فیصلہ کے مطابق ہوتا بشاشت وخوشی کا اثر چہرہ مبارک ظاہر ہوتا؛ اور مخالف ہوتا، تو ملال وکبیدگی۔ اور یہ سمجھتے کہ مجھ سے حکم میں لغزش ہوئی۔ مجھے بھی ان دونوں صاحبوں کے کرم کے سبب ان سے کمال بے تکلفی ہر قسم کی بات گزارش کر دیتا۔ ایک بار کہا: موذنوں نے یہ جو اذان واقامت وتکبیرات انتقال میں نغمات ایجاد کیے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں فرماتے۔ فتح القدیر میں مبلغ (یعنی مکبّر) کے نغموں کو مفسد نماز لکھا ہے۔ اور یہ کہ اس کی تکبیرات پر جو مقتدی رکوع وسجود وغیرہ افعال نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ فرمایا: حکم یہی ہے، مگر ان پر علما کا بس نہیں، یہ جانب سلطنت سے ہیں۔

ایک جمعہ میں، میں خطیب کے قریب تھا، اس نے خطبہ میں پڑھا وارض عن اعمام نبیك الا طالب حمزہ والعباس وابی طالب یہ بدعت تازہ ایجاد ہوئی، پہلی بار کی حاضری میں نہ تھی؛ اور یہ بداہۃً جانب حکومت سے تھی، اسے سنتے ہی فوراً میری زبان سے بآواز بلند نکلا: اللھم ھذا منکر کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالك اضعف الایمان فقیر فتوفیق رب کریم یہ حکم احکم بروجہ اوسط بجالایا؛ اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی۔ فرضوں کے بعد ایک اعرابی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: رأیت تم نے دیکھا؟ میں نے کہا: رأیتُ ہاں دیکھا۔ کہا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور تشریف لے گئے۔ ان دونوں اکابر علما نے ہماری مجلس خلوت میں اس کی مبارک باد دی کہ اس رد منکر پر کوئی معترض نہ ہوا، اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے امور میں کہ جانب حکومت سے ہیں سکوت شایاں ہے۔

اسی واقعہ مفتی حنفیہ کے وقت میں نے جناب سید مصطفےٰ خلیل برادر حضرت مولانا سید اسماعیل سے کہا: ھل عندکم شئی من ھزمۃ جبریل آپ کے پاس سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے؟ سید زادے نے فرمایا: نعم! اور کٹورے میں زمزم شریف لائے۔ میں اسے ضعف کے سبب بیٹھا ہی ہوا پی رہا تھا، آنکھیں نیچی تھیں، جب نظر اٹھائی، دیکھا تو وہ سید جلیل مؤدب ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، یہاں تک کہ کٹورا میں نے انھیں دیا۔ یہ حال ان معظم و معزز بندگان خدا کے ادب و اجلال کا تھا۔

اقامت کے لیے اکابر علما کا اصرار : وہ حضرات علما بہت اس کے متمنی رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں قیام زائد ہو حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: یہاں کی شدت گرمی تمہارے لیے باعث تپ ہے۔ طائف شریف میں موسم نہایت معتدل اور وہاں میرا مکان بہت پر فضا ہے، چلیے گرمی کا موسم وہاں گزاریں۔ میں نے گزارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر ہو تو سرکار اعظم ہی کی حاضری ہو، ہنس کر فرمایا میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد و شد کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: اجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری شادی کی تجویز کریں؟ میں نے کہا: وہ کنیز بارگاہ الٰہی، جسے میں اس کے دربار میں لایا، اور اس نے مناسک حج ادا کیے، کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ میں اسے یوں مغموم کروں؟ فرمایا: ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا۔

اس طول مرض میں کئی ہفتہ حاضری مسجد اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانہ پر تھا چالیس زینے کا تھا اس سے اترنا اور چڑھنا نا مقدور تھا۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی نا آشنا سا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خاں کو ملے تو فرمایا: کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہ دیکھا؟ انھوں نے عرض کیا: علیل ہیں۔ پانی دم فرما کر دیا کہ یہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن کے تم کو یہیں ملوں گا۔ دس بجے دن کے نہ بخار رہا، نہ وہ ملے۔ اور اب میں مسجد شریف اور کتب خانہ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا، جس میں چوتھی صفر کا وہ واقعہ تھا جو مفتی حنفیہ کے ساتھ پیش آیا۔ نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت

خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تینوں مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی، اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد۔ باقی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم ﷺ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے، اس کے بعد نماز حنفی ہوتی، اس کے بعد باقی تینوں مصلوں پر وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے آخر کوششیں کر کے حنفیہ سے یہ کرالیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں۔ اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی، اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا، مگر اصح واحوط واقدم قول سیدنا امام اعظم ﷺ ہے، اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا۔ جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاعلیٰ قول الامام میں ہے ؎

اذا قال الامام فصدقوه فان القول ماقال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی۔ میں اس بار جماعت عصر میں بہ نیت نفل شریک ہو جاتا، اور فرض عصر مثل دوم کے بعد، میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے، جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے۔ پہلے شیخ عمر صحبی کا مکان کرایہ پر لیا تھا، پھر سید عمر رشیدی ابن سید ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے۔ بالاخانہ کے در وسطانی پر میری نشست تھی، دروازوں پر جو طاق تھے،

بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتر کا ایک جوڑا رہتا، وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے، اس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے، جب علالت میں میرے لیے پلنگ لایا گیا، وہ اس در کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے، اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ وسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھتے، ان پر تنکے گرتے۔ حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: **صالحناهم فصالحونا** ہم نے ان سے صلح کی تو انھوں نے بھی ہم سے صلح کی۔ اس پر بعض علمائے حاضرین نے فرمایا کہ ہم پر کیوں تنکے پھینکتے ہیں، ہم نے ان سے کون سی جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: میں یہاں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آکر بیٹھتے ہیں، انھیں اڑاتے ہیں، کنکریاں مارتے ہیں، سلامیوں کی توپیں جب چھوٹتی ہیں، یہ خوف سے تھرتھرا تھرتھرا کر رہ جاتے ہیں، یہ سب میرا مشاہدہ ہے۔ حالانکہ یہ حرم محترم کے وحشی ہیں، انھیں اڑانا یا ڈرانا منع ہے۔ پیڑ کے سائے میں حرم کا ہرن بیٹھا ہو، آدمی کو اجازت نہیں کہ اسے اٹھا کر خود بیٹھے۔ ان عالم نے فرمایا: یہ کبوتر ایذا دیتے ہیں، اور اوپر سے کنکریاں پھینکتے ہیں، لیمپ کی چمنی توڑ دیتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا یہ ابتداءً بالایذا کرتے ہیں؟ کہا: ہاں! میں نے کہا: تو فاسق ہوئے، اور کبوتر بالاجماع فاسق نہیں۔ چیل کوے فاسق ہیں۔ وہ ساکت ہو گئے۔ شریعت میں وہ جانور فاسق ہے، جو بغیر اپنے نفع کے بالقصد ابتداء ایذا پہونچائے، ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے۔ جیسے چیل، کوا، بندر، چوہا۔ چیل کوے زیور اٹھا کر لے جاتے ہیں، بندر کپڑے

پھاڑ ڈالتے ہیں، چوہے کتابیں کترتے ہیں، جس میں ان کا کوئی نفع نہیں۔ محض براہ شرارت ایذا دیتے ہیں، لہٰذا فاسق ہیں۔ بخلاف بلی کے کہ اگرچہ مرغی پکڑتی، کبوتر توڑتی ہے، مگر اپنی غذا کے لیے نہ تمہارے ایذا کے لیے۔ کنکریاں اگر طاق میں ہوں، کبوتر کے چلنے پھرنے سے گریں گی، نہ یہ کہ چمنی پر کنکری مارنا انھیں مقصود ہو۔

جب اواخر محرم میں بفضلہٖ تعالیٰ صحت ہوئی، وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہایا۔ باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا، حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا، مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینھ برستے میں طواف کرے، وہ رحمت الٰہی میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا، بخار پھر عود کر آیا۔ مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کے لیے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی؟ میں نے کہا: حدیث ضعیف ہے، مگر امید بحمدہٖ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف بحمدہٖ تعالیٰ بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔

کعبۂ جاں کی طرف روانگی: صفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار اعظم مصمم ہو گیا۔ اونٹ کرایا کر لیے، سب اشرفیاں پیشگی دے دیں۔ آج سب اکابر علما سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پان کی جگہ چائے کی تواضع ہے، اور انکار سے برا مانتے ہیں، ہر جگہ چائے پینی ہوئی، جس کا شمار نوفنجان تک پہنچا، اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں، جس کا میں عادی نہیں، اور چائے گردے کو مضر ہے، اور میرے گردے ضعیف۔ رات کو معاذ اللہ

بشدت حوالی گردہ کا درد ہوا، ساری شب جاگتے کٹی، صبح ہی سفر کا قصد تھا کہ مجبورانہ ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تاشفا نہیں جاسکتے، وہ چلے گئے، اور اشرفیاں بھی انھیں کے ساتھ گئیں۔ ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے۔ دو ہفتے سے زیادہ تک معالجے کیے، بحمد اللہ تعالیٰ شفا ہوئی، مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہوجاتی تھی، اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایا کیے، سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں حال بہت ہوگی، اور حال یہ ہے۔ مگر میں نے نہ مانا، اور متوکلا علیٰ اللہ تعالیٰ چوبیس صفر ۱۳۲۴ھ کعبہ تن سے کعبہ جان کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال سے کیا حال ہوگا؟ ولہٰذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی، بلکہ جدہ سے براہ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا، مگر ان کے کرم کے صدقے ان سے استعانت عرض کی، اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال کا ضرر پہونچنا درکنار، وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہوجاتی تھی دفعۃً دفع ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت ﷺ۔

حضرت مولانا سید اسماعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک سے باہر دور تک برسم مشایعت تشریف لائے، مجھ میں بوجہ ضعف مرض پیادہ چلنے کی طاقت نہ تھی، پھر بھی ان کی تعظیم کے لیے ہر چند اترنا چاہا، مگر ان حضرات نے مجبور کیا۔ پہلی رات کہ جنگل میں آئی، صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی، جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ 'حضور جان نور' میں کیا، جو حاضری دربار معلی میں

لکھا گیا تھا ؎

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

جدہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے، کشتی بہت بڑی تھی، جسے ساعیہ کہتے ہیں، اس میں جہاز کا سا مستول تھا، ہوا کے لیے پردے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے، حبشی ملاح کہ اس کام پر مقرر تھے ان کے کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیائے کرام ﷺ کو عجب اچھے لہجے سے ندا کرتے جاتے۔ ایک حضور سیدنا غوث اعظم ﷺ کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر، تیسرا حضرت سیدی احمد رفاعی کو، چوتھا حضرت سیدی اھدل کو علیٰ ھٰذا القیاس ﷺ۔ ہر کشش پر ان کی یہ آوازیں عجب دل کش لہجے سے ہوتیں، اور بہت خوش آتیں۔ ایک بصری صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا، ان سے کہا گیا نہ مانے، معلوم ہوا کہ ان پر اثر ان دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے، میں نے ان سے کہا: یاشیخ! انھوں نے کہا: الشیخ عبد القادر الجیلانی شیخ تو حضرت عبد القادر جیلانی ہیں۔ ان کے اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے۔ انھوں نے ان پہلے بزرگ کو سمجھا دیا۔ اس کے بعد جب ان کو کچھ حالات معلوم ہوئے، پھر تو وہ نہایت مخلص بلکہ کمال مطیع تھے۔ تین روز میں کشتی رابغ پہنچی۔

ایک مقدمے کا تصفیہ : یہاں کے سردار شیخ حسین تھے۔ ٹٹیوں کے مکان قیام کے لیے تھے، جب ان میں اترنا ہوا، اللہ اعلم لوگوں کو

کس نے اطلاع دی۔ ان کے بھائی ابراہیم معہ اپنے اعزہ کے ایک جماعت کے تشریف لائے، اور اپنے یہاں کا ایک نزاعی مقدمہ کہ مدت سے نافیصل پڑا تھا، پیش کیا۔ میں نے حکم شرعی عرض کیا، بحمدہٖ تعالیٰ باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہوگیا۔ ربیع الاول شریف کا ہلال ہم کو یہیں ہوا۔ یہاں سے اونٹ کرایا کیے گئے نماز عصر پڑھ کر سوار ہونا ہوا، تمام اسباب قلعہ کے سامنے سڑک پر نکال رکھا تھا، گنتی کیے اونٹوں کا قافلہ تھا، ہم لوگ سوار ہوگئے، اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب اسباب بار کرادیں گے، حاجی صاحب بھی سوار ہوگئے، اور اسباب وہیں سڑک پر پڑا رہ گیا، جب منزل پر پہونچے، اب نہ کپڑے ہیں، نہ برتن ہیں، نہ گھی ہے۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** ۔

یہ پانچ منزلیں ساتھیوں کے برتنوں اور منازل پر وقتاً فوقتاً خرید حوائج سے گزریں **والحمدللہ رب العالمین**۔

نماز کی خاطر قافلہ سے جدائی اور سرکار کا کرم : راہ میں جب بیر شیخ پر پہونچے ہیں، منزل چند میل باقی تھی، اور وقت فجر تھوڑا۔ جمالوں نے منزل ہی پر رکنا چاہا، اور جب تک وقت نماز نہ رہتا۔ میں اور میرے رفقا اتر پڑے، قافلہ چلا گیا، کرمچ کا ڈول پاس تھا، رسی نہیں، اور کنواں گہرا، عمامے باندھ کر پانی بھرا، وضو کیا، بحمداللہ تعالیٰ نماز ہوگئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے، اتنے میل پیادہ کیوں کر چلنا ہوگا، منہ پھیر کر دیکھا، ایک جمال محض اجنبی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے، حمد الٰہی بجالایا، اس پر سوار ہوا، اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا: ہمیں شیخ حسین نے

تاکید کردی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ کچھ دور آگے چلے تھے کہ میرا اپنا جمال اپنا اونٹ لیے کھڑا ہے، اس سے پوچھا۔ کہا: جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے، میں نے سوچا شیخ کو تکلیف ہوگی، قافلہ میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا، یہ سب میری سرکار کرم کی رحمتیں تھیں صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ عترتہ قدر رأفتہ ورحمتہ۔ ورنہ کہاں یہ فقیر، اور کہاں سرکار رابغ شیخ حسین؟ جن سے جان نہ پہچان، اور کہاں وحشی مزاج جمال، اور ان کی یہ خارق العادات روشیں؟۔

سرکار اعظم میں حاضری : بدن کے کپڑے میلے ہو گئے تھے، اور کپڑے رابغ میں چھوٹ گئے تھے، اور ایک یا دو منزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا، یہاں عربی وضع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا، اور یوں مواجہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ بھی سرکار ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا، دوسرے دن رابغ سے ایک بدوی پہونچا، اونٹ پر سوار، اور ہمارا تمام اسباب کہ چلتے وقت قلعہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا اس پر بار، اس نے شیخ حسین کا رقعہ لا کر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رہ گیا تھا، روانہ کرتا ہوں۔ میں ہر چندان بدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا، مگر انھوں نے نہ لیا، اور کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرما دی ہے کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔ یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔ بحمدہ تعالیٰ اکیس روز حاضری نصیب ہوئی، بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔

علمائے کرام کا ہجوم : صبح سے عشا تک علما، عظما کا ہجوم رہتا، بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذ حضرت مولانا عبد الحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے، ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ حسام الحرمین والدولۃ المکیۃ پر تقریظات میں انھوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ جزاہ اللہ خیرا کثیرا یہاں بھی اہل علم نے الدولۃ المکیۃ کی نقلیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی، میرے چلے آنے کے بعد بھی مصر و شام و بغداد مقدس وغیرہا کے علما جو موسم میں خاک بوس آستانہ اقدس ہوتے، جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے، اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے، اور تقریظیں لیتے؛ اور بصیغہ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

علمائے کرام کی طرف سے طلب سند واجازت : علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں، خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی، اس فقیر سے خطاب میں یا سیدی فرماتے، میں شرمندہ ہوتا۔ ایک بار میں نے عرض کی: حضرت سید تو آپ ہیں؟ فرمایا: واللہ تم سید ہو۔ میں نے عرض کی: میں سیدوں کا غلام ہوں۔ فرمایا: تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: مولی القوم منہم قوم کا غلام آزاد شدہ انھیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفات دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔ آمین!

یوں ہی مولانا حضرت سید عباس رضوان ـــــ مولانا سید مامون بری ـــــ مولانا سید احمد جزائری ـــــ مولانا شیخ ابراہیم خربوطی ـــــ مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس ـــــ مفتی حنفیہ سابقاً مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی وغیرہم حضرات کے کرم بھولنے کے نہیں، ان مولانا داغستانی سے قبا شریف میں ملاقات ہوئی تھی کہ وہیں اٹھ گئے تھے، مکہ معظمہ کی طرح زیادہ اہم حسام الحرمین کی تصدیقات تھیں، جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت خیر وخوبی کے ساتھ ہوئیں، زیادہ زمانہ قیام انھیں میں گزر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظمہ دیکھتے، اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے۔ مفتی شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی نے حسام الحرمین پر چند ورق کی تقریظ لکھی، اور فرمایا کہ اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کر کے شائع کرنا، ایسا ہی کیا گیا۔

حسام الحرمین کا کام پورا ہونے کے بعد الدولۃ المکیہ پر تقریظات کا خیال ہوا، دونوں حضرات مفتی حنفیہ نے مدینہ طیبہ اور قبا شریف میں تقریظیں تحریر فرمائیں، تیسری باری مفتی شافعیہ کی آئی، یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، یہ ٹھہری کہ ان کے داماد سید عبد اللہ کے مکان پر اس کتاب کے سننے کی مجلس ہو، عشا کہ وہاں اول وقت ہوتی ہے، پڑھ کر بیٹھے، میں نے کتاب سنانی شروع کی، بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک ہوئے، میری غلطی تھی، میں نے حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے، جو مفتی صاحب کو اپنی عظمت شان کے سبب ناگوار ہوئے۔ جابجا ان کا ذکر میں نے الفیوض المکیہ حاشیہ الدولۃ المکیہ

میں کر دیا ہے۔ بارہ بجے جلسہ ختم ہوا، اور مفتی صاحب کے قلب میں ان جوابوں کا غبار رہا۔ مجھے بعد کو معلوم ہوا، اس وقت اگر اطلاع ہوتی میں معذرت کر لیتا۔ ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر طرابلسی شلبی کہ مدرس ہیں، فقیر کے پاس آئے، اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے، حامد رضا خاں نے انھیں جواب دیئے، جن کا جواب وہ نہ دے سکے، اور وہ بھی سینہ میں غبار لے کر اٹھے، ان کا غبار مجھے معلوم ہو گیا تھا، جس کی میں نے پرواہ نہ کی۔ انصاف پسند تو اس کے ممنون ہوتے ہیں جو انھیں ثواب کی طرف راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں اور فقیر کو متواتر ناسازیوں کے بعد مکہ معظمہ میں جو کئی مہینے گذرے واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضرات کرام مدینہ طیبہ کو اس ذرہ بے مقدار کا مشتاق کر رکھا تھا، یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علما تو علما اہل بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا، اور یہ جملہ فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں، اطراف وآفاق سے علما آتے ہیں واللہ یہ لفظ تھا کہ جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں، کوئی بات نہیں پوچھتا، اور تمہارے پاس علما کا یہ ہجوم ہے۔ میں نے عرض کی: میرے سرکار کا کرم ﷺ ؎

کریماں کہ در فضل بالاترند
سگاں پروند و چناں پرورند
اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
ہموں کو پالتے ہیں، اور ایسا پالتے ہیں

مسجد قبا اور مزار حمزہ کی زیارت : ایام اقامت

سرکار اعظم میں صرف ایک بار مسجد قبا کو گیا، اور ایک بار زیارت حضرت سید الشہدا حمزہ ﷺ کو حاضر ہوا، باقی سرکار اقدس ہی کی حاضری رکھی، سرکار کریم ہیں اپنے کرم سے قبول فرمائیں، اور خیریت ظاہر و باطن کے ساتھ پھر بلائیں۔

ع: ہم کو مشکل ہے انھیں آسان ہے

مدینہ طیبہ سے رخصت : رخصت کے وقت قافلہ کے اونٹ آ لیے ہیں، پا بر کاب ہوں، اس وقت تک علما کو اجازت نامے لکھ کر دیے، وہ سب تو الاجازات المتینہ میں طبع ہو گئے، اور یہاں آنے کے بعد دونوں حرم محترم سے درخواستیں آیا کیں، اور اجازت نامے لکھ کر گئے یہ درج رسالہ نہیں۔ چلتے وقت حضرات مدینہ کریمہ نے بیرون شہر دور تک مشایعت فرمائی، اب مجھ میں طاقت تھی، ان کی معاودت تک میں بھی پیادہ ہی رہا۔ اونٹ جدہ کے لیے کیے تھے، اب موسم سخت گرمی کا آ گیا تھا، اور بارہ منزلیں۔ منزل پر ظہر کی نماز کہ ٹھیک زوال ہوتے ہی پڑھتا تھا، اور معاً قافلہ روانہ ہونا تھا، سر پر آفتاب اور پاؤں نیچے گرم ریت یا پتھر، اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا کرے، فرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریک جماعت ہوتے، مگر جب میں سنتوں کی نیت باندھتا چھتری لے کر سایہ کرتے، جب پہلی رکعت کے سجدے میں جاتا پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ رکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ جلے، ابتدا سے یوں نہ کر سکتے تھے کہ میں عمامہ رکھنا درکنار نماز میں چھتری لگانے پر بھی ہرگز راضی نہ ہوتا۔ انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلا طمع بلا معاوضہ محض اللہ و رسول کے لیے جیسے آرام دیے، اللہ تعالیٰ

ان کا اجر عظیم دنیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے، آمین!

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا بمبئی کے ٹکٹ بٹ رہے تھے، خریدے، اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے، معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا دھوکا دیا۔ عدن پہونچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتر لیں، اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں، اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا، اور اس نے کہا: بمبئی جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہوگا۔ ہم نے کہا: اس مصیبت کو کون جھیلے، اس سے کراچی ہی بھلی، راستہ میں طوفان آیا، اور ایسا سخت کہ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا، سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔ جب کراچی پہونچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے، اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا، جہاز کنارے کے قریب ہی لگا، اور عین ساحل پر چنگی کی چوکی، جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر، اسباب کثیر، یہاں محصول تک دینے کو نہیں، ہر چیز کی تعلیم ودعا ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود وسلام، ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی، وہ گورا آیا، اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا۔ ہم نے شکر الٰہی کیا اور بارہ آنے دے دیئے، چند منٹ بعد وہ پھر واپس آیا، اور کہا: نہیں نہیں اسباب دکھاؤ، سب صندوق وغیرہ دیکھے، اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا۔ پھر واپس آیا، اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے، اور پھر بارہ ہی آنے کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوا روپے باقی رہا، اس میں سے مجھلے بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں کو تار دیا کہ دو سو روپیہ بھیجو، یہاں وہ تار مشتبہ ٹھہرا کہ بمبئی سے آتا کراچی سے کیسے آیا؟ بارے روپے

پہنچ گئے ، بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے ، وہاں جانا پڑا۔ مولوی حکیم عبد الرحیم صاحب وغیرہ احباب احمد آباد کو اطلاع ہوئی ، آدمی بھیجے ، باصرار احمد آباد لے گئے ۔ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خاں و حامد رضا خاں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا ، میں ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا۔

جبل پور کا پہلا سفر : ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ دوسرے سفر حج و زیارت سے واپسی پر بمبئی رونق افروز ہوئے ۔ حضرت عید الاسلام مولانا شاہ عبد السلام صاحب جبل پوری بھی زیارت کے لیے بمبئی تشریف لے گئے اور دیرینہ نیاز مندی کی وجہ سے جبل پور میں رونق افروزی کی دعوت دی ۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا: ابھی تو سرکار اجمیر مقدس کی حاضری کا شرف حاصل کرنا ہے ، آئندہ موقع نکال کر ضرور آنے کی کوشش کروں گا۔

۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ سفر حج و زیارت سے واپس آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کے استقبال کا ارادہ فرمایا ، اور حضرت مولانا عبد السلام صاحب کو کرامت نامہ تحریر فرمایا کہ میں حسن میاں کے استقبال کے لیے بمبئی کے لیے عزم کر چکا ہوں ، اگر تاریخ سے آگاہی ہوگئی اور وقت ملا تو دو ایک روز جناب کی زیارت سے مشرف ہو کر بمبئی جاؤں گا۔

حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے خط سے آپ کی آمد کی تاریخ معلوم ہوگئی تو حضور حسب الارشاد جبل پور رونق افروز ہوئے ، اور چار دن قیام

فرمایا۔اسی موقع پر حضرت مولانا کی اہلیہ محترمہ اور دوسرے اعزہ داخل سلسلہ ہوئے۔

جبل پور کا دوسرا سفر : سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب قادری رضوی جبل پوری اپنے والد ماجد عید الاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمۃ کا دعوت نامہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، بعد ملاحظہ حضور نے فرمایا: مولانا کے بیحد کلمات تواضع نے پہلو عذر کا چھوڑا ہی نہیں، اگر بالفرض کسی کے لبوں پر بھی دم ہو وہ بھی انکار نہیں کرسکتا، ان کلمات کو سن کر یہی کہے گا کہ میں حاضر ہوں ــــــ اور وعدہ فرمالیا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔

حضرت مولانا برہان الحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کے ساتھ کون کون تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا: مولانا! مجھے تو صرف دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی، ایک حاجی کفایت اللہ صاحب کی، اور دوسرے افتا کے کام کے لیے مولوی شفیع احمد خاں صاحب بیسلپوری کافی ہیں وہ خاموش ہو گئے۔ حضور نے فرمایا: یہ تو آپ کی مرضی پر ہے، آپ اور جسے چاہیں لے چلیں، مجھ سے نہ پوچھیے، مجھے جن کی ضرورت تھی آپ سے کہہ دیا۔

چنانچہ مولانا نے دو صاحب تو یہی جنہیں حضور نے فرمایا تھا، اور تیسرے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفٰے رضا خاں صاحب مفتی اعظم، اور چوتھے مولانا حسنین رضا خاں صاحب، برادرزادہ اعلیٰ حضرت منتخب کیے اب مجھے اور برادرم قناعت علی کو نہایت بے کلی ہوئی کہ کسی طرح ہم لوگوں کا بھی ساتھ میں جانا

ہوجاتا، اس کے متمنی نہیں تھے کہ کوئی ہمارے مصارف سفر کا متحمل ہو۔ میں نے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم سے اپنی اور برادرم قناعت علی کی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے اعلیٰ حضرت سے کہہ کر ہم لوگوں کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دلادی۔

بعد نماز ظہر مولانا برہان الحق صاحب نے حضور سے دوسرے روز علی الصباح پنجاب میل سے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا، اور سکنڈ کلاس کا ڈبہ رزرو کرالیا، ہم لوگوں نے تیسرے درجے کے ٹکٹ لیے۔ مولانا نے یہ طے کیا کہ صبح چار بجے سب حضرات کو علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے، مع سامان اسٹیشن روانہ ہوجانا چاہیے۔ لہٰذا، ہم لوگ نماز عشا پڑھ کر اپنے اپنے گھر رخصت ہونے اور سامان ضروری لینے کے لیے چلے گئے، اور تقریباً ڈیڑھ بجے شب کے پھاٹک میں آگئے۔ پھر ہم لوگ چار بجے سامان وغیرہ کے ساتھ اسٹیشن پہونچ گئے، اور سوا پانچ بجے پنجاب میل آگیا، مگر حضور اس وقت تک تشریف نہیں لائے۔ برہان میاں اور سب لوگ ٹکٹکی لگائے شہر سے آنے والے مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ شدید انتظار کے بعد دور سے ایک یکہ جس کا جانور بھی خیر سے نہایت سست رفتار تھا، نظر پڑا۔ دیکھا کہ حضور اس میں تنہا تشریف لارہے ہیں، اور جیسے ہی اسٹیشن پر آئے حاجی صاحب سے فرمایا: مصلیٰ بچھایئے میں نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ فوراً ایک گوشہ میں مصلیٰ بچھایا گیا اور حضور نے نیت باندھ لی کہ اتنے میں انجن نے سیٹی دی، سب لوگ یہ سمجھے کہ بس اب گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ برہان میاں نے جلدی جلدی کچھ ساتھ جانے والوں کو گاڑی میں

بٹھا دیا، مگر ہم لوگ حضور کے پاس ہی کھڑے رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ حضور کو نماز میں، کچھ اضطراب ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن واللہ العظیم ابتدا سے آخر تک حسب عادت کریمہ اسی اطمینان اور خشوع وخضوع سے نماز ادا فرمائی، اور یہی نہیں بلکہ وہ وظیفہ جو بغیر پہلو تبدیل کیے بعد نماز فجر پڑھنے کا تھا، اسی اطمینان سے ختم کیا۔ برہان میاں حضور کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے، اب جلدی سے عرض کیا: حضور! گاڑی چھوٹنے والی ہے، تشریف لے چلیں، اور باقی وظیفہ گاڑی میں پڑھ لیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ پھر فرمایا: عجیب بیہودہ سواری ہے، اور گاڑی میں بیٹھ گئے، عوام جلد جلد دست بوسی اور مصافحہ کرنے لگے، اور اسی میں سلسلہ بیعت شروع ہو گیا، اور گروہ کے گروہ مرید ہونے لگے۔ چونکہ فقیر نے رجسٹر مریدین اور شجرہ شریف ساتھ لے لیا تھا کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی، لہٰذا جو صاحب مرید ہوتے جاتے تھے، شجرہ شریف بعد اندراج نام درج رجسٹر فقیر دیتا جاتا تھا۔ اس سلسلہ کو بھی بہت دیر ہوگئی، مگر گاڑی جب بھی نہ چھوٹی، یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہو گیا۔ بعض حضرات نے اسٹیشن ماسٹر سے جا کر سبب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ لائن صاف نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا: برہان میاں کہاں ہیں؟ جو کہہ رہے تھے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے، غرض گاڑی بدستور کھڑی ہے، اور لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں اور مرید ہوتے جا رہے ہیں۔

اسی ہجوم میں حضور کے پوتے جیلانی میاں کھڑکی کے پاس آئے، اور حضور کی دست بوسی کی۔ انہیں معمولی لباس میں دیکھ کر فرمایا: کیا تم نہیں چلو گے؟

انہوں نے عرض کیا: جیسا حکم فرمائیں، مگر میں تو یونہی کرتہ پہنے ہوئے چلا آیا ہوں، کپڑے مکان پر ہیں۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں، اور حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تانگہ میں بیٹھ کر مکان چلے جاؤ، اور جیلانی کے کپڑے لے آؤ۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں وہ کپڑے لے کر واپس آ گئے۔

بڑے مولانا صاحب (حضور کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب) مصافحہ کر کے دست بوس ہوئے، حضور نے ان سے بھی یہی سوال فرمایا کہ کیا تم نہیں چل رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مجھ سے کسی نے چلنے کو کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا: میں تم سے کہتا ہوں چلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کو رخصت کرنے اسی کرتہ میں چلا آیا تھا۔ فرمایا: کچھ حرج نہیں، وہیں چل کر کپڑے سل جائیں گے، بیٹھ جاؤ۔ برہان میاں صاحب نے جلدی سے ٹکٹ سکنڈ کلاس کے خرید کر لیا۔

اس وقت اسٹیشن ماسٹر سے معلوم ہوا کہ کسی اسٹیشن پر گاڑی کا پہیہ لائن سے اتر گیا جس کے باعث لائن خراب ہوگئی، اس کے درست اور صاف کرنے میں اتنی دیر ہوگئی، اب عنقریب ٹرین چھوٹنے والا ہوں۔ غرض یہ مبارک سفر ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ روز شنبہ کو ہوا، اور دس بجے ان کی گاڑی روانہ ہوئی۔

ایک بات آج تک سمجھ میں نہ آئی یعنی بریلی سے جبل پور تک اکثر اسٹیشنوں پر مسلمانوں کی جماعت کو حضور کا منتظر پانا۔ نہ معلوم کس طرح بجلی کی طرح تمام جگہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضور فلاں ٹرین سے تشریف لا رہے ہیں لکھنؤ اسٹیشن پر حضرت سلطان الواعظین مولوی حاجی محمد عبد الاحد صاحب قادری

رضوی کو دیکھا۔ ان سے حضور نے فرمایا: مولانا! آپ تو ابھی یہیں موجود ہیں۔ انہوں نے نیچی نظروں سے عرض کیا کہ حضور کا والا نامہ ملتے ہی میں پہلی بھیت سے حساب لگا کر چلا تھا کہ ایک روز پہلے جبل پور جاؤں گا لیکن لکھنؤ آ کر گاڑی چھوٹ گئی مگر قصداً کہ دل نے یہی کہا کہ حضور کے ساتھ جاؤں گا، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ یہاں بھی اکثر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ میرے خیال میں شاذ و نادر ایسے اسٹیشن گزرے ہوں گے، جن پر کوئی مرید نہیں ہوا ہو، ورنہ تقریباً ہر اسٹیشن پر عوام حلقہ بگوش ہوئے، بلکہ بعض اسٹیشنوں پر گاڑی چل دی اور لوگ دوڑ دوڑ کر عرض کرتے جاتے حضور! ہم بھی مرید ہونا چاہتے ہیں، اور حضور فرماتے جاتے کہ میں نے غوث پاک کی غلامی میں آپ حضرات کو قبول کیا، اور فرماتے کہ شجرہ واپسی میں ملے گا، یا ڈاک سے منگا لیجیے گا پھر گاڑی پرتاب گڑھ پہونچی، وہاں سکنڈ کلاس کا ڈبہ میل سے کاٹ کر الہ آباد والی ریل میں لگا دیا گیا، ریل ساڑے تین بجے الہ آباد پہونچی، وہاں بھی مسلمانوں کے گروہ جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے، مغرب کے بعد ساڑھے سات بجے ریل الہ آباد سے روانہ ہوئی اور قریب چار بجے شب کٹنی اسٹیشن آیا، یہاں حاجی عبد الرزاق صاحب قادری رضوی حضور کے خلیفہ کثیر جماعت کے ساتھ موجود تھے، اور خود حضرت عید الاسلام مولانا عبد السلام جبلپوری بھی اہالیان جبل پور سے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ خیر مقدم کے لیے تشریف لائے تھے۔ یہاں سے ہر دو جماعت کے افراد ساتھ ہو لیے۔ سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھا، ایک چھوٹے اسٹیشن پر جس پر ٹرین صرف دو منٹ ٹھہرتی تھی، سب لوگ

فریضہ فجر ادا کرنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر پڑے، بعض کو چلتی گاڑی میں وضو کرنے کا موقع مل گیا تھا، اور اکثر نے اسٹیشن پر اتر کر وضو کیا، جبلپوری حضرات، کوری مارکین کے تھان اپنے ہمراہ لیتے آئے تھے جو طویل رقبہ میں بچھائے گئے تھے، ان پر دور تک مسلمانوں نے صف بندی کی، حضور نے امامت فرمائی۔ بعد سلام، طویل دعا کے بعد حسب معمول بغیر پہلو بدلے وظیفہ پڑھا، اور سب حضرات بھی اپنے اپنے اوراد ووظائف پڑھتے رہے، جو لوگ قریب تھے، انہوں نے مصافحے اور دست بوسی کی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ نصف گھنٹے سے زائد ہی ٹرین کھڑی رہی، اسٹیشن ماسٹر کا برہان میاں نے شکریہ ادا کیا، اور فرمایا کہ اب گاڑی چھوڑ دیجیے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اگر آپ فرمائیں تو اور روک سکتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا: نہیں، اب کوئی ضرورت نہیں، آپ کی عنایت ہے۔ سب حضرات اطمینان سے بیٹھ گئے، اسٹیشن ماسٹر نے سلام کیا، اور سبز جھنڈی کو حرکت ہوئی گارڈ نے بریک کھول دیا اور ڈرائیور نے وقت پورا کرنے کے لیے پوری اسٹیم سے ڈاک گاڑی چھوڑ دی۔

اہالیان جبل پور نے، جب حضور وظائف سے فارغ ہوئے، بڑے پیمانہ پر چلتی گاڑی میں سب کو ناشتہ کھلایا۔ دس بجے دن کے ٹرین اسٹیشن جبلپور پہنچی۔ اہل جبل پور کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نظر پڑتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آ رہا تھا، تمام پلیٹ فارم اور پل اور پلیٹ فارم کے بالمقابل لین کے کنارے، اور مسافر خانے اور بیرون اسٹیشن کھچا کھچ بھرا تھا۔ گاڑی پہنچتے ہی چاروں طرف سے نعرہ تکبیر و رسالت سے سارا اسٹیشن گونج گیا۔ پولیس کے

جوان اور انسپکٹر ان وغیرہ اگرچہ کافی تعداد میں موجود تھے، وہ ہر چند کوشش کررہے تھے کہ حلقہ باندھ کر مسافروں کو باہر اسٹیشن کے لے چلیں، مگر مجمع کسی طرح قابو میں نہ آنا تھا نہ آیا۔ بالآخر عاجز آکر علیحدہ کھڑے ہوگئے اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ اور برہان میاں سے عرض کیا کہ اب آپ ہی اپنے مہمانوں کو سہولت پہونچائیں گے، ہمارے قابو سے باہر ہے۔

بڑی مشکل سے سکنڈ کلاس کے آگے سے ہجوم کو قدرے ہٹایا گیا، اور اس قدر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجہ میں پھول ہی پھول نظر آرہے تھے، بڑے بڑے ٹوکروں میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گلدستے بھرے ہوئے آئے تھے، جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے، اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو اتار کر دو بڑے حلقے میں لے کر نعرہ لگاتے ہوئے پھاٹک پر پہونچے، تو اسے مقفل پایا، اسٹیشن ماسٹر نے قصداً بند کردیا تھا کہ اس حیلہ سے مولانا عبدالسلام کے پیر کو اچھی طرح دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ فوراً آکر قفل کھول دیا۔

باہر اسٹیشن کے بکثرت موٹر، فٹنین اور سیکڑوں تانگے کھڑے ہوئے ہیں، ایک بہترین موٹر جو ہار پھولوں سے مزین کیا گیا تھا حضور کے لیے لایا گیا۔ حضور اور حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب اور حضور کے دونوں شاہزادگان سوار ہوئے۔ اس موٹر کے پیچھے دوسرے موٹر میں دیگر لواحقین اور فٹنوں تانگوں میں متوسلین اور معتقدین بیٹھے۔ ان کے علاوہ دورویہ سلسلہ عوام کا تھا جو پیدل ہمراہ تھے۔ یہ جلوس میری نگاہ میں ایک میل سے کسی طرح کم نہ

ہوگا۔ تھوڑے تھوڑے فصل سے سڑک پر نہایت ہی شاندار سبزی کے پھاٹک لگائے گئے تھے، چند سرخ ٹول میں جلی قلم سے سنہری حروف سے ان پر لکھا تھا: السلام علیکم یاامام اهل السنة کسی پر تحریر تھا: السلام علیکم یامجدد ماۃ حاضرہ یورپین انگریز اور ان کی میمیں اور بچے اپنے بنگلوں سے باہر آکر کھڑے ہوکر، جابجا عوام اور مستورات مکانات کی چھتوں پر، دوکاندار اپنی اپنی دوکانوں سے نیچے اتر کر پرے جمائے دست بستہ ٹکٹکی لگائے اس شاندار جلوس کو دیکھ رہے تھے، بازار کی خرید و فروخت کاروبار مطلقاً موقوف، ہر ایک اس پر فضا منظر کو مشتاق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

الغرض جلوس بڑی آن بان کے ساتھ خراماں خراماں کئی گھنٹے میں حضرت مولانا عبد السلام صاحب جبل پوری کے کاشانہ اقدس پر رونق افروز ہوا، وہاں مکان کی زیب و زینت اور آئینہ بندی قابل دید تھی، اندرونی و بیرونی تمام حصوں میں ترکی قالینیں بچھائی گئی تھیں، درودیوار سب بیش قیمت کپڑوں سے سجا دیے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے تشریف رکھنے پر منقبت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا اور دیر تک مختلف حضرات کی جانب سے منونامی نعت خواں نے نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پر کیف مناقب پڑھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حرمین طیبین میں جیسا اس فقیر کو نوازا اس کے بعد نمبر ہے تو آپ حضرات کا، بعدہٗ جلسہ برخواست ہوا۔

مغرب کی نماز کے وقت جامع مسجد جو حضرت مولانا کے مکان سے قریب ہے جونہی حضور نے فرش مسجد پر قدم رکھا، فرمایا: اس مسجد کی سمت قبلہ صحیح نہیں ہے لہٰذا صفوف وتراً قائم ہو پانچوں وقت کی نماز باجماعت حضور اسی مسجد میں پڑھا کرتے،

اور دن میں تحریری کام جو ان کی غذائے روحی تھا کرتے رہتے، البتہ مابین عصر و مغرب نہ تحریر فرمایا کرتے، نہ کتب بینی کرتے۔ یہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ کا معمول تھا، اور بسا اوقات فرماتے کہ اس وقت لکھنے پڑھنے کا کام نہیں کرنا چاہیے، بینائی کم ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے وقت مقرر تھے صبح ۸ ربجے سے ۱۱ ربجے تک اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور بعد عشا بھی کافی وقت دیا جاتا تھا۔ عصر کے بعد کا وقت خالی تھا لہٰذا طے پایا کہ بعد نماز عصر حضور کو شہر سے باہر بغرض تفریح دماغ لے جایا کریں گے، جسے حضور نے ان لوگوں کی دل شکنی کا خیال فرماتے ہوئے منظور فرمالیا، چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر دروازہ مسجد پر موٹر، ٹمٹمیں تانگے تیار رہا کرتے، نماز مغرب بیرون شہر میدان میں اکثر ہوا کرتی۔ ایک مرتبہ جماعت قائم ہورہی تھی کہ ہمراہیان میں سے کسی نے کسی راہگیر کو سامنے سے گزرنے کو منع کیا، آپ نے فرمایا: کیوں روکتے ہو؟ جانے دو، کوئی حرج نہیں۔ جنگل یا مسجد کبیر میں سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد کبیر کوئی مسجد نہیں بجز مسجد خوارزم کے کہ جس کا مربع چالیس ہزار ستون پر ہے، ان مساجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں گزر سکتے۔

قدرتی مناظر کی دید : ایک روز قرار پایا کہ کچھ قدرتی مناظر دکھانا چاہیے، چنانچہ بھیرا گھاٹ جسے دھواں دھار بھی کہتے ہیں، اور جو دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا، علی الصباح چلنا تجویز کیا۔ لہٰذا ناشتہ کرنے کے بعد ہی موٹر وغیرہ آگئے ہم سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے، ابھی وہ مقام تقریباً پانچ چھ میل تھا کہ ایسی آواز سنائی دی جیسے بڑے زور میں ریل گاڑی آرہی ہے۔

مقامی حضرات سے معلوم ہوا کہ ریل کی آواز نہیں ہے بلکہ دھواں دھار کی آواز ہے، جو دم بدم مہیب ہوتی جاتی تھی۔ الحاصل قریب دوپہر کے ایک ڈاک بنگلہ میں حضور کو مع ہمراہیان ٹھہرایا گیا، اور چونکہ رات ہی میں جملہ سامان رسد وغیرہ مع باورچی یہاں پہونچ گیا تھا، لہٰذا تھوڑی دیر میں دسترخوان بچھایا گیا اور پر تکلف طعام چنے گئے۔ بعد فراغت حضور نے قدرے آرام کیا۔ باہر ڈاک بنگلہ کے ایک صاحب خوش نما پتھر کی کچھ چیزیں فروخت کررہے تھے جن میں کچھ پتھر کے ٹکڑے بھی تھے، جن میں رنگ برنگ قدرتی نقش ونگار قابل دید تھے، ہم لوگوں کو اس کی قدرتی صنعت پر تعجب ہورہا تھا، اور خداوند عالم کی شان خالقیت کے جلوے نظر آرہے تھے۔

اب دھواں دھار چلنے کی رائے قرار پائی، حضور کی سہولت وآرام کی خاطر ایک ڈولی بناکر اس میں حضور کو بٹھا دیا گیا اور دھواں دھار کی طرف لے چلے، کچھ دور پہونچنے کے بعد دریائے نربدا بہتا نظر آیا، جس کا نصف پاٹ تو ایسا تھا کہ پہاڑ کے پتھر جس پر بہاؤ تھا قریب قریب ابھرے ہوئے تھے، جن پر ہم لوگ پاؤں رکھتے ہوئے حضور کی ڈولی کے ساتھ ساتھ بے تکلف چلے گئے۔ اب آگے پتھر نمایاں نہ تھے، بلکہ پانی ہی پانی نظر آرہا تھا، کئی سو فٹ نیچے ایک پہاڑی کے درّہ میں گر رہا تھا، گرتے وقت مثل دودھ کے پانی سفید ہوجاتا تھا، درّہ میں تپھ کھا کر دھوئیں کی شکل میں اٹھ رہا تھا۔

ناظرین کرام خیال فرما سکتے ہیں کہ ایک پورا دریا ایک دم بلندی سے نیچے گرے کس قدر خوفناک آواز پیدا ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ میلوں دور اس گراؤ کی

آواز پہونچ رہی تھی۔ یہاں سے واپس آکر حضور نے ڈاک بنگلہ میں آرام فرمایا بعدہ نماز ظہر ہوئی۔ اس کے بعد عبدالکریم پہلوان قادری رضوی نے حضور سے عرض کیا: میں کچھ ورزش دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہو گئے، حضور بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک پتھر تقریباً ڈیڑھ فٹ لامبا اور ۳/۴ انچ موٹا اٹھا کر اپنے داہنے ہاتھ کی کلائی سے دوسری ضرب میں بال ڈال دیا، اور تیسری ضرب میں دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر ایک بہت بڑا پتھر جو ۶/۷ من سے وزن میں کم نہ ہوگا، اشارہ کر کے کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ۔ لہٰذا کچھ مضبوط آدمی بڑی مشکل سے ڈھکیلتے ہوئے قریب لائے، پہلوان چت لیٹ گئے، لوگوں نے بکوشش کچھ پتھر اوپر پہونچایا اور کچھ پہلوان صاحب نے کوشش کر کے سینہ پر لادلیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باوجودے کہ وزنی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے، چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تھا کہنے لگے، اب اس پتھر پر جو آدمی آسکیں کھڑے ہو کر خوب کودیں۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: بھائی عبدالکریم! اس پتھر ہی کا وزن کیا کم جو اور آدمیوں کو سوار کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: حضور ملاحظہ تو فرمائیں، کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہو کر کودنے لگے، اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو ہٹا کر ایک اشارہ میں پتھر کو سینے سے جدا کر دیا، سامنے لانبی بیل گاڑی خالی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آیا تھا، بایمائے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے، پہلوان صاحب نے فرمایا: اس میں جتنے حضرات آسکیں بھر جائیں، بقیہ لوگ

کھینچیں، اور میرے اوپر سے اتار دیں غرض آدمیوں سے بھری ہوئی گاڑی کا ایک پہیہ اپنی رانوں پر سے اور دوسرا شانوں پر سے لیٹ کر اتروا دیا، بعدہ حضور نے بطور انعام کچھ رقم عطا فرمائی۔

اس کے بعد وہیں قریب میں ایک پہاڑی پر جانے اتفاق ہوا، جس پر پہونچنے کے لیے ۵۰۰ سیڑھی پتھر کی تھیں، اس مقام کا نام چونسٹھ چگنی تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھے جنہیں شہنشاہ دین پرور حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توڑا تھا پہلی سیڑھی کے پاس دوستون پھاٹک کے قائم تھے، ان میں سے ایک پر ایک سین بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا، جس میں بخط اردو انگریزی یہ ہدایت لکھی ہوئی کہ کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے ـــــــ حضور نے اس نوٹس کو پڑھا، اور مسکرا کر فرمایا: جن کی حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرمت کی ہو، ان کی مرمت کون کرسکتا ہے؟ اوپر گھاٹی کے جاکر دیکھا کہ بیچ میں ایک مندر ہے اور چاروں طرف احاطہ میں بڑے بڑے بت رکھے ہیں جو تعداد میں ۸۴ ہیں، مگر کوئی سالم نہیں کسی کی پستان کٹی ہوئی، کسی کا ناک، کسی کا بازو، حضور نے اور تمام ہمراہیان نے باواز بلند پڑھا: اشھد الا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك له الها واحدا لانعبد الاایاہ اسی نواح میں ایک گھاٹی پر راستہ میں ایک پتھر یا چھوٹی سی بشکل بت پڑی تھی مگر سالم وہ بھی نہ تھی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت حضرت سلطان عالمگیر علیہ الرحمہ نے بت شکنی فرمائی ہے تو اس میں فرشتوں کا بھی ہاتھ تھا، ورنہ کوئی بت تو سالم دکھائی دیتا۔

بعد نماز عصر کشتی میں سب لوگ سوار ہوئے، اور اس بحری درّہ میں جس کے دونوں جانب سنگ مرمر کی سر بفلک چٹانیں کھڑی ہیں، اور قدرتی عجائبات قابل دید تھے کسی جگہ چاند کی شکل بن گئی، ایک جگہ پہاڑ کے اوپر بجنسہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سیاہ فام شخص برہنہ سر سفید کرتا پہنے کنارہ پر بیٹھا ہے، حضور نے ان پہاڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ایک صاحب مسجد میں آتے وقت طاق میں جو ڈھیلے رکھے تھے، انہیں شاہد بنالیا کرتے تھے، یعنی کلمہ شہادت پڑھ لیا کرتے تھے۔ بعد انتقال کسی نے ان سے خواب میں پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگے مجھے حکم دوزخ کا ہوا، فرشتے دوزخ کی طرف لے چلے مگر جس دروازہ پہونچتے ہیں اس کے سامنے ایک پہاڑ حائل ہے، فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے ہمارے رب! یہ پہاڑ کیسے ہیں، ارشاد باری ہوتا ہے، اے میرے فرشتوں! یہ پہاڑ ان ڈھیلوں کے ہیں جنہیں یہ میرا بندہ شاہد بنالیا کرتا تھا، اب اسے لے جاؤ میری رحمت سے جنت میں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جب ڈھیلے پہاڑ ہوگئے تو یہ تو پہاڑ ہیں کیوں نہ شاہد بنالیا جائے، لہٰذا حضور کے ساتھ سب نے بآواز بلند بار بار کلمہ شہادت اشہد الا الہ الا اللہ وحدہ واشہد ان محمدا عبدہ رسولہ پڑھنا شروع کر دیا، جس سے وہ پہاڑ گونج گئے، بعدہ حضور نے فرمایا: اب سے پہلے تقریباً بارہ سال ہوئے کہ میں نے اس درّہ میں ایک فقیر صاحب کو ایک جھونپڑی میں دیکھا تھا، غرض کشتی آگے بڑھی دور سے دیکھا کہ جھونپڑی کے آثار پائے جاتے ہیں فقیر صاحب کا پتہ نہ تھا اور وہیں دیکھا کہ پانی پر درہ تک سیاہ کائی سی جمی تھی، ملاحوں نے فوراً کشتی روکی

اور گھبرا کر کہا کہ کوئی بیڑی پینے کے لیے دیا سلائی نہ جلائیں کہ شہد کی مکھی پانی پی رہی ہے، خیریت گزری کہ ابھی کشتی کی رفتار سے پانی کی لہر وہاں تک پہونچنے نہیں پائی ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ کشتی کا رخ پھیر کر گھاٹ پر آ کر دم لیا ،اور کہنے لگے کہ یہ حضور کے قدموں کی برکت تھی کہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے ورنہ ایک بھی نہ بچتا اگر وہ خبردار ہو کر پلٹ جاتی ۔سب نے مغرب کی نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کو واپس آ گئے۔

دعوتوں کا سلسلہ : جبل پور ۲۸ ریوم حضور کا قیام رہا، اور اسی عرصہ میں قریب قریب روزانہ کبھی ایک وقت اور کبھی دونوں وقت شہر میں دعوتوں کا سلسلہ رہا، اور دعوتوں میں صرف ہم ہی لوگ مدعو نہ ہوتے تھے بلکہ مقامی حضرات بھی شریک ہوتے تھے اور اس بڑی جماعت کے خانے کا اہتمام ہو جاتا تھا یہاں ہر دعوت میں یہ دستور تھا کہ بعد فراغ طعام حاضرین کو معطر کر کے ایک گجرا پھولوں کا ضرور ڈالا جاتا تھا، چونکہ حضور حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے مہمان تھے اس لیے ہر میزبان کی دعوت بمنظوری حضرت ممدوح مقرر ہوتی تھی بعد دعوتوں میں ہمراہیان حضور کو بھی حضور کے ساتھ بیش بہا عمامے نذر کیے گئے، مکرمی سیٹھ عبد الکریم صاحب قادری رضوی عرف مکی سیٹھ صاحب نے جنہوں ۔نے حضور کی تشریف آوریِ جبلپور میں بڑا حصہ لیا تھا بڑے پیمانہ پر دعوت کا اہتمام کیا دعوت کی جگہ خاص طور پر ایک لانبے کمرے کی صورت میں تھی جس کے طول میں ہر دو جانب برابر دروازے تھے، اس دعوت میں گرچہ معمول سے کہیں زائد اجتماع تھا مگر کمرہ اتنا وسیع تھا کہ

بیک وقت سب حضرات کے روبرو دستر خوان بچھ گیا، اور ایک ساتھ ہی سب کے ہاتھ دھل گئے کہ ہر در میں آفتابے ہر ایک کے سامنے آ گئے، اور یوں ہی بیک وقت کھانا روبرو اتار دیا گیا، میں نے جملہ اقسام کا شمار کیا تو ۴۸ قسمیں تھیں، جب سب حضرات کھا چکے، آن واحد میں جملہ ظروف اور دستر خوان اٹھ گئے، میں نے سیٹھ صاحب سے آہستہ سے کان میں کہا کہ سیٹھ صاحب! یہ دعوت کی، یا بائسکوپ کا تماشہ دکھایا، وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

سیٹھ دادا بھائی سلامی نے بھی زبردست دعوت کی، یعنی پلاؤ روغن بادام میں پکوایا تھا۔ سید عبد الکبیر صاحب قادری رضوی نے دعوت کی، اور سب کو لسٹری قیمتی عمامے تقسیم کیے خود حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس کے یہاں تو مستقل مہمان ہی تھے، پھر بھی مخصوص طور پر دعوت فرمائی، اور نہایت خوبصورت سچے پلوؤں کے عمامے تقسیم کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے حق میزبانی پورا پورا ادا فرمایا، جس جگہ بالا خانہ پر حضور کا قیام تھا، ایک صاحب مولانا کے مریدین خاص سے بروقت اس کام پر متعین تھے کہ پان بناتے، چنانچہ ہم لوگوں کی ڈبیہ پانوں سے خالی نہیں رہتی تھی، اگر پان دیر کے بنے ہوئے ہوتے تو انہیں تبدیل کرتے رہتے، نیز حاضر ہونے والے حضرات کی خدمات میں بلا تاخیر پانوں کی تھالی پیش کرتے، دوسرے صاحب کی تحویل میں متفرقات تھی یعنی سوڈے کی بوتلیں، برف، بیڑی، سگریٹ، دیا سلائی، کارڈ لفافہ ٹکٹ ڈاک سادہ لفافہ کاغذ پینسل وغیرہ ان کا فرض منصبی تھا کہ مہمان سے دن سے تین چار مرتبہ دریافت کر لیا کرتے، حجام روزانہ صبح کے وقت خط بنوانے

کے لیے ہر ایک سے دریافت کر جاتا، کثیف کپڑے دھلنے کے واسطے لے لیے جاتے تھے۔

ٹیلر ماسٹر حیدر صاحب قادری رضوی جن کی مشہور و معروف دکان صدر بازار کی ایک شاندار کوٹھی میں تھی، اس کے متمنی تھے کہ حضور کی دعوت میں بھی کرتا، مگر جب جس تاریخ کی دعوت کی درخواست کرتے، وہ تاریخ خالی نہ پاتے، مجبوراً مضمحل ہو کر واپس چلے جاتے، ایک روز پھر ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے درخواست کی، مگر میر عبدالکبیر صاحب کی یہاں کی دعوت کے باعث جو صدر ہی میں تھی مسترد کر دی گئی تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اچھا میرے یہاں اسی روز چائے کی دعوت منظور فرمائی جائے، اس پر خود حضور پرنور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ماسٹر حیدر صاحب آپ کی قلبی تکلیف کو میں عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں، اچھا میں کل آپ کی چائے کی دعوت منظور کرتا ہوں، یہ الفاظ کریمہ سنتے ہی ماسٹر صاحب نے دست بوسی کی، اور خوش خوش اپنے مکان چلے گئے۔ اور دوسرے روز منجملہ دیگر سواریوں کے حضور کے واسطے چار گھوڑوں کی بہترین فٹن بعد مغرب لے کر حاضر ہوئے، سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت ماسٹر صاحب کی کوٹھی قریب آئی، گیس کی روشنی میں ایک سنہری کا پھاٹک تقریباً دو فرلانگ کے فصل سے لگایا تھا اس کے محاذ پر پہونچتے ہی ایک گولا آواز کا چھوڑا گیا مگر حضور کو پہلے کہیں اور جانا تھا اس لیے گاڑی سیدھی نکلی ہوئی چلی گئی بقیہ جتنے حضرات تھے وہ سب پھاٹک پر اتر پڑے ہم لوگوں نے دیکھا کہ چھوٹتے ہی ایک یورپین افسر اور چند گورے بارکوں میں سے نکل آئے، اور مولانا عبدالباقی

برہان الحق صاحب سے دریافت کرنے لگے، انہوں نے کچھ ایسے فرمائے، یعنی آل ورلڈ پاڈری اس نے نام پوچھا: انہوں نے حضور کا اسم مبارک بتایا، کہنے لگے: ہاں! ہم نے یہ نام سنا ہے، اور اس وقت تک اشتیاق میں کھڑا رہا جب تک حضور تشریف نہ لائے۔

ماسٹر حیدر صاحب نے پھاٹک سے کوٹھی تک سڑک پر ٹول کی روش بنائی تھی، اور دورویہ تریاں وغیرہ لگا کر کوٹھی کے سامنے شامیانہ وغیرہ سے آراستہ کیا تھا، جابجا بجلی کے قمقمے مختلف رنگ کے آویزاں کیے تھے، غرض کوٹھی کے وسطی وسیع کمرہ میں نہایت پر تکلف مسند پر حضور جلوہ فرما ہوئے اور بقیہ حضرات قیمتی قالینوں پر جو موزونیت کے ساتھ بچھائے گئے تھے تشریف فرما ہوئے، کوٹھی میں قلعی سبز رنگ کی تھی اور سبز ہی تیز روشنی بجلی تھی۔ مختصر یہ کہ سب مہمانوں کے سامنے مختلف اقسام کے بسکٹ کیک وغیرہ چائے کے ساتھ پیش کئے، اور اخیر میں سگریٹ پان کی تواضع کی، اور ایک بند لفافہ جس میں ایک ایک نوٹ علیٰ قدر مراتب بطور نذر ہر ایک کا نام لکھ کر پیش کیا۔

جبل پور والوں کی عید: غرض اٹھائیسوں رات کامل جبلپور والوں کے لیے ہر روز، روز عید، اور ہر شب، شب برات کی مثال تھی، اور اعلیٰ حضرت کے دم قدم کے برکات سے دینی ودنیوی انوار کا نزول ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا تھا، آخر تا کجے؟ اگرچہ جبل پور والوں کے ذوق وشوق کی حالت ودلی تمنا یہ تھی کہ اسی طرح عمر گزر بسر جائے کہ اعلیٰ حضرت کی میزبانی کا شرف ہم لوگوں کو عمر بھر نصیب ہو، مگر اعلیٰ حضرت کے ضروری مشاغل دینیہ میں

بہت فرق آ گیا تھا، تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ اگر چہ یہاں بھی جاری تھا مگر جس یکسوئی کے ساتھ بریلی شریف میں یہ خدمت ہوتی تھی یہاں زائرین کے ہجوم، بیعت ہونے والوں کے ذوق شوق، ملاقات کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ناممکن تھا، اس لیے اعلیٰ حضرت نے بریلی شریف واپسی کا ارادہ ظاہر فرمادیا۔

آج وہ رات ہے، جس کی صبح کو حضور بریلی شریف مراجعت فرمانے والے ہیں۔ برہان میاں بازار سے کچھ کھلونے چینی کے، اور کچھ گڑیا پارچہ گتا کے تحفہ بچوں کے لیے لائے۔ کسی نے عرض کیا: حضور! ان کا شمار بتوں میں ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ بچے انہیں معبود نہیں سمجھتے، بلکہ تھوڑی سی دیر میں توڑ پھوڑ کر فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، پھر فرمایا: گڑیوں میں حرج نہیں:

> خود ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طاق میں گڑیا رکھی تھیں اور کچھ گھوڑے پر دار بنا کر بیچ میں لٹکاتے تھے اور بایں خیال کہ کہیں حضور نہ دیکھ لیں طاق پر پردہ پڑا رہتا تھا، ایک روز جس وقت حضور تشریف لائے اتفاقیہ ہوا کہ جھونکے سے پردہ اٹھ گیا حضور نے دیکھ کر دریافت فرمایا: اے عائشہ! ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گڑیا ہے، حضور نے گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اور یہ کیا ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گھوڑے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! گھوڑے کے پر کب ہوتے ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پردار گھوڑے ہوتے تھے، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے، اور کچھ نہ فرمایا۔

اب صبح نماز فجر کے بعد سے جو کچھ سامان باقی رہ گیا تھا درست کیا گیا، اہالیان جبلپور پر اداسی چھائی ہوئی تھی، جسے دیکھیے مغموم و مضمحل آنکھوں میں آنسو

ڈبڈبائے ہوئے، دل ایسے بھرے ہوئے کہ بات کرنا دشوار، خلاصہ یہ کہ ان مہجوروں کی حالت دیکھ کر ہم لوگوں کے دل بھر آئے، مجمع دم بدم بڑھ رہا تھا۔

اس وقت حضرت عید الاسلام جناب مولانا شاہ عبد السلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکہ رائج الوقت ایک سفید چینے کے قاب میں نذر کیے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرماتے ہوئے کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ کو اس وقت تک صرف کیا، قبول فرمالیا۔

اس کے بعد حضور نے اپنے وظیفہ کی صندوقچی میں سے جس میں سوائے وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نہیں رہتا تھا، نہ کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش تھی، مگر اسی میں سے خادم وخادمہ ملازمین حضرات مولانا کے لیے نقود اور میوے وغیرہ، عزیزوں کے لیے طلائی زیورات اسی طرح معززین مریدین سیٹھ صاحبوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خاں صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے اور کب اس صندوقچی میں رکھے اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ جگہ بھی نہ تھی، اتنے زیور اس میں کہاں سے آ گئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے جودوسخا کا روشن برہان، اسی طرح بین کرامت کا پرزور ثبوت ہے۔

پھر ایک عجیب واقعہ ہوا کہ چار پانچ آدمی ہاتھوں میں لکڑیاں لیے فرش کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے اور سرغنہ نے تقدیم سلام کے بعد حضور سے

بایں الفاظ مخاطبہ کیا۔ آپ نے مجھے پہچانا میں کون ہوں؟ حضور نے لاعلمی ظاہر کی کہنے لگا: میرا نام افتخار الحق ہے۔ پھر قاضی قاسم میاں قادری رضوی ساکن گونڈل جو حضور کی تشریف آوری جبلپور کی خبر سن کر آ گئے اور اس جلسہ میں تشریف فرما تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ قاسم جو سامنے بیٹھا ہے یہ پہلے میرا مرید تھا اس نے آپ سے میرے نام کفر کا فتویٰ لے کرا [illegible] وایا اور مجھے تمام کاٹھیاوار میں بدنام کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے یہاں کسی کے نام پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ قائل کے قول پر حکم شرعی بتایا جاتا ہے۔ کہنے لگا: خیر میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے میری کیسے تکفیر کر دی میں سمجھنا چاہتا ہوں۔

یہ سنتے ہی مولانا شفیع احمد خاں صاحب قادری رضوی بیسلپوری نے جو امین الفتویٰ تھے اور اس سفر میں بھی افتا کے کام کے لیے حضور کے ساتھ تھے ایک جست لگائی اور بیچ میں آ کر بیٹھ گئے اور افتخار الحق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اگرچہ میں اس واقعہ سے خالی الذہن ہوں مجھے معلوم نہیں کہ سوال کیا تھا اور تکفیر کس قول پر ہوئی ہے مگر تمہاری تشفی کے تیار ہوں اگر مجھ سے تشفی نہ ہو پھر اعلیٰ حضرت سے مخاطبہ کرنا۔ بتائیے کس قول پر کفر کا فتویٰ ہوا ہے؟ اس پر افتخار الحق نے کہا: میرا دعویٰ یہ تھا کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد۔ مولانا شفیع احمد خاں صاحب نے فرمایا: تمہارے اس قول کو کچھ لوگوں نے سنا اور کچھ لوگوں نے نہیں سنا، ذرا آواز سے کہیے اس پر افتخار الحق نے کھسیانے لہجے میں اعادہ کیا، مولانا نے فرمایا: ادھر دالان میں بھی اندر تک آدمی ہیں، ذرا بلند آواز سے ایک بار اور بھی اپنا

دعویٰ بیان کردو تا کہ سب لوگ اچھی طرح سن لیں، چنانچہ تیسری مرتبہ خوب غصے میں بھر کر خوب زور سے اپنے قول کو ظاہر کیا: اس کے بعد مولانا نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہوکر دریافت فرمایا: کیا آپ لوگوں نے اس کے قول کو سن لیا؟ مجمع سے متفقہ طور پر آواز آئی، ہاں سن لیا۔ اس کے بعد افتخار الحق سے پوچھا: آپ مجہول النسب ہیں یعنی آپ کا کوئی باپ نہیں؟ افتخار الحق رہتکی نے کہا: ہاں! میرا کوئی باپ نہیں۔ اتفاق سے افتخار الحق کے باپ بھی دالان میں سب کے پیچھے کھڑے تھے چنانچہ مقامی حضرات میں سے ایک صاحب ان کا بازو پکڑے ہوئے اندر سے لائے اور افتخار الحق سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ یہ کون ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر ان کے والد نے رانیں پیٹتے ہوئے کہا: مولانا کس کے منہ لگے ہو، یہ تو پاگل ہوگیا ہے پاگل، غرض تمام حاضرین افتخار الحق کو دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے۔

ہم لوگ رات ہی کو اسٹیشن آگئے اور وہیں قیام ہوا، یہاں بھی لوگ برابر آتے رہے، اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا، صبح کو قریب سات آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی، گاڑی چلتے میں بھی لوگ دوڑ دوڑ کر مرید ہو رہے تھے، اور اکثر لوگ زار زار روتے جاتے تھے، یہاں تک کہ گاڑی کی رفتار تیز ہوگئی، اور سب لوگ منتہائے نظر تک پلیٹ فارم پر حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کو دیکھتے رہ گئے، مختصر یہ کہ ہم سب بخیر و عافیت ابتدائی شب میں بریلی شریف واپس آگئے۔

گنج مرادآباد کا سفر : دبدبۂ سکندری مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت

مدظلہم الاقدس گنج مرادآباد تشریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو (حضرت) شیخ (فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی) علیہ الرحمۃ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے معاً فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: بلایئے تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا: میں مستحب جانتا ہوں۔ فرمایا: آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انھوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے؛ اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز و اکرام باصرار تام تین روز ٹھہرایا انتیس ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آ گئی؛ اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو

حضور ﷺ کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہ خیال لاتے ہی معاً حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہاں! جو ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس نبی ﷺ میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔ پھر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹپیا تمہارے موڑ پر رکھ دیں اور تمہارے موڑ کی اپنے موڑ پر دھر لیں۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے براہ ادب سر جھکا لیا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلاہ مبارک اپنے سر مقدس پر رکھ لی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سر مبارک پر رکھ دی۔ جو آج تک بطور تبرک محفوظ رکھی گئی ہے۔

حواشی

۱):- حضرت امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۰ میں ان مفہوم کی حدیث ابونعیم کی تخریج سے نقل فرمائی ہے۔ (فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی)

۲):- یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کسی رواج یا فتہ برائی سے لوگوں کو براہ راست روکنے میں وہ اثر نہیں ہوتا ہے جو اس کے برے ہونے کا احساس دلانے میں ہوتا ہے۔ پھر یہ احساس دلانا بھی وعظ و نصیحت کے معروف طریقہ سے ہٹ کر نادر اور اچھوتے انداز میں ہو تو اثر دو بالا اور دیرپا ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:-

اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

(پ ۱۴، س نحل آیت ۱۲۵) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ (کنزالایمان)

یہودیوں میں کھلے عام ننگے نہانے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے کا رواج عام تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں سے الگ تنہائی میں نہاتے تھے، تو یہودی بجائے اس کے کہ اثر قبول کرتے، آپ کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ ان کو ہائڈروسل کی بیماری ہے، اس لیے وہ ہمارے ساتھ ننگے نہانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب کوئی نہیں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے، اور دریا میں نہانے لگے۔ پتھر میں قدرت کی طرف سے جان آ گئی اور وہ کپڑے لے کر آبادی کی طرف دوڑ پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پڑی تو اس خیال سے پریشان ہو اٹھے کہ پتھر سے کپڑے نہیں لیے گئے تو لوگوں کے سامنے کس طرح جاؤں گا؟ بے تابانہ، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، کہتے ہوئے اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ اور یہ بات ذہن سے محو ہو گئی کہ ستر کھلا ہوا ہے۔ نتیجۃً لوگوں نے آپ کو کھلے ستر دیکھ لیا، جس سے ان کو احساس ہوا کہ آپ ہائڈروسل کے مریض نہیں ہیں، بلکہ کھلے عام ننگے نہانا اور ایک دوسرے کا ستر دیکھنا

برا ہے، اس لیے آپؑ اس سے احتراز فرماتے ہیں۔

وکان الحکمۃ فیہ ان بنی اسرائیل کانو ا یغتسلون عراۃ ینظر بعضھم الیٰ سوء ۃ بعض و کان موسیٰ علیہ السلام یغتسل وحدہ فقالوا واللہ مایمنع موسیٰ ان یغتسل معنا الا انہ آدر.....فذھب یغتسل مرۃ فوضع ثوبہ علیٰ حجر ففرالحجر بثوبہ فذھب موسیٰ فی اثرہٖ یقول ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر ولم یدرکہ موسیٰ علیہ السلام حتیٰ فرالحجر علیٰ ملأمن بنی اسرائیل فنظروا الیٰ سوۃ موسیٰ علیہ السلام فقالوا واللّٰہ مابموسیٰ من بأس فبرأ اللّٰہ تعالیٰ موسٰی بسبب فرارذلک الحجر ممارموہ بہ من الادرۃ فوقف الحجربعد مانظروا الیہ فاخذ ثوبہ... (شیخ زادہ علی البیضاوی)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اضطراراً کھلے ستر ہی پتھر کے تعاقب میں نہ چلے گئے ہوتے، تو یہودیوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں، اور وہ اپنے برے کرتوت کی برائی کا احساس نہیں کرپاتے۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهاً ؁ اے ایمان والوان جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جوانہوں نے کہی، اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (کنزالایمان)

اسلام میں غیر محرم عورتوں کو استثنائی حالات کے سوا بالقصد دیکھنا ناجائز وحرام ہے۔ حدیث میں اسے 'آنکھوں کا زنا' بتایا گیا ہے۔ خصوصاً طوائفوں کو دیکھنا جو طرح طرح کے بناؤ سنگار اور دلفریب اداؤں کے ساتھ لوگوں کو گناہ کی دعوت دیتی ہیں، اور اپنے دام میں لانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس سے کتنے ہی پیران فرتوت کے ہاتھوں سے تقدس کی تسبیحیں گرجاتی ہیں، کتنے ہی زاہدان صد سالہ خراب ہوکر مسجدوں سے باہر نکل آتے ہیں۔

پڑھتے ہی فاتحہ جو وہ اک سمت پھر گئی
اک پیر کے تو ہاتھ سے تسبیح گر گئی
ماہ من درنیم شب چوں بے حجاب آید بروں
زاہد صدسالہ از مسجد خراب آید بروں

امام احمد رضا ایک شرعی گھرانے کے ہونہار فرزند تھے۔ آپ کی گھٹی میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ 'غیر محرم عورتوں کو بالقصد دیکھنا گناہ ہے' اس لیے طوائفوں کو دیکھ کر اضطراراً ایسا واقعہ ہوا۔ اگر امام احمد رضا اضطراراً کرتے کا دامن اٹھا لینے کے بجائے ہاتھوں ہی سے آنکھیں بند کر لیتے، تو طوائفوں کو اس تمسخر آمیز سوال کا موقع نہیں ملتا، اور وہ ننھے بچے کے اس بلیغ جواب سے آشنا ہو کر اپنے کرتوت کی برائی کا صحیح احساس نہیں کر پاتیں۔

مگر برا ہو چشم بداندیش کا جس میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے ۔

چشم بداندیش کہ برکندہ باد　　　عیب نماید ہنر درنظرش

پھر مخالفین آپ کے اضطراراً کرتے کا دامن اٹھا لینے، اور اس بلیغ انداز ہدایت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا اس طرح یہ حضرات امام احمد رضا کے پردے میں خدا کے یہاں وجاہت رکھنے والے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق نہیں اڑا رہے ہیں؟ پھر جبکہ یہ امام احمد رضا کے بچپنے کا واقعہ ہے جب آپ مکلف نہیں تھے۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کا واقعہ جب آپ نہ صرف یہ کہ مکلف تھے بلکہ منصب نبوت کی عظیم ذمہ داری بھی آپ کے سر تھی۔

('امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں' ص ۳۹ تا ۴۰، از فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی،)

۳):- ہم لوگوں کو اس سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بھی شرف بیعت سے مشرف ہیں بس یہ جانتے تھے کہ حضور کے پڑوسی اور برادری کے آدمی اور ایک زمیندار ہیں۔ (ملک العلما)

۴):- روز نامہ الجمعیۃ دہلی کا خصوصی شمارہ شیخ الاسلام نمبر بحریہ ۱۵ر فروری ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۱۳ پر مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند تک کے لیے لکھا گیا ہے 'وہ عالم تو رہیں رہتے ہیں ان کی آنکھوں میں بھی نور ہے ان کے داہنے نور ہے، ان کے بائیں نور ہے ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہے وہ خود نور ہو گئے ہیں وہ اس دعا کے مصداق ہیں جو صحیح حدیث میں آتی ہے: اللھم اجعل فی سمعی نورا فی بصری نورا الحدیث اور اب وہ سراسر نور ہیں'۔ (نقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی)

۵):- بعد میں تین صاحبزادے اور ہوئے۔ مولانا اختر رضا خاں ازہری۔ قمر رضا خاں۔

منان رضا خاں۔ (فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی)

۶):- یہ ابتدائی دور کی بات ہے ورنہ بعد میں سمجھ میں آ گیا تھا اس لیے المعتمد المستند میں اس کو مفصل و مدلل بیان فرمایا۔ (فقیر رضوی)

۷):- جو اعلیٰ حضرت کے بہت ہی جان نثار خادم اور سفر و حضر میں کبھی اعلیٰ حضرت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور اب بعد وصال بھی مزار شریف پر برابر حاضر باش۔ محض محبت شیخ میں اُن کی دلی تمنا ہے کہ بعد موت بھی اعلیٰ حضرت کے قدموں ہی میں رہیں اور اسی لیے صاحبزادگان والا شان و دیگر مخلصین و محبین و خلفا و مریدین اعلیٰ حضرت سے اس قسم کی تحریرات حاصل کی ہیں جن کو ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے۔ (ملک العلما) چنانچہ انہیں تحریروں کے مطابق اعلیٰ حضرت کے قدموں میں مدفون ہوئے (فقیر رضوی)

۸):- فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں میرا خیال تھا کہ اس قسم کے گالی نامے عوام بدتمیز لوگ لکھا کرتے ہیں، کیونکہ بیچارے علم سے کورے ہیں، جب سنتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا فلاں شخص نے رد کیا ہے، اس کے رسائل و مسائل کا جواب لکھا ہے تو ہوش میں نہیں رہتے، جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ علمی سرمایہ سے بے بہرہ ہیں، اس لیے وہ نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں کہ بات کیا ہے؟ کون حق پر ہے، کس کی زیادتی ہے؟؟ اس کے پاس علم کا سرمایہ تو ہے نہیں، جو علمی باتوں کا جواب دے سکیں، اس لیے بیچارے جو پونجی رکھتے ہیں، وہی پیش کرتے ہیں، اور گالیوں میں ماں بہن کی مغلظات تک دینے سے باز نہیں آتے۔ لیکن مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا انتقال ہوا اور ان کے معتقد خاص مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ایک کتاب دو حصوں میں بنام تذکرۃ الرشید چھاپی۔ اس کتاب میں کیا ہونا چاہیے، موضوع کتاب تو نام ہی سے ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حالات اس کتاب میں ہوں گے، مگر ہے کیا؟ مولوی صاحب کے حالات تو چند ورقوں سے زائد نہیں، لیکن ان کے دادا پیر اور اپنے ہم خیال لوگوں کی خوبیوں کا طومار اور علمائے اہل سنت و ماع پر طعن و تشنیع کی بوچھار ہے۔ اور خصوصاً ان حضرات میں جنھوں نے تقریراً یا تحریراً گنگوہی صاحب کا رد کیا ہے اور حق کی حمایت کی

ہے ان کی توہین و تذلیل میں تو کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چھوٹے چھوٹے واقعات اور قصے گڑھ کر سنیوں کی دل آزاری کی، اور اپنے وصاف باطن کا جلوہ دکھایا ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ گالی نامے جاہلوں کے کام نہ تھے، بلکہ اس حمام میں سب ننگے کا مضمون ہے، ان کے یہاں پڑھے لکھے، عوام کے کان کترتے ہیں۔ (م،ن،ق)

تذکرۃ الرشید حصہ دوم، ص ۸۲ پر محض جھوٹا واقعہ گڑھا، اور گنگوہی صاحب کے اخلاق میں شمار کیا، جس کو میں انہیں کے لفظوں میں لکھتا ہوں، تاکہ لوگ ان کی دیانت اور صداقت کو پرکھیں کہ اس میں کیسے کورے ہیں:

دشمن کے لیے بھی آپ نے کبھی بد دعا نہیں کی، اور اگر منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفت سماوی میں مبتلا ہوا تو اس کو سن کر کبھی آپ خوش نہیں ہوئے۔ بدگوئی و خرافات نویسی کی جتنی ایذائیں آپ کو مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی سے پہنچیں شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہوں، اور نہ دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہنچی ہوں، مگر واللہ العظیم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، جس زمانہ مولوی احمد رضا خانصاحب کو مرض جذام لاحق ہوا، اور خون میں فساد آیا تو بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب و شتم کا ثمرہ دنیا ہی میں ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ بریلوی مولوی کوڑھی ہو گئے، تو حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ میاں کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہیے، خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔

اس مضمون کو اگر نثر میں مولوی عاشق الٰہی صاحب کی شاعری سمجھی جائے، تو اس کی حقیقت خود ظاہر آشکارا ہے۔ عوام بد دعا کے موقع پر بولا کرتے ہیں، خدا کرے اندھا ہو جائے، خدا کرے کوڑھی ہو جائے۔ مذاق کا بھی فقرہ مشہور ہے: اللہ نے ملائی جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی۔ شاید اسی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے مولوی رشید احمد صاحب کو اندھا بنا دیا تو ہوا خواہوں خصوصاً مولوی عاشق الٰہی صاحب جیسے جاں نثاروں نیاعلیٰ حضرت کے متعلق جذامی کا افترا کیا۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ بڑی سے بڑی ایذا اگر ہو سکتی ہے، تو مولوی صاحب کے الفاظ کفریہ، توہین رسول اللہ اور تکذیب خداوند

جل وعلا پر کفر کا فتویٰ، جو اعلیٰ حضرت نے کتاب مستطاب المعتقد المنتقد کے حاشیہ المعتمد المستند میں تحریر فرمایا۔ جو ۱۳۲۰ھ کی تصنیف ہے، اور ۱۳۲۱ھ میں چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے بعد مولوی گنگوہی صاحب دو برس سے کم ہی بچے، جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں انتقال ہی کر گئے۔

۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۲ھ تک میں خود بریلی شریف حاضر رہا، اور بخدائے لایزال بقسم شرعی کہتا ہوں کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو بالکل صحیح تندرست دیکھا، جذام کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ یہ بہتانیوں کا نرا بہتان ہے، اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے، میں پڑھوں لعنة الله على الكذبين۔ اور تذکرۃ الرشید کے مصنف صاحب کہیں: پیش باد۔ پھر اس فتویٰ تکفیر کے متعلق یہ لکھنا کہ:

شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہو۔

یہ بھی جھوٹ اور بالکل غلط ہے، خود اسی کتاب میں اسی جگہ اور دوسرے منکرین ضروریات دین کی بھی تکفیر ہے، اس لیے کہ گنگوہی صاحب سے نہ کبھی کی عداوت، نہ زرزمین زن کا قصہ کہ اس عداوت کی وجہ سے تکفیر کی گئی، بلکہ یہ تو وعدۂ الٰہیہ وعہد ربانی وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ۝ کی تعمیل و تکمیل ہے، جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اللہ جل جلالہ کی تکذیب کی، تو ان کی تکفیر کی گئی، پھر دوسرے منکرین ضروریات دین کی پاسداری کیوں کی جاتی؟ نیز دوسرا فقرہ بھی بالکل غلط ہے:

نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں۔

یہ بھی بالکل خلاف واقع ہے۔ کیا مولوی عاشق الٰہی صاحب کو یاد نہیں، کہ وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے پر اعلیٰ حضرت سے بہت پہلے جناب مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۲۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا۔ نیز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تصدیق بے شمار علمائے حرمین شریفین، و اہل ہند نے فرمائی، سب مسئلہ کفر میں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال ہیں، تو یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں۔

پھر یہ جملہ بھی کس قدر بھولے پن کا ہے کہ:

عمر بھر کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔

اولاً: کیا مولوی صاحب یوم ولادت یا یوم تکلم سے مرتے دم تک گنگوہی صاحب کے ساتھ رہے جو سننے کی نفی سے واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔

ثانیاً: ایسا بھی سہی کہ آپ نے عمر بھر نہ سنا، اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کبھی نہ کہا۔

ثالثاً: یہ بھی مان لیا کہ انہوں نے عمر بھر نہ کہا، تو اس میں دشمن سمجھنے کی کیا بات ہے؟ نہ اعلیٰ حضرت، مولوی رشید احمد صاحب کو اپنا دشمن جانتے تھے، نہ گنگوہی صاحب، اعلیٰ حضرت کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ یہ اختلاف مذہبی تھے۔ جو خیالات و اعتقادات اعلیٰ حضرت کے تھے، گنگوہی صاحب کی نزدیک بدعت یا کفر و شرک تھے، اس پر وہ بے محابا کفر و شرک کے فتویٰ دیتے تھے۔ یہ اپنی اپنی تحقیق تھی، اس میں دشمنی و عداوت کی کیا بات تھی، جو آپ نے نہیں سنا، یا گنگوہی صاحب نے کمال کیا کہ دشمن نہ جانا، تو بہت تیر مارا۔ نیز اس کذاب مفتری کے اس صریح جھوٹ سے گھبرا اٹھنا بھی عجیب سادگی اور ان کی بزرگی و کرامت کا اظہار ہے، مگر در حقیقت کرامت کا صفایا ہے، جس طرح کرامت میں گڑھا تو یہ کہ موت تک کی خبر آپ کو معلوم تھی کہ کہہ دیا کہ تم نہیں مرو گے اور مرو گے تو میرے بعد مرو گے، اور واقعہ یہ تھا کہ پاس کی چیز بھی نہیں سوجھائی دیتی تھی کہ لوٹا ہے یا اوگلدان اور فلاں شخص صحیح ہے یا مریض، اگر کچھ بھی کشف و کرامت ہوتی تو فوراً کہتا تھا کیوں جھوٹ بول کر اپنی عاقبت بگاڑتے ہو خدا کی لعنت کے حقدار بنتے ہو، کب انہیں جذام ہوا، وہ تو ہٹے کٹے بریلی میں ڈٹے ہوئے ہیں مگر ہے یہ کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ پیر من خس است اعتقاد من بس است تو جھوٹی باتیں گڑھنی ہی ہوں گی۔

ب: دوسرا واقعہ حضرت شیر بیشہ سنت سیف اللہ المسلول مولانا ہدایت رسول صاحب قادری برکاتی نوری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا گڑھا اور ان پر اتہام لگایا، بہتان اٹھایا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۸۳:

> ایک دن آپ ڈاک میں آئے ہوئے خطوط سننے بیٹھے سب سے پہلا خط جو پڑھا گیا بمبئی سے آیا ہوا کارڈ تھا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ مولوی ہدایت الرسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔ بعض سامعین کو تو مسرت ہوئی کہ یہ حضرت

کے بڑے مخالف تھے مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ بھی بالکل جھوٹ اور سر سے پا تک افترا و بہتان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت شیر بیشہ سنت کو محض حق گوئی اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف بولنے کی وجہ سے ضرور سزائے قید ہوئی، مگر کسی شوہر دار عورت سے نکاح کرنے کے الزام میں ہرگز انھیں سزا نہ ہوئی۔ یہ بھی بے سروپا بالکل جھوٹ بہتان محض ہے، جس کی علت وہی ہے کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے۔ تو جو حضرت کا مخالف ہوا مورد الزام بنا۔

ج:۔ حضرت سید الفحول عاشق رسول مولانا فضل رسول صاحب بدایونی قدس سرہ نے حق کی حمایت میں تقریر و تحریر کا پورا زور صرف فرمایا، اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ناطقہ بند کر دیا، اسی وجہ سے ان کے متعلق بھی ایک مضحکہ خیز قصہ گڑھا، اور اس پر اپنی علمی قابلیت سے حاشیہ بھی چڑھایا، حالانکہ یہ سب مولوی عاشق الٰہی صاحب کی بے عملی و کم فہمی ہے۔ اگر انہوں نے ایسا وعظ کہا تو ٹھیک کہا اور بالکل درست فرمایا، ان کی تجہیل میرٹھی صاحب کی نادانی و حماقت ہے ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۶ مولوی گنگوہی صاحب کی طالب علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں مولوی فضل رسول صاحب دہلی آئے اور ان کے وعظ میں ہم بھی گئے، وہ بیان کر رہے تھے ـــــــ 'لوگ بزرگوں کے نام کے جانوروں کو حرام کہتے ہیں، بھلا اس فعل سے اس جانور کی جنس یا فصل کون سی چیز بدل گئی، جس کی وجہ سے اس کی ماہیت میں فرق آ گیا؟ اور پھر جب غیر اللہ کے نام سے نامزد ہونے سے حرام ہوتا ہے تو جس کی عبادت کی جائے، وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہونا چاہیے۔ سو اب گنگا کا پانی حرام ہونا چاہیے' ـــــــ حضرت مولانا نے فرمایا: ہمیں تو یہ باتیں اور دلیلیں سن کر ان کی تقریر سے نفرت ہوگئی، اٹھ کر چلے آئے اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے۔

مولوی رشید احمد صاحب نے بیشک سچ کہا، ضرور حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب کی تقریر سن کر ان کو نفرت ہوگئی ہوگی، اٹھ کر چلے آئے ہوں گے، اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے ہوں گے۔ مگر اس میں حضرت مولانا فضل رسول صاحب یا ان کی تقریر کا قصور نہیں، بلکہ گنگوہی صاحب کے مرض قلبی وہابیت کے سبب ایسا ہوا۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد   وینکر الفم طعم الماء من سقم

دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج

بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی

جب دکھتی ہوئی آنکھوں کی یہ حالت ہے تو آنکھوں کا اندھا سورج کو کیا دیکھ سکتا ہے، اور بیمار زبان کی جب یہ کیفیت ہے، تو بیمار دل اگر آب حیات وعظ ہدایت ونجات کو برا جانے کیا عجب۔

مولوی عاشق الٰہی صاحب نے اس واقعہ کو نقل کر کے تین جگہ حاشیہ چڑھایا ہے، اس کو نقل کر کے اس کی اصلاح مناسب جانتا ہوں۔

سب سے پہلے لفظ لوگ پر حاشیہ لکھا ـــــــ (۱)

بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۝ کس لوگ کا کہا ہوا ہے؟

پھر حاشیوں کے اخیر میں لکھا ـــــــ ۱۲ منہ

مولوی صاحب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ منہ کس موقع پر لکھتے ہیں، اور اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

منہ اس جگہ لکھتے ہیں کہ وہ حاشیہ اسی شخص کا ہو جس کی عبارت و متن ہے، اس کو منہیہ کہا کرتے ہیں۔ یہ عبارت تو ان کے ادعا کے مطابق حضرت مولانا فضل رسول صاحب کی ہے تو کیا یہ حاشیہ بھی انہیں کا ہے، جو اس پر منہ لکھا؟ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو اب اس پر منہ لکھنا غلط۔

دوسرے نمبر پر باعتبار نقل یہ عبارت گنگوہی صاحب کی ہو سکتی ہے کہ مفہوم حضرت مولانا فضل رسول صاحب کا ہے اور عبارت گنگوہی صاحب کی، پھر بھی اس پر منہ لکھنا صحیح نہیں کہ یہ حاشیہ ہرگز گنگوہی صاحب کا نہیں، اور اگر بالفرض حاشیہ بھی انہیں کا ہے تو بندۂ خدا سے کوئی اور کون پوچھتا،

آپ ہی جلسہ میں موجود تھے پوچھ لیتے، تو وہ آپ کو تفسیر کی کتابیں پڑھنے کی ہدایت فرماتے کہ مفسرین مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ط کے معنی ماذبح لغیر اللّٰہ فرماتے ہیں۔ الاھلال کے لغوی معنی ہرگز یہاں مراد نہیں، بلکہ جو جانور کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے، ورنہ دنیا بھر کے سب حلال جانور حرام ہو جائیں گے کہ یہ زید کی بکری، یہ عمر کی گائے ہے، یہ بکر کا اونٹ ہے، عام طور پر شرقاً غرباً اسی طرح مروج ہے، اور ہر ایک کے زبان زد ہے، تو بروایتے سب مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوں، اور سب کا کھانا حرام ہو جائے۔ ع: آفریں ہے اس ذکاء وفہم پر

مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای ذبح الاصنام (تفسیر مدارک سورہ بقرہ) مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای ماذکر علیه غیر اللّٰه و هو ماکان یذبح لاجل الاصنام (جامع المفسرات ــــ مفردات راغب اصفہانی) مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ هو ما ذبح لآلهة (لسان العرب) مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای ماسمی غیر اللّٰه عند ذبحه (مصباح) قوله مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ هو الذبح لغیر اللّٰه (فتح الرحمٰن بکشف ما یلتبس فی القرآن) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای رفع الصوت لغیر اللّٰه به و هو قولهم باسم اللات والعزی عند ذبحه (تفسیر کشاف) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (بیضاوی) ورفع الصوت للصنم ان یذکر اسمه عند الذبح (الکواشی ــــ تاج البیہقی ــــ حاشیہ عبدالحکیم) قوله ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم هذا اصله ثم جعل عبارة عما ذبح لغیر اللّٰه (حاشیہ) فمعنی قوله مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ماذبح للاصنام و الطواغیت (شیخ زادہ) مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی ماذبح للاصنام والطواغیت (خازن) اوفسقا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ به یعنی ماذبح علی غیر اسم اللّٰه (خازن تفسیر سورہ انعام) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای مارفع ملتبسا به ای بذبحه الصوت لغیر اللّٰه (روح المعانی) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کانوا یقولون عند الذبح باسم اللات والعزیٰ فحرم اللّٰه تعالیٰ ذلک (تفسیر کبیر) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (ابوسعود) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای ماذکر علی ذبحه علی غیر اسم اللّٰه (تفسیر بغوی) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ عند الحان سواه المراد منحط له ماهم (سواطع الالہام) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ

لِغَيْرِ اللّٰهِ ماذبح لغیر اسم الله عمدا للاصنام (تنویر المقیاس) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای ذبح علی اسم غیره تعالیٰ (جلالین) والباء بمعنی فی ولابد من حذف مضاف ای فی ذبحه لان المعنیٰ وماصیح فی ذبحه لغیر الله (حاشیہ جمل) اهل ای صوت فیه باسم لغیر الله به بسبب ذبحه (تبصرۃ الرحمٰن) وما اهل به ای وحرم ماذکر علیه بذبحه اسم لغیر الله (عیون التفاسیر) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای رفع فیه الصوت بذکر غیر الله وهو ماذبح للاصنام (تفسیر علامہ نسفی) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای ذبح علی اسم غیره (سراج منیر) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ قال الربیع بن انس یعنی ما ذکر عند ذبحه اسم غیر الله (تفسیر مظہری) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای رفع به الصوت عندذبحه لغیر الله صنما کان اونارا اوغیر ذالک (تفسیر ابن کمال پاشا) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح بغیر خدا (فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہ دہلوی) وما اهل به وانچہ بسمل کردہ شدہ ست برائے غیر خدا (تفسیر توضیح) و ما اهل به وحرام کردہ آنچہ آواز بردارند بآں بوقت ذبح لغیر الله ای غیر خدا بنام بتاں یا باسم پیغمبراں بکشند اخرج ابن المنذر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ وما اهل قال ذبح (درمنثور ـــــ فتح القدیر) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای علی غیر اسم الله (تفسیر ابن کثیر) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای وحرم مارفع به الصوت عند ذبحه للصنم (روح البیان) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ معناه ذبح به لاسم غیر الله (تفسیرات الاحمدیہ) وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ای رفع الصوت بذبحه لغیر الله (تفسیر عارف باللہ محی الدین بن العربی رحمہ اللہ)

سردست چھتیس تفسیر کی کتابوں کی یہ عبارتیں حاضر ہیں، اور آیت کریمہ جہاں جہاں آئی ہے، ہر جگہ دیکھیے تو عبارتیں بیشمار ہو جائیں گی، اور دین و دیانت والے کے لیے چند عبارتیں بھی کافی ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا کیا مطلب علما کے نزدیک ہے، پھر اس عبارت کو پیش کرنا اپنی جہالت کا پردہ فاش کرنا ہے۔

دوسرا حاشیہ 'کون سی چیز بدل گئی' پر لکھا:

گردن مروڑی مرغی شاید آپ کے نزدیک حلال ہو کیونکہ

اس کی جنس وفصل نہیں بدلی۔۱۲منہ

مولوی عاشق الٰہی صاحب نے منطق کی کوئی ایک کتاب بھی پڑھی ہے یا بدعت سمجھ کر بالکل کنارہ کش ہی رہے؟ میرے خیال میں اگر 'ایساغوجی' ہی پڑھے ہوتے تو گردن مروڑی مرغی کے بارے میں ایسا سوال نہ کرتے، اور جان لیتے کہ جس مرغی کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے، وہ جوہر، جسم نامی، حساس، متحرک بالارادہ تھی۔ اور گلا مروڑ دینے کے بعد نہ وہ جسم نامی ہے، نہ حساس، نہ متحرک بالارادہ (تو وہ) مرغی کی نہ جنس میں داخل، نہ فصل میں شامل، بلکہ اب سوا جوہر د جسم کے اجناس بعیدہ میں بھی اشتراک ندارد۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ وہابیت اور عقل میں تبائن کی نسبت ہے، کبھی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

تیسرا حاشیہ 'وہ تو بدرجہ اولیٰ' پر لکھا:۔

> کیا عجیب قیاس ہے اس قاعدے کے موافق تو جس خون کے قطرہ سے نمازی کے کپڑے اور کنوئیں کا منوں پانی ناپاک ہو جائے تو بدن جس میں اس کے سینکڑوں قطرے بھرے ہیں بدرجہ ولی ناپاک ہوا اور نماز کے قابل نہیں، چلو نماز سے چھٹی، مگر ساتھ اس کیا وہ جانور جس کا گوشت خون سے بنا ہے ذبح کے بعد بھی نجس ہے گوشت بھی حرام ہوا۔۱۲منہ

یہ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر افترا کیا، حالانکہ اس قسم کی لغویات سے اُن کی شان ارفع واعلیٰ ہے، یہ مولوی صاحب کی فقہ دانی، مناظرہ دانی ہے، حضرت مولانا کی تقریر بہت واضح اور صاف ہے کہ ـــــــ

> اگر وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق حلال محض غیر خدا کا نام لگ جانے سے حرام ہو جائے، تو جس حلال چیز کی پرستش وعبادت کی جاتی ہو جیسے گنگا کا پانی وہ تو بدرجہ اولی حرام ہوگا۔

اس پر مولوی صاحب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ:

> ایک قطرہ خون سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے، تو بدن جس میں

سینکڑوں قطرے خون بھرے ہوئے ہیں بدرجۂ اولیٰ ناپاک ہوگا۔

قربان جایئے آپ کی لیاقت اور فقہی قابلیت کے۔ کیا بہترین قیاس فرمایا ہے، کیوں جناب! کیا خون کی بھی کوئی عبادت کرتا ہے، جو آپ فرماتے ہیں 'اس قاعدہ کے موافق الخ' علاوہ بریں اس معارضہ سے اسے کیا نسبت؟ فقہی حیثیت سے بھی یہ قیاس غلط ہے۔ اس لیے کہ کنوئیں میں دم مسفوح پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو اسی طرح جب بدن پر بھی دم مسفوح کہیں سے پڑے گا ضرور بدن ناپاک ہو جائے گا۔ خون جب تک اپنے محل میں جسم کے اندر ہے مسفوح کب ہے، جو اس کی ناپاکی کا حکم دیا جائے؟ نیز فقہائے کرام خروج دم کو ناقض وضو لکھتے ہیں، نہ وجود دم کو۔ اور یہ مسئلہ تو شاید جناب کے دشمنوں ہی کو معلوم ہو کہ نجاست جب تک اپنی جگہ پر رہتی ہے ناپاکی کا حکم اس پر شرعاً نہیں، ورنہ پیٹ میں غلیظ، مثانہ میں پیشاب رہنے کی وجہ سے انسان کو ہر وقت ناپاک ہونا چاہیے، اور آپ کے قاعدہ سے نماز کے قابل نہیں۔ چلیے چھٹی ہوئی خوب ہی قاعدہ کا مسئلہ گڑھا کہ نماز سے ہمیشہ کیلیے فرصت ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرا قیاس کہ 'جانور چونکہ خون سے بنا ہے اسلیے بعد ذبح بھی ناپاک ہونا چاہیے' اس نے تو قابلیت میں چار چاند لگا دیئے۔ کیا استحالہ کے بعد بھی شی کا وہی حکم رہتا ہے، جو پہلے تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ گوبر کا اوپلا ناپاک ہے، جل کر جب راکھ ہوگیا کیا اب بھی ناپاک رہا یا پاک ہوگیا؟ شراب ناپاک وحرام ہے جب سرکہ بن گئی اور شراب نہ رہی تو کیا سرکہ ہونے کے بعد بھی ناپاک وحرام ہی رہے گا؟ تو جب دم مسفوح بعد استحالہ حیوان کے بدن میں گوشت ہوگیا، اس کی نجاست وحرمت کیسے باقی رہے گی؟ مگر ہے یہ کہ حامی دین وملت ماحی وہابیت حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں آپ کے عقل وعلم سب پر پانی پھیر دیا:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ❖ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

د: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ شاہ ولی اللہ صاحب کی طرح مست بادہ الست تھے کہ ہر طرح کی کہا کرتے (ان کی کتابوں میں الحاقات کو دیکھتے ہوئے)، نہ معاذ اللہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح دریدہ دہن بدزبان تھے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا، نہ بزرگوں کا خیال، نہ بڑوں کا ادب، بلکہ متبع

سنت، حامی ملت بدعتی عالم، وارث الانبیا، رسول اللہ کے دین کے سچے ناشر کو جیسا ہونا چاہیے، ان تمام خوبیوں کے جامع تھے۔اسی لیے وہابیان سے خوش نہیں، مگر صاف طور پر ان کو برا بھی نہیں کہہ سکتے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے چچا، استاد، دادا پیر تھے، نہ ان کے نسب پر طعن کر سکتے ہیں، نہ علم پر، نہ مرتبہ ولایت پر، لاجرم دل ہی دل میں کڑھتے، اور موقع بموقع گول مول سنا دیا کرتے ہیں۔تذکرۃ الرشید جلد ۲، ص ۲۴۷ (میں ہے)

ایک دن مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہیں، اور مانتے ہیں مگر اسی خاندان کے دوسرے حضرات کو برا کہتے ہیں، حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا: میاں! کہوں گا تو تمہیں بھی بری لگے گی اور مجھے بھی بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے شاہ عبدالعزیز صاحب ان کو رفع کرنا چاہتے تھے، اس وجہ سے کہ بات لگا کر کہتے تھے، ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا: حضرت بڑے پیر صاحب کا دوگانہ پڑھنا کیسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا: بھائی حدیث میں تو کہیں نہیں آیا ہے، ہاں! فعل مشائخ ہے۔میر محبوب علی صاحب وہاں موجود تھے کہنے لگے سائل حدیث اور فعل مشائخ کو نہیں پوچھتا وہ تو جواز وعدم جواز دریافت کرتا ہے شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا اس پر محبوب علی صاحب نے کہا صاف فرمائیے، جائز ہے یا ناجائز۔تب تو سائل بھی کہنے لگا: جی ہاں! میری غرض بھی ہے۔شاہ عبدالعزیز صاحب نے میر محبوب علی کو ڈانٹ کر کہا، تو مجھے لوگوں سے گالیاں سنوانی چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ ما اہل کا مسئلہ لکھا تھا تو اب تک گالیاں سن رہا ہوں اس وقت میر محبوب علی صاحب نے سائل سے کہا سن لو! حضرت اس نماز کو ناجائز فرما رہے ہیں، مگر گالیوں کی ڈر سے صاف جواب نہیں دیتے اس قصہ کے

بعد امام ربانی نے فرمایا کہ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بری بات
چھوٹتی نہیں، شاہ اسحٰق اور مولوی اسمٰعیل صاحب ان سب حضرات کا ایک ہی
مشرب تھا۔ مگر شاہ اسحٰق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ
ہوا مولوی اسمٰعیل صاحب نے صاف منع کیا بہتیرے مان گئے۔ الخ

آپ نے دیکھا! کیسے مزے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کو بنایا ہے؟ ابتدا میں کہا کہ وہ بات لگا کر کہا کرتے تھے، اخیر میں کہا بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، غرض یہ کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے علم وفتویٰ سے کچھ نفع نہیں ہوا (شاید اس لیے کہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح بات بات پر لوگوں کو مشرک نہیں کہا کرتے تھے) پھر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے متعلق یہ خیال کہ وہ گالیوں کے ڈر سے حق چھپاتے تھے اور صاف نہیں کہتے تھے کس درجہ ان کی کھلی توہین ہے۔ اور ما اہل کے مسئلہ کو ثبوت میں پیش کرنا الٹی آنتیں گلے میں ڈالنا ہے، اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک ما اھل میں بھی اہل حق کے مطابق وموافق ہے، جیسا کہ رسالہ عمدۃ النصائح فی مسئلۃ الذبائح سے واضح تو اس بارے میں اگر گالیاں دی ہوں گی تو وہابیہ مولوی اسمٰعیل کے متبعین ہی نے دی ہوں گی۔ پھر میر محبوب علی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر گالیوں کے ڈر سے صاف جواب نہیں کہتے، عجیب خوش فہمی ہے۔ بلکہ اگر یہ واقعہ واقعی حق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے نزدیک یہ نماز جائز ہے فعل مشائخ سے ثابت ہے حدیث میں اس کا حکم نہیں تو ممانعت بھی نہیں لیکن صراحۃً جواز کا فتویٰ دوں تو وہابی حضرات گالیاں دینی شروع کر دیں گے، جس طرح وما اھل کے مسئلہ میں رسالہ لکھا تو ان لوگوں نے گالیاں دیں۔ حالانکہ یہ بھی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تضحیک کے لیے گڑھا، وہ حق کہنے میں بھی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرتے تھے، جو بات حق ہوئی اس کو بیان فرماتے اور اگر تفصیل طلب ہوتی تو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ اگر گالیوں کے ڈر سے حق چھپانے والے ہوتے تو اتنی بڑی ضخیم کتاب تحفہ اثنا عشریہ تحریر نہ فرماتے بات لگا کر کہنے کی انہیں ضرورت کیا تھی اس مسئلہ میں بھی صاف فرمایا کہ حدیث سے ثابت نہیں اس لیے تم اپنے کو اگر اہل حدیث سمجھتے ہو، اور جو بات حدیث سے

ثابت ہو صرف وہی کرنا چاہتے ہو تو تم مت پڑھو، اعمال مشائخ سے ثابت ہے، جو ہی حضرات مشائخ کے ماننے والے ہیں ان کو چاہئے کہ پڑھیں۔ کس قدر صاف اور سیدھی بات تفصیل کے ساتھ جواب ہے، اس کو برے لفظوں سے تعبیر کیا، اور بات لگا کر جواب دینا بتایا۔ بات وہی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شرک فروش، مشرک گر، نہ تھے اس لیے باوجود استاذ الاساتذہ ہونے کے ان پر بھی چوٹ کر ہی دی اور ان کو کتمان حق کرنے والا مداھن فی الدین وغیرہ بنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جناب مفتی صدرالدین صاحب مولوی عبدالغنی صاحب وحضرت شاہ احمد سعید صاحب یہ تینوں حضرات مولوی گنگوہی صاحب کے استاذ تھے، لیکن مولوی عبدالغنی صاحب کے ایسے خیالات ان دونوں حضرات کے نہ تھے، اس لیے ان دونوں کو طرح طرح سے بنایا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۱۔

> اس زمانہ میں دہلی کے اندر مولود کے بڑے جھگڑے پڑے تھے۔ انہیں دنوں جناب مفتی صدرالدین صاحب مرحوم ایک مضمون جواز قیام کا لکھ کر شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں لائے، اور پڑھ کر سنایا۔ شاہ صاحب نے فرمایا: ہاں! ٹھیک ہے۔ اتفاق سے جلسہ میں شاہ عبدالغنی صاحب بھی موجود تھے مفتی صاحب ان کی طرف مخاطب ہوئے گویا ان سے بھی داد لینا چاہتے تھے تب شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ ان باتوں کو کون منع کرتا ہے کہ ذکر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر نہیں جائز ہے، انکار تو اس پر ہے کہ قیام سے تعظیم مدنظر ہے تو پھر اس کی کیا وجہ کہ فقط ذکر ولادت شریف کے وقت قیام ہو، اور وقت نہ ہو بلکہ ذکر ولادت شریف بھی اگر مجلس مولود کے علاوہ دوسری جگہ ہو تو کوئی کھڑا نہ ہو۔ آپ ان باتوں کی دلیل لکھیں جن کا انکار ہے۔ اس تقریر پر شاہ احمد سعید صاحب نے بھی فرمایا کہ ہاں ٹھیک تو کہتے ہیں آخر مفتی صاحب ہکا بکا رہ گئے اور اپنی تحریر لے کر چلے گئے۔ اس

کے بعد مولانا نے فرمایا: میں دونوں صاحبوں شاہ احمد سعید صاحب اور مفتی
صاحب کا شاگرد ہوں مفتی صاحب نے اس تحریر کو ایسا بند کر کے رکھا کہ پھر
کبھی ظاہر نہ کیا۔

اس واقعہ میں مفتی صدرالدین صاحب کے ساتھ شاہ احمد سعید صاحب کو بھی لے ڈالا کہ ان کی بات کا کوئی وزن نہ تھا، ان کی تصدیق کی کوئی وقعت نہ تھی، پہلے مفتی صاحب کے فتوی کی تصدیق کی، پھر شاہ عبدالغنی صاحب کی بات کو ٹھیک کہا، حالانکہ یہ سب بالکل گپ اور علمی پائے سے گری ہوئی بات ہے اس لیے کہ جب قیام سے انکار نہیں تو اعتراض اس پر کرنا چاہئے کہ اور وقت کیوں نہیں کرتے ہیں نہ کہ اس وقت خاص میں کرنے پر۔ کیا کوئی جائز مباح مستحب کام اگر کسی وقت کریں اور دوسرے وقت نہ کریں تو نہ کرنے پر اعتراض ہونا چاہیے، نہ کہ کرنے پر۔ اور جب کرنے پر اعتراض ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو جائز سمجھنے کا دعویٰ زبانی ہے۔ اس کو اس طرح خیال کرنا چاہئے کہ کوئی شخص مثلاً صرف فجر کی نماز پڑھا کرے، اور وقت کی نہ پڑھے تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ اور وقتوں کی نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو نہ یہ کہ تم فجر کی نماز کیوں پڑھتے ہو؟ یہی شاہ عبدالغنی صاحب کا پہاڑ اتنا بڑا اعتراض تھا جس کو سن کر بقول ان کے مفتی صاحب ہکا بکا رہ گئے، نیز تمام علمائے کرام و صوفیائے عظام جو قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کو مستحسن سمجھتے ہیں وہ ان گنگوہی صاحب یا ان کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب اتنا بھی علم نہیں رکھتے تھے مگر ہے یہ کہ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔
اب میں بعض علمائے کرام کے اسمائے کرام لکھتا ہوں، جو قیام میلاد شریف کو مستحسن فرماتے ہیں تا کہ عام لوگوں پر ان حضرات کی حقیقت کھل جائے۔

(۱) علامہ علی بن برہان الدین حلبی صاحب سیرت مبارکہ انسان العیون
(۲) علامہ تقی الدین سبکی
(۳) علامہ سید جعفر برزنجی صاحب رسالہ عقد الجوھر
(۴) مولانا رفیع الدین صاحب تبدیغ الحرمین
(۵) فاضل اجل جعفر بن اسمٰعیل مدنی صاحب الکوکب الازھر علی عقد الجوھر

(۶) فقیہ محدث عثمان بن حسن دمیاطی صاحب رسالہ اثبات القیام جنہوں نے تصریح فرمائی: فقد اجتمعت الامة المحمدیه من اهل السنة و الجماعة علی استحسان القیام المذکور وقال صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لاتجتمع امتی علیٰ الضلالة. یعنی بیشک امت مصطفےٰ ﷺ میں سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بیشک نبی ﷺ فرماتے ہیں میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی

(۷) علامہ مدابغی رحمہ اللہ

(۸) علامہ ابوزید مصنف رسالہ میلاد

(۹) حضرت زین الحرم عین الکرم مولانا سید احمد بن زین دحلان مکی مصنف کتاب مستطاب الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیه

(۱۰) علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی مفتی حنفیہ مکہ معظمہ

(۱۱) علامہ انباری مصنف مورد الظمآن

(۱۲) مولانا جمال عمر

(۱۳) مولانا صدیق بن عبدالرحمٰن کمال

(۱۴) مولانا محمد بن محمد کتبی مکی

(۱۵) مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی

(۱۶) مولانا محمد بن یحیٰی حنبلی مفتی حنابلہ

(۱۷) مولانا عبداللہ بن محمد مفتی حنفیہ

(۱۸) سراج العلما مولانا عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ

(۱۹) مولانا عمر بن ابی بکر شافعی

(۲۰) مولانا محمد بن حسنین کتبی حنفی

(۲۱) مولانا محمد بن محمد عرب شافعی

(۲۲) مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی

(۲۳)مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ

(۲۴)مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی

(۲۵)مولانا ناصر بن علی بن احمد

(۲۶)مولانا عباس بن جعفر بن صدیق

(۲۷)مولانا احمد فتاح

(۲۸)مولانا محمد بن سلیمان

(۲۹)مولانا محمد عباس

(۳۰)مولانا محمد صالح

(۳۱)مولانا یحیٰ بن مکرم

(۳۲)مولانا علی شامی

(۳۳)مولانا علی بن عبداللہ

(۳۴)مولانا علی ملحان

(۳۵)مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن

(۳۶)مولانا محمد بن عبداللہ

(۳۷)مولانا احمد بن محمد خلیل

(۳۸)مولانا عبدالرحمٰن بن علی حضرمی۔

ان تمام علما کی عبارتیں جن کو دیکھنی ہوں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ اقامۃ القیامہ علیٰ طاعن القیام لنبی تہامہ مطالعہ کرے اس کے علاوہ علمائے مدینہ منورہ نے استحباب واستحسان قیام وقت ذکر ولادت شریف کے بارے میں فتویٰ دیا، جس پر تیس علمائے کرام کی مہریں ہیں، نیز علمائے مکہ معظمہ نے بھی میلاد و قیام کے استحباب کا فتویٰ دیا جس میں فرمایا: فالمنکر لهذا مبتدع بدعة سنية مذمومة لانكاره على شئ حسن عندالله وعند المسلمين۔ یعنی قیام و مجلس میلاد کا منکر بدعتی

ہے،اور اس کی بدعت سئیہ مذمومہ ہے۔کہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا جو خدا اور مسلمانوں کے نزدیک نیک تھی۔ اس پر پینتالیس علمائے کرام کی مواہیر و تصدیقات ہیں،ان کے علاوہ رسالہ غایت المرام میں علمائے ہند کے بھی چھپے ہیں،جن پر پچاس سے زائد مہر و دستخط ہیں اب منصف انصاف کرے،آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ،مدینہ منورہ،جدہ،حدیدہ،روم،شام،مصر،میاط،یمن، زبید،بصرہ،حضرموت،حلب،حبش،برزخ،برع،کرد،داغستان،اندلس،ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول ہے،یا چند دہابیہ بدمذہب اور ان کے ہم خیال مولویوں کا قول بلا دلیل۔رہا یہ کہ وقت ذکر ولادت شریف کے کیوں قیام ہوتا ہے؟اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں:

> اس کی وجہ نہایت روشن اولاً صدہا سال سے علمائے کرام و بلاد دارالاسلام میں یوہیں معمول ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحب لولاک ﷺ کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صور تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے اور یہ صورت وقت قدوم معظم بجا لائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المعظمین ﷺ کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔واللہ اعلم۔

و: پھر اسی کتاب کے ص ۲۲ پر مفتی صدر الدین صاحب سے ملنے اور ان کی دعوت کرنے کا حال لکھ کر لکھا کہ:

> ان باتوں کے بعد نہایت محبت سے فرمانے لگے،میاں رشید! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اور تم کھانا ایک جگہ کھاویں،حضرت مولانا نے مناسب طرز پر جواب دیا،اور آخر مفتی صاحب کے اصرار سے کھانا وہیں تناول فرمایا،مفتی صاحب نے فرمایا: میاں رشید! تم ہی اچھے ہو کہ تارک دنیا ہو گئے،ہماری نوکری جائز نہیں تھی اور ہم خوب سمجھتے تھے کہ جائز نہیں ہے مگر بزور علم اس کو جائز کہتے تھے!

نعوذ باللہ منہا افترا کسی آدمی پر کرے تو ایسا ہی جیتا افترا جس میں ایک لفظ بھی صحیح نہ ہو۔ کہاں حضرت مفتی صاحب صدر الصدور اور کہاں یہ میاں رشید شاگرد رشید؟ اور ان سے لجاجت سے یہ فرمایا کہ ”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم تم کھانا ایک جگہ کھائیں“ گپ کی بھی حد ہوگئی۔ مفتی صاحب کا فرمانا ان کے لیے کافی تھا کہ کل تم میرے یہاں کھانا کھانا اور ان کی سعادت مندی تھی اس کو قبول کرنا۔ دوسری گپ جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ ”تم ہی اچھے رہے کہ تارک الدنیا ہو گئے“ تارک الدنیا کی بھی ایک ہی کہی، حضرت مفتی صاحب کام کر کے ملازمت کر کے روپیہ حاصل فرماتے تھے، انھوں نے دنیا کمانے کا ذریعہ نہ تو پیری مریدی قرار دیا تھا، اور نہ مریدوں کے نذر و ہدایا سے دنیا چلتی تھی۔

تارک الدنیا ہونے کی بھی خوب رہی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ جب ۱۳۲۳ھ میں گنگوہی صاحب کا انتقال ہوا، تو ایک شخص نے جو غالباً مرید ورنہ معتقد ضرور تھے فخریہ بیان کیا تھا کہ حضرت کے یہاں نذر و نذور کی اس قدر کثرت تھی کہ جب ان کا انتقال ہوا، تو پانچ سو سے زیادہ گھڑیاں تھیں، جو لوگوں نے نذر دی تھیں اور انتقال سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے صاحبزادہ نے اعلان کیا تھا کہ اگر ستر ہزار کی جائیداد یکجائی کہیں فروخت ہوتی ہو تو میں لوں گا، اور پھر یہ تارک الدنیا تھے؟ اور جناب مفتی صاحب معاذ اللہ دنیا دار، جن کو حلال و حرام کی بھی تمیز نہ تھی، بلکہ جان بوجھ کر حرام کو حلال کہتے تھے۔

ز: اسی کتاب کے ص ۳۴ پر شاہ عبدالغنی صاحب کی تعریف کر کے مفتی صدر الدین صاحب کو اس طرح بنایا ہے۔

> حضرت شاہ صاحب کے احتیاط و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ایک دن مفتی صدر الدین صاحب نے ایک کتاب شاہ صاحب کے یہاں سے منگوالی اور چونکہ اس کتاب کی جلد کہنگی کے باعث خراب ہوگئی تھی اس لیے مفتی صدر الدین صاحب نے اس کی نئی جلد بندھوا کر شاہ صاحب کے پاس اس کتاب کو واپس کیا، اور لے جانے والے سے کہہ دیا کہ شاہ صاحب سے یہ عرض

کہدینا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے، تنخواہ سے نہیں دی گئی مفتی صدرالدین صاحب سرکاری ملازم بعہد صدالصدور مامور تھے، اوراس کی تنخواہ فقہ سے ناجائز ہے اس وقت تو شاہ عبدالغنی صاحب نے کتاب رکھ لی، دوسرے دن جلد توڑ علیحدہ کردی۔

کیوں جناب! یہ کہاں کی فقہ دانی و دیانت ہے، فقہ کا کون سا جزئیہ ہے، جس سے سرکاری نوکری حرام ہے، اوراس کی تنخواہ ناجائز؟ اور اگر بالفرض یونہی سہی، تو جناب مفتی صاحب نے کہلوا بھیجا تھا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے۔ اس کے ماننے میں شاہ صاحب کو کیا عذر تھا، اوران کی تکذیب کی کیا وجہ؟ کیا جو شخص سرکاری ملازم ہو، اس کی موروثی چیزیں ناجائز وحرام ہو جاتی ہیں؟ علاوہ بریں جلد توڑ کر اضاعت مال یہ کہاں کا مسئلہ ہے؟ بہت احتیاط تھی تو اس کی اجرت اپنے پاس سے بھجوادیتے۔ یہ دونوں استادوں کی تعریف ہے، یا ہجو ملیح؟

نیز مولوی عاشق الٰہی صاحب کے شیخ الہند کے والد ماجد مولوی ذوالفقار علی صاحب بھی تو سرکاری ملازم تھے، ان کی تنخواہ جس سے شیخ الہند اوران کے اعزہ کا گوشت پوست پلا، جائز تھی یا حرام؟ مہربانی کر کے مولوی عاشق الٰہی صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے؟

ح: اسی صفحہ پر ایک اور واقعہ لکھا:

> ایک دن حضرت مولانا نے مفتی صدرالدین صاحب کا تذکرہ فرمایا کہ مرض الموت میں جب مفتی صاحب پر فالج گرا تو خوف الٰہی اس قدر غالب ہوا کہ برابر رویا کرتے تھے، اور جب کوئی شخص عیادت کے لیے پاس جاتا تو فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! تمام عمر میری حرام خوری میں گزری، اگرچہ میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا، بھلا پھر نجات کی صورت کہاں؟ یہ الفاظ فرماتے اور بے اختیار رویا کرتے۔

صدرالصدور کی نوکری نہ فقہ کے رو سے ناجائز نہ ہرگز جناب مفتی صدرالدین صاحب نے یہ فرمایا ہوگا کہ تمام عمر میری حرام خوری میں گذری، میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا، معاذ اللہ

معاذ اللہ ایک عالم دین ایسا کہے، جان بوجھ کر دیدہ ودانستہ ناجائز حرام کمائی کمائے، ہاں! خوف الٰہی سے رونا یہ ان کے مرتبہ علیا کی دلیل ہے۔

ع :جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

کا مضمون ہے۔ جناب مفتی صاحب کا جو مرتبہ تھا، اس مرتبہ کے لحاظ سے فتویٰ کے اعتبار سے تقویٰ کا خیال زیادہ ہوگا، اور بات بات میں خوف وخشیت الٰہی کا لحاظ رکھتے ہوں گے مگر یہ ناممکن ہے کہ حرام جان کر پھر بھی اس کو کر رہے ہیں۔ مگر جناب مفتی صدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ تھے، میلاد شریف وغیرہ کو جائز جانتے تھے، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا رد کیا تھا، اس لیے ان کی توہین و ہجو کی جارہی ہے۔ الالعنۃ اللہ علی الظلمین۔

ط: حضرت شاہ احمد سعید صاحب سے مولوی رشید احمد صاحب کو شرف تلمذ تھا لیکن چونکہ شاہ صاحب بھی سنی صحیح العقیدہ تھے اور مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کی کتاب کا جواب لکھا تھا اس لیے مولوی صاحب نے ان کی بھی ہجو کر ڈالی۔ ص ۱ میں ہے:

> ایک مرتبہ مولوی ولایت علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مأۃ مسائل مولانا اسحٰق صاحب کا رد کیا ہے اور وہ چھپ بھی گیا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب سے تو بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب لکھیں ہاں یہ ممکن ہے کہ مأۃ مسائل کے دو چار مسئلوں سے ان کو خلاف ہو مگر یہ کہ سب سے خلاف ہو اور رد لکھیں سمجھ میں نہیں آتا۔

مأۃ مسائل کا جواب ان کی تصنیف سے موجود، پھر اس میں سمجھ میں نہ آنے کی کیا بات ہے؟ اور رد کرنے کے لیے سب مسئلے سے خلاف ہونا کیا ضرور؟ آپ نے انوار ساطعہ کا رد براہین قاطعہ لکھا، اور اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد صاحب کے نام سے چھپوایا تو کیا آپ کو اس کے سب مضامین سے اختلاف تھا؟

غرض اس کے بعد شاہ صاحب کے دو تین واقعے ابلہ پنے کے بیان کیے جن کو لفظ استغراق سے چھپایا ہے، استغراق اور شے ہے، حماقت چیزے دیگرے۔ لکھتے ہیں کہ:-

استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک شخص ماشاءاللہ خان نامی بوڑھا آدمی ہمیشہ سے ان کے ساتھ رہا، ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، مگر داڑھی منڈی رکھتا تھا۔ کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ماشاءاللہ داڑھی منڈواتا ہے اور برابر آپ کی مجلس میں آیا کرتا ہے، شاہ صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ اچھا وہ ایسا کرتے ہیں اب آئیں گے تو منع کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد خانصاحب جو حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے ان سے پوچھا کہ خاں صاحب تم داڑھی منڈاتے ہو خاں صاحب نے جواب دیا کہ حضرت ابھی میری داڑھی نکلی کہاں ہے؟ شاہ صاحب کو فوراً یقین آ گیا اور فرمایا: ہاں سچ ہے اور شکایت کرنے والوں سے کہا کہ میاں ابھی ان کی داڑھی نکلی کہاں ہے؟

اگر اسی کا نام استغراق ہے تو مولوی رشید احمد صاحب کا استغراق جناب شاہ احمد سعید صاحب سے بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ ایک صوفی صافی دوسرے کے عیوب کی طرف خیال نہ کرے، اور ایک مسلمان کو سچا جان کر بوڑھے شخص کے کہنے پر یقین کر لے کہ ابھی اس کی داڑھی نہیں نکلی ہے، اس لیے کہ جس کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے اس کی داڑھی عام مردوں کی طرح نہیں نکلتی ہے، لیکن مولوی رشید احمد صاحب کا یہ استغراق بہت بڑھا ہوا ہے کہ مولوی صاحب جناب شاہ احمد سعید صاحب کے شاگرد ہیں، لیکن استغراق کی وجہ سے کچھ خبر نہیں کہ شاہ صاحب نے مولوی اسحٰق صاحب کے مأۃ مسائل کا جواب لکھا یا مسائل اربعین کا رد کیا ہے، نیز یہ ڈبل استغراق ہے کہ سائل صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ رد چھپ گیا ہے پھر بھی آپ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ استغراق بالائے استغراق ہے کہ رد کے معنی یہ ہیں کہ پوری کتاب کا جواب لکھا جائے، رد کیا جائے۔ یوں تو حضرت سید المحول مولانا شاہ فضل رسول صاحب نے بھی مأۃ مسائل کا جواب نہیں تحریر فرمایا ہوگا، اس لیے کہ مأۃ المسائل میں جو مسائل مسلک حق کے خلاف ہیں تصحیح المسائل میں انہیں کا جواب لکھا ہے، نہ کہ ایک ایک کر کے تمام مسائل کا۔ اور یہ مولوی ولایت

حسن صاحب دیوبندی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب کا بھی استغراق میں کچھ کم نہیں۔
حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مائۃ مسائل کا جواب کہاں اور کب لکھا ہے اور وہ کس مطبع میں چھپا ہے؟ شاہ صاحب نے مسائل لبعین کا رد لکھا ماۃ مسائل کا رد جناب مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے، مگر ہے یہ کہ۔ع: ایں خانہ تمام آفتاب ست

ی: اسی حصہ میں ہے:-

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: شاہ احمد سعید صاحب کے یہاں جیسا کہ صوفیوں کا حال ہے کچی پکی سب طرح کی باتیں تھیں۔ (صفحہ ۴۴)

شاہ احمد سعید صاحب تو کسی کو رنجیدہ کرنا جانتے ہی نہ تھے، جو کسی نے کہا "ہاں" سو اگر کسی نے کچھ لکھ کر پیش کر دیا ہو اور آپ کا نام اس پر درج کرنے کو کہا ہو اور آپ نے ہاں کر لیا ہو اور پھر تحریر حضرت کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو تو عجب نہیں۔ (صفحہ ۴۳)

شاہ احمد سعید صاحب پر ایک حالت کا غلبہ تھا جس میں شاہ صاحب معذور تھے، حسن ظن دلدہی مروت اور سب سے زیادہ استغراق و محویت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مبتدعین کو بھی فی الجملہ اپنی کار برآری کا موقع مل جاتا۔ (صفحہ ۴۳)

انا للہ و انا الیہ راجعون استاد کی تجہیل و تحمیق کی حد ہوگئی۔ ناظرین! انصاف فرمائیں کہ ایک عالم متقی پاکباز صوفی شرعی ذمہ دار شخص کی کیا یہ واقعی تعریف ہے، یا سنی صحیح العقیدہ راد وہابیہ ہونے کی وجہ سے ہجو ملیح؟

تو جب ان سعادت مندوں کی زبان و قلم سے ان کے سنی اساتذہ بھی محفوظ نہ رہے، تو ایک معاصر اور وہ بھی شیر بیشہ حق و دیانت جو ہمیشہ ان کی اصلاح کے در پے ان کی غلطیوں کو درست کرتا رہا ہو، ان کی کتابوں، مسلکوں کا دندان شکن جواب تحریر کرتا رہا ہو، جس پر دانت پیسنے اور خاموش ہو رہنے کے سوا مرتے دم تک کسی تحریر کے جواب دینے کی ہمت نہ پڑی ہو، اس کے خلاف وہ اور ان

کی ذریات جس درجہ دریدہ دہنی بدزبانی کریں، بہت تھوڑا ہے۔ مگر یقین کرنا چاہئے کہ قیامت کے دن ان جھوٹوں کا پردہ چاک ہوگا، اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ الا لعنة الله على الظلمين الا لعنة الله على الكفرين۔ (ملک العلما)

۹):- میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹ رنگ عمر تقریباً اسی سال، داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید۔ عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امرتلالین میں تھا۔ وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے، فتاویٰ میں اکثر استفتا ان کے ہیں، انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ مرزا صاحب مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے اور وہ جو کچھ عرض کرتے ان کی عرض قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور اعلیٰ حضرت کے فدائی اور جاں نثار تھے۔ خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہیں ایک صاحبزادہ جن کا نامِ نامی مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب ہے دینیات سے واقف اور طبیب ہیں۔ اگرچہ آج کل ان کی صحت اچھی نہیں ہے، مگر بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے کہ اعلیٰ حضرت کے استاد کی یادگار ہیں بریلی جامع مسجد کے قریب مکان ہے پنجوقتہ نماز جامع مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔ (ملک العلما)

۱۰):- یعنی شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال کی جانب واپسی قبلہ رو ہونے کے بعد ہوتی۔ (فقیر رضوی)

۱۱):- یہ حضرت کے معتقدوں میں تھے اور اسی بنا پر ایک مرتبہ نینی تال اپنی کوٹھی میں مدعو بھی کیا تھا چنانچہ حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب قبلہ وہاں بھی تشریف لے گئے تھے اور قریب ایک ہفتہ کے وہاں قیام بھی فرمایا تھا۔ (ملک العلما)

۱۲):- جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ان مرزا صاحب کا نام مرزا اسماعیل بیگ تھا۔ یہ اعلیٰ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے، اور اعلیٰ حضرت کے مکان سے پچھم ان کا

مکان تھا، جس کا ایک حصہ حضرت حجۃ الاسلام نے خرید کر خانقاہ میں شامل کرلیا ہے، اور دوسرے حصہ کے متعلق حضرت مفتی اعظم کے لیے بات چیت مرزا صاحب مرحوم کے منجھلے صاحبزادے احمد مرزا صاحب سے ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی شامل خانقاہ ہو جائے۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کے والد کا نام نامی مرزا ابراہیم بیگ تھا، جو مرزا اسفندیار بیگ کے صاحب زادے تھے، انہیں مرزا اسفندیار بیگ کی صاحبزادی حسینی خانم سے حضرت رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خان صاحب کی شادی ہوئی، اس وجہ سے جناب مرزا اسماعیل بیگ صاحب اعلیٰ حضرت کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

۱۴):- مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۶ میں امام احمد سے [illegible] ہے: ایک بار صحابی رسول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی سوچ میں ڈوبے بیٹھے تھے کہ عمر فاروق نے آکر سلام کیا مگر حضرت عثمان نے جواب نہیں دیا تو صدیق اکبر کے پاس جا کر شکایت کی۔ حضرت صدیق اکبر عمر فاروق کو لیے ہوئے عثمان غنی کے پاس آئے، اور سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی۔ حضرت عثمان نے عمر فاروق کی آمد ہی کا انکار کر دیا تو عمر فاروق قسم کھا بیٹھے۔ اس پر عثمان غنی نے بھی قسم کھالی اور کہا کہ خدا کی قسم! مجھے آپ کے تشریف لانے اور سلام کرنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ صدیق اکبر نے حضرت عثمان کی تصدیق کی اور فرمایا کہ ہاں! آدمی فکر میں غلطاں رہے تو احساس نہیں ہو پاتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بستان المحدثین میں مشہور محدث حضرت امام مسلم کی وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ سے مذاکرہ حدیث کی ایک مجلس میں کسی نے کوئی حدیث پوچھی بروقت یاد نہیں آئی تو گھر آکر کتابوں کے مطالعے میں منہمک ہو گئے قریب ہی کھجور سے بھرا ہوا ٹوکرا رکھا تھا۔ ایک ایک کھجور اٹھا کر منہ میں دینے لگے اور احساس تک نہیں ہو سکا کہ پورا ٹوکرا کھا گئے ہیں، جب حدیث مل گئی تو احساس ہوا۔ کہتے ہیں اس وقت کی یہی بسیار خوری آپ کی موت کا سبب بن گئی۔

> وسبب وفات او نیز غرابتے دارد گویند در مجلس مذاکرہ حدیث' ورا از حدیثے
> پرسیدند وآں حدیث را نہ شناخت بمنزل خود آمد و یک سبد خرما نزد او گزاشتند در
> کتابہائے خود آں حدیث را تجسس می کرد و یکاں یکاں خرما بطریق نقل از سبد